تتنزل الرحمة عند ذکر الصالحین

نیک لوگوں کے تذکرے کے وقت خدا تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے

الحمد للہ کہ دریں زمان سعادت اقتران کتاب مستطاب ہادی شیخ و شاب

کنز القدیم فی آثار الکریم

سنہ ۱۳۵۵ھ

یعنی سوانح عمری حالاتِ زندگی محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوث صمدانی مقبول بارگاہِ رب الرحیم

حضرتِ خواجہ حاجی حافظ محمد عبدالکریم صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین راولپنڈی شریف

مرتبہ و مولفہ

خاکسار قاضی عالم الدین کمترین غلام حضرت قبلہ عالم مرحوم و مغفور

بسعی و امداد محب الفقرا حاجی محمد علی و حاجی محمد زمان خان دربار عالیہ راولپنڈی شریف

ویری ناگ پبلشرز

میرپور ـــــ آزاد کشمیر

فہرست مضامین

نذر

ہر مصنف یا مؤلف اپنی تصنیف و تالیف کو کسی بزرگ ہستی کی خدمت میں قدردانی اور قبولیت کے لیئے پیش کیا کرتا ہے۔ چونکہ اہل اللہ اور ان کے کلام کی قدر اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اس لیئے خاکسار اس ناچیز تالیف کو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں پیش کر کے التجا کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اسکو تمام احباب کے لیئے مغفرت و بخشش کا وسیلہ بنائے ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بندۂ مسکین خاکسار عالم الدّین عفی عنہٗ

دیباچہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَاَوۡلِیَائِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ

اما بعد یہ کتاب فیض انتساب جو ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی قدوۃ السالکین زبدۃ الواصلین ہادی سبل شیخنا شیخ الکل حاجی حرمین شریفین (زادہما اللہ تعالٰی شرفاً و عزاً) صاحب فضل عمیم حضرت حافظ محمد عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا ۔۔۔ کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

کی زندگی کے حالات اور شبا روزی عبادات و معمولات کا مجموعہ ہے۔ جس کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ حلقہ بگوشان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کریمیہ و چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ بالخصوص اور دیگر اہل اسلام بالعموم اپنی اپنی استعداد خداداد کے موافق ان پر عمل کر کے اس مقصود و مطلب تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ جس کے لئے حضرت انسان ضعیف البنیان پیدا کیا گیا ہے۔ اور غیر مسلم گروہ میں سے بھی اگر کسی شخص کی قسمت میں ہدایت ہو۔ تو وہ بھی تائید الٰہی سے ایک خدا رسیدہ بزرگ بندے کے حالات کا مطالعہ کر کے اسلام کی خوبیوں سے آگاہ ہو کر راہ راست و صراط مستقیم پر آجائے اور خاکسار کو بھی ثواب اور سعادت دارین حاصل ہو۔ ورنہ۔ شعر

بمقبولی کسے را دسترس نیست ۔۔۔ قبول مقبلاں در دست کس نیست

نیز بزرگوں نے لکھا ہے کہ مریدوں کے لئے ان کے پیروں کا ذکر اور تذکرہ حالات ان کے ایمان کو تازہ کرتا اور ان کی جان کو حلاوت بخشتا ہے اور ہر حرف کے بدلے جوان کے

حالات میں لکھا جاتا ہے۔ بہت سی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر

بر مرید صادق و صاحب تمیز ہست ذکر سیرت پیراں عزیز
ذکر پیراں تازہ ایمانش کند قصۂ آں جلوہ برجانش کند

ترجمہ شعر جو ہے خادم صادق و صاحب تمیز ذکر پیر اپنے کا ہے اس کو عزیز
ذکر پیراں دے بڑھا ایمان کو ان کا قصہ جلوہ بخشے جان کو

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو مرید تین دن تک اہل اللہ کے حالات مطالعہ نہ کرے اس کا دل سیاہ اور قلب مردہ ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے اخلاق سے متخلق اور عملی نمونہ ہوتے ہیں۔ یہی لوگ وارثین اور سچے جانشین اور حقیقی اور اصلی توحید کے مالک ہوتے ہیں۔ العلماء ورثۃ الانبیاء انہی لوگوں کی شان میں ہے۔ ان کا کلام معجز نظام خفتہ دلوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کرتا ہے اور مردہ قلوب کو دائمی حیات بخشتا ہے۔ مولانا روم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

احکام شرعی کی پابندی سے غرض و نہایت امراض باطنی کا ازالہ ہے۔ اور وہ اہل اللہ کی صحبت اور ان کے اقوال و اعمال پر اعتقادی و عملی طور پر پابندی سے حاصل ہوتا ہے جب تک امراض باطنی سے نفس کا تزکیہ اور قلب کا تصفیہ نہ ہو جائے۔ اصلی توحید اور حقیقی روحانی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ موجودہ زمانہ کے مسلمان طالب علم جو مدارس دینی میں تعلیم پاتے ہیں۔ ان کی عمر کا بہترین اور قیمتی حصہ علوم رسمیہ کے مطالعہ میں گزر جاتا ہے اور وہ علوم جن سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب ہوتا ہے ان سے بے نصیب رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے عالم اپنی ساری ہمت اور طاقت کو زیادہ تر مناظرہ اور مجادلہ میں صرف کرتے ہیں جس سے سوائے فتنہ اور فساد کے کوئی مفید اور معتد بہ نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تہذیب نفس اور ریاضت و مجاہدہ کی طرف جو مشاہدہ انوار تجلیات اور معرفت ذات و صفات الٰہی کی شاہراہ اور اصل اصول ہے۔ بالکل توجہ نہیں کرتے۔ دوسری طرف وہ طلبا جو سکولوں اور کالجوں میں مروجہ تعلیم پاتے ہیں۔ وہ ابتداء سے انتہا تک امور شرعی اور ضروریات اسلام اور ان کی

پابند ہی سے ناواقف اور جاہل بھر غافل رہتے ہیں۔ جو علوم ان کو پڑھائے جاتے ہیں وہ صرف تن پروری۔ دنیا پرستی۔ جاہ طلبی وغیرہ سکھاتے ہیں۔ اور خواہشات نفسانی اور ہواجس شیطانی کو زیادہ زیادہ ابھارتے اور مدد دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک احکام شرعی کی پابندی اور عبادات لایعنی اور لاحاصل کام ہوتے ہیں۔ اور مذہب کانٹے کی طرح ان کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے جس کی تقلید اور اتباع سے باہر نکلنا ان کا فرض اولین ہوتا ہے۔ اسی ملحدانہ ترقی کو اصلی اور حقیقی ترقی سمجھتے ہیں۔ آخرت اور عاقبت کا خیال ان کو خواب میں بھی نہیں آتا۔ ان کی تمام عمر دنیاوی ہیچ و پوچ اور نفسانی حظوظ و لذات کی طلب میں بسر ہو جاتی ہے اور آخر کار دل میں سینکڑوں حسرتیں لیئے ہوئے اس دنیا سے نامراد رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے گئے گزرے وقت میں اگر کوئی صاحب سعادت یہ چاہے کہ توحید حقیقی حاصل ہو۔ اور علوم رسمیہ اور علوم حقیقیہ میں تمیز ہو۔ تو اسے چاہیئے کہ اہل اللہ کی مجلس اور صحبت تلاش کرے اور فیض و برکات حاصل کرے۔ ورنہ ان کے اقوال و اعمال ہی کا مطالعہ کر کے اپنے ظاہر و باطن کو ان کے مطابق درست کر لے۔ شعر۔

گر وصال یار نبود با خیالش ہم خوشم در بیابان محبت خار ہم در پا خوش است

کیونکہ یہ لوگ ان علوم و اسرار کے مالک ہوتے ہیں جن سے علمائے رسمیہ بالکل ناواقف اور کوسوں دور ہوتے ہیں۔ اور ان کے کلام میں وہ کچھ اثر ہوتا ہے۔ جو بیان سے باہر ہے۔ شعر

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں ما گر نرسیدیم تو شاید برسی

دنیا میں رہ کر اس کے تعلقات کو دل سے ترک کرنا اور علائق کا توڑ دینا اور روح کا عالم سفلی سے عالم بالا کی طرف پرواز کرنا یہ وہ حقیقی اور اصلی ترقی ہے جس کی خاطر انسان کو اس دنیا میں پیدا کیا گیا اور جس کے آگے موجودہ ترقی سائنس وغیرہ بے حقیقت اور ہیچ ہے۔ اگر زمانہ بھر کے تمام سائنس دان متبع ہو کر یہ چاہیں کہ کسی شخص متعصب کو راہ راست پر لائیں اور اس کے اخلاق رذیلہ کو اوصاف حمیدہ سے مبدل کریں۔ تو ہرگز نہ کر سکیں گے۔ لیکن مردان راہ خدا کی ایک ہی نظر اور توجہ اور اشارہ ہی اس تبدیلی کے لیئے کافی ثابت ہوا ہے۔ جہاں ہزاروں ڈاکٹروں کے مجرب نسخے کارگر نہیں ہوتے وہاں صرف گدایان کوئے دوست کی توجہ۔ دم کلام مسیحائی کا

کام کر جاتے ہیں۔ غرض اگر ترقی سے مراد خدا کی معرفت اور حقیقت تک پہنچنا ہے تو وہ ذوق و شوق کے ساتھ اطاعت اسلام اور اہل اللہ کے اقوال و اعمال کے مطالعہ اور ان کے مطابق کاربند ہونے میں ہے۔ اگر دنیاوی جاہ و جلال اور حرص و ہوا کے بھنور میں پھنس کر دنیا سے نامراد اور خسر الدنیا والآخرۃ ہو کر جانے کا نام ترقی ہے تو وہ مغربی تہذیب اور اس کے طریق عمل میں ہے۔ لیکن جن کو اللہ تعالے نے نظر بصیرت بخشی ہے۔ وہ دیکھ بھال کر پاؤں رکھتے ہیں۔ یہ مضمون بجائے خود ایک مستقل تحریر کا محتاج ہے اس کو چھوڑ کر خاکسار اپنے ان کرمفرما اور محسن مہربان دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اس تالیف کے فراہم کرنے میں خاکسار کو مدد دی۔ بابو محمد اسمٰعیل صاحب کلارک ملٹری گراس فارم اور مولوی فضل احمد صاحب اور دیگر احباب جنہوں نے اپنے چشم دید حالات و واقعات کا بہت سا مجموعہ عطا فرمایا۔ خاص شکریہ کے مستحق ہیں ان سے بڑھ کر حاجی محمد علی صاحب و حاجی محمد زمان صاحب نہایت ہی اعلےٰ درجہ کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اور خاکسار کی گردن پر ان کے احسان کا اس قدر بار گراں ہے کہ خاکسار اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ ان ہر دو بزرگواروں نے اپنے کاروبار کو چھوڑ کر نہایت عرقریزی اور شبا روزی محنت سے دوسروں کے بھیجے ہوئے حالات اور مضامین کو صاف اور درست کر کے ترتیب دیا۔ حقیقت میں تمام کتاب کی تالیف و ترتیب کا سہرا انہی دونو بزرگوں کے سر پر ہے۔ خاکسار تو صرف اس کا ناقل ہی ہے۔ اگر یہ دوست خاکسار کو مدد نہ دیتے تو خاکسار تنہا کچھ نہ کر سکتا۔ اللہ تعالےٰ زیادہ زیادہ ان کو فیوض و برکات و ظاہری باطنی ترقیات عطا فرماوے۔ خاکسار حاجی مولوی محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں کا احسان بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی اور صاف و درست فرمایا۔ اللہ تعالے نے شیخ حق الدین صاحب کو خوش رکھے اور اپنے ظاہری باطنی عطیات سے مالا مال کرے۔ جنہوں نے اس کتاب کی کتابت و طباعت کا کام اپنے ذمہ لیا۔ اور نہایت احسن وجوہ سے بڑے شوق و محبت کے ساتھ اس کام کو انجام تک پہنچایا۔ خاکسار اپنے محسن اور مربی اپنے قبلہ گاہ مرحوم و مغفور کے

جانشین حاجی حرمین شریفین زبدۃ الاولیا خلاصۃ الاصفیا صاحبزادہ عالیمقام حضرت مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ المنان کا نہایت ہی ممنون ومرہونِ احسان ہے جنہوں نے نہایت مہربانی اور کمال شفقت سے اس کارخیر کو خاکسار کے سپرد فرما کر خاکسار کی عزت افزائی فرمائی۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے والد ماجد مرحوم ومغفور کے نقش قدم پر ثابت قدم رکھے۔ اور دن دوگنی اور رات چوگنی ظاہری باطنی ترقی فرمائے۔ اور حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل سب احباب کا خاتمہ بالخیر کرے۔ اور ان کے طفیل اس خاکسار روسیاہ کو بھی جس نے اپنی تمام عمر لاطائل اور بیہودہ کاموں میں صرف کر دی ہے اپنے فضل وکرم سے بخشے۔ ؎

شنیدم کہ در روز امید وبیم ✤ بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین آباد

خاکسار بندۂ مسکین قاضی عالم الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوثِ صمدانی فخرِ خاندانِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
مقبولِ بارگاہِ ربُ الرحیم حضرت حاجی حافظ محمد عبد الکریم صاحب قدس سرہ
کی شخصیت پر ایک اجمالی نظر

لمؤلفِ مسکین

پیر ما سرتاج جملہ اولیا است — ظاہر و باطن پر از نورِ خدا است
گام بر گام نبی مصطفےٰ است — منبعِ صدق و صفا و ہم سخا است
دل پر از رعب و جلالِ ذوالجلال — چشم پر نور از جمالِ لایزال
مست در عشقِ احمد فانی است — فیضِ او فیضِ مجددِ ثانی است
طالباں را چوں توجہ مے دہد — پرتوِ طور از دل و جاں سر زند
دافعِ شرکِ خفی ہست و جلی — در میانِ مجلسش ناید شقی
صحبتش چوں پارس آں وارد اثر — قلبِ مردہ را کند تابندہ زر
فیضِ پیرم در جہاں چوں آفتاب — ہر دم و ہر لحظہ رخشاں بے حجاب
سینہ اش گنجینۂ علمِ لدن — جملہ گفتارش بود از دُرِ عدن
در ثنائے حق گذارد روز و شب — جز بحمد و ذکر نکشاید نہ لب
از دم او ہوش مے آید بدم — واز نگاہش از نظر برتر قدم
خلوتش در انجمن آراستہ — در وطن دائم سفر پیراستہ
یاد کردش را نہ باشد بازگشت — از وقوفِ قلب چوں دل بر گذشت
بر دلِ سالک نظر چوں افگند — غرقِ نورِ وحدتش یکسر کند

گاہ سوزِ عاشقی جوشش آورد — نازِ معشوقی گہے جاں پرورد
گاہ محب وگاہ محبوب است او — گاہ طالب گاہ مطلوب است او
از دلِ پُر درد چوں آہے زند — ولولہ در قدسیاں ے افگند
صورت و سیرت بدارد چوں نبی — ہر کہ بیند گویدش ہذا ولی
الغرض چوں پیر من اندر جہاں — کس نکردہ سترِ وحدت را عیاں

اسم وارد با مسمّٰی اے فہیم
ہست محبوبِ خدا عبد الکریمؒ

آپ خواجۂ خواجگاں خواجہ فقیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ المعروف حضرت باواجی صاحب قدس سرہٗ سجادہ نشین چورہ شریف کے اجل و اعظم اور اول خلیفہ ارجمند و جانشین حق پسند تھے۔ اگرچہ جناب باواجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی محبت والفت تمام دوستوں کے ساتھ اس قدر تھی۔ کہ ہر ایک یار یہی کہتا تھا۔ کہ جناب باواجی صاحبؒ کو جو محبت و الفت میرے ساتھ ہے وہ کسی اور کے ساتھ نہیں ہے لیکن جو خاص رابطہ قلبی اور محبت والفت جناب باواجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو جناب حضرتِ حافظ جی صاحبؒ کے ساتھ تھی وہ کسی اور دوست کے ساتھ نہ تھی۔ اور جو حسن عقیدت اور اخلاص جناب حافظ صاحبؒ کو جناب باواجی صاحبؒ کے ساتھ تھا وہ بھی کسی اور یار میں پایا نہ جاتا تھا۔ گویا پیر و مرید ایک دوسرے پر شیدا اور فریفتہ اور عاشق تھے اور اس شعر کے مصداق تھے۔

من تن شدم تو جاں شدی من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

حضرت باواجی صاحبؒ اکثر اپنے یاروں کے مجمع میں جناب حافظ صاحبؒ کے حق میں یہ کلمات فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ میرے بیٹے ہیں۔ جس نے ان کے ساتھ بغض وکینہ یا حسد و عداوت رکھی اس نے گویا میرے ساتھ بغض وکینہ وحسد و عداوت رکھی۔ اور جس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے میرے ہی ہاتھ پر بیعت کی۔ جس نے ان کو دوست رکھا اس نے گویا مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے ان کو دشمن جانا اس نے مجھے دشمن جانا۔

حضرت باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوم وصال سے پہلے مرض الموت میں اپنے صاحبزادہ مست وار المعروف لالہ میاں صاحب کو خاص طور پر بھیجکر جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طلب فرمایا اور آخری دیدار فیض آثار اور ملاقات بابرکات اور مقالات اور وصایا اور نصائح سے سرفراز فرمایا۔ اور کچھ تبرکات بھی مرحمت فرمائے۔ بلکہ بعض حضرات صاحبزادگان صاحبان کو بھی جو اس وقت موجود تھے۔ جناب حافظ صاحب کے متعلق وصیتیں فرمائیں۔ مگر افسوس کہ صاحبزادگان صاحبان نے جناب باواجی صاحب کے وصال کے بعد ان وصیتوں کے موافق عمل نہ کیا۔ جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب باواجی صاحب کی خدمت میں انتقال سے پہلے عرض کیا۔ کہ اگر حضور فرمائیں۔ تو سید جماعت علی شاہ صاحب اور مولوی غلام محمد صاحب بگوی کو بھی بلا لیا جاوے۔ تو باواجی صاحب نے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب آپ کے دیکھنے کو دل بہت چاہتا تھا۔ آپ آگئے تو سب آگئے۔

اسیطرح جناب خواجہ دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت ملا صاحب نے بھی ایک دفعہ جبکہ ان کے ہاں عرس شریف کے موقعہ پر حضرت حافظ صاحب نے ایک مختصر مگر موثر اور رقت آمیز وعظ فرمایا۔ تو حافظ صاحب کی نسبت فرمایا کہ میرے بھائی خواجہ فقیر محمد صاحب کے دوستوں میں سے یہ سچا شخص ہے اور ولی وخاص دوست ہے۔ جو کوئی حضرت خواجہ فقیر محمد کی اولاد میں سے یا میری اولاد میں سے ان کے ساتھ حسد یا عداوت رکھے گا۔ وہ جھوٹا ہے۔

جناب باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات ولائیت سے متحقق ہونے اور جناب حافظ صاحب کے کمال استعداد باطنی سے متصف ہونے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے۔ کہ حضرت حافظ صاحب نے صرف قرآن مجید اور چند ایک معمولی فقہ۔ حدیث۔ تفسیر کی کتابوں کے سوا زیادہ ظاہری علوم حاصل نہیں کئے تھے۔ مگر اس حدیث کے موافق کہ جس کا علم ظاہری کم ہو۔ مگر عمل زیادہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے ضروری علوم سے کفایت کر دیتا ہے۔ ایسے ایسے علوم ومعارف اور اسرار ودقائق کا انکشاف فرماتے تھے۔ کہ بڑے بڑے علم بھی حیران رہ جاتے تھے۔ اور جناب باواجی صاحب کے نظر کیمیا اثر میں منظور اور ان کے دل میں منزل میں مقبول ہونے کا ہی اثر تھا۔ کہ آپ کا معمولی کلام بھی کشش اور جذب سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔

جس کے سننے سے سامعین پر وجد کی حالت طاری ہوتی تھی۔ ایک دفعہ آپ نے بمقام چٹی شیخاں ضلع سیالکوٹ انجمن اسلامیہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر بحیثیت صدر ذکر کے متعلق مختصر وعظ فرمایا۔ آپ کے سیدھے سادے الفاظ نے اہل مجلس کے دلوں کو ہلا دیا۔ سب پر اس قسم کی رقت طاری ہوئی کہ ان کو اپنے سر و پا کی ہوش نہ رہی۔ اور تمام مجلس اس شعر کا مصداق بن گئی۔ شعر:

ازاں افیوں کہ ساقی در مے افگند — حریفاں را نہ سر ماند نہ دستار

اسی طرح اور بھی کئی جگہ جب کہیں وعظ کا اتفاق ہوا۔ تو آپ کے سادہ وعظ نے سامعین کے دلوں پر جادو کا اثر کیا اور ان کے دلوں کا نقشہ بدل دیا۔ وعظ کے متعلق آپ کی توجہ موجہ کا یہ بھی اثر تھا۔ کہ اگر آپ نے کسی کم علم دوست کو وعظ کے لئے فرمایا۔ تو اس کے وہ سادہ اور ٹوٹے پھوٹے الفاظ سننے والوں کے دلوں میں جذب و کشش پیدا کر دیتے تھے۔ آپ کے حلقہ بگوش غلاموں میں سے کئی ایک کم علم دوست اچھے خاصے واعظ بن گئے ہوئے ہیں۔ جب وہ وعظ کرتے ہیں۔ تو بڑے بڑے ذی علم ان کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ اور حیران ہو کر کہتے ہیں۔ کہ معلوم نہیں یہ الفاظ کہاں سے نکل رہے ہیں۔

حضرت باوا جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے ظاہری اور باطنی نسبت اور فیض کے علاوہ آپ کو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ساتھ اویسی اور روحانی نسبت بھی غالب تھی۔ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی روحانیت سے آپ کے باطن پر متواتر فیوض و برکات و واردات فائض و وارد ہوتے رہتے تھے۔ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی محبت اور کمالات میں اس قدر مستغرق تھے۔ کہ سراپا کمالات مجددیہ اور اخلاق محمدیہؐ کے مظہر اتم بن گئے ہوئے تھے۔ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اتباع کے باعث جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں ایسے دلدادہ اور فریفتہ تھے۔ کہ کشفی نظر میں ایک ہی وجود دکھائی دیتے تھے۔ فرق صرف تابع اور متبوع کا تھا۔ اسی محبت کا اثر تھا۔ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بحالت خواب و مراقبہ اکثر دفعہ آپ اپنے دیدار فیض آثار اور کمال شفقت اور مہربانی سے سرفراز و ممتاز فرماتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ ایک واقعہ میں جب کہ بہت سے اصحاب کرام اور اولیاء عظام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ تو کسی نے

حافظ صاحبؒ کے متعلق دریافت کیا۔ کہ حضور عالی۔ یہ کون شخص ہیں جن کی نسبت حضور اس قدر مہربانی و شفقت فرما رہے ہیں۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہی ہیں میرے دیوانے حافظ راولپنڈی کے رہنے والے۔

حُسن سیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن صورت بھی عطا فرمایا تھا۔ ایک دفعہ جس نے دیکھ لیا فریفتہ ہو گیا۔ اور دوستوں کے متعلق تو کچھ پوچھو ہی نہیں چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی محبت و عشق الہٰی کی آگ کا شعلہ دل میں ایسا بھڑک اُٹھتا تھا۔ کہ ماسوی اللہ کو جلا کر خاک کر دیتا تھا۔ آپ کا وجود مبارک صفات جلال و جمال کا جامع اور مظہر تھا۔ چہرہ رعب جلال سے پُر اور آنکھیں نور جمال سے تاباں تھیں جب کسی طالب پر نظر پڑتی تھی۔ اس کا حال متغیر ہو جاتا تھا۔ اور بیخودی اور جذب و محویت کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ آپ کا خلق عظیم اور محبت یاروں کے ساتھ اس قدر تھی کہ ہر یار یہی سمجھتا تھا کہ جو محبت میرے ساتھ ہے وہ کسی دوسرے یار سے نہیں ہے۔

حضرت باواجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس عُلیہ میں اگرچہ کئی عالم۔ حافظ۔ قاری خوش الحان حاضر رہتے تھے۔ اور بعض کے دل میں یہ خواہش بھی پیدا ہوتی تھی۔ کہ امام ہو کر جماعت کرائیں۔ مگر آپ کی موجودگی میں جب کبھی جماعت کا موقعہ آتا تھا۔ تو جناب باواجی صاحبؒ یوں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ کہ حافظ صاحب نماز پڑھا دو یا جماعت کرا دو۔ جناب باواجی صاحبؒ کے وصال تک یہی حال رہا۔ کہ آپ کی موجودگی میں کسی اور کو جماعت کے وقت امامت کے لئے ارشاد نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی کو جرأت ہوتی تھی۔ کہ پیش امام ہو کر جماعت کرائے۔ اسی طرح کھانا تناول فرمانیکے وقت بھی جب تک جناب باواجی صاحبؒ آپ کو اپنے ساتھ نہ بٹھا لیتے تھے۔ کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ اکثر ایسا بھی اتفاق ہو جاتا تھا کہ کھانا تیار ہے۔ میزبان بلانے کے لئے حاضر ہے۔ مگر جناب باواجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حافظ صاحب کو آ لینے دو۔ پھر کئی گھنٹے گھنٹہ اسی انتظار میں گذر جاتا تھا۔ جب آپ حاضر ہو جاتے تھے۔ تو پھر ساتھ ملکر کھانا تناول فرماتے تھے۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضور بندوں میں سے جنوں میں سائیں جیون شاہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور گجرات میں سائیں کرم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوب تھے۔ ان دونو بزرگواروں کا حضرت صاحبؒ کی نسبت بہت اچھا اعتقاد تھا۔ اکثر دوستوں کو جوان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت صاحبؒ کی خدمت مبارک میں بھیجدیتے۔ چنانچہ کئی دوست ان ہر دو صاحبان کی رہنمائی سے حضرت صاحبؒ کے غلاموں میں داخل ہوئے۔ مقام شرقپور ضلع شیخوپورہ میں مولوی شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی خاندان کے چشم و چراغ اور نہایت برگزیدہ بزرگ تھے۔ ان کا بھی حضرت صاحبؒ کی نسبت اسقدر اعتقاد تھا۔ کہ اکثر دوستوں کے آگے بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت صاحبؒ کا وجود مبارک اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ مولوی صاحبؒ بھی ان دوستوں کو جو راولپنڈی میں ملازم تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب مرحوم نے اپنے ایک دوست مسمّٰی شیر محمد کو جو راولپنڈی کسی محکمہ میں ملازم تھا۔ فرمایا تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے رہا کرو۔ مگر اس نے کسی وجہ سے سستی کی جب کسی موقعہ پر مولوی صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ تو مولانا صاحبؒ نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔ اگر حاضر ہوتے رہتے تو تم پر کوئی رنگ چڑھا ہوتا۔ جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس کے بعد وہ دوست جب تک راولپنڈی میں رہا حضرت صاحبؒ کے فیوض و برکات سے متمتع اور بہرہ مند ہوتا رہا۔ حضرت پیر مہر علیشاہ صاحب ساکن گولڑہ ضلع راولپنڈی جو چشتی خاندان کے نہایت اعلیٰ اور مقبول بزرگوار ہیں۔ ان کا بھی حضرت صاحبؒ کے حق میں نہایت خلوص اور حسن عقیدت تھا۔ جب کبھی راولپنڈی میں تشریف لاتے۔ تو حضرت صاحبؒ کی ملاقات کیلئے خود تشریف لاتے اور اپنے دوستوں کو بھی حاضر خدمت ہونیکی تاکید فرماتے مولانا مولوی احمد الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن میرا شریف ضلع اٹک چشتی خاندان کے نہایت برگزیدہ اور خدا رسیدہ مرد تھے۔ بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عیدگاہ حاضر ہو کر بڑے ادب و تعظیم کے ساتھ بیٹھے رہا کرتے تھے۔ اور حد سے بڑھ کر معتقد تھے۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوران سفر میں سائیں توکل شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ انبالوی کی ملاقات کا ارادہ کیا۔ سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی نقشبندی مجددی خاندان کے ایک نہایت اعلیٰ اور برگزیدہ صاحب حال و استغراق بزرگ تھے۔ سائیں صاحبؒ کے ایک معتقد مسمّٰی اللہ دیا جو اس وقت مجلس میں حاضر تھا۔ بیان کیا۔ کہ سائیں صاحبؒ نے اہل مجلس کو ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ باکمال آ رہے ہیں (حالانکہ ابھی حضرت صاحبؒ آپ کے پاس پہنچے بھی نہ تھے) جب وہ تشریف لاویں سب ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ دوستوں نے عرض کیا کہ حضرت جی وہ کون ایسے بزرگ ہیں۔ جن کی تعظیم کے لئے اس قدر تاکید فرما رہے ہیں۔ فرمایا۔ کہ چورہ شریف کے ایک کامل ولی کا ایک خلیفہ کامل آ رہا ہے۔ جب حضرت صاحبؒ ان کی خدمت میں پہنچے۔ سلام و تعظیم کے بعد سائیں صاحبؒ نے فرمایا۔ (بتلے کیا نور دا دریا ٹھاٹھاں مار رہا ہے) یعنی نور کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ سبحان اللہ۔ ولی را ولی مے شناسد۔

حضرت مولوی فقیر اللہ صاحب بکوٹ والے جو سلسلہ قادریہ کے مشہور و معروف صاحب کشف و کرامات بزرگ ہو گذرے ہیں۔ جب کبھی راولپنڈی تشریف لاتے تو سب سے اول نہایت ادب و تعظیم اور بڑی عقیدت و ارادت کے ساتھ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے۔ اسی طرح حافظ صاحب سموگڑھی ضلع اٹک والے جو حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص منظور نظر خلفاء میں سے تھے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کے دوست تھے۔ جب کبھی بھی اس طرف تشریف لاتے تو ہمیشہ آپ ہی کے پاس قیام فرماتے اور آپ کے فیضان صحبت سے محظوظ و متلذذ ہوتے اور آپکی انتہائی تعظیم و تکریم فرماتے۔ اکثر یہ بھی کہتے تھے کہ باوجود صحبت خلق کے خلوت مع اللہ کی نعمت جس قدر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل و میسّر ہے فی زمانہ اس قدر اور کسی بزرگ میں نظر نہیں آتی۔

(حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ السامی کے ساتھ رابطہ اتحاد و قوت قلبی!)

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طفولیت کا ذکر ہے کہ مسماۃ حیات بی بی جو کہ ایک نہایت عابدہ و زاہدہ صالحہ اور شب بیدار بی بی تھیں اور محمد شاہ چراغ صاحب میں رہتی تھیں۔ ان کے عالم رویا کا واقعہ ہے۔ کہ جناب غوث اعظم پیران پیر دستگیر عالیجناب شیخ محی الدین

عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ دیگر بہت سے اولیائے کرام کی معیت میں تشریف لائے ہیں اور سب کے ہاتھوں میں سبز رنگ کے جھنڈے ہیں۔ شاہ چراغ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کے پاس آکر قیام فرمایا اور مجلس منعقد کی گئی۔ مسماۃ مذکورہ نے پوچھا کہ آج کیسے تشریف آوری ہوئی ہے۔ تو ارشاد فرمایا کہ آج حافظ محمد عبدالکریم صاحب کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے آیا ہوں۔ اور بعد اس کے حسب دستور سب میں اس تقرر کا اعلان اور خوشی کا اظہار ضرور تھا۔ لہذا یہ مجلس اس جگہ قائم کی گئی۔ اسکے بعد ایک سبز جھنڈا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مکان شریف پر ثبت و قائم کر کے سب حضرات تشریف لے گئے۔

میرٹھ کے ایک مشہور و معروف مجذوب فقیر جو اس وقت بھی زندہ و موجود ہیں۔ اصلی نام تو ان کا معلوم نہیں گھوڑے شاہ صاحب کے نام سے بہت مشہور ہیں ۱۹۲۶ء میں براہ راست میرٹھ سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مکان شریف پر پہنچے اس وقت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب ڈیوڑھی میں رونق افروز تھے۔ راولپنڈی شریف کے رئیس اعظم ذیلدار چوہدری گلسراج صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ مولوی فضل احمد صاحب و حاجی محمد زمان خادم دربار عالیہ جناب قبلہ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ اور علاوہ ان کے پانچ چھ آدمی اور بھی موجود تھے جونہی گھوڑے شاہ صاحب دروازہ کی دہلیز پر پہنچے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا آیئے گھوڑے شاہ صاحب تشریف لایئے۔ وہ حضرت گھوڑے شاہ صاحب آئے اور دیوانہ وار آپ کی قدمبوسی کر کے فدا و شیدا ہو رہے تھے۔ پیشتر آپسمیں کوئی شناسائی نہ تھی۔ گھوڑے شاہ صاحب کہنے لگے جناب میرا نام آپ کو کس نے بتایا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جو آپ کو یہاں لایا۔ گھوڑے شاہ صاحب سے حاجی محمد زمان صاحب دریافت کرنے لگا۔ کہ آپ کہاں سے تشریف لائے اور کیا غرض و غائت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں مدت مدید سے بارگاہ الٰہی میں دعا و التجا کرتا تھا کہ مجھے اس زمانہ کے قطب کی زیارت نصیب ہو۔ آخر کار میری دعا خداوند کریم و رحیم نے منظور فرمائی۔ اور مجھے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عالم مثال میں زیارت بھی کرائی گئی۔ اور تمام پتہ نشان بھی بتایا گیا اور امر ہوا کہ راولپنڈی شریف جا کر زیارت کرلو سو میں تو امر احاضر ہوا ہوں

گھوڑے شاہ صاحب نے اس تھوڑے سے قیام میں جو باتیں کہیں ان کا بیان کرنا بہت مشکل ہے مکاشفہ صحیح اور ریک بیک جو اس شخص کا دیکھا گیا ہے۔ بہت کم فقرا میں دیکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ ہوتے وقت جتنے حضرات وہاں موجود تھے۔ بفضل خداوند کریم تاحال تمام زندہ موجود ہیں۔

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اولیاء اللہ و بزرگان دین کے مزارات پر حاضری سے بھی دلچسپی تھی اور مزارات کی خدمت و حاضری کو حصول سعادت و ترقی درجات اور بلندی کمالات و حالات کا ذریعہ جانتے اور سمجھتے تھے۔ لاہور میں جب کبھی رونق افروز ہوتے۔ مزار پاک عالیجناب حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر ضرور حاضر ہو کر فیوضات عالیہ اور کمالات حالیہ سے فائز المرام ہوتے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بمعہ چند احباب کے بروز جمعرات بوقتِ تہجد حضرت داتا گنج بخش صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر تشریف لے گئے بڑی مخلوق جمع تھی جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی ایک طرف گوشہ میں مراقب بیٹھ گئے۔ دعا و فاتحہ کے بعد آپ نے حضرت داتا گنج بخش صاحب رح سے اجازت چاہی داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ آج ہماری مہمانی کھا کر پھر جانا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دوستوں کو جو کہ آپ کے ساتھ تھے فرمایا کہ آج داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مہمانی فرمائی ہے دیکھئے کیا کھلاتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر گذری کہ ایک مجاور صاحب آئے اور ہر ایک دوست کے آگے برنج میں خطائیاں رکھتے گئے دوسرا شخص آیا اور چاء کے پیالے بھر کر دیتا گیا جناب حضرت صاحب رح فرمانے لگے عجب دربار گوہر بار ہے۔ ظاہری و باطنی فیوض و برکات کا دریا چل رہا ہے۔ حضرت داتا صاحب رح جیسے اپنے مہمانوں کی ظاہری تواضع اور خاطر مدارات فرماتے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ باطنی دولت سے نوازتے اور ممتاز فرماتے ہیں کسی نے کیا عمدہ کہا ہے ؎

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ۔ ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

حضرت سلطان العارفین جناب خواجہ معین الدین اجمیری کی نوازشات

آخر اکتوبر ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بموقعہ عرس شریف

حضرت خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے جس کے متعلق دریافت کرنے پر حضور نے فرمایا کہ فقیر اپنی خواہش و ارادہ سے کوئی کام نہیں کرتا۔ بلکہ حضرت خواجہ صاحب اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے دعوت دیا گیا ہوں۔ اور خالق کی طرف سے بھی یہاں حاضری کے لئے مامور کیا گیا ہوں اس سفر مبارک میں راقم الحروف بندہ عالم الدین اور مولوی فضل احمد صاحبؒ حاجی محمد زمان صاحب خادم دربار عالیہ راولپنڈی شریف بھی ہمراہ تھے۔ جب اجمیر شریف کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے اور گاڑی سے اترے تو بغیر کسی قسم کی اطلاع دینے کے وہاں کی درگاہ عالیہ کے گدی نشین صاحب کی طرف سے ایک شاہانہ تشریف آوری کا اہتمام و انتظام دیکھ کر ہم حیران تھے۔ کہ ان حضرات کو تو ہم نے آنے کی اطلاع بھی نہیں دی ہوئی اور نہ ہی پہلے کچھ واقفیت و آشنائی ہے۔ یہ کیا معاملہ ہے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ حضرت خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ نے بلایا۔ اور خالق نے یہاں آنے کے متعلق فرمایا۔ بلانے اور بھیجنے والے جانتے ہیں پھر ہمیں اطلاع دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہاں پہنچکر چند یوم قیام کیا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ مزار پُر انوار پر تشریف لیجاتے اور وہاں متوجہ روح پُرفتوح ہو کر برکات و افاضات بے غایات سے مشرف و معزز فرمائے جاتے۔ ان ایام میں بے شمار نوازشات خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی طرف سے آپ کو عطا ہوئیں۔ وہاں کے سجادہ نشین صاحب بھی بڑی تواضع اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ اور جناب حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے حکم سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دستار فضیلت و شرافت بندھائی گئی بلکہ آپ کے طفیل آپ کے ہر سہ خادمان کو جو اس سفر میں ہمراہ تھے انہیں بھی علیحدہ علیحدہ دستار ہائے فضیلت عطا کی گئیں۔

مولینا مولوی محمد شریف صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحبؒ سیالکوٹ رونق افروز تھے۔ ایک دن بعد از نماز عصر حسب معمول آپ مزارات پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت امام علی الحق صاحبؒ و مولوی عبد الحکیم صاحبؒ کے مزارات پر حاضر ہو کر آپ شہر کی قدیمی عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ جہاں شاہ مونگا ولی صاحب کا مزار ہے۔ جب آپ قبر کے نزدیک پہنچے۔ تو آپ نے السلام علیک کہی۔ قبر کو معاً جنبش ہوئی۔ آپ نے ہو لو ہاتھ قبر پر رکھ

اور دیر تک قبر پر اسی طرح جھکے رہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب وخاکسار و دیگر دوست بھی ہمراہ تھے۔ سب نے دیکھا۔ کہ قبر اچھی طرح ہلی ہے۔ سب اس واقعہ سے حیران تھے۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو دوستوں نے اس واقعہ کی نسبت دریافت کیا۔ کہ مزار پر حاضری کے وقت ہمنے قبر کو ہلتے دیکھا ہے یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جس وقت فقیر نے وہاں پہنچکر السلام علیک کہا۔ تو اس وقت عجب کیفیت طاری تھی۔ صاحب قبر نے ازراہ ادب بیٹھا رہنا مناسب نہ سمجھا اور تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہا۔ میں نے قبر پر فوراً ہاتھ رکھ دیئے۔ اور اُن کو اسی طرح بیٹھا رہنے دیا۔ بڑی دیر تک آپس میں گفتگو ہوتی رہی۔ اللہ کے دوست مرا نہیں کرتے۔ اس بیان سے دوستوں پر عجب حالت طاری ہو گئی۔ اس واقعہ کو کئی سال گذر گئے۔ جب جناب صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ اسلامی ممالک کی سیر کر کے واپس تشریف لائے۔ اور آپ نے دمشق شہر کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمد ایوب صالح المعروف بابا کُردی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا تذکرہ کیا۔ کہ آں صاحب کا جسد مبارک روئی سے ڈھکا ہوا ہے۔ منہ۔ دانت۔ بال۔ پوست اسی طرح قائم ہیں۔ صرف ایک پاؤں ننگا ہے۔ باقی حصہ پر روئی ڈال رکھی ہے۔ تو آپنے تمام واقعہ جو نیچے درج کیا جاتا ہے سُنکر مندرجہ بالا واقعہ اپنی زبان مبارک سے بیان فرمایا۔ کہ اگر فقیر قبر پر ہاتھ نہ رکھتا۔ تو شاہ صاحب قبر سے باہر آجاتے۔ حاجی محمد علی صاحب نے جو جناب صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ کے ہمسفر تھے اپنے سفرنامہ یعنی گلدستہ ریاضِ اسلام کے صفحہ ۹، پر بابا کُردی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کو اس طرح درج کیا ہے۔

ترکوں کی حکومت میں ایک حاکم بابا کُردی . . . صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر زیارت کے لئے حاضر ہوا زائرین کو کثرت سے آتے جاتے دیکھکر کہنے لگا۔ کہ ان بزرگوں کی کونسی ایسی کرامت ہے۔ جو لوگ زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اس طرح اور بہت سے بے ادبی کے کلمات کہے یکا یک قبر شق ہو گئی۔ اور شیخ صاحب قبر سے باہر آ گئے۔ ترک حاکم کو یہ دیکھکر غش آ گیا۔ تین دن رات اس حالت میں پڑا رہا۔ آخر بہت خیرات کرنیکے بعد جب ہوش آیا۔ تو حاکم نے اپنے فعل پر نادم ہوکر توبہ کی۔ اور ارادہ کیا۔ کہ آپ کو پھر اُسی طرح زمین میں دفن کر دیا جاوے۔ اور وہاں شاندار مزار بنایا جاوے۔ رات کو شیخ صاحب نے خواب میں فرمایا۔ خبردار اولیاء اللہ کی نسبت پھر ایسے کلمات اپنی زبان سے نہ نکالنا۔ میرا وعدہ تو قیامت کے دن قبر سے باہر آنے کا تھا۔ لیکن چونکہ تمہاری اس حرکت

سے پیشتر ہی باہر آنا پڑا ہے۔ اب یہاں ہی میرا بدن روئی سے ڈھانپ دو۔ دایاں پاؤں ننگا رہنے دو۔ تاکہ لوگ زیارت کر سکیں۔ اور اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔ آٹھ صدیاں گذر چکی ہیں۔ مگر بال پوست وغیرہ اُسی طرح قائم ہیں۔ آپ کا مزار جبل قاسیون کے دامن میں واقع ہے۔

حضرت شیخ محمد مدنی المغربی رحمتہ اللہ علیہ جو طرابلس الغرب کے باشندے تھے۔ اور بعمر نو سال آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ پہنچے اور تادم واپسیں وہیں مقیم رہے بڑے بزرگ اور زمانہ کے ابدال تھے۔ ۱۹۳۴ء میں ان کا انتقال و وصال ہوا۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ جبکہ ۱۹۳۲ء میں بار اوّل حج بیت اللہ شریف تشریف لے گئے اسوقت شیخ مغربی صاحب رحمتہ اللہ علیہ زندہ تھے۔ واللہ اعلم جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے پہلے شناسائی تھی یا نہیں۔ جب مدینہ منورہ پہنچکر شیخ صاحب موصوف کے متعلق دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ واقعی بہت بڑے بزرگ ہیں۔ مگر ان کی ملاقات و زیارت بہت مشکل ہے۔ کیونکہ وہ اکثر دروازہ بند ہی رکھتے ہیں۔ ایک دن عصر کی نماز کے بعد جناب صاحبزادہ صاحب نے حاجی محمد علی صاحب کو کہا کہ شیخ مغربی صاحب ایک بزرگ یہاں رہتے ہیں۔ وہاں ضرور چلنا چاہیئے۔ شیخ مغربی صاحب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رباط میں رہتے تھے۔ جب جناب صاحبزادہ صاحب و حاجی محمد علی صاحب رباط کے اندر داخل ہوئے تو ایک بزرگ سفید ریش صحن میں کھڑے تھے جو کہ حضرت شیخ مغربی رحمتہ اللہ علیہ کے بواب تھے اور ان کے بشرہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی اور حاجی محمد علی صاحب کو جب انہوں نے دیکھا تو دریافت کیا کہ کیا آپ ہی حضرت شیخ مدنی کی ملاقات کیلئے تشریف لائے ہیں۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ بواب صاحب یہ سُنکر بہت خوش ہوئے۔ اور وہاں ہی سے کھڑے ہوئے آواز دی۔ یا شیخ آپکے مہمان آگئے ہیں۔ پھر آواز دیکر قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کو حجرہ کا پتہ و راستہ بتایا۔ جب مہمان حجرے کے دروازہ پر پہنچے تو دیکھا۔ کہ حضرت شیخ مغربی صاحب رحمتہ اللہ علیہ خود دروازہ پر تشریف لا کر بردہ انتظار ہے تھے اور نہایت خوشی و انبساط سے مرحبا مرحبا اھلاً و سھلاً فرما رہے تھے۔ قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی و حاجی محمد علی صاحب نے معانقہ و مصافحہ اور دست بوسی کی۔ شیخ صاحب موصوف بھی بڑی شفقت اور خلوص سے پیش آئے۔ اور جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کو خاص اپنی مسند مبارک پر بٹھلایا اور پھر جناب قبلہ عالم

حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے حالات مبارک کے متعلق دریافت فرمایا۔ ان کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بہت دیرینہ واقفیت ہے۔ اور خاص ارادت و عقیدت اور محبت والفت ہے۔ بہت دیر تک جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ اور فرمانے لگے کہ جناب حضرت حافظ صاحب پر حق تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص منظور نظر ہیں۔ ان کا وجود مخلوق کیلئے نعمت غیر مترقبہ اور رحمت الٰہی ہے۔ جب وہاں سے رخصت کا وقت آیا۔ تو شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مؤثر دعا مانگی۔ اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں السلام علیکم کا پیغام اور کچھ دیگر تحائف اور ہدیے بھی بھیجے۔ جب جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ و حاجی محمد علی صاحبان حضرت شیخ مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات سے فارغ ہو کر واپس اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔ تو مولوی ضیاء الدین صاحب و حاجی مولوی سردردین صاحب مہاجران مدینہ منورہ کو زیارت و ملاقات کا علم ہوا۔ وہ حیران تھے کہ ہم عرصہ تین سال سے برابر کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح حضرت شیخ مغربی کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو۔ مگر جب گئے دروازہ بند پایا اور عرض کرنے پر بھی کامیاب ہوئے جب حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ اور حاجی محمد علی بمعہ دیگر صاحبان حج سے واپس تشریف لائے تو پہلی ملاقات میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لاؤ بھائی وہ ہمارا تحفہ جو شیخ مغربی صاحب نے بھیجا ہے حاجی صاحبان حیران تھے کہ ہم نے تو خط میں بھی اطلاع تک نہیں دی تھی مگر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رح کو پہلے ہی سے تمام واقعہ کا علم ہے۔ جب شیخ مغربی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تبرک آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ شیخ محمد مدنی صاحب اس زمانہ کے ابدال ہیں۔ جب دریافت کیا گیا کہ جناب کیا ان سے پہلے بھی کبھی ملاقات ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا یہ معاملات اور واقعات عوام الناس کی سمجھ و ادراک سے بلند و بالاتر ہوتے ہیں۔ ظاہری ملاقات تو نہیں ہوئی مگر وہ مجھے جانتے ہیں اور میں انکو جانتا ہوں۔ الغرض ولی را ولی می شناسد والا معاملہ ہے۔

منشی فضل احمد صاحب آرمی کنٹریکٹر ٹھیکیدار جو راولپنڈی شریف ہی کے رہنے والے ہیں نصیر آباد چھاؤنی میں مقیم تھے۔ کسی کام کے لئے اجمیر شریف گئے وہاں سے واپس نصیر آباد جا رہے تھے کہ اثناء سفر میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو مجذوب سے تھے فقراء اہل اللہ کے متعلق گفتگو

تھی۔ منشی فضل احمد صاحب کہنے لگے کہ ہاں صاحب ایسے لوگ پہلے زمانہ میں گذر گئے۔ آج کل
ایسے خدا رسیدہ بزرگ کہاں ہیں۔ وہ مجذوب صاحب فرمانے لگے کہ نہیں صاحب اس زمانہ
میں بھی بڑے بڑے کامل ولی اللہ موجود ہیں مگر ہم تم آنکھوں کے اندھوں کو نظر نہیں آتے۔ یہ
ضروری بات ہے کہ اللہ کا بندہ بننا ہو تو پہلے کسی اللہ کے بندہ کا بندہ و غلام بنے۔ منشی فضل احمد
صاحب نے کہا تو فرمایئے جناب اس وقت اگر کوئی ولی کامل موجود ہے تو انشاء اللہ ان کی غلامی اختیار
کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ وہ صاحب فرمانے لگے کہ راولپنڈی شریف میں جناب حضرت حافظ جی
صاحب بہت بڑے درجہ کے ولی اللہ ہیں بلکہ فی زمانہ ولیوں کے سردار ہیں۔ منشی فضل احمد
صاحب چونکہ راولپنڈی شریف ہی کے رہنے والے تھے۔ جب نصیر آباد سے راولپنڈی شریف
پہنچے۔ تو جسدن گھر میں آئے اُس سے دوسرے دن بمعہ اہل و عیال جناب قبلہ عالم حضرت صاحب
رحمتہ اللہ علیہ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو گئے۔ منشی صاحب کے اس طرح عقیدت و محبت اور
ذوق و شوق سے بمعہ اہل و عیال داخل طریقت ہونے سے راولپنڈی شریف کے مقامی دوست
حیران تھے۔ منشی فضل احمد صاحب سے وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور اپنی
گذشتہ عمر پر حسرت و افسوس ظاہر کیا کہ ہم جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے پاس رہ کر آپ کے کمال سے
لاعلم اور آپ کے فیوض و برکات سے محروم رہے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت کے
متعلق جس قدر لکھا جاوے کم ہے۔ اور یہ بیان کبھی ختم ہونے میں نہیں آسکتا۔ آپکی تمام عمر
اسی حرص اور خواہش میں بسر ہوئی کہ مخلوقِ خدا صراط مستقیم پر ثابت قدم ہو جاوے اور شریعت
مقدسہ کی پابندی اور خدا یادی میں بیداری کے امور ترویج پائیں۔ مدت العمر آپکی اسی سعی و کوشش
میں گذری بلکہ محض لوجہ اللہ دور و دراز ممالک کے سفر کئے بر و بحر میں پھرے اور اپنی ان تھک
کوششوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طریقت کے باغ کو سرسبز و شاداب فرمایا اور
پروان چڑھایا جس کے بیان کرنیکی چنداں ضرورت نہیں۔ بمصداق ع

حاجتِ مشاطہ نیست روئے دلآرام را

کیونکہ ہر کہ و مہ پر روز روشن کی طرح آپ کا کمال ظاہر ہے۔ جب آفتاب نکلتا ہے تو تمام جہان دیکھتا
ہے۔ اس امر کی ضرورت نہیں رہتی کہ آفتاب کے نکلنے کے دلائل بیان کئے جاویں یا اشتہار دیا جاوے۔

سے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ ہاں یہ مسلّمہ و متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ قدرت خداوندی اپنے ایسے برگزیدہ بندگان کے متعلق زمین و آسمان میں منادی کرا دیتی ہے۔ جب کوئی شخص جملہ فرائض خداوندی کا پابند بن کر اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر لیتا ہے۔ اور اپنے خالق کے ساتھ ایسا مشغول ہو جاتا ہے کہ اس کا قلب جلال خداوندی کے نور میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ جب اس پر نگاہ جاوے تو اللہ یاد آوے۔ پس یہی کمال کی نشانی ہے۔ جب یہ مرتبہ حاصل ہو جاوے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور روئے زمین پر اسکی مقبولیت پھیلا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہی اس کا حامی و ناصر ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بھی یہ درجہ محبوبیت و مقبولیت حاصل تھا۔ اور آپ کی بزرگی عظمت اور کمال اس قدر بڑھے ہوئے تھے جو حد بیان سے باہر ہیں۔ ایسی حالت میں کون ہے جو کماحقہ آپ کی شان اور مرتبہ کو جان و پہچان سکتا ہے اور بیان کر سکتا ہے۔ جب ہمارے محدود فہم و ادراک آپ کے مرتبہ کو جاننے سے قاصر ہیں تو پھر بیان کرنا تو اور زیادہ مشکل ہے المختصر یہ کہ حضور قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ قیوم وقت اور حضرت مجدد الف ثانی کے سچے جانشین تھے۔ معتقدین و محبین کے بار بار اصرار و تکرار کی وجہ سے اور طالبین حق کی ذوق انگیزی اور حصول برکت کی غرض سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے کچھ حالات لکھنے کی جرأت کرتا ہوں۔ ورنہ اپنا تو عقیدہ یہ ہے۔ جو دوستوں کی آگاہی کیلئے ظاہر کئے دیتا ہوں۔ کہ اولیاء اللہ مرا نہیں کرتے بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کیطرف چلے جاتے ہیں۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔ جو مبارک نفوس فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے درجہ پر فائز ہو گئے ہیں اور جنھوں نے اپنی حیات کو مٹا کر عروج کامل حاصل کر لیا ہے ان کا مقصد اس دنیا میں آنے سے صرف یہ ہے کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین شاہ مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کے احکام کو زندہ رکھیں۔ اور یہی حضرات حقیقت میں سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور وارث ہیں۔ اور اسی لئے یہ حضرات ظاہری موت کے درجہ سے گذر کر حیاتِ ابدیہ کے مرتبہ کو پہنچ گئے ہیں۔ حضرات صوفیائے کرام کے نزدیک ان کی موت عین حیات ہے۔ موت حقیقت میں سانس کے آنے جانے کی گرفتاری سے آزادی کا نام ہے۔ خدا رسیدہ بزرگ اور اولیاء اللہ کبھی فنا نہیں ہوتے بلکہ دنیا سے جانیکے بعد خداوند کریم کے فضل و کرم سے جو قوت اُن کو عطا ہوتی

جاتی ہے وہ اس دنیا کے دوں میں رہنے کی حالت میں حاصل نہیں ہوتی۔ ولی کامل و مکمل کی روح جب
اس جسم عنصری کی چاردیواری سے علیحدہ ہوتی ہے تو ایسا سمجھنا چاہئے۔ جیسے شمشیر میان سے علیحدہ ہوتی ہے
شمشیر میان سے نکلنے کے بعد ہی اپنے جوہر دکھاتی ہے اسیطرح اولیائے عظام و بزرگان کرام
جب اس عالم سے پردہ پوش ہو جاتے ہیں تو ان کے تصرفات اور اثرات اس عالم میں زیادہ
ہو جاتے ہیں اور ان کے جاننے والے ان سے سچی محبت و عقیدت رکھنے والے اِن کے فیوض و برکات
سے بہت زیادہ متمتع و منتفع ہوتے ہیں کسی خدا رسیدہ بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

فیض می بخشند فیاضان بعد از موت خود   سنگ بعد از سوختن ساز د لبے ایں سفید

اسی وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے انتقال و وصال کے بعد بہ نسبت ان کی ظاہری زندگی کے
زیادہ کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

(بندہ خاکسار عالم الدین عفا اللہ عنہ)

باب اوّل ابتدائی حالات

شجرہ نسب

زبدۃ الاولیاء سیدی و مرشدی جناب حضرت حافظ حاجی محمد عبد الکریم صاحب قدس سرہٗ
ذات کے مغل تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد شہر غزنی علاقہ کابل کے رہنے والے تھے اور ان کے جدِ اعلیٰ کا
نام شریف غلام مصطفےٰ خاں صاحب تھا۔ جن کا سلسلہ نسب شاہ بابر سے جا ملتا ہے۔ جو کابل اور دہلی
کے درمیان اونٹوں اور دیگر اشیاء کی تجارت کیا کرتے تھے۔ غلام مصطفےٰ خاں صاحب کے دو صاحبزادے
تھے۔ ایک کا نام حسین خاں اور دوسرے کا نام الہ داد خاں تھا جب غلام مصطفےٰ خاں صاحب کا
انتقال ہو گیا۔ تو باپ کے فوت ہو جانیکے بعد دونوں بیٹوں نے بدستور تجارت کا کام سنبھالا۔ اور دونو
بھائی اکٹھے تجارت کے کام میں مشغول و مصروف ہوئے۔ پنجاب میں ان کی سکونت اختیار کرنے کا
باعث اس طرح بتلاتے ہیں۔ کہ ان دنوں میں جناب شاہ بری لطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا

مزار مبارک قصبہ نور پور شاہاں میں ہے۔ جو راولپنڈی سے بارہ میل کے فاصلہ پر شمال کی طرف دامن کوہ میں واقع ہے۔ بہت مشہور و معروف ولی تھے۔ دُور دُور تک ان کا شہرہ پہنچا ہوا تھا۔ اس علاقہ میں آپ جیسا صوفی کامل سالک متشرع اور کوئی نہ تھا۔ جوق در جوق لوگ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مستفیض و مستفید ہوتے۔ جناب شاہ صاحب مذکور کی ولایت کا شہرہ جب ان دو نو بھائیوں کے کانوں میں پہنچا۔ تو جناب حسین خاں صاحب کے دل میں غائبانہ عشق و محبت کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے جناب شاہ صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اپنے دوسرے بھائی الہ داد خاں صاحب کو فرمایا کہ میں جناب شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ الہ داد خاں صاحب نے اپنی بھائی کی جدائی گوارا نہ کی۔ غرض دونو بھائی شوق اور محبت کے ساتھ جناب شاہ صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں پہنچے۔ شاہ صاحبؒ کی نظر کیمیا اثر جب حسین خاں صاحب پر پڑی۔ تو ان کا حال متغیر ہو گیا۔ دنیا کی محبت دل سے نکل گئی۔ کاروبار بھول گئے۔ مستی اور جذب کے آثار ظاہر ہو گئے۔ غرض یہاں تک نوبت پہنچی اور اس قدر متأثر ہوئے کہ دو سو اونٹ بمعہ اسباب تجارت کے سب کے سب خدا کی راہ میں صدقہ کر دیئے۔ اور شاہ صاحب کی غلامی اختیار کر لی۔ شاہ صاحب نے آپ کا نام شاہ حسین سائیں رکھا۔ شاہ صاحب کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک شاہ صاحب کے مزار مبارک کے مغرب کی طرف ہے جب زائرین زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ تو پہلے آپ ہی کی زیارت کرتے ہیں۔ پھر شاہ صاحب کی زیارت تک پہنچتے ہیں۔ شاہ صاحب کے بعد آپ بھی اپنی زندگی میں مرجع خلائق تھے۔ اور نہایت ہی زاہد اور باکمال تھے۔ الہ داد خاں صاحب نے جب اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا۔ تو انہوں نے بھی اپنے اصلی وطن کو خیرباد کہا۔ اور پنجاب کی سکونت اختیار کی۔ یعنی حسین خاں صاحب تو شاہ صاحب کے مرید ہو گئے۔ اور وہیں رہے۔ انہوں نے شادی نہ کی۔ تجرید اور تفرید میں تمام عمر لبسر کر دی۔ الہ داد خاں صاحب نے بھی اپنے بھائی کے پاس نور پور شاہاں میں اقامت اختیار کر لی۔ اور دو پشت تک وہیں متوطن رہے۔ چنانچہ الہ داد خاں صاحب کے صاحبزادہ اللہ رکھا خاں صاحب کی شادی شاہ صاحب نے محمد دین صاحب کی لڑکی کے ساتھ کر دی۔ محمد دین صاحب شاہ صاحب کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ اللہ رکھا خاں صاحب نے انقلاب روزگار کے باعث بمقام راولپنڈی

بود و باش اختیار کر لی جناب حافظ صاحبؒ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ شجرہ نسب اس طرح پر ہے:۔

بابر بادشاہ

کامران

سلطان ابوالقاسم

عبدالصمد

محمد زمان

خوشحال خاں

عبدالغنی

مرزا فتح الدین

غلام مصطفےٰ بخت

الہ داد خاں صاحب — حسین خاں المعروف شاہ حسین سائیں صاحب

اللہ رکھا خاں صاحب

شاہ درگاہی صاحب

نذر محمد صاحب — میاں پیر بخش صاحب

حافظ محمد عبدالکریم صاحبؒ
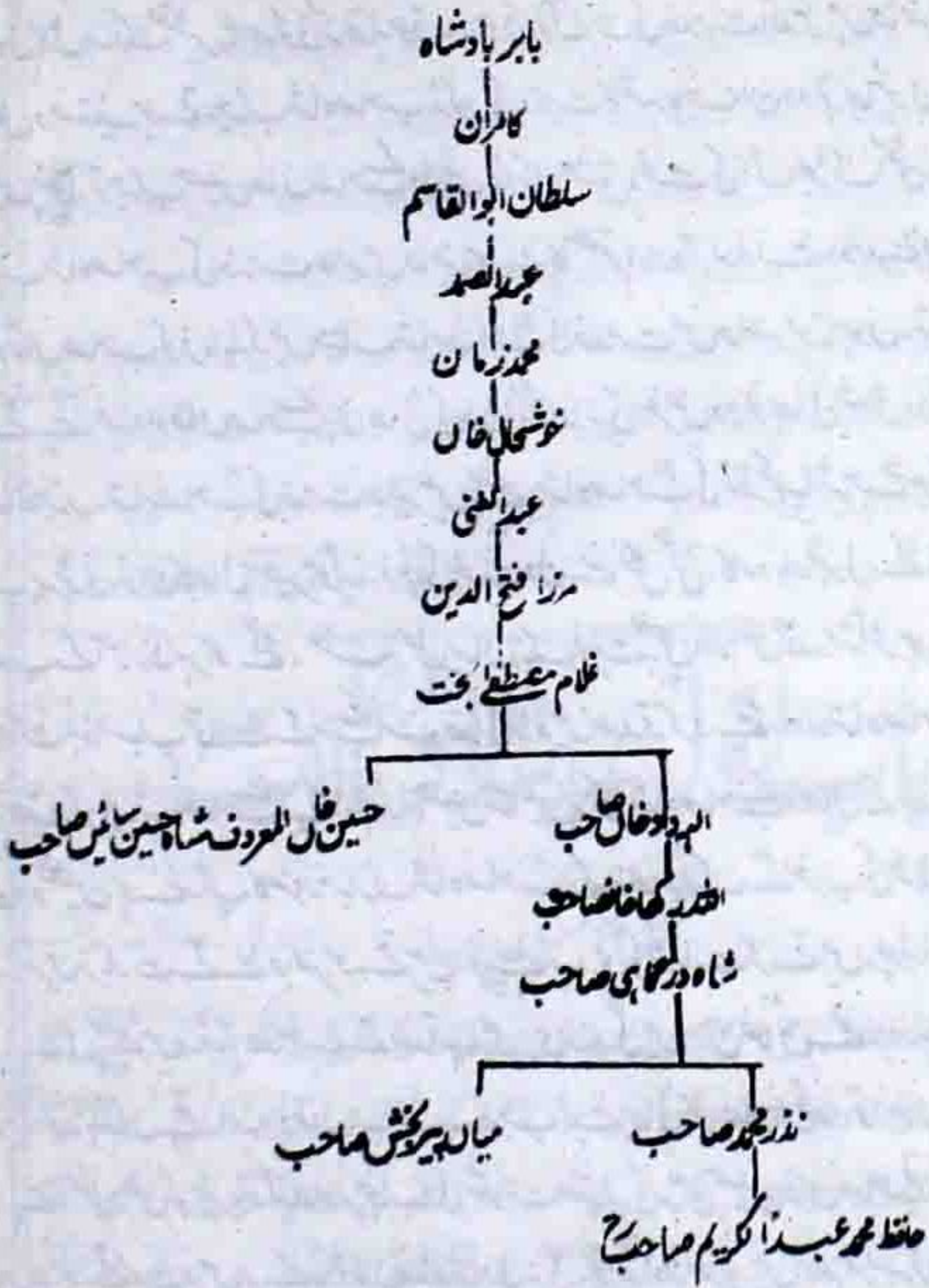
جناب حافظ صاحبؒ کے دادا جناب درگاہی صاحب بھی اپنے وقت میں صوفی باکمال شخص تھے۔ تصوف اور درویشی میں نہایت اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے۔ نہایت بابرکت شخص تھے۔ ان کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی ہوئی۔ ابتک قصبہ نور پور شاہاں میں کاغذات مال میں شاہ درگاہی صاحب کے نام اراضی درج ہے۔

جناب حضرت حافظ صاحب کے والد ماجد نذر محمد صاحب بھی نہایت متدین پابند شریعت نیک سیرت جمیل وشکیل درویش صورت۔ بردبار۔ حلیم اور اخلاق حمیدہ سے متصف تھے۔آپ کا قاعدہ تھا۔کہ ہرماہ میں ایک بار شاہ چراغ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوتے۔ اور کھانا پکا کر خدا کی راہ میں لوگوں میں تقسیم کیا کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔کہ آپ حسب معمول فقرا کو کھانا کھلا رہے تھے۔کہ ایک بزرگ جنہوں نے کثیف کپڑے پہن رکھے تھے۔دعوت میں شامل ہوئے۔ نذر محمد صاحب نہایت تعظیم سے پیش آئے۔اور ہرطرح خاطر مدارات کی۔ کھانا کھاتے کھاتے انہوں نے نذر محمد صاحب کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور ایک لقمہ دیا۔ کہ لو کھا لو۔ آپ نے لقمہ تو لے لیا۔اور بجائے منہ میں ڈالنے کے گریبان کے اندر نظر بچا کر ڈال دیا۔کیونکہ ان بزرگ نیک سیرت صاحب کے کپڑے نہایت گندے تھے۔اور جسم اور بالوں میں گرد اٹکا ہوا تھا۔ آپ نے کراہت کی۔اور لقمہ نہ کھایا۔آپ نے فرمایا۔"سخی مرد تو نے میری عطا کو قبول نہ کیا۔اچھا جا۔ اگر تجھے نہیں تو تیری اولاد کو ضرور حصہ ملے گا"۔ آپ کے فرمان کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھایا۔ قبلہ عالم حضرت حافظ صاحبؒ آپ کے فرزند کو خدا نے وہ شان دی۔ کہ اظہر من الشمس ہے۔

ولادت باسعادت

جناب حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت بوقت صبح بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۱ اپریل ۱۸۴۸ء مطابق رجب المرجب ۱۲۶۴ھ بمقام راولپنڈی ظہور میں آئی۔ آپ کے والد ماجد کو خبر دی گئی۔ تو آپ بہت خوش ہوئے اور شاہ چراغ صاحب کے مزار پر حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔اور عقیقہ کے دن آپ کا نام مبارک محمد عبد الکریم رکھا گیا۔

زمانہ طفولیت

جناب حضرت حافظ صاحب بھی تین ماہ ہی کے تھے۔کہ آپ کی والدہ ماجدہ اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔اور ابھی دو برس گذرنے نہ پائے تھے۔کہ والد صاحب کا سایہ بھی سر سے اٹھ جانے کے بعد آپ کے چچا میاں پیر بخش صاحب اور آپکی پھوپھی مسماۃ حیات بی بی صاحبہ آپکی تربیت اور پرورش کے

متکفل ہوئے۔ آپ کی پھوپھی صاحبہ نے ایک سو دس برس کی عمر پائی۔ آپ کی والدہ کے انتقال کے بعد شان ایزدی سے آپ کی پھوپھی صاحبہ کو ایسے پیرانہ سالی میں دودھ اُتر آیا۔ چنانچہ آپ نے ڈیڑھ سال حضور کو دودھ پلایا۔

آپ کی پھوپھی صاحبہ نہایت ہی زاہدہ۔ عابدہ۔ خدا یادہ اور شب بیدار تھیں۔ دُور دُور سے عورتیں آکر ان سے فیض حاصل کرتیں۔ جب حافظ صاحب اپنی پھوپھی صاحبہ کو نماز پڑھتے دیکھتے۔ تو عرض کرتے۔ کہ پھوپھی صاحبہ۔ مجھے بھی ایک جائے نماز بنادو۔ تاکہ میں بھی نماز پڑھا کروں۔ اور جب کبھی ان کو تہجد پڑھتے دیکھتے۔ تو عرض کرتے۔ کہ میرا دل بھی چاہتا ہے۔ کہ رات کو اٹھوں اور تہجد پڑھوں۔ پھوپھی صاحبہ شفقت اور محبت سے فرماتیں۔ میرے لال۔ تو ابھی بچہ ہے۔ ابھی تجھ پر عبادت فرض نہیں ہے۔ اور نہ ابھی تیرا وقت ہے جب وقت آویگا۔ دیکھا جاویگا۔ پھوپھی صاحبہ اکثر نماز کے بعد بالخصوص تہجد کے بعد حافظ صاحب کے حق میں دعا فرمایا کرتیں۔ کہ یا اللہ اس بچے کو تو اپنا بندہ بنا۔ اور دین و دنیا [illegible] پر برکت نازل فرما۔ اور اس کو اپنے مخلصوں میں سے کرے۔ چنانچہ حافظ صاحب فرماتے تھے۔ کہ اس دعا کی ٹھنڈک اور سرور اب بھی اپنے دل میں محسوس ہوتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اسی دعا کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب کی طبیعت کو لڑکپن سے ہی کچھ اس طرح پیدا کیا تھا کہ آپ کسی سے بیجا ٹھٹھا ہنسی نہ کرتے۔ نہ کسی سے لڑتے نہ جھگڑتے۔ آوارہ گردی اور بیہودہ گفتگو سے جو اکثر بچوں کی عادت ہوا کرتی ہے۔ اور بازاری لوگوں کا طریقہ ہے سخت نفرت تھی۔ اگر کبھی بچوں کے ساتھ ملکر کھیلنے کا اتفاق بھی ہوتا۔ تو لڑکوں کو فرماتے۔ کہ بھائی ہم اسلئے پیدا نہیں ہوئے۔ کہ اپنی عمر کو کھیل کود میں ضائع کریں۔

تعلیم و تربیت

جب حضرت صاحبؒ کی عمر آٹھ برس کی ہوئی۔ تو ان کے چچا صاحب نے آپ کو محلہ کی مسجد کے امام قاضی محمد زمان صاحب مرحوم کے سپرد کیا۔ کہ ان کو قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ قرآن مجید آپ نے قلیل عرصہ میں پڑھ لیا۔ اس کے بعد آپ نے منیہ۔ مشکوٰۃ شریف۔ احیاء العلوم۔ مثنوی شریف و

دیگر کتب فقہ و احادیث و تفسیر بھی قاضی صاحب سے ہی مطالعہ فرمائیں۔

اثنائے تعلیم میں آپ اکثر آسمان کی طرف دیکھتے رہتے۔ اور اس کے عجائبات دیکھکر حیران ہوا کرتے۔ اور بہت غور و فکر کیا کرتے۔ جب ان کا یہ حال قاضی صاحب کو معلوم ہوا۔ تو قاضی صاحب نے آپ کا نام آسمانی رکھدیا۔ چنانچہ سب لڑکے جو ان کے ہم سبق تھے۔ وہ بھی آپ کو آسمانی کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ایک شخص نے جو بچپن میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ قرآن شریف پڑھا کرتا تھا۔ بیان کیا۔ کہ طالب علمی کے زمانہ میں ایک دن مجھے حضرت صاحبؒ نے کہا۔ کہ آؤ دیکھیں کہ زمین اور آسمان کیسے ہیں کتنے بڑے ہیں۔ اور ان میں کیا کیا خدا تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ دیکھو وہ شہر لاہور ہے۔ کتنا بڑا شہر ہے۔ اس بلند مکان کے بالاخانہ پر کیسی خوشنما اور رنگین اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی زمین کیسی فراخ اور چوڑی ہے۔ مگر آسمان اس سے بھی زیادہ وسیع اور چوڑا ہے۔ جب اس کی پیدا کی ہوئی چیزیں اتنی بڑی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان جو ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ کتنی بڑی ہوگی۔ اور ہم کیسے ضعیف اور ذرہ جیسے عاجز مخلوق ہیں۔

حضرت صاحبؒ فرماتے تھے۔ کہ بچپن کی حالت میں اکثر اوقات اپنے آپ کو میں گم پاتا۔ اور بیخودی میں ایسا معلوم ہوتا۔ کہ میں نہ دنیا میں ہوں۔ اور نہ آخرت میں۔

جب آپ کی عمر سولہ برس کی ہوئی۔ تو آپ کو قرآن شریف کے حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اڑھائی سال کے عرصہ میں آپنے قرآن مجید خداداد استعداد اور ذہن رسا سے حفظ کر لیا۔ فن قرأت آپنے مولوی محمد حسین صاحب کی رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھا۔ جو اس فن میں اس وقت استاد زمانہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرأت کا لب و لہجہ بھی دلکش عطا فرمایا چنانچہ قرآن مجید کو اس ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ کہ سننے والے فریفتہ ہو جاتے اور اُن کا شوق بڑھ جاتا۔ غرضیکہ جو شخص ایک دفعہ چند آیات سن لیتا۔ وہ دوبارہ سہ بارہ سننے کا خواہاں ہوتا۔ رمضان المبارک میں تراویح میں جس مسجد میں آپ قرآن مجید سناتا ہوتا۔ وہاں لوگ مغرب کی نماز کے بعد اپنی اپنی جگہ مخصوص کرنیکی غرض سے رومال یا جا نماز بچھا دیتے تھے۔ تاکہ پھر جگہ نہ مل سکنے کے باعث اس نعمت سے محروم نہ ہونا پڑے۔ عشاء کے وقت جگہ ملنی ناممکن ہو جایا کرتی تھی۔ باوجود روزہ کی تکان کے سننے والوں کے دلوں میں ایسا شوق اور دلولہ پیدا ہو جاتا کہ بس کرنے کو جی نہ چاہتا اور یہی آرزو کرتے

کہ جناب قرآن مجید پڑھتے رہیں اور ہم سُنتے رہیں۔ مسلمان تو بجائے خود غیر مسلم لوگ یعنی سکھ اور ہندو وغیرہ بھی آپ کی قرآن خوانی اور خوش الحانی پر شیدا اور فریفتہ ہو جاتے۔ اور مسجد کے متصل جو گلی ہے اس میں محض قرآن مجید کی سماعت کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔

آپ کے چچا صاحب جو رنگریزی اور چھاپہ گری کا کام کر کے وجہ معاش حاصل کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت صاحبؒ کو اپنی دوکان پر یہی کام سکھانے کیلئے اپنے پاس بٹھالیا۔ کاروبار سے فراغت پاکر آپ تعلیم بھی حاصل کیا کرتے۔ دوکان پر عین کاروبار کی حالت میں بھی تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے۔ مستری علیم اللہ صاحب کو (اللہ تعالیٰ اُن کو بخشے اور جنت میں جگہ دے) حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص دوستوں اور مریدوں میں سے تھے۔ محض قرآن خوانی کے باعث حضرت صاحب کے ساتھ دلی محبت اور الفت پیدا ہو گئی تھی۔ جب درکشاپ سے فارغ ہو کر آتے۔ یا جس روز رخصت ہوتی۔ حضرت صاحب کی خدمت میں دوکان پر آجاتے۔ اور محبت کے مارے ساتھ ساتھ کام بھی کیا کرتے۔ اور قرآن مجید کا دورہ بھی شروع رہتا۔

آپ کے چچا صاحب کیا جانتے تھے۔ کہ یہ یتیم بچہ ہونہار ہو کر ایک وقت اللہ تعالیٰ کے بیشمار بندوں کا ہادی، رہنما اور پیشوا بنے گا۔ اور مخلوق خدا اس کے فیض سے مستفیض اور سیراب ہوگی

بیعت

جب حضرت صاحبؒ کی عمر مبارک بیس سال کی ہوئی۔ آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا شوق اور ولولہ پیدا ہوا۔ اسی ارادہ پر اکثر فقراء صالحین کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور جہاں کہیں مرد صالح کا حال سُنتے اس کی مجلس میں پہنچ جاتے۔ مگر کسی جگہ بھی بیعت کا اتفاق نہ ہوا۔

ایک دفعہ حافظ صاحب سموں گڑھی والے جو خاندان چشتیا کے بزرگوں میں سے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہ بزرگ علاوہ علم باطنی کے علم ظاہری میں کمال رکھتے تھے۔ حافظ صاحب نے فرمایا۔ کہ گو آپ ہمارے سلسلہ میں بیعت تو نہیں ہوتے مگر ہماری طرف سے بھی کچھ حصہ آپ کو ضرور ملے گا بے شمار خلقت آپ سے مستفیض و مستفید ہو گی۔

مستری علیم اللہ صاحب جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے۔ بہت ہی خدا یاد اور نیک نیت مرد تھے

انہوں نے حضرت صاحب کے ساتھ محض خالصاً لوجہ اللہ محبت اختیار کی ہوئی تھی۔ ان کا دلی منشأ اور ارادہ یہی تھا۔ کہ کسی طرح جناب حافظ صاحب (حضرت صاحب) بھی جناب باباجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مرید بن جاویں۔ تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ چنانچہ جب حضرت باباجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ راولپنڈی شریف لائے۔ تو مستری صاحب مرحوم جناب حضرت صاحبؒ کو بھی کشاں کشاں جناب باباجی صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں اپنے ساتھ لیگئے۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس کی تھی۔ حضرت صاحب کی ظاہری باطنی صورت و سیرت اور استعداد دیکھکر جناب باباجی صاحبؒ عاشق ہو گئے۔ اور بہت شفقت اور مہربانی ان کے حال پر فرمائی اور بیعت و انابت سے مشرف فرما کر نسبت خاصہ اور ذکر قلبی سے ممتاز و سرفراز فرمایا۔ حضرت صاحب کا سینہ بے کینہ پہلے ہی خیالات فاسدہ کی کدورتوں اور ظلمتوں سے پاک و صاف تھا۔ حضرت باباجی صاحبؒ کی توجہ عالی نے سونے پر سہاگہ کا کام کر دیا۔ پہلے ہی توجہ میں حضرت صاحبؒ کا حال متغیر ہوگیا۔ اور بیخودی اور محویت کے آثار طاری ہو گئے۔ دنیائے دنیہ کی محبت کا رہا سہا زنگار جو باقی تھا وہ بھی دور ہوگیا۔ دل پر انوار و اسرار چمک اُٹھے۔

جس طرح حضرت باباجی صاحب رحمتہ اللہ حضرت صاحب کے شیدا تھے۔ اسی طرح حضرت صاحبؒ بھی باباجی صاحبؒ پر سو جان سے عاشق تھے۔ گویا دو نو جانب اس شعر کے مصداق تھے۔ شعر:-

الفت کا جب مزا ہے کہ ہو تم بھی بیقرار دو نو طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

غرض تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت صاحب کی طبیعت کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہو گیا۔ باباجیؒ کی محبت اس قدر دل میں بڑھ گئی۔ کہ ہر دم بے چین اور بے آرام رہتے۔ ہفتہ عشرہ میں جب تک ایک دو بار ملاقات و دیدار فیض آثار سے مشرف نہ ہوتے۔ اور قدمبوسی نہ کرآتے صبر و قرار نہ آتا۔ بسا اوقات طبیعت میں ایسا ولولہ اور شوق اُٹھتا۔ کہ جب دیکھتے۔ کہ بہت عمدہ اور نفیس کھانا گھر میں پکا ہے۔ اور گھر والوں نے کھانے کے لئے آگے رکھا ہے۔ آپ کھانے سے ہاتھ اُٹھا لیتے۔ اور بدستور اسی کھانے کو اُٹھا کر دستر خوان میں باندھ لیتے۔ اور اُسی وقت ریل پر سوار ہو کر باباجی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں بمقام چورہ شریف حاضر ہو جاتے۔ اور جناب

باباجی صاحبؒ کے ساتھ ملکر کھانا تناول فرماتے۔ آپ اکثر خیال رکھتے۔ کہ جب کبھی کوئی تازہ میوہ شہر میں بکنے کے لئے آتا۔ خواہ کس قدر گراں ہوتا پہلی دفعہ ضرور ہی خرید کر باباجی صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں لے جاتے۔ اسیطرح بزازوں کی دکان پر جو اچھا اور قیمتی کپڑا دیکھتے۔ تو خیال کرتے۔ کہ یہ کپڑا باباجی صاحبؒ کے پہننے کے لائق ہے۔ جھٹ خرید لیتے۔ اور باباجی صاحبؒ کی نذر کرتے۔ بلکہ ایک دفعہ لنگر اسٹیشن (جو چورہ شریف کے متصل ریلوے اسٹیشن ہے) کے اسٹیشن ماسٹر نے بیان کیا۔ کہ جناب باباجیؒ کی خدمت عالیہ میں آنے جانے پر جس قدر کرایہ حضرت حافظ صاحبؒ نے ریل والوں کو دیا ہے۔ شائد ہی کسی اور نے اس قدر دیا ہو۔

ایک دفعہ جناب باباجی صاحبؒ کسی خاص باعث سے چورہ شریف کو چھوڑ کر مٹھین نام موضع میں تشریف لے گئے۔ اور کچھ عرصہ تک وہاں قیام فرمایا۔ وہ جگہ ایک جنگل اور پتھریلی زمین تھی۔ باباجی صاحبؒ کے دوران قیام تک جناب حضرت صاحبؒ ہر پندرہ روز کے بعد وہاں حاضر ہوتے۔ اور پندرہ دن کے لئے ضروری سامان اکل و شرب یعنی گھر کی تمام ضروریات باباجی صاحبؒ کیلئے لے جاتے رہے۔ غرضیکہ حضرت صاحب نے اپنی ہمت اور اخلاص کو عملی طور پر ثابت کر دکھایا۔ اور خدمت و تواضع سے باباجی صاحبؒ کے دل کو خرید لیا۔

اگرچہ حضرت صاحبؒ کی ان حرکات کو دیکھکر ان کے خویش و اقارب ناخوش ہوتے۔ اور اکثر اوقات زجر و تنبیہ بھی کرتے۔ لیکن حضرت صاحبؒ باباجی صاحبؒ کی محبت و شوق و ذکر الٰہی میں ایسے مستغرق تھے۔ کہ بالکل پروا نہ کرتے۔ ادھر یہ عشق و شوق دن بدن بڑھتا جاتا تھا۔ ادھر دنیاوی کاروبار کی محبت دل سے نکلتی جاتی تھی۔ دل پر ذکر و فکر کا غلبہ اس قدر چھایا کہ دکان پر بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ آپ اکثر صبح کے وقت اور عصر کے بعد عشاء تک سرداروں کے باغ میں تشریف لے جایا کرتے۔ اور وہاں تنہا بیٹھکر مراقبہ میں مشغول رہتے۔ کبھی لئی کے کنارے پر جو شہر کے گرداگرد ایک ندی ہے۔ چلے جاتے۔ کئی کئی راتیں آپ باہر ہی بسر کرتے۔ کبھی کبھی آپ پیر بدھائی نام قبرستان میں جو راولپنڈی شریف سے مغرب کیجانب لئی کے پار کنارہ پر ہے۔ تشریف لے جاتے۔ اور وہاں گوشۂ تنہائی میں بیٹھکر یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔

خلافت

جب باباجی صاحبؒ نے حضرت صاحبؒ کو خلافت و اجازت سے موزون اور سرفراز فرمایا
آپ پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ خدمت اقدس میں عرض کی۔ کہ حضور اس غلام کو حضور کی محبت
ہی کافی ہے۔ یہی پسند ہے۔ کہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھکر باقی زندگی اللہ تعالیٰ کی یاد میں بسر کی
جائے۔ باباجی صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ میں حکم کا بندہ ہوں۔ اور اس امانت کو آپ کے حوالہ کرنے
پر مامور ہوں۔ یہ میرا اپنا کام نہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے کام لینا چاہتا
ہے۔ اس کو اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کر لیتا ہے۔ حضرت صاحبؒ نے اس بات کو سُن کر باباجی
صاحبؒ کے فرمان کو قبول کیا۔ پھر باباجی صاحبؒ نے اپنے خاص ملبوس متبرکہ سے سرفراز و ممتاز
فرمایا۔ حضرت صاحبؒ نے قدمبوسی کرکے بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اور باباجیؒ کا شکریہ ادا کیا۔
رخصت کے وقت باباجی صاحبؒ نے چند ایک مفید اور کارآمد نصیحتیں فرمائیں۔ جن میں سے
زیادہ ضروری یہ تھیں۔ کہ بیٹا! دنیا کی طرف منہ نہ کرنا۔ بلکہ اس کو پیٹھ پیچھے ڈال کر ہمہ تن خدا تعالیٰ
کی طرف متوجہ رہنا۔ دل کو ماسوی اللہ سے الگ رکھنا۔ کسی حال میں خدا تعالیٰ سے غافل نہ ہونا۔
سب کچھ اُسی ذات پاک کی طرف سے سمجھنا۔ ان باتوں نے حضرت صاحبؒ کے دل پر جادو کا کام کیا
باباجی صاحبؒ کا کلام مبارک سُنتے ہی دل بالکل دنیا کی طرف سے سرد ہو گیا۔ اور محبت الٰہی کی آگ
کا شعلہ ایسا باطن میں بھڑک اُٹھا۔ کہ ماسوی کو جلا کر بالکل محو کر دیا۔ اور یہ حال ہو گیا۔ اگر نماز میں کھڑے
ہیں۔ تو گھنٹوں قیام میں گذار دیتے۔ اور اگر سجدہ میں سر رکھا ہے۔ تو سر اُٹھانے کو جی نہیں چاہا
اور اگر مراقبہ میں بیٹھے ہیں۔ تو تمام رات محویت اور بیخودی میں گذر گئی۔ آگے پھر کبھی کبھی کام کیلئے
دوکان پر جا بیٹھتے تھے۔ مگر اب تو یہ حال ہو گیا۔ کہ کاروبار بالکل ترک ہو گیا۔ دن رات سارا وقت
خدا کی یاد میں گذر جاتا۔ ہر گھڑی تازہ شوق۔ نئی اُمنگ۔ تازہ ولولہ آپ کی طبیعت میں جوش مارتا۔
کھانے پینے اور سونے کی لذت دل سے فرار ہو گئی۔ لوگوں کی صحبت اور اُن کے کلام سے نفرت
آنے لگی۔ یہانتک کہ آپ دل میں خیال کرتے۔ کہ مجھے کوئی السلام علیکم بھی نہ کہے۔ تو اچھا ہے۔
خلوت میں آپ ایسی جگہ بیٹھتے۔ جہاں کوئی شخص ان کو نہ دیکھے۔ آنے جانے میں ایسا راستہ اختیار کرتے

جدھر کسی آدمی سے ملنے کا اتفاق نہ ہو۔ غرض اس جذب اور ولولہ کی حالت میں بے اختیار انہ کبھی کسی طرف تشریف لے جاتے کبھی کسی طرف ؛

جذبۂ شوقِ الٰہی

ایک دفعہ دوکان پہ سے کام کرتے کرتے ایسا کچھ دلی جوش آیا۔ کہ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور چل پڑے۔ چچا صاحب نے دریافت کیا۔ کہ کہاں جاتے ہو۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور بازار کی طرف نکل گئے۔ اس جذب کی حالت میں کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ کدھر جا رہے ہیں۔ شہر سے نکل کر سید پور کی طرف پر جا نکلے۔ چلتے چلتے سید پور گاؤں سے آگے پہاڑ میں چلے گئے۔ پھرتے پھرتے سید پور و نور پور کے پہاڑوں کے ایک درہ میں چشمہ کے کنارے پر جا پہنچے۔ جہاں ایک پتھر کی سل صاف اور شفاف پڑی ہوئی تھی۔ گویا قدرت نے پہلے ہی جانے کا انتظار رکھی تھی۔ یہ تنہائی کی جگہ آپ کو بہت پسند آئی دل نے کہا۔ کہ آج رات اسی جگہ بسر کرنی چاہئے۔ چنانچہ اسی پتھر کی سل پہ بیٹھکر مطالعہ قدرت الٰہی میں مشغول ہوگئے وہاں آپ کو خوب لذت آئی۔ اور اس قسم کے مشاہدے اور مکاشفے کا ظہور ہوا۔ کہ بیان سے باہر ہے حتیٰ کہ رات آگئی۔ اور اندھیرا چھا گیا۔ سنسان جنگل ہے۔ ہو کا مقام ہے۔ آس پاس درخت اپنے پتوں کی سبز پوشاک پہنے خاموش اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہیں۔ یا پہاڑ کی اونچی اونچی چوٹیاں ہیں۔ جو زبان حال سے اپنے خالق کے دربار میں حیران و پریشان صورت میں اپنے درد کا اظہار کر رہے ہیں۔ جب رات نے اچھی طرح اپنے اندھیرے کی سیاہ چادر میں تمام جہان کو لپیٹ لیا تو جنگل کے شب زندہ دار جانور بھی اپنی اپنی غاروں سے نکل کر اپنی اپنی مختلف بولیوں میں ذکر الٰہی کے گیت گانے لگے۔ اور دیوانہ اور مستانہ وار ادھر ادھر اچھلنے کودنے لگے۔ ایک طرف سے شیر کے دھاڑنے کی آواز سنائی دی جس کے سننے سے دل دہل گیا۔ اور وہ لطف و مزہ جاتا رہا۔ دل میں خیال آیا۔ کہ شاید کسی درندے کی خوراک کیلئے اللہ تعالیٰ یہاں لے آیا ہے۔ سر سجدہ میں رکھکر بارگاہ الٰہی میں مناجات کرنے لگے۔ کہ اے میرے خالق۔ اے میرے مالک۔ اپنے مرنے کا تو مجھے چنداں فکر نہیں البتہ افسوس ہے۔ تو یہ۔ کہ جس کام کیلئے تو نے مجھے پیدا کیا تھا۔ وہ مجھ سے کچھ بھی نہیں ہو سکا تیری بارگاہ کے لائق مجھ سے کچھ عبادت نہیں ہو سکی۔ تمام عمر تیری نافرمانی میں بسر ہو گئی۔ کونسا منہ لے کر

تیرے حضور میں حاضر ہونگا۔ اسی اثناء میں پہاڑ کے اوپر سے نیچے کی طرف کسی چیز کے اترنے کی آہٹ اور سرسراہٹ سنائی دی۔ اسوقت دل پر عجب کیفیت طاری ہوئی۔ ایک طرف خوف دوسری طرف رجا کبھی خوف چھا جاتا۔ کبھی رجا غالب آجاتی۔ حتیٰ کہ وہ چیز جناب حضرت صاحبؒ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ جناب حضرت صاحبؒ سربسجود عجز و نیاز اور مناجات میں مشغول تھے کہ وہ چیز جو کہ حقیقت میں پہاڑ کے درہ میں رہنے والا ایک زمیندار شخص تھا۔ بولا کہ آپ کون صاحب ہیں آپنے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شخص کھڑا رہا۔ جب حضرت صاحبؒ عجز و نیاز و مناجات سے فارغ ہوئے تو وہ شخص حضرت صاحبؒ کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور بہت منت و سماجت کے ساتھ عرض کی۔ کہ حضور میرے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ تاکہ میرے دل کی آرزو پوری ہو۔ حضرت صاحبؒ نے دل سے دریافت کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ دل نے فتویٰ دیا۔ کہ ضرور اس کے گھر جانا چاہئے۔ ایسے حال میں یہ شخص خود بخود نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا ہے۔ چنانچہ آپ اس شخص کے ہمراہ اس کے گھر تشریف لیگئے۔ جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ اُس نے حضور کی خوب خدمت و تواضع کی کھانا کھلایا۔ صاف ستھرا بستر اور چارپائی ایک علیحدہ مکان میں دیدی۔ اور مصلےٰ اور پانی وغیرہ حاضر کر دیا۔ اور عرض کیا کہ جناب میرا یہ کتا رات کو کھلا پھرتا رہتا ہے۔ جب جناب نے نماز کے لئے اُٹھنا ہو۔ تو پہلے مجھے جگا دینا۔ ایسا نہو۔ کہ یہ کتا آپکو کچھ تکلیف دے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ دیکھا جائیگا۔ حضرت صاحبؒ نے تہجد کے وقت وضو کیا۔ نفل ادا کئے۔ اور چپکے سے بغیر اس کو اطلاع دینے کے اس کے گھر سے نکل پڑے۔ کتا پاس ہی بیٹھا رہا۔ اس نے حضرت صاحبؒ کو دیکھکر گردن نیچی کر دی اور دُم ہلاتے ہوئے ساتھ ساتھ ہو لیا جب آپ نور پور شاہاں کے قریب پہنچے۔ تو کتا واپس چلا گیا۔ آپنے صبح کی نماز نور پور شاہاں میں ادا کی۔ اور مزارات پر دعاء فاتحہ کے بعد واپس راولپنڈی تشریف لے آئے۔ یہ پہاڑی چشمہ جناب کو بہت پسند آیا۔ اکثر وہاں جناب تشریف لے جاتے۔ اور بڑے بڑے اسرار و معارف جناب پر منکشف ہوتے چنانچہ جناب نے ارادہ کیا۔ کہ وہاں ایک چھوٹا سا مکان بنا کر ذکر و مراقبہ میں مشغول رہا کریں۔ مگر گھر کے لوگ اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک یاد آ گئی۔ کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ نیز مشائخ طریقت کا مقولہ ہے۔ کہ اَلصُّوفِی هُوَ الْکَائِنُ وَالْبَائِنُ۔ یعنی صوفی وہ ہے جس کا ظاہر خلق کے ساتھ اور

باطن اس کا ان سے جدا ہو۔ یعنی باطن اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہو۔

بابو کرم الدین صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔ کہ میں جناب قبلہ عالم حضرت باواجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر توبہ و بیعت کرنیسے پہلے ریلوے سٹیشن حسن ابدال پر تار بابو تھا۔ بابو محمد قاسم وزیر آبادی بکنگ کلرک تھا۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ دوپہر کے وقت گاڑی سے اُترے بابو محمد قاسم آپ کو اپنے ہمراہ مکان پر لے گیا۔ اور کھانا حاضر پیش کیا۔ مگر آپ نے تناول نہ فرمایا۔ اور باہر چلے گئے۔ بابو محمد قاسم کی اور میری روٹی اکٹھی تھی۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ وہ صاحب کون تھے۔ بابو محمد قاسم نے کہا۔ کہ وہ حافظ قاری خاندان نقشبندیہ کے بڑے بزرگ اور چورہ شریف والے حضرت باواجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اجل و اعظم خلیفہ ہیں۔ راولپنڈی کے رہنے والے ہیں۔ پھر جب میں نے قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمتہ اللہ کے وسیلہ سے حضرت باواجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اور حضرت باواجی صاحب رحمتہ اللہ نے مجھے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا تو میں نے ایک دفعہ حسن ابدال تشریف لانے اور اسوقت چلے جانے کا واقعہ دریافت کیا۔ تو آپ نے ایک آہ سرد بھر کر فرمایا۔ کہ وہ دن بھی نہایت ہی عجیب تھے۔ اور فرمایا کہ جوش محبت میں میں جناب باواجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت قدبوسی کے ارادہ پر گھر سے نکل کر سٹیشن پر آیا۔ مگر افسوس کہ اسوقت کوہاٹ کو جانے والی گاڑی چلی گئی تھی۔ واپس گھر جانا مناسب نہ جانا۔ پشاور کو جانے والی گاڑی کھڑی تھی۔ حسن ابدال کا ٹکٹ لیکر اس میں سوار ہو گیا۔ سٹیشن سے اُترنے پر بابو محمد قاسم اپنے گھر لے گیا۔ مگر ولولۂ عشق اور فرط محبت کے باعث بھوک پیاس کا مطلق خیال نہ تھا۔ اسواسطے وہاں کھانا کھانے کو دل نہ چاہا۔ باہر آ کر چورہ شریف کا راستہ دریافت کیا۔ تو لوگوں نے کہا کہ اس طرف کوئی صاف راستہ نہیں پہاڑیوں میں راستہ کہاں۔ غرض میں غلبہ محبت و جوش عشق میں وہ دن اور رات بھی چلتا رہا دوسرے دن مقام مٹھیں میں جہاں حضرت باواجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ مقیم تھے۔ بصد مشکل پہنچا گھر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ حضرت باواجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کہیں باہر کسی گاؤں میں تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ میں نے جب اس گاؤں کا راستہ دریافت کیا۔ تو گھر سے جناب مائی صاحبہ رحمتہ اللہ علیہا نے پیغام بھیجا کہ اس وقت اس جگہ سے کہیں نہ جاؤ اگر جاؤ گے تو قصور

معاف نہیں ہوگا۔ اندر سے کھانا بھیجا مگر کھانے کو جی نہ چاہا۔ عصر کے وقت جناب باداجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ گھوڑی پر سوار تشریف لائے۔ ملاقات کے بعد فرمایا۔ کہ میں دوپہر کا کھانا کھا کر لیٹا ہوا تھا خواب میں آپ کو حیران و پریشان دیکھا اسی وقت اُٹھکر چلا آیا۔ وہاں کے دوستوں نے رو رو کر عرض کیا کہ حضرت جی۔ آج ہمارے ہاں شادی ہے حضور کا رہنا باعث غنیمت تھا۔ مگر حافظ جی آپ کی محبت نے مجھے وہاں رہنے نہ دیا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کے ہمراہ سفر میں تھا حضور موضع پڑانگ متصل چارسدہ علاقہ پشاور میں رونق افروز تھے عصر کے بعد حضور حسب معمول باہر تشریف لیگئے۔ مولوی فتح محمد صاحب۔ سید فضل شاہ صاحب۔ اور چارسدہ کے نواب وسوداگر وغیرہ بھی ہمراہ تھے دریا کے کنارہ ایک مصفا جگہ ریت پر آپ روبقبلہ بیٹھ گئے۔ اور ہم سب کو بھی آپ نے الگ الگ بیٹھ کر ذکر و مراقبہ کرنے کا حکم دیا۔ دوست ذرا آپ سے ہٹ کر مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ لیکن میں سب سے زیادہ قریب مگر آپ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا۔ تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ کسی کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ کبھی روتے ہیں کبھی مراقب کبھی کچھ کلام فرماتے ہیں۔ لیکن چونکہ میں ذرا فاصلہ پر تھا۔ آپ کا کلام مجھے اچھی طرح سُنائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن قیافہ اور حال سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ کچھ باتیں کر رہے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ اسی جگہ لیٹ گئے۔ اور ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ یہ حال دیکھکر سب دوست پاس جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور کی حالت میں افاقہ ہوا۔ مگر خاموش اور چہرہ مبارک پر ایسے جلالیت اور رعب داب کے آثار اور انوار ظاہر تھے کہ کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ گفتگو کر سکے۔ یا آپ سے کچھ دریافت کر سکے۔ عشاء کی نماز تک یہی حال رہا۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ دوستوں سے باتیں کرنے لگے۔ مگر پھر بھی دوستوں کو جرأت نہ ہوئی کہ اس حالت کے متعلق کچھ دریافت کرتے۔ تنہائی میں حضرت صاحب نے مجھے فرمایا۔ کہ آج نہایت ہی وار دات کا ظہور ہوا۔ جو بیان سے باہر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور بیان فرمائیں۔ تو بڑی مہربانی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اُس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آگئی تھی اور حضور کے ہمراہ بہت سے اولیاء اللہ تھے۔ میرے حال پر نہایت ہی شفقت اور عنایت فرمائی جس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ دوسرے روز پھر حسب معمول دریا پر سیر کیلئے تشریف لیگئے۔ اور دوستوں

سے الگ ہوکر دریا کے کنارے دور تک نکل گئے۔ بندہ بھی پیچھے پیچھے تھا جوں جوں آپ چلتے تھے
آپ کا چہرہ زیادہ انوار و اسرار کا مظہر بنتا جاتا تھا۔ اور جلالیت کے آثار نمودار ہوتے جاتے تھے
اور یہ مصرع زبان پر تھا۔ سے نظر گر خاک پر ڈالیں ابھی گلزار ہو جائے۔
جب واپس مکان پر تشریف لائے۔ تو حضور نے خود فرمایا۔ کہ عجیب عجیب انکشاف کا ظہور ہوا۔
ایسے حال میں اگر ولی اللہ کی نظر کسی پر پڑ جائے۔ تو اُس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حالت
کچھ اور ہی ہو جاتی ہے:۔

طبیعت میں جلالیت اور استغنا

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ چورہ شریف کے عُرس مبارک سے فارغ ہوکر دوست اپنے اپنے
گھروں کو واپس جا رہے تھے۔ لنگر اسٹیشن پر خلفاء ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جناب حضرت
صاحبؒ بھی وہاں موجود تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر رہے تھے۔ بابو چراغدین صاحب
اسٹیشن ماسٹر تھے۔ خلفاء کو ایک جگہ بیٹھے دیکھکر خوش طبعی اور مزاح کے طور پر کہا۔ کہ آپ صاحبان
کو فقیری کا دعویٰ ہے۔ کیا کسی کی کوئی حاجت بھی پوری کر سکتے ہو۔ یا ان سادہ لوح لوگوں کو
دھوکا ہی دے رہے ہو۔ معلوم ہوتا ہے۔ کبھی کسی خواندہ آدمی سے آپ صاحبان کا واسطہ نہیں پڑا
سب خلفاء خاموش ہوکر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ جناب حضرت صاحبؒ کی طبیعت میں جلالیت
پیدا ہو گئی۔ آپ نے فرمایا۔ بابو صاحب ادب کو نگاہ رکھو۔ حاجت کا پورا کرنا خداوند کریم کا کام ہے۔
آخر تم کو کیا مطلب ہے۔ بابو صاحب نے عرض کیا۔ میں نے سُنا ہے۔ کہ خالق اپنے دوستوں کی بات
پوری کر دیتا ہے اگر آپ خدا کے دوست ہیں تو میری تبدیلی یہاں سے کسی اچھی جگہ کرا دیں۔ ورنہ میں جان لونگا۔ کہ فقیری محض ڈھول ہی
ہے۔ حضرت صاحب نے بطور ظرافت فرمایا۔ اچھا یہ بات ہے۔ آجکل تو خدا کے ساتھ بات چیت
نہیں۔ آپ ہمیں پھر کبھی کسی وقت یاد دلانا۔ آپ کی تبدیلی ہو جاوے گی۔ بابو صاحب نے حضورؒ کا پتہ لکھ
لیا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد بذریعہ خط یاد دلایا۔ کہ اپنا وعدہ پورا کیجئے۔ حضرت صاحبؒ نے
اس خط کے جواب میں لکھا۔ کہ دعا کی گئی ہے۔ انشاء اللہ ایک ماہ کے اندر اندر آپ کی تبدیلی ہو جاوے
گی۔ جب اٹھائیس دن گذر گئے۔ تو پھر بابو صاحب کا خط آگیا۔ کہ ایک ماہ میں چند دن باقی رہ گئے

ہیں۔ ابھی تک تبدیلی کا حکم نہیں آیا۔ حضرت صاحبؒ یہ سنکر بہت حیران ہوئے۔ کہ چورہ شریف اکثر حاضر ہونا پڑتا ہے۔ اور اگر اس بابو کی تبدیلی نہ ہوئی۔ تو اُسے دیکھکر شرمندہ ہونا پڑے گا۔ خالق کی بارگاہ میں دعا کی۔ کہ اے خالق تیرا بندہ وعدہ دے چکا ہے۔ اب تو ہی عزت رکھنے والا ہے۔ تو میری دعا قبول فرما۔ دعا کے ساتھ ہی قبولیت کے آثار ظاہر ہو گئے۔ آپ نے خط لکھدیا۔ کہ فکر نہ کرو انشاء اللہ تبدیلی ہو جاوے گی۔ ادھر سے حضرت صاحبؒ کا خط اور اُدھر سے افسرانِ بالا کی طرف سے تبدیلی کا حکم دونوں اکٹھے موعودہ ماہ کی آخری تاریخ کو پہنچ گئے۔ اور پھر لطف یہ کہ راولپنڈی کے متصل ہی چک لالہ اسٹیشن پر تبدیلی ہوئی۔ چک لالہ پہنچکر بابو چراغدین حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا۔ اور اس کا بھائی نظام دین گڈس کلرک بھی غلاموں میں شامل ہو گئے۔

ابتدا میں حضرت صاحب کے توکل کا یہ حال تھا۔ کہ ایک دفعہ گھر میں نہایت تنگدستی کی نوبت آگئی۔ اور گھر والوں نے گھر کی ضروریات کے لئے تقاضا کرنا شروع کر دیا۔ جس سے جناب کے دل پر بہت اثر پڑا۔ جناب اس پریشانی اور پراگندگی کی حالت میں عیدگاہ تشریف لے گئے۔ بہتیرا دل کو ذکر و فکر کیطرف لگایا مگر اطمینان نصیب نہ ہوا۔ نماز بھی ادا کی۔ لیکن بڑی بے مزگی اور بے لطفی سے۔ آخر اس اضطراب اور تذبذب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت عجز و انکساری کے ساتھ دُعا کی۔ کہ یا اللہ تو بیکسوں کا دستگیر اور بے چاروں کا چارہ گر ہے۔ تیری بارگاہ سے کوئی نا امید نہیں گیا۔ یا اللہ تو میری اس پریشانی کو دُور کر۔ اور میری تنگدلی اور تنگدستی کو جو میرے ذکر و فکر میں حارج ہو رہی ہے۔ رفع کر۔ دعا کر چکنے کے بعد جناب عیدگاہ سے اُٹھکر لئی ندی کے کنارہ پر جو قبرستان ہے۔ اُدھر تشریف لے گئے۔ اُس دن تازہ بارش ہوئی تھی۔ بارش کا پانی اونچی جگہ سے بہکر قبرستان کے درمیان سے ہو کر لئی میں گرتا تھا۔ جناب ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس کے ارد گرد چاردیواری تھی۔ پانی کی نالی کسی چیز کی وجہ سے رُک گئی تھی۔ اور چاردیواری پانی سے بھری تھی۔ جناب نے اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو یہ پانی قبر میں چلا جائے۔ اور قبر نیچے بیٹھ جائے۔ ایک لکڑی لے کر پانی کے گذرنے کا راستہ صاف کیا۔ جب پانی سب کا سب نکل گیا۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ جہاں سے پانی گذرتا تھا۔ وہاں کپڑے کی ایک پوٹلی بندھی پڑی ہے۔ جب اس کو کھول کر دیکھا۔ تو اس میں بہت

سے پونڈ (اشرفیاں) بندھی تھیں۔ جناب فرماتے ہیں۔ کہ ان اشرفیوں کو دیکھکر نفس پہلے تو بہت خوش ہوا۔ کہ اللہ تعالٰے نے دعا قبول فرمائی۔ مگر دل نے کہا۔ کہ اس مال کو لینا نہیں چاہیئے۔ یہ چوری کا مال ہے۔ کوئی چور کسی کا مال چرا کر یہاں دفن کر گیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالٰے کی طرف سے امتحان اور آزمائش ہو۔ غرض دل اور نفس کی بہت سی قیل و قال کے بعد یہی فیصلہ ہوا کہ اس مال کو نہیں لینا چاہیئے۔ چنانچہ جنابؒ نے اس مال کو بدستور باندھکر زمین میں جہاں کہ پہلے تھا دبا دیا۔ اور اوپر مٹی ڈال دی۔ اس واقعہ کے بعد جنابؒ کے دل کی وحشت اور پریشانی جاتی رہی۔ اور واپس عیدگاہ میں آکر پھر دعا کی۔ کہ الٰہی تو مجھ پر اپنے پاس سے فضل و کرم عطا فرما۔ اس قسم کے مال پر مجھے فریفتہ نہ کر۔ تیری بارگاہ میں کچھ کمی نہیں۔ اثناء دعا میں الہام ہوا۔ کہ یہ دعا قبول ہو گئی ہے اسی رات خواب میں جناب کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بڑھیا عورت ہاتھ میں جھاڑو لئے ہوئے جناب کی بیٹھک اور گھر کو صاف کر رہی ہے۔ جنابؒ نے اس کو فرمایا۔ کہ تو کون ہے۔ اور یہاں کیوں آئی ہے اور بے اجازت ایسا کیوں کرتی ہے۔ اس نے عرض کی۔ کہ آپ مجھے نہ دھتکاریں۔ میں اللہ تعالٰی کے حکم سے آئی ہوں۔ میں آپ کی خدمت کروں گی۔ آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں۔ میں آپ کے سامنے نہیں آؤنگی۔ آپ کے پس پشت رہ کر خدمت کرونگی۔ چنانچہ اس سے دوسرے دن ہی اللہ تعالٰی نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ اور اس قدر مال آگیا جس سے گھر میں بھی خوشحالی اور آسودگی ہو گئی۔ اُس دن سے آجتک پھر اللہ تعالٰی نے تنگی نہیں دکھائی۔ اور اب تو ماشاءاللہ یہ حالت ہے۔ کہ امیری فقیری کے لباس میں خدمت کر رہی ہے۔

جوانی کے زمانہ میں حضرت صاحبؒ قرآن مجید اس ترتیل اور خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے۔ کہ سُننے والوں کے دلوں پر برقی تاثیر ہوتی۔ اور رقت اور بیخودی کے آثار ظاہر ہوتے۔ جن دنوں میں سردار ایوب خاں صاحب کابلی راولپنڈی قیام رکھتے تھے۔ سردار صاحب موصوف کے ایک بھائی سردار محمد ابراہیم خاں جو جناب کا معتقد اور مخلص تھا۔ اور عموماً جناب کی خدمت عالیہ میں عیدگاہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کو اُن کے گھر ماتم پرسی کے موقعہ پر جانیکا اتفاق ہوا۔ اس وقت مجلس میں تمام کابلی افغان اور اُن کے علماء و فضلاء جمع تھے۔ لیکن سوائے گھر کے خاص اشخاص کے کوئی اور واقف نہ تھا۔ صاحب خانہ نے سب کو جناب کی نسبت واقف کرکے تعریف کی۔ سب نے بالاتفاق عرض کیا۔ کہ جناب بھی کچھ

قرآن مجید پڑھیں۔ اوّل تو آپ نے کچھ عذر پیش کیا۔ لیکن جب اُن کی آرزو کو زیادہ دیکھا۔ تو جناب نے صرف سورہ اخلاص پڑھی۔ سب پر بیحد رقت اور محویت طاری ہوگئی اور سب نے جناب کی قدمبوسی اور دست بوسی بھی کی۔ اور اخیر دم تک معتقد بنے رہے۔

مندرجہ بالا واقعہ کی نسبت جب سردار ایوب خاں کو علم ہوا۔ تو انہیں قرآن مجید سُننے کا بہت شوق ہوا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک خاص مصاحب کو روانہ کیا۔ جس نے عرض کیا۔ کہ سردار صاحب قرآن مجید سُننے کے بہت خواہشمند ہیں۔ تشریف لے چلیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا فقیر اس کا محتاج نہیں ہے۔ اُسے مال و متاع پر فخر ہوگا۔ میں اللہ تعالیٰ کی آیات بیچنے کے لئے نہیں آسکتا۔ جب سردار ایوب خاں کو علم ہوا۔ تو انہوں نے سردار محمد ابراہیم سے سفارش کی کہ آپ حافظ صاحب کو ضرور یہاں لائیں۔ چنانچہ سردار صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ حضور، میری خاطر آپ تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آپ مجھے اس امر کیلئے مجبور نہ کریں۔ میں کسی لالچ کے بدلے وہاں نہیں جاسکتا۔ اگر سردار صاحب کو شوق ہے۔ تو خود یہاں آویں۔ چنانچہ سردار صاحب عیدگاہ حاضر ہوئے۔ قدمبوسی اور دست بوسی کے بعد عرض کیا۔ کہ حضور میری کیا مجال ہے کہ حضور کو کوئی تکلیف دوں۔ آپ نے سردار صاحب کو چند نصیحت آمیز کلمات فرمائے جس سے سردار صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ بعدہٗ آپ نے قرآن شریف کا ایک رکوع پڑھکر سنایا۔ جس سے سردار ایوب خاں صاحب پر وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ اور اخیر دم تک معتقد رہا۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا ہے۔ حضرت صاحبؒ دنیادار، امیروں اور دولتمندوں کی مجلس اور اُن کی آمد و رفت کو چنداں پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور اگر اتفاق ہو بھی جاتا۔ تو بہت جلدی دعائے خیر فرما کر رخصت فرما دیتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ خاکسار جناب کی خدمت عالیہ میں بمقام راولپنڈی حاضر تھا۔ کہ مہاراجہ پرتاپ سنگھ والئے کشمیر کے ایک مصاحبؒ[1] کی طرف سے جو جناب کا نہایت ہی معتقد اور مخلص تھا۔ بدیں مضمون خط آیا۔ کہ چند دن کے بعد مہاراجہ صاحب والئے کشمیر راولپنڈی تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ وہاں پہنچکر ان کا ارادہ ہے۔ کہ جناب کی زیارت سے بھی مستفیض ہوں۔ ان کے آنے تک حضور دولت پر ہی تشریف رکھیں۔ تاکہ مہاراجہ

[1] ان کا نام مسمیٰ غلام محمد تھا ۱۲

صاحب جناب کی زیارت و ملاقات سے بہرہ مند ہو سکیں۔ اس صاحب کا خط پڑھ کر جناب دیر تک خاموش رہے۔ اور غور و تفکر کے بعد فرمایا۔ کہ فقرا کے ساتھ مہاراجوں کا کیا کام۔ اور فقرا کو مہاراجوں کے ساتھ کیا واسطہ۔ مہاراجہ صاحب کے راولپنڈی پہنچنے سے ایک دو دن اول ہی جناب اس خاکسار کو ہمراہ لے کر گوجرخان کے دوستوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے پنجاب کے علاقہ کی طرف سیر و سیاحت کے لئے چلے گئے۔ حتیٰ کہ مہاراجہ صاحب راولپنڈی تشریف لا کر اور انتظار کر کے واپس چلے گئے۔ تب جناب نے بھی مراجعت فرمائی بعض دوستوں نے مہاراجہ صاحب کے شوق ملاقات کا تذکرہ کیا۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کی ملاقات اور انکی مجلس میں بیٹھنا سراسر فتنہ و فساد کا باعث ہوتا ہے۔ حتی المقدور ان سے بچنا چاہیئے۔

سفر حج

ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے خود ہی بیان فرمایا۔ کہ جب پہلی دفعہ حج بیت اللہ شریف کے ارادہ پر مکہ معظمہ کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ تو صرف مولوی فیروز دین صاحب مرحوم ہی میرے ہمراہ تھے۔ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف جانے کی تیاری کی۔ تو سُنا گیا۔ کہ بعض وجوہات کی بنا پر حکومت نے مدینہ منورہ کی طرف سفر کرنے کا حکم امتناعی جاری کر دیا ہے۔ اور کسی حاجی کو جانے کی اجازت نہیں ملتی۔ یہ سُنکر دل نہایت ہی بیقرار ہوا۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرنے کا ارادہ تھا۔ خیال آیا۔ کہ شائد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقیر پر ناراض ہیں۔ اسی وجہ سے حاضر ہونے سے محروم کر دیا گیا ہوں۔ طبیعت نہایت ہی بے چین ہو گئی اس حیرانی و پریشانی میں نیند اڑ گئی۔ ہر وقت گریہ و زاری رہتی۔ ایک رات تہجد کے وقت بحالت مراقبہ اسی خیال و تصور میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف مبارک لائے ہیں۔ اور بڑی مہربانی و شفقت سے فرماتے ہیں۔ کہ حافظ صاحب آپ گھبرائیے نہیں۔ اس وقت واپس جانا ہی بہتر ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ پھر آپ کو بلائیں گے۔ تسلی رکھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی سے دل کو تسکین ہو گئی۔ اور حسب ارشاد فقیر واپس چلا آیا۔ لیکن محبت کی آگ برابر لگی ہوتی تھی۔ جب تک قدمبوسی ہو جاتی۔ اس دل بیقرار کو قرار کیسے آسکتا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد

دوسری بار جب حج کے لئے ارادہ ہوا تو اُس کی کیفیت یوں حضرت صاحبؒ نے بیان فرمائی
کہ حاجی نوردین صاحب مرحوم سوداگر چرم ساکن پشاور اور ان کی والدہ ماجدہ اور چند اور دوست
حج کے ارادہ پر راولپنڈی حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم حج کیلئے چلے ہیں۔ آپ بھی ہمارے
ہمراہ تشریف لے چلیں۔ آپؒ نے فرمایا۔ کہ ابھی میرا ارادہ نہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلائینگے
تب جاؤں گا۔ آپ جائیں اور میرے لئے دُعا کریں۔ غرض وہ دوست بمبئی پہنچ گئے۔ وہاں پہنچکر
پھر انہوں نے لکھا۔ کہ جناب تشریف لے آویں اور بذریعہ تار مطلع فرماویں۔ تاکہ آپکے لئے ٹکٹ خرید
لیا جاوے۔ ابھی جہاز کی روانگی میں چند دن باقی ہیں جنابؒ نے پھر بھی تار میں یہی جواب دیا۔ کہ میرا
ابھی ارادہ نہیں ہوا۔ میرا ٹکٹ نہ خریدیں۔ اسی رات تہجد کی نماز کے بعد آپ اسی فکر و خیال میں
سو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ جناب فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور
بڑی محبت و شفقت سے میرے سر پر بوسہ دیکر فرماتے ہیں۔ کہ حافظ صاحب تعالٰی یعنی حافظ
صاحب آجاؤ۔ اس کے بعد حضرت صاحبؒ بیدار ہوئے۔ اور فوراً تیاری کر دی۔ گھر کے لوگ حیران تھے
کہ اسقدر جلدی ارادہ ہو گیا۔ فرطِ شوق و محبت کے سبب آپکے آنسو جاری تھے۔ اُسی دن تھوڑا
سا ضروری سامان لیکر اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ یہانتک کہ شہر کے کسی دوست کو بھی اطلاع تک نہ
ہوئی۔ حاجی نوردین صاحب کو بمبئی تار دی۔ کہ میرا ٹکٹ خرید لیں۔ میں بھی آرہا ہوں۔ بمبئی پہنچکر ایک
دن قیام رہا۔ جہاز تیار تھا۔ بہت جلد سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالٰی کی شان۔ جب جہاز عین
وسط سمندر میں پہنچا۔ نہایت طوفان آگیا جس سے جہاز کا چلنا مشکل ہو گیا۔ ساتھ ہی جہاز کے تہ
خانوں میں جو سامان از قسم تیل و رنگ و روغن تھا۔ اُس میں آگ لگ گئی۔ آگ کے شعلے جہاز سے نکل
نکل کر آسمان تک جلتے تھے۔ اور سب دھواں دھار ہو گیا۔ کپتان نے جہاز کا لنگر ڈال دیا۔ اور جہاز کھڑا
کر دیا۔ اسوقت حاجیوں کی عجیب کیفیت تھی۔ کوئی بال بچوں کو یاد کر کے روتا۔ اور کوئی اپنے مکانوں
اور مال و متاع کو یاد کر کے واویلا کرتا۔ کوئی اپنی بے وقت موت کو سامنے دیکھکر بیہوش ہو کر گر پڑتا
ہر طرف سے یالطیف یالطیف کا شور برپا تھا۔ کپتان نے تمام حاجیوں کو ایک ایک لائف بلٹ دکاک (
دیدیا۔ کہ اس کو اپنی کمر میں باندھ لیں۔ حضرت صاحب کے پاس بھی ایک کاک لیکر حاضر ہوا حضرت
صاحب نے پوچھا۔ کہ اس کا کیا فائدہ؟ اُس نے کہا۔ کہ اس کے باندھنے سے چوبیس گھنٹے تک آدمی

ڈوبتا نہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ مروت نہیں۔ میں تمام حاجیوں سے پہلے اپنی جان دینے کو تیار ہوں وہ اس بات کو سُنکر متعجب ہوا۔ اور کاگ واپس لے گیا۔ پھر حضرت صاحب نے حاجیوں کو نصیحت فرمائی۔ کہ اے اہل جہاز سنو۔ اب مال ومتاع اور بال بچوں کو یاد کرنیکا وقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنیکا وقت ہے۔ اس وقت دو قسم کی موت سامنے ہے۔ دیکھئے خالق اب کس قسم کی موت مارتے ہیں۔ آگ میں جلاتے ہیں۔ یا پانی میں ڈبوتے ہیں۔ ایسے حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ تاکہ غفلت میں جان نہ نکلے۔ اس نصیحت کے بعد آپ الگ ہو کر جہاز کی اوپر کی منزل پر چلے گئے۔ اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ نوافل کے بعد آپ مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔ اور اسی حالت میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بزرگ نورانی صورت نفیس لباس پہنے آپ کے پاس آئے اور فرمایا۔ کہ حافظ صاحب السلام علیک۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو السلام علیکم فرماتے ہیں۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ آپ کا آنا مبارک ہو۔ حضرت صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضرت جہاز کا یہ حال ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ آگ بجھ گئی ہے۔ فکر نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ضرور حاضری ہوگی۔ کیونکہ حضور ہی کے بلائے ہوئے آپ آئے ہیں۔ اتنی بات کہکر جب وہ جانے لگے۔ تو حضرت صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضرت آپ کی کیا تعریف ہے۔ اپنی کیفیت و حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب مجھ ہی کو عبد القادر کہتے ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے باہر کے خاص خاص دوستوں اور محبوں کی حضوری کی جانب سے مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ کام میرے سپرد ہوا ہے۔ اُن کے جانے کے بعد حضرت صاحبؒ نے اللہ کریم کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمانے لگے۔ کہ لوگو مبارک ہو۔ آگ بجھ گئی۔ اسوقت شعلوں کا حال بدستور تھا۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ جناب آگ اسیطرح ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آگ بجھ گئی ہے۔ آپ یہ فرما ہی رہے تھے۔ کہ ایک دفعہ ہی نہایت سخت دھما کا نکلا اور معلوم ہوا کہ آگ کے شعلے آسمان کی طرف چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد آگ بالکل بجھ گئی۔ لوگوں کی جان میں جان آئی۔ جو لوگ جہاز میں موجود تھے۔ سب نے اپنے اپنے گھروں میں بذریعہ تار وخطوط اطلاع دی۔ کہ جہاز کا حال خطرناک ہو گیا تھا۔ مگر حضرت صاحب کی دعا وبرکت سے صحیح وسالم کنارہ تک پہنچ گیا۔ سب کے سب حضرت صاحب کے معتقد ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ بخیر وعافیت مقامات مقدسہ زادھما

اللہ سرہٗ وکرامۃ کے فیوض و برکات سے سرفراز و ممتاز ہو کر واپس تشریف لائے۔

نیز آپ نے فرمایا۔ کہ مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر پہنچکر یہ کیفیت ہوگئی کہ وہاں سے ایک لمحہ بھی جدائی گوارا نہ ہوتی تھی۔ روزانہ یہی دعا مانگتا کہ الٰہی اب مجھے واپس مت لیجا۔ میں تیرے حبیب کے قدموں میں ہی مرنا پسند کرتا ہوں۔ میری موت مدینہ منورہ میں ہی واقع ہو۔ تاکہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُٹھوں۔ مسجد مبارک نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عشاء کی نماز کے بعد ایک بزرگ نورانی صورت نے حضرت صاحب کی ملاقات کی۔ اور فرمایا۔ کہ حافظ صاحب کیا آپ نے ہی یہ دعا کی تھی۔ کہ میری موت مدینہ منورہ میں واقع ہو۔ حضرت صاحب نے کہا۔ کہ ہاں۔ تو اس بزرگ نے فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ حافظ صاحب سے کہدو۔ کہ واپس ہند تشریف لیجاویں۔ ابھی انکے وجود سے بہت سی خلق خدا فیضیاب و مستفیض ہوگی۔ اور اُنکی قبر بھی وہیں ہوگی چنانچہ قبر کی جگہ بھی اسیوقت دکھادی گئی۔ جہاں اب روضہ بن چکا ہے۔ جسمیں حضرت صاحب کے بڑے صاحبزادہ مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم نے آپ سے پسند سنی کی۔ اور اپنے لئے جائے قرار بنالی۔ اللھم اغفر لہٗ۔ پھر حضرت صاحب نے اس بزرگ سے عرض کیا۔ کہ جناب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کیوں نہیں فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اسمیں کوئی خاص حکمت ہوگی جس کا راز پھر کسی وقت ظاہر ہوگا۔ الحمد للہ کہ وہاں سے واپس آنے پر آجتک لاکھوں خلق خدا مستفید و مستفیض ہوئی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ موجودہ روضہ میں جب حضرت صاحب نے اپنے لئے جگہ وقف کی۔ تو شہر کے ایک مولوی جس کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ جو ہمیشہ حسد کیا کرتا ہے۔ یہ بات پھیلانی شروع کردی۔ کہ حافظ صاحب کو کیا غیب کا علم ہے۔ کہ اُنکی موت راولپنڈی ہی ہوگی۔ اور آیا اسی جگہ دفن کئے جائینگے۔ حضرت صاحب نے جب یہ بات سُنی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبر کی جگہ بتلا دی ہوئی ہے۔ آپ کا فرمان مبارک کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ میری قبر اسی روضہ میں ہوگی چنانچہ آج آپکے وصال کے بعد آپکی قبر ٹھیک اسی جگہ بنائی گئی ہے جو آپنے اپنی زندگی میں اپنے لئے وقف کردی تھی۔ اب مولوی صاحب مذکور اپنے کئے پر پشیمان ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ افسوس ہم تمام عمر غفلت میں رہے۔ ہمنے حافظ صاحبؒ کو نہ پہچانا۔ غرضیکہ آپکے اقوال کو اللہ کریم نے سچا کر دکھایا۔ اور آپکی قدر و منزلت آپکے وصال کے بعد معلوم ہو رہی ہے۔

باب دوم (۲) فیوض و برکات

کشف و کرامات

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بیان کشف و کرامات سے پیشتر بالاختصار یہ واضح کر دیا جاوے۔ کہ کشف و کرامت کیا چیزیں ہیں اور یہ کن لوگوں کو عطا فرمائے جاتے ہیں۔

کشف خاصانِ خدا کی ایک روحانی حالت کا نام ہے۔ جو صدیقین اور مقربین بارگاہِ لم یزلی کا حصہ ہے وہ ایک نور ہے جو نفس کے تمام صفات ذمیمہ سے پاک صاف ہو جانے پر قلب مومن میں پیدا و ہویدا ہوتا ہے جس کے ذریعہ سے ان حقائق و معارف کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ جن کا پہلے اسے صرف سماعی علم تھا۔ اور غیر واضح طور پر ان کو سمجھتا تھا اس مقام میں ان تمام مشکلات کے عقدے حل ہو جاتے ہیں جن کو وہ اپنے علوم کسبیہ کی وساطت سے نہیں سمجھ سکتا۔ اسی مقام کا نام معرفت حقیقی ہے۔ اور یہی کشف ہے۔ الغرض مکاشفہ سے مراد یہ ہے کہ لوازم بشریت کا حجاب دُور ہو کر حقیقت اصلیہ ایسے واضح طور پر عارف کامل کیلئے کھول دی جاتی ہے۔ کہ وہ انہیں بالکل کھلم کھلا دیکھتا ہے جس میں شک و شبہ کو کسی قسم کا مطلقاً دخل نہیں ہوتا۔ اور یہ مرتبہ بغیر فنافی الرسول ہونے کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ علم خفی ہے جس کے متعلق جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ان من العلم کھیئات المکنون لا یعلمہ الا اھل المعرفۃ باللہ تعالیٰ فاذا انطقوا بہ لم یجھلہ الا اھل الاغترار باللہ تعالیٰ ولا تحقروا عالماً اٰتہ اللہ تعالیٰ علما منہ فان اللہ تعالیٰ لم یحقرہ اذ اٰتہ العلم۔ یعنی بے شک ایک حصہ علم کا وہ ہے جو بطور اسرار مخفیہ رکھا گیا ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ کے عارف ہی حاصل کر سکتے ہیں جب وہ لوگ اس علم کو الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں تو صرف جاہل و مغرور آدمی اس کا انکار کیا کرتے ہیں۔ تم ایسے عالم کی تحقیر مت کرو جس کو خداوند کریم نے یہ علم دیا ہو۔ کیونکہ جب خداوند کریم

نے اس کو علم دیا تو اس کو حقیر نہیں رہنے دیا۔

یہی علم تھا کہ حضرت امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں منبر پر عین خطبہ جمعہ پڑھنے کی حالت میں اپنے سپہ سالار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو جو ملک شام میں کفار کا مقابلہ کر رہے تھے زور سے پکار کر فرمایا "یا ساریۃ الجبل" چنانچہ اُدھر حضرت ساریہؓ نے بھی آپ کی آواز سُنی اور اس پر عمل کیا اور دشمنوں پر فتح پائی چنانچہ جب اس غزوہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے بعینہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی آواز یا ساریۃ الجبل کے لفظوں سے سنی اور اس معاملہ کی پورے طور پر تصدیق ہو گئی۔ اسی طرح ایکمرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن مجید تلاوت فرما رہے تھے کہ ایک صاحب داخل ہوئے آپ نے دیکھکر فرمایا۔ کہ تم فلاں فعل کر کے آئے ہو اس شخص نے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام کیفیت جو اس شخص کے ساتھ گزری بیان کر کے فرمایا کہ کیا ایسا ہوا ہے یا نہیں اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں ایسا تو ہوا ہے پھر اس شخص نے کہا کہ کیا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد پھر وحی نازل ہونے لگی جس سے آپ کو یہ خبر حاصل ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں وحی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ مگر آپ نے ارشاد فرمایا ہے اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نور سے اشیاء کا معائنہ کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے بے شمار واقعات خاصانِ بارگاہِ ربانی سے منقول ہیں اور یہی کشف ہے۔ نیز ارشاد ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم یعنی جو زیادہ متقی ہے وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ کرامت والا ہے تو حسب مقتضائے وقت وصلاحیت اولیاء اللہ کو ایسے امور جو انسانی قدرت سے فوق ہوں انکی قدرت اور تصرف کی اجازت عطا فرمائی جاتی ہے۔

کرامات مافوق العادۃ آثار و کمالات یا خوارق عادات جو کسی ولی اللہ سے صادر ہوں ان کو کرامات کہتے ہیں۔ اور یہ کرامات یا خوارق عادات محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب کرامت کے متقرب الی اللہ ہونے اور اس اعزاز کا جو بارگاہ رب العلمین میں ولی اللہ کو حاصل ہوتا ہے گویا ان کے اظہار کیلئے ہوتے ہیں۔ خوارق عادات اور کرامات اولیاء اللہ مسلمانوں کے نزدیک جائز اور ممکن ہیں۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سبب اور مسبب کا تعلق ممکن ہے۔ اور سبب کے بغیر مسبب کا وجود میں آنا

عادت الٰہیہ میں جاری ہے سو مسلمانوں کو اپنے اس عقیدہ صحیحہ پر راسخ و مستحکم رہنا چاہئے۔ کیونکہ حق جس کے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور جس کے تمام مسلمان اہل سنت الجماعت معتقد ہیں یعنی کہ خوارق عادات یا کرامات اولیاء اللہ حق ہیں اور ثابت ہیں۔ کیونکہ صحابہ اور تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم میں اس امر کو بہ تواتر تسلیم کیا گیا ہے۔ اور جس کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ ثبوت خوارق عادات کو قرون ثلاثہ نے تسلیم کیا چنانچہ آجتک تمام اہل اصول، فقہا، محدثین متکلمین کا یہی اعتقاد و مذہب ہے اور اسی اعتقاد پر تمام مسلمان آج بھی ثابت و قائم ہیں۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ رنگون ملک برہما تشریف لیگئے۔ خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ صوفی عبد الرحمن صاحب جو حضور کے اجل و اکمل خلیفہ ہیں۔ اور ان دنوں انسن علاقہ رنگون کے ورکشاپ میں فٹر کا کام کرتے تھے کے مکان پر قیام فرما تھے۔ ایک رات آپ تہجد کی نماز کے لئے اُٹھے۔ تو صوفی صاحب نے وضو کرایا۔ وضو فرمانے کے بعد جب نماز کے لئے تیار ہوئے۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ خدا خیر کرے۔ راولپنڈی میں فساد ہوتا نظر آرہا ہے۔ چنانچہ چند دن بعد جناب صاحبزادہ صاحب مولینا مولوی عبد العزیز صاحبؒ کا خط آگیا جس میں راولپنڈی کے فساد کی خبر درج تھی۔

اسی طرح ایک اور دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ آپ ملک برہما تشریف لیگئے۔ ابھی چند دن ہی قیام فرمایا تھا۔ کہ جناب نے جلد واپس آنیکا ارادہ فرمالیا۔ وہاں کے دوستوں نے زیادہ دن ٹھہرنے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ کہ دل یہی چاہتا ہے۔ کہ بہت جلد واپس چلے جاویں۔ اسمیں خالق کی کوئی حکمت ہوگی۔ چنانچہ جناب نے دوستوں کے اصرار کے باوجود واپسی کا ارادہ کرلیا۔ راولپنڈی شریف پہنچنے کی دیر تھی۔ کہ تمام پنجاب میں فساد برپا ہوگیا۔ متعدد اسٹیشن جلا دیئے گئے۔ تاریں توڑ دی گئیں۔ آمد و رفت کا سلسلہ بند ہوگیا۔ اور چند مدت تک وہ تباہی رہی۔ کہ الاماں۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ سید پور جو راولپنڈی سے جانب شمال پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ تشریف لیگئے۔ اس وقت مستری عبد اللہ صاحب مرحوم بھی ہمراہ تھے۔ جمعہ کا دن تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آج جمعہ اس پہاڑ کے درہ میں پڑھیں گے۔ ارد گرد علاقہ کے تمام دوست جمع ہوگئے۔ جمعہ کے وقت عجیب ہی نظارہ تھا۔ جناب حضرت صاحبؒ نے ایک اونچی سل پر جو اس وقت قدرتی طور پر منبر کا کام دے رہی تھی۔ کھڑے ہو کر پہلے وعظ ایسے دلکش پیرایہ میں فرمایا۔ کہ تمام نمازی زار زار

روتے تھے۔ وعظ کے بعد آپ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ ادا فرمائی چونکہ جگہ ناہموار تھی۔ اسلئے دوست دُور دُور تک جہاں جہاں اُنکو جگہ ہموار ملی۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھے۔ اللہ اکبر کی تکبیروں سے پہاڑ گونج اُٹھے۔ شام تک تسبیح وتہلیل میں مشغول رہے۔ شام کی نماز بھی وہاں ہی ادا کی گئی۔ رات کو سیف علی پٹواری کے ہاں دعوت تھی جب کھانا سامنے آیا۔ تو آپ نے فرمایا یہ کھانا مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ میزبان تو شرم کے مارے بول نہ سکا۔ البتہ وہاں کا قاضی جو فقرا سے بدظن تھا۔ جھٹ بول اٹھا۔ سُبحان اللہ۔ آپ اگر فقیر ہیں۔ تو اس پٹواری کے حق میں دعا کریں کہ خدا اس کو لڑکا عطا فرماوے۔ قاضی صاحب کی بات سُن کر جناب کی طبیعت میں کچھ جلالیت آگئی فرمایا۔ کہ خالق کے نزدیک یہ کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ لڑکا ہی ہوگا۔ قاضی صاحب ایسی باتوں کا کہاں اعتبار کرتے تھے۔ کہنے لگے۔ کہ آپ لکھ دیجئے چنانچہ آپ نے لکھدیا۔ کہ لڑکا ہی ہوگا اس وقت پٹواری کی بیوی کو حمل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مدت حمل گذرنے کے بعد لڑکا ہی عطا فرمایا۔ قاضی صاحب اس واقعہ سے معتقد ہو گئے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحب چورہ شریف بتقریب سید عُرس شریف تشریف لیگئے۔ جناب کے ہمراہ اور بھی بہت سے دوست تھے۔ جب گاڑی قطبال اسٹیشن سے کچھ آگے نکل گئی۔ لائن کی شہتیریاں ٹوٹ گئیں جن کے باعث انجن لائن سے پھسل گیا۔ اور گاڑیوں کا سلسلہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔ سخت زور کا دھماکہ نکلا جس کو سُنکر تمام مسافروں کے دل دہل گئے۔ اور حواس باختہ ہوگئے حضرت صاحب و دیگر دوست اس وقت مراقبہ کی حالت میں محو تھے۔ کہ ناگاہ سب کے سب جھٹکے کے باعث گاڑی کے اندر گر پڑے۔ حضرت صاحب یہ حال دیکھکر سب سے پہلے کھڑکی کی طرف آئے اور منہ باہر نکال کر دیکھا۔ تو عجب سمان تھا۔ کہ اگلی گاڑیاں یکے بعد دیگرے ریل کی پٹری سے الگ ہو کر ایک نہایت گہری غار میں گر رہی ہیں۔ اور ایک دوسری پر گر کر ریزہ ریزہ اور چورہ چورہ ہو رہی ہیں۔ آپ سب سے پچھلی گاڑی میں سوار تھے۔ ایسی حالت میں کھڑکی سے چھلانگ لگا کر اترنا بھی نہایت مشکل تھا۔ اتنے میں جناب والی گاڑی بھی اس گہرے گڑھے کے دہانہ پر پہنچ گئی۔ قریب تھا۔ کہ وہ بھی الٹ کر اس میں گر پڑے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آدھا حصہ

گاڑی کا اس خندق کے پار ٹھہر گیا۔ اور آدھا حصہ خندق کے دہانہ پر ہوا میں معلق رہا۔ اور ایک دم گاڑی کھڑی ہو گئی۔ سب سے اول جناب ہی گاڑی سے اترے۔ اس کے بعد باقی دوست نکل آئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سب دوستوں کی جانیں بچائیں۔ گرد و نواح کے لوگ اور انگریز بھی جمع ہو گئے۔ اور اس نظارہ کو دیکھ کر کہتے تھے۔ کہ اس آخری گاڑی میں ضرور کوئی اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ ہو گا جس کی طفیل یہ گاڑی صحیح و سالم رہی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں ان سب ذاکروں کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل و کرم کیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحب رح کا موضع بڑکی متصل گوجر خاں ایک دوست راجولی درزی کے ہاں قیام تھا۔ رات کو ذکر کے حلقہ اور مجلس سے فارغ ہو کر سوئے ہی تھے۔ کہ رات کے دو بجے کے قریب نیند سے بیدار ہو کر بغیر اس کے کہ کسی کو اطلاع دیں۔ آپ تن تنہا اسٹیشن گوجر خان پر تشریف لے گئے۔ جب دوستوں نے اٹھ کر موجود نہ پایا۔ تو حیران ہو کر ادھر اُدھر تلاش کرنے لگے ایک شخص نے کہا۔ کہ میں اسٹیشن کی طرف سے آ رہا ہوں۔ میں نے راستہ میں اس قسم کی شکل و شباہت کے بزرگ کو جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ دوست سب اسٹیشن پر پہنچے تو دیکھا۔ کہ آپ گاڑی کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔ عرض کیا۔ کہ حضرت یہ کیا واقعہ ہے۔ اتنی جلدی واپس تشریف لے جانے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا۔ کہ میرا بہت جلدی واپس جانا ہی اچھا ہے۔ مجھے نہ روکو۔ غرض دوست خاموش ہو گئے۔ جب حضرت صاحب رح گھر پہنچے۔ دیکھا۔ تو جناب مولٰینا مولوی عبدالرحمٰن صاحب بخار میں سخت بیمار ہیں۔ اور بیہوش پڑے ہیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ میرے جلدی ہمو قعہ آنے کا باعث یہ ہی تھا۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ مجھے فرمان ہوا۔ کہ مولوی صاحب اس وقت سوہاوہ جاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور جمعہ کے دن وہاں جاؤں گا۔ فرمایا نہیں۔ جس طرح کہا جاتا ہے۔ عمل کرو۔ چنانچہ حسب ارشاد اسی وقت گاڑی پر سوار ہو کر شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کے گھر پہنچا۔ دیکھا تو ان کی والدہ درد سر سے سخت تکلیف میں ہے۔ میں نے السلام علیکم کے بعد کہا۔ کہ مائی جی۔ اٹھو۔ مجھے حضرت صاحب نے روانہ کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ درد کی وجہ سے اٹھ نہیں سکتی تھی۔ لیکن حضرت صاحب کا نام سنتے ہی چارپائی

پر بیٹھ گئی۔ میں نے کلام الٰہی پڑھ کر دم کیا جوں جوں دم کرتا جاتا تھا۔ درد سے آرام آتا گیا۔ حتیٰ کہ بالکل تندرست ہو گئی۔ اور بہت بہت دعائیں دیں۔ غرضیکہ آپ کے جلدی بھیجنے میں یہی مصلحت تھی۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جناب صاحبزادہ حضرت مولانا مولوی عبدالرحمن صاحب مدظلہٗ نے موضع چوہڑ کی طرف سیر کا ارادہ کیا۔ ایک دوست اتفاقاً اسی وقت موٹر کار لے کر آ گیا۔ اور اُس نے عرض کیا کہ اس کار پر تشریف لے چلیں۔ مولانا صاحب مجھے بھی ہمراہ لیکر کار پر سوار ہو گئے۔ چلتے چلتے جب کار ریل کے پل پر سے گذری۔ تو اتفاقیہ وہ کار خراب ہو گئی۔ اور رفتار کے قابل نہ رہی۔ ہم کار سے اُتر پڑے حیران تھے۔ کہ اب کیا کیا جاوے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک دوست جلال دین ٹانگہ دوڑائے آ رہا ہے۔ جلال دین سے دریافت کیا۔ کہ کس طرف جا رہے ہو۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ آپ کی روانگی کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ جلال دین ٹانگہ لے کر مولوی صاحب کے پیچھے جاؤ۔ یہ سیدھی سڑک چھوڑ کر ریل کے پل کی طرف جانا۔ موٹر کار ٹھیک نہیں تھی۔ مولوی صاحب کو پیدل چلنے میں تکلیف ہو گی۔ حضور علی کے فرمان کے بموجب میں ٹانگہ دوڑاتا ہوا آیا ہوں۔ باقی کا سفر چنانچہ ہم نے ٹانگہ پر ہی کیا۔ حافظ دین محمد صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں بھی اس وقت ہمراہ تھا۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایکدفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں ایک شخص بیعت کیلئے حاضر ہوا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ تو نے پہلے بیعت کی ہوئی ہے۔ دوبارہ بیعت کی کیا ضرورت ہے اُس نے کہا۔ کہ یا حضرت میں نے کسی جگہ بھی بیعت نہیں کی۔ حضرت صاحب نے غصہ آمیز لہجہ سے فرمایا۔ کہ تو غلط کہتا ہے۔ تو سید حیدر شاہ صاحب جلالپوری کا مرید ہے۔ تم اُن سے کیوں بدعقیدہ ہو گئے ہو۔ جاؤ وہاں ہی جاکر توبہ کرو۔ غرضیکہ آپ نے اُسے بیعت نہ کیا اور مجلس سے نکال دیا۔ اُس کے جانیکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ میں سوچ ہی رہا تھا۔ کہ یہ شخص کہاں بیعت ہے کہ ناگاہ میرے سامنے شاہ صاحب کی روح مبارک حاضر ہوئی۔ فرمایا کہ حافظ صاحب اس شخص کو میں نے مردود کر دیا ہے۔ یہ بہت بے ادب اور گستاخ اور بدعقیدہ ہے۔ آپ اس کو ہرگز قبول نہ فرماویں۔ اللہ تعالیٰ بے ادبی اور بداعتقادی سے بچاوے۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا

ملاقات کے بعد حضور عالی نے فرمایا کہ آج سید حیدر شاہ صاحب جلالپوری کا انتقال ہو گیا ہے
اور شاہ صاحب نے جاتے وقت فقیر کو فرمایا ہے کہ حافظ صاحب ہم اب جاتے ہیں۔ آپ ابھی ہمارے
بعد کچھ مدت رہو گے۔ اور جاتی دفعہ ایک ٹوپی بھی عنایت کی۔ اور چند مفید باتیں بھی فرمائیں۔ جن
کا اظہار مناسب نہیں چنانچہ اس روحانی رابطہ کی وجہ سے شاہ صاحب کے چند ایک خاص دوست
حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صاحب کمال ہو کر اجازت وخلافت سے سرفراز
ہوئے جن میں سے ایک سید حاکم شاہ صاحب ساکن وڑانچانوالہ ضلع گجرات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں
جن کی توجہ سے بہت مخلوق فیض یاب ہو رہی ہے۔ جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے
ہی ان کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور باطن میں تڑپ اور سوز اور درد کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اسی طرح
جب میاں محمد صاحب ساکن کھڑی متصل جہلم مصنف سیف الملوک اور قاضی صاحب ساکن آئی اعوان
شریف والوں کا انتقال ہوا۔ تو ہر دو موقعہ پر حضرت صاحب نے دوستوں کو ان صاحبان کے وصال کی
اطلاع دیدی تھی۔ کہ یہ صاحبان بھی جاتی دفعہ ملاقات کر گئے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔
کرکاغان کے علاقہ کا رہنے والا ایک دوست غلام علی نام جو بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ملاقات کے لئے حاضر
ہوا۔ ملاقات کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ تمہارا ملک سنا ہے۔ بہت اچھا ہے۔ آپ کے ملک کی سیر کو دل
بہت چاہتا ہے۔ کبھی ہمیں بھی وہاں لے چلو۔ وہ دوست نہایت خوش ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ حضور کی
نہایت ہی شفقت اور عنایت ہوگی۔ ضرور تشریف لے چلیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ بھائی ہم ضعیف
اور کمزور ہو گئے ہیں۔ موٹر یا تانگہ کے بغیر سفر نہیں کر سکتے۔ کس طرح لے جاؤ گے۔ اس نے عرض
کیا۔ کہ حضرت جہاں تک تانگہ وغیرہ جاتا ہے۔ وہاں تک لے جائینگے۔ اس سے آگے اپنے کندھوں
پر اٹھا کر حضور کو لے چلیں گے۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ حضور نے فرمایا۔ تمہاری محبت
ظاہر ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو زیادہ زیادہ محبت بخشے۔ ہم آپ کے ملک کو کشفی حالت میں کئی دفعہ
دیکھ چکے ہیں۔ اس ضعیفی میں وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔ بھلا سنو۔ وہاں فلاں جگہ دریا بہتا ہے
اس کے کنارے کنارے خوب عمدہ سڑک جاتی ہے۔ سڑک پر فلاں جگہ ایک بڑا درخت ہے۔ جس کے
نیچے بہت سی بکریوں کے ریوڑ دوپہر کے وقت جمع ہو جاتے ہیں۔ فلاں مقام پر آپ کا گاؤں ہے۔

غرض آپ نے جب تمام حالات بیان کئے۔ تو وہ تمام کیفیت سُن کر حیران ہوا۔ اور آپ کے اس کشف کے باعث اُن کے اعتقاد و محبت میں بہت اضافہ ہوگیا۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ عرض کیا کہ گھر سے آئے دو تین دن ہو گئے ہیں۔ اجازت فرماویں۔ تو گھر چلا جاؤں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ آج نہ جاؤ۔ میں خاموش ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد میں نے دوبارہ عرض کیا۔ جس پر حضور نے فرمایا۔ کہ دل نہیں چاہتا۔ کہ آج آپ جائیں۔ مگر آپ کی مرضی۔ میں جب اسٹیشن پر پہنچا۔ تو پیچھے سے حضور نے ایک دوست کو روانہ کیا۔ کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ واپس آجاؤ۔ آج گھر نہ جاؤ۔ چنانچہ میں واپس حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ دوسرے دن حضور نے خود ہی اجازت فرمائی۔ جب گھر آیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کل میرا ایک بھائی گھر آیا ہوا تھا۔ اور بہت بیہودہ بکواس کر کے چلا گیا۔ میرے اُس روز گھر نہ آنے کے باعث فتنہ و فساد ٹل گیا۔ ورنہ ممکن تھا۔ میں بھی گھر ہوتا۔ تو فی مابین زیادہ فساد کی نوبت پہنچ جاتی۔ اور بہت نقصان ہوتا۔ حضور کے فرمان کے بموجب کتنی بلا ٹل گئی۔

نیز مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں اور بہت سے دوست حضرت صاحب کی مجلس میں حاضر تھے۔ تہجد کا وقت تھا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ مستری عبداللہ صاحب دوستوں کے لئے پلاؤ پکا رہے ہیں۔ صبح دوستوں کو یہی کھلائینگے۔ مستری عبداللہ صاحب کوٹلی مُحمّراوال ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے حضرت صاحب کے نہایت ہی مخلص اور مقرب اور متواضع اور خدمتی دوست تھے۔ اور قلعہ کے ورکشاپ میں کام کرتے تھے۔ ان دنوں موضع مریڑ حسن میں رہا کرتے تھے۔ غرض ابھی اشراق کا وقت نہیں ہونے پایا تھا۔ کہ مستری صاحب پلاؤ کا تھال رومال سے ڈھانپے ہوئے حضرت صاحب کی خدمت میں لیکر حاضر ہو گئے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ مستری صاحب اتنی جلدی یہ پلاؤ کیسے پکا کر لے آئے۔ مستری صاحب نے عرض کیا۔ کہ رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ میں نے پلاؤ پکا کر حضور کی خدمت میں اسی طرح حاضر کیا ہے۔ نیند سے بیدار ہو کر اسی وقت پلاؤ پکانے کا تردد کیا۔ اور صبح سے پہلے پہلے پلاؤ تیار کر لیا۔ خواب سے میں نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ حضرت صاحب نے مجھے پلاؤ پکانے کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ ہم سب دوستوں نے خوب کھایا۔ اللہ تعالےٰ مستری صاحب مرحوم کو بخشے۔ آمین۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں خدمت عالیہ میں راولپنڈی شریف حاضر تھا۔ اور بھی چند دوست موجود تھے۔ دوستوں کے خطوط کے جواب آپ لکھوا رہے تھے۔ کہ اس اثنا میں آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور زبان مبارک سے فرمانے لگے۔ کہ او ہو آگ لگ گئی آگ لگ گئی۔ پھر کچھ دیر آپ خاموش رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ کے چہرہ کا رنگ بدستور ہو گیا۔ ہم سب حیران ہو گئے۔ کہ کہاں آگ لگ گئی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد شہر کے دوستوں میں سے ایک دوست حاضر خدمت ہوا۔ اور اُس نے عرض کیا۔ کہ فلاں محلہ میں فلاں دوست کے گھر میں آگ لگ گئی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور آگ جلدی بجھا دی گئی۔

ایک دفعہ حضرت صاحب موضع ڈھاباں علاقہ شیخوپورہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں مولوی محمد دین صاحب مرحوم نہایت ہی مخلص اور فدائی دوست تھے۔ ان کے مکان پر قیام تھا۔ اس وقت جناب کے ہمراہ خاکسار اور دوسرے بہت سے یار تھے۔ گرمی کا موسم تھا۔ دوپہر کا کھانا تناول فرما کر جناب نے قیلولہ فرمانے کا ارادہ کیا۔ اور دوسرے دوستوں کو بھی آرام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اکثر دوست وہیں ادھر اُدھر سو رہے۔ مگر صوفی میراں بخش و حاجی نظام دین مرحوم اور مولوی امیر علی نے آپس میں صلاح کی کہ آؤ ہم نہر پر چلیں۔ جو وہاں سے قریب ہی بہتی ہے۔ وہاں درختوں کے سایہ تلے آرام کریں گے۔ جب وہ تینوں دوست نہر پر پہنچے۔ تو کپڑے اُتار کر انہیں دھونے میں مشغول ہو گئے۔ اور ساتھ ہی ایک دوسرے کو ہنسی ٹھٹھہ بھی کرنے لگے۔ اور بیہودہ باتوں میں مصروف ہوئے۔ اسی اثناء میں حاجی نظام دین صاحب مرحوم جو نہایت ہی ذاکر اور فرشتہ سیرت دوست تھے۔ واویلا کرنے اور رونے لگے۔ اور دوسرے دوستوں سے کہنے لگے۔ چلو چلیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت صاحب ہم پر ناراض ہو رہے ہیں۔ غضب الٰہی نازل ہونے والا ہے۔ حاجی صاحب نے فوراً کپڑے پہن لئے۔ اور دوسرے دوستوں نے بھی ویسے ہی کپڑے لپیٹ لئے۔ اور جناب کی خدمت میں گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ حاجی صاحب تمام راستہ میں ڈرتے اور کانپتے ہوئے آئے۔ تینوں دوست جناب کی خدمت میں سلام عرض کر کے خاموش بیٹھ گئے۔ جناب نے تینوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ تم لوگ صرف پیٹ بھرنے کے لئے اللہ والوں کے ساتھ پھرتے ہو۔ باہر جا کر بیہودہ کاموں میں مشغول ہو کر ذکر سے غافل ہو جاتے ہو۔ اگر تمہارا یہی حال ہے۔ تو تمہیں ہمارے ساتھ رہنے

کا کیا فائدہ۔ غرض جناب نے ان تینوں کو بہت ڈانٹا۔ مولوی امیر علی بیان کرتے ہیں۔ کو میرے دل میں خیال گذرا۔ کہ شائد حاجی صاحب یا صوفی صاحب نے یا کسی اور دوست نے شکایت کی ہوگی۔ یہ خیال دل میں گذرا ہی تھا کہ جناب نے فرمایا۔ امیر علی۔ مجھے کسی نے نہیں بتایا۔ اللہ کریم اپنے بندوں پر تمام جہان کے حالات ظاہر کر دیتا ہے اور ذرہ بھر پوشیدہ نہیں رہتا۔ ہم سب نے توبہ کی۔ اور معافی مانگی۔ جناب نے معاف تو کر دیا لیکن ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا۔ تاکہ اس غفلت کا تدارک ہو جاوے۔ امیر علی کو فرمایا۔ کہ تم تمام رات ذکر کرتے رہو۔ اور دوستوں کو بھی ذکر میں مشغول رکھو۔ حاجی صاحب کو فرمایا۔ کہ تم باہر سڑک پر وعظ کرو۔ اور صوفی صاحب کو فرمایا۔ کہ تم پنکھا ہلاتے رہو۔ اور اس طرح جناب نے ان کی اس غفلت کی تلافی فرمائی۔

بابو کرم دین صاحب مرحوم جن کی بیعت تو جناب خواجۂ خواجگان خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ لیکن تربیت اور تعلیم و تکمیل جناب حضرت صاحبؒ کی توجہ اور برکت سے ہوئی تھی۔ وہ محکمہ ریلوے میں ملازم تھے۔ دوران قیام لالہ موسے اسٹیشن ایک دفعہ ان کے پاس ایک شخص عربی لباس پہنے صوفیوں کی سی وضع قطع بنائے آیا۔ بابو صاحب نے ان کو نیک آدمی سمجھ کر بہت خدمت و تواضع کی۔ اس نے بابو صاحب سے اس رنگ ڈھنگ کی باتیں کیں اور کشف و کرامات بیان کئے۔ کہ بابو صاحب اس کے دام تزویر میں آکر اس کے معتقد ہو گئے۔ جب بابو صاحب نوکری سے فارغ ہو کر گھر آتے تو عرب صاحب بابو صاحب کو قبرستان میں ہمراہ لے جاتے۔ اور وہاں جا کر کہتے۔ کہ اس قبر والے کا یہ حال ہے۔ اس قبر والے کی ایسی حالت ہے۔ غرض ایسے ایسے داؤ پیچ کھیلے۔ کہ بابو صاحب اس کے مسخر ہو گئے۔ اور جناب حضرت صاحب کی طرف سے اعتقاد و محبت کم ہونے لگی۔ بلکہ جب کبھی حضرت صاحب کا ذکر آتا تو وہ مکار عربی یوں کہتا۔ کہ حضرت صاحب ہیں تو نیک آدمی مگر ابھی جس منزل اور مرتبہ پر میں ہوں۔ وہ نہیں پہنچے۔ لالہ موسے کے بعض دوستوں نے جب یہ حال دیکھا۔ تو انہوں نے بابو صاحب کو بہت نصیحت کی۔ کہ یہ کوئی مکار اور فریبی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس کو نکال دینا چاہیئے۔ مگر بابو صاحب کسی کا کہنا نہ مانتے تھے۔ بلکہ اُلٹے دوستوں کو کہتے کہ یہ شخص بہت ہی اعلےٰ مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے۔ اس معاملہ کے متعلق دوستوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں بذریعہ نیاز نامہ عرض کیا۔ اور جو کچھ واقعات ظاہر ہوتے تھے۔ سب تحریر کر کے التجا کی۔ کہ جناب

اس کے متعلق اپنی فراست باطنی سے معلوم کر کے ارشاد فرماویں۔ کہ یہ شخص کیسا ہے۔ اور کیا کچھ اس
کی حالت ہے۔ جب حضرت صاحب کی خدمت میں عرضداشت پہنچی۔ اور جناب نے ملاحظہ فرمایا
تو اس کے جواب میں آپنے بابو صاحب کی طرف لکھا۔ کہ جہانتک اس عرب کے متعلق فقیر نے اپنی کشفی
نظر میں دیکھا ہے۔ یہی معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ شخص طریقت والوں میں سے نہیں ہے۔ درویشی کے
ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس کی باتوں پر نہ جائیں۔ جو کچھ بیان کرتا ہے۔ سب جھوٹ ہے۔
جب بابو صاحب کے پاس جناب کا نوازشنامہ صادر ہوا۔ اور بابو صاحب نے پڑھا تو پھر بھی بابو
صاحب کے اعتقاد میں جو عرب صاحب کے حق میں راسخ ہو چکا تھا۔ کچھ فرق نہ آیا۔ دوستوں نے پھر سمجھایا
کہ جو کچھ جناب حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ درست ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ مگر بابو صاحب فرماتے
ممکن ہے کہ حضرت صاحب کے کشف میں غلطی واقع ہو گئی ہو۔ دوستوں نے پھر حضرت صاحب کی خدمت میں
عرض کی۔ کہ بابو صاحب نہیں مانتے۔ اس کے جواب میں حضرت نے لکھ فرمایا۔ کہ بابو صاحب کو کچھ نہ کہو۔
تھوڑے دنوں میں ہی بابو صاحب کو خود پتہ لگ جائیگا۔ کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔ یا سچا۔ چنانچہ کچھ دنوں
کے بعد اس نے بابو صاحب سے کہا۔ کہ اب میں واپس مدینہ شریف اپنے گھر جانا چاہتا ہوں۔ میرا پتہ
مدینہ شریف کا یہ ہے۔ اگر آپ کے یا کسی آپکے دوست نے آنا ہو۔ تو اس پتہ پر آجائے۔ یا خط لکھنا ہو تو
اس پتہ پر لکھیں۔ مگر میرے پاس کرایہ نہیں ہے۔ آپ مجھے قرض حسنہ کے طور پر کرایہ کے لئے روپیہ
دیدیں۔ گھر پہنچکر بذریعہ منی آرڈر آپ کو روانہ کر دوں گا۔ بابو صاحب نے بڑی خوشی سے روپیہ
کرایہ کے لئے دیدیا۔ اور پتہ لکھ لیا۔ جب روانہ ہونے لگا۔ تو بابو صاحب کو کہا۔ کہ آپ مجھے چند برتن
اپنے وطن کے خرید دیں۔ ان کو میں سوغات کے طور پر اپنے وطن لے جاؤں گا۔ اور ان کی قیمت
بھی آپ کو روانہ کر دوں گا۔ غرض اسی طرح بہت سا مال اور اسباب بابو صاحب سے لے دیکر
گاڑی پر سوار ہو گیا۔ کچھ دنوں تک تو بابو صاحب منتظر رہے۔ کہ آج خط آتا ہے۔ اب منی آرڈر آتا
ہے۔ مگر جب بہت عرصہ گذرنے پر بھی کسی قسم کا پتہ نہ لگا تو بابو صاحب نے حاجیوں کی معرفت اس
شخص کا پتہ دریافت کیا۔ لیکن معلوم ہوا۔ کہ اس نام کا کوئی شخص مدینہ منورہ میں نہیں رہتا۔ بلکہ پتہ
بھی نامکمل ہے۔ اب تو بابو صاحب بہت پچھتائے۔ اور اپنے کئے پر بہت نادم و شرمندہ ہوئے۔
جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ اور اقرار کیا۔ کہ آئندہ ایسے لوگوں سے

احتیاط رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لٹیروں سے بچائے۔ آمین :۔

ایک دفعہ بابو کرم دین صاحب مرحوم نے فرمایا کہ جب میں جناب حضرت صاحب کی وساطت اور وسیلہ سے جناب خواجہ صاحب علیہ الرحمتہ کے ہاتھ پر توبہ و انابت اور بیعت سے مشرف ہوا۔ اور جناب خواجہ علیہ الرحمتہ نے مجھے جناب حضرت صاحب کی خدمت اور مجلس میں حاضر ہونے کی تاکید فرمائی۔ ان دنوں میں راولپنڈی اسٹیشن کے متصل موضع سرید حسن کے پاس ایک بروری سائڈنگ اسٹیشن تھا۔ میں وہاں ملازم تھا۔ جناب خواجہ صاحبؒ تو پنجاب کی طرف تشریف لے گئے۔ چند دنوں کے بعد میں نے جناب حضرت صاحبؒ کی دعوت کی حضور بڑی خوشی سے اس اسٹیشن پر تشریف لائے۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد میں نے عرض کیا۔ کہ جب جناب باواجی صاحبؒ پنجاب کی طرف سے واپس مراجعت فرمائیں۔ مجھے بھی اطلاع فرمائیں۔ تاکہ زیارت سے مستفید ہو سکوں۔ جناب حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ بابو صاحب جیسے آپ کے پاس تار ہے۔ اس سے بہتر ہمارے پاس بھی تار ہے۔ جب باباجی صاحبؒ تشریف لاویں گے آپکو خبر ہو جاویگی۔ اطمینان رکھیں چنانچہ جس رات کو جناب باباجی صاحبؒ راولپنڈی تشریف لائے۔ اسی رات خواب میں مجھے بتلایا گیا۔ کہ باباجی صاحبؒ فلاں وقت فلاں گاڑی پر تشریف فرما ہونگے۔ چنانچہ ٹھیک اُسی گاڑی پر جیسے کہ خواب میں دیکھا تھا۔ باباجی صاحبؒ تشریف لائے۔ اور زیارت سے مشرف ہوا :۔

مولوی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ ابتداء حال میں ایک دفعہ میں جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب اس وقت عیدگاہ میں عالم تحیر و تفکر میں محو و مستغرق تھے۔ جب جناب کو اس حالت سے افاقہ ہوا۔ تو جناب نے عالم معرفت کے متعلق گفتگو شروع کی۔ اثناء تقریر میں جناب نے فرمایا۔ کہ یہ عیدگاہ کسی دن گلزار بنجائے گی۔ اور خدا کی مخلوق گروہا گروہ یہاں آ کر فیض و برکت حاصل کریگی۔ ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آجکل عیدگاہ کی وہی حالت ہے۔ کہ رشک جنت بنی ہوئی ہے اور بالکل اس شعر کی مصداق ہے۔ ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است ؛ ہمین است و ہمین است و ہمین است

مولوی صاحب مذکور بیان فرماتے ہیں۔ کہ اسیطرح ایکدفعہ حضرت صاحبؒ عیدگاہ میں محو تفکر تھے۔ کہ استے میں ایک شخص جناب کی خدمت میں آ کر بیٹھ گیا۔ اسکی ظاہری شکل و شباہت مولویانہ تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ شخص صاحب علم ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے عرض کیا۔ کہ مجھے

خاندان عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے کا شوق ہے۔ جناب میرے حال پر توجہ فرماویں۔ اور مجھے داخل طریقت فرماویں۔ جنابنے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا۔ جنابکے بڑے صاحبزادہ جناب مولینا مولوی عبد العزیز صاحب قدس سرہ بھی اسوقت خدمت عالیہ میں حاضر تھے۔ ہم دونو نے اسکے لئے سفارش کی۔ جنابنے ہماری سفارش قبول فرماکر اس کو بیعت کرنیکا ارادہ ظاہر فرمایا۔ جب اُس نے بیعت کیلئے ہاتھ باہر نکالا جنابنے اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر چھوڑ دیا اور فرمایا۔ کہ کیا تونے پہلے قادیان میں بیعت کی ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ ہاں۔ جنابنے فرمایا۔ جبتک تمہارا دل قادیان کی کدورت سے صاف نہ ہوگا۔ اور اُدھر کا عقیدہ نہ چھوڑوگے۔ تم داخل طریقت نہیں ہو سکتے۔ غرض جنابنے اس کو بیعت نہ کیا۔ ایسے ہی رخصت کردیا۔ جناب نے ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ ایسے آدمیوں کی سفارش نہ کرنی چاہیئے۔ ایسے لوگ مفسد اور فتنہ پرداز ہوتے ہیں۔ دوسرے دوستوں کو بھی خراب کرتے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ جناب حکیم حامد علی صاحب مرحوم جو علم طب میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ اور فقراکی محبت واعتقاد ان کے رگ وریشہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی میرے ہمراہ جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کیلئے روانہ ہوئے۔ حکیم صاحب راستہ میں فرمانے لگے۔ کہ اگر فلاں فلاں آرزو میری جناب کی توجہ و برکت سے پوری ہوگئی۔ تو میں مانونگا۔ کہ جناب اللہ تعالیٰ کے مقبول ولی ہیں۔ جب جناب کی زیارت و قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ تو جنابنے پیشتر اس کے کہ حکیم صاحب کچھ عرض کریں۔ فرمایا۔ کہ حکیم صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سب کچھ ٹھیک ہوجاویگا۔ آپ اطمینان اور تسلی رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں حکیم صاحب مرحوم فرماتے تھے۔ کہ اس دن کے بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور جناب کی توجہ اور برکت سے ہر معاملہ میں کامیاب اور فائز المرام ہوتا رہا۔ آجکل ان کے قائم مقام حکیم صاحب مرحوم کے چھوٹے بھائی حکیم خادم علی صاحب بہمہ صفت موصوف ہیں۔ انسانی صورت فرشتہ سیرت مجسم مکارم اخلاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکے علم وعمر میں برکت کرے۔ جنابکے اعلیٰ واجل خلیفہ ہیں۔ اور نہایت ہی معتقد اور مخلص ہیں۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سیالکوٹ کے متصل موضع بھرتہ بھوتھہ میں

آپ تشریف لیگئے۔ اُس وقت وہاں چند دوست تھے۔ لوگوں نے ذکر کے حلقہ کو دیکھکر بہت مخالفت کی۔ اور دنگہ و فساد پر آمادہ ہوگئے۔ حضور کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپنے فرمایا۔ کہ ذاکر آدمی جس گاؤں میں جاتا ہے۔ یا وہاں سے گذر جاتا ہے۔ وہاں کچھ نہ کچھ برکت چھوڑ جاتا ہے۔ چونکہ یہاں ذکر کا حلقہ ہوچکا ہے۔ لہذا ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ اس گاؤں کے گھر گھر گلی کوچہ میں کلمہ و ذکر کی آوازیں آئینگی۔ چنانچہ آجکل اس گاؤں کا یہ حال ہے۔ کہ تمام گاؤں کے زن و مرد داخل طریقت ہوکر حلقۂ غلامی میں آگئے ہیں۔ اور ہر گھر سے ذکر و کلمہ کی آوازیں آتی ہیں اور جب کبھی حضور سیالکوٹ تشریف لیجاتے۔ تو وہاں کے لوگ حضور کی پالکی اپنے کندھوں پر اُٹھاکر لے جاتے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ لاہور و امرتسر کی طرف دوستوں کی ملاقات کے لئے تشریف لیگئے۔ میں اور سائیں کریم بخش مرحوم جو سچے عاشقوں میں سے تھے۔ ہمراہ تھے۔ سفر سے واپسی پر جب وزیرآباد اسٹیشن کے نزدیک پہنچے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اُتر کر مستری میراں بخش صاحب کو دیکھنا۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ راولپنڈی سے واپس آرہے ہیں۔ جب وزیرآباد کا اسٹیشن آیا۔ تو اُتر کر دیکھا۔ تو مستری میراں بخش صاحب پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ مستری صاحب جناب کے سابقین مخلص دوستوں میں سے تھے۔ اللہ تعالےٰ اُن کو بخشے۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جن دنوں میں رسالپور پلٹن میں امام تھا۔ چند روز کی رخصت پر گھر آیا ہوا تھا۔ جب پھر جانے کا ارادہ کیا۔ تو میری اہلیہ بھی میرے ساتھ جانے کو تیار ہوگئی۔ اور حضرت جناب کی خدمت میں رخصت ہونے کے لئے حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ تم اپنی اہلیہ کو ساتھ نہ لے جاؤ۔ اس کو گھر میں رہنے دو۔ اپنی والدہ کے پاس رہنے سے اسے سہولت و آرام رہے گا۔ میں نے بھی اپنی بیوی کو سمجھایا۔ لیکن اُس نے ایک نہ مانی اور ساتھ ہی جانے کی ضد کی۔ میں نے پھر عرض کیا۔ کہ میری بیوی ساتھ ہی جانا چاہتی ہے۔ آپنے فرمایا۔ اچھا لیجاؤ۔ فقیر کا خیال تھا۔ کہ تکلیف سے بچ جائے۔ مگر تقدیر یونہی ہے۔ تکلیف اُٹھائے گی۔ جب میں اپنی اہلیہ کو لیکر رسالپور پہنچا۔ تو جاتے ہی سخت بیمار ہوگئی۔ اور اس سے ایک لڑکی ہوئی۔ جو مرگئی۔ بیماری

کی وجہ سے مجھے بھی تکلیف ہوئی۔ لیکن میری بیوی کو تو بہت ہی تکلیف اٹھانی پڑی۔

حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ایک حکیم صاحب جو ضلع ہزارہ کے رہنے والے تھے۔ جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تھوڑی دیر خدمت میں حاضر رہکر چلے گئے۔ اُس کے جانیکے بعد جناب نے دریافت فرمایا۔ کہ یہ حکیم صاحب کس مشرب کے آدمی تھے۔ مولوی فضل احمد صاحب بھی موجود تھے۔ جھٹ بول اُٹھے۔ کہ نیک آدمی معلوم ہوتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ شخص مہوسی ہے اور کیمیا گری کی ہوس اس کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے۔ میں چونکہ حقیقت حال سے واقف تھا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور نے درست فرمایا ہے۔ واقعی یہ شخص اسی طریق کا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ ایسے اشخاص کی مجلس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ یہ لوگ کسی اور نظر سے حاضر ہوتے ہیں۔ ناحق عمر اور مال و دولت کو ضائع کرتے ہیں۔ اگر اتنی کوشش خدا کی طرف آنے کی کریں۔ تو باکمال ہو جائیں۔

حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حافظ محمد زمان صاحب نوشہرہ چھاؤنی سے تشریف لائے۔ اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ملاقات کے بعد بہت جلد رخصت کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ سیدھے گھر چلے جاؤ۔ راستہ میں میرے ساتھ ملاقات ہو گئی۔ میں نے اصرار کیا۔ کہ آج کی رات آپ میرے ہاں قیام فرماویں صبح کو گھر چلے جانا۔ چنانچہ میرے اصرار پر وہ راضی ہو گئے۔ اور ایک رات رہکر گھر چلے گئے۔ صبح اُن کو رخصت کر کے میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حافظ صاحب کو آج کی رات میں نے اپنے پاس رکھا تھا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ میں نے حافظ صاحب کو سیدھے گھر جانیکی نسبت کہا تھا تو آپ کے پاس کیوں ٹھہرے۔ میں خاموش ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد حافظ صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ ان سے دریافت کیا۔ کہ گھر میں خیر تو تھی۔ حافظ صاحب نے بیان کیا۔ کہ گھر پہنچکر دیکھا۔ تو میرا مکان بوجہ بارش گر گیا تھا۔ اور میرے اہل و عیال سب حیران و پریشان باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ جناب کے جلدی رخصت کرنے میں دراصل یہی حکمت تھی۔ کہ گھر والے تکلیف میں ہیں۔ راستہ میں ٹھہرنا مناسب نہیں۔

سید رحمن شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے بھائی فتح علیشاہ کو بیعت کرانے کے لئے جناب کی خدمت میں اپنے ساتھ لایا۔ سلام و آداب کے بعد جناب نے حال دریافت فرمایا۔ اور حضرت

مجلس میں سے ایک دوست کی طرف جناب مخاطب ہوئے۔ اور اس کو کسی دنیاوی کام کے متعلق صلاح و مشورہ دینے لگے۔ اثناء گفتگو میں میرے بھائی فتح علیشاہ کی طرف توجہ کر کے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب جب شیطان دل میں وسوسہ ڈالے۔ اور کہے۔ کہ یہ دنیادار ہیں۔ یہ ولی اللہ نہیں ہیں۔ اس وقت آدمی کو لاحول پڑھنا چاہیئے۔ اور اپنے بائیں طرف تین دفعہ تھو کنا چاہیئے۔ اتنا فرما کر آپ نے پھر اس دوست کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ اسکے بعد جناب دولت خانہ کے اندر تشریف لیگئے۔ اور ہم کو فرمایا۔ کہ جاؤ بازار کی سیر کر آؤ۔ جب ہم باہر سیر کو نکلے۔ تو میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ دوران گفتگو میں تمہاری طرف مخاطب ہو کر یہ فرمانے کا کیا سبب ہے۔ اس نے بیان کیا۔ کہ جس وقت جناب اس دوست کو دنیاوی امور کا مشورہ دے رہے تھے۔ اس وقت میرے دل میں خیال گذرا۔ کہ جناب میں دنیاوی عقل بہت ہے۔ اور بہت ہی دانا ہیں۔ اور فقیری والی کوئی بات نہیں ہے۔ میں اِن سے بیعت نہیں کرونگا۔ میرے دل میں یہ خطرہ گذر رہی تھا۔ کہ جناب نے جھٹ مجھے آگاہ کر دیا۔ لہذا اب میں بیعت ضرور کروں گا۔ چنانچہ شام کے بعد میرا بھائی حلقہ ارادت و بیعت میں داخل ہو گیا۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب سے بیعت ہونے کے چند دن بعد مجھے اپنے گاؤں سے شہر راولپنڈی میں آنے کا اتفاق ہوا۔ بازار سے چند اشیاء خرید کر واپس چلا گیا۔ اور جناب کی زیارت و قدمبوسی کے لئے حاضر نہ ہوا۔ کیونکہ میں اس وقت ابھی آداب طریقت سے ناواقف تھا۔ چند دنوں کے بعد پھر مجھے راولپنڈی آنے کا اتفاق ہوا۔ جب قدمبوسی کے لئے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ پچھلی دفعہ جب تم شہر میں آئے تھے۔ تو بغیر ملاقات چلے گئے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ ہاں جناب آیا تھا۔ اور بغیر ملاقات چلا گیا تھا۔ جناب نے نصیحت فرمائی کہ آئندہ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ آداب طریقت کے خلاف ہے۔ مرید کو لازم ہے۔ کہ جب اپنے پیر کے شہر میں آئے۔ تو پہلے اپنے پیر کی زیارت و ملاقات کرے۔ پھر کوئی اور کام کرے۔

ایک دفعہ ایک شخص فقیرانہ لباس میں عیدگاہ آیا۔ جو کہ ظاہراً عبادت گذار معلوم ہوتا تھا۔ ایک ماہ تک وہ عیدگاہ رہا۔ اور لنگر سے روٹی کھاتا رہا۔ رخصت کے وقت وہ جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ کہ میں کیمیاگر ہوں۔ چاندی سونا اچھی طرح بنا جانتا ہوں۔ جناب کی خدمت میں اکثر زیادہ درویش رہتے ہیں۔ خرچ زیادہ ہوتا ہے۔ میں آپ کو ایک بوٹی بتاتا

ہوں جس سے سونا و چاندی بن جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان درویشوں کا رازق خدا ہے۔ ہم نہیں ہیں جس نے پیدا کیا ہے۔ وہ خود روزی پہنچا دیتا ہے۔ ہمیں کیمیا گری کی ضرورت نہیں۔ اُس نے پھر کچھ اصرار کیا۔ آپ نے ایک طمانچہ اُس کے منہ پر مارا۔ اور فرمایا۔ کہ میں ایک شیطان سے پیچھا نہیں چھوڑا سکا۔ ایک اور شیطان پیچھے آپڑا ہے۔ جاؤ نکل جاؤ۔ خبردار آئندہ کسی درویش کیساتھ دھوکا نہ کرنا۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

میاں فقیر محمد صاحب ساکن چوہڑ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپ ہمارے گاؤں میں رونق افروز تھے۔ چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر آپ صحن مسجد میں اپنے وظائف میں مشغول تھے۔ کہ اتنے میں کوہاٹ کی طرف سے راولپنڈی کو جاتی ہوئی گاڑی نظر پڑی۔ جناب نے فرمایا میاں صاحب ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس گاڑی پر جناب باباجی صاحب چورہ شریف سے تشریف لارہے ہیں۔ جلدی چلنا چاہئے۔ تاکہ آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ جلدی کے باعث ٹانگہ تو مل نہ سکا۔ گھوڑی پر ہی سوار ہو کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں بھی اور چند اور دوست بھی ہمراہ ہو گئے۔ گاڑی بھی اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ سب مسافر گذر گئے۔ لیکن حضرت باباجی صاحب نظر نہ آئے۔ آپ نے فرمایا۔ ممکن ہے۔ پلیٹ فارم پر ہی ہمارا انتظار فرمارہے ہوں۔ چلو اندر چلیں جب پلیٹ فارم پر پہنچے۔ تو دیکھا۔ کہ آپ پیپل کے درخت کے نیچے آرام فرما ہیں۔ اور ہماری انتظار میں ہیں۔ دوڑ کر قدمبوسی کی۔ خیر و عافیت کے بعد حضرت صاحب نے دریافت فرمایا۔ کہ جناب نے بہت کرم فرمائی کی ہے۔ غلاموں کو اطلاع دی تھی۔ باباجی صاحبؒ نے فرمایا۔ موقعہ نہ ملا۔ یونہی آنے کا اتفاق ہو گیا۔ لیکن حافظ جی آپ کو کس نے خبر دی۔ کہ ہم آرہے ہیں۔ آپ نے عرض کیا۔ کہ قبلہ۔ اللہ تعالے نے۔ یہ سُنکر خواجہ صاحبؒ بہت خوش ہوئے۔ اور جناب کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور آپ کے ہمراہ شہر تشریف لے آئے ؛

صوفی رحیم بخش صاحب نعت خواں جھنگ کا باشندہ حضور کا غلام بیان کرتا ہے۔ کہ جھنگ سے پانچ چھ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رہتے ہیں۔ جو اس علاقہ میں بہت بڑے عالم اور قاضی ہیں۔ ان کے خاندان میں ہمیشہ عالم صوفی مشرب اور ولی ہوتے آئے ہیں۔ ان کے والد مولوی نتھ محمد صاحب اپنے وقت کے مشہور اولیاء

مین سے تھے۔ اور خواجہ شمس الدین صاحب سیالوی کے خلیفہ تھے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب جب
جھنگ تشریف لاتے۔ تو ہمارے محلہ کی مسجد میں قیام فرماتے۔ اور ہمارے حلقہ ذکر و ختم وغیرہ
میں شامل ہوتے اور بہت خوش ہوتے۔ ایک دفعہ اُنہوں نے فرمایا۔ کہ جب حضرت صاحب تشریف
لاویں۔ مجھے بھی اطلاع کرنا۔ تاکہ میں بھی زیارت کر سکوں۔ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت صاحب
جھنگ تشریف لے گئے۔ ہم نے مولوی صاحب مذکور کو بھی اطلاع دیدی۔ مولوی صاحب موصوف گاؤں
سے رات کو ایسے وقت حاضر ہوئے۔ کہ ملاقات کا موقعہ نہ تھا۔ صبح کی نماز کے بعد مولوی صاحب
نے ملاقات کا ارادہ کیا۔ تو ہم نے کہا۔ کہ اس وقت حضور مراقبہ میں ہیں۔ اور دروازہ بند ہے۔
اشراق کے بعد انشاء اللہ ملاقات کرائینگے۔ مگر چونکہ مولوی صاحب کو شوق زیادہ دامنگیر تھا انہوں
نے ہماری باتوں کی پرواہ نہ کی۔ اور دروازہ کھول کر خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت صاحب نے
دیکھتے ہی فرمایا۔ قاضی صاحب آئیے۔ تشریف لائیے۔ قاضی صاحب حیران رہ گئے۔ کہ اس سے
پہلے میرا اور حضرت صاحب کا کوئی تعارف نہ تھا۔ اور نہ ہی کسی دوست نے ابھی تک تذکرہ
کیا تھا۔ حضور کو کس طرح معلوم ہو گیا۔ کہ میں قاضی ہوں۔ اسبات سے اُن کا شوق بڑھ گیا
اشراق کے بعد مجلس قائم ہوئی۔ وعظ و نصیحت حضور نے ایسے موثر طریقہ میں فرمائی۔ کہ حاضرین
پر بہت اثر ہوا۔ اخیر پر آپ نے قرآن شریف کا ایک رکوع بھی پڑھا۔ اُس وقت مجلس میں ایک
حافظ عبد الحئی صاحب جو قرآن کے پڑھنے میں اپنے آپ کو بے مثل سمجھتا تھا۔ کہنے لگا۔ سبحان اللہ
جس ترتیل سے جناب نے قرآن مجید پڑھا ہے۔ میری کیا مجال۔ کہ اس طرح ادا کر سکوں۔ آپ کا
ایک ایک حرف سامعین کے دلوں کو مسحور کر رہا تھا۔ اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے فرمایا
کہ حافظ صاحب اللہ تعالٰی کے مقبول بندے اور ولی اللہ ہیں۔ جو لطف اور حظ اس مجلس میں
دیکھا ہے۔ کہیں نہیں دیکھا ؏

صوفی رحیم بخش صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور دوران سفر میں بمقام لاہور سے
رونق افروز تھے۔ جھنگ کے دوست ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ سردی کے ایام تھے
دوست بہت جمع ہو گئے۔ بسترے دوستوں میں تقسیم ہو گئے۔ لیکن جھنگ کے دوست محروم رہے
سونے سے قبل آپ نے مولوی فضل احمد صاحب کو بُلا کر دریافت فرمایا۔ کہ آپ کو بستر مل گیا ہے

عرض کیا جناب ہاں۔ آپنے خفا ہو کر فرمایا۔ کہ وہ دوست جو اتنی دور دراز سے سفر طے کرکے محض اللہ واسطے آئے ہیں۔ اُن کو بھی پوچھا ہے۔ کہ اُنہیں بھی بستر ملا ہے۔ یا نہیں۔ جھنگ کے دوست سردی میں کانپ رہے ہیں۔ میں آرام نہیں کرونگا جب تک کہ دوست بھی آرام میں نہ ہوں اُن دوستوں کو دیکھا۔ تو وہ مسجد میں خاموش بیٹھے تھے۔ فوراً بستروں کا انتظام کیا گیا جب وہ آرام سے لیٹ گئے۔ تب آپنے بھی آرام فرمایا۔ یہ آپکے خلق عظیم کی ایک ادنیٰ بات تھی۔

صوفی عبدالرحمٰن صاحب سہارنپوری فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضور عیدگاہ میں رونق افروز تھے۔ بہت سے دوست خدمت میں حاضر تھے۔ اور آپ دوستوں کو وعظ نصیحت فرما رہے تھے۔ مجلس کے بعد حضور سے اجازت لیکر میں نے لئی کی طرف کا قصد کیا۔ تا کہ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر نالہ لئی پر وضو کراؤں۔ حضور نے فرمایا۔ لئی سے مچھلی بھی لے آنا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جناب بہت اچھا۔ دل میں صرف اس قدر خیال آیا۔ کہ آپ کا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ لئی ندی سے وضو کرکے اُٹھنے کو ہی تھا۔ دیکھا۔ کہ ایک مچھلی میری طرف آرہی ہے حتیٰ کہ قریب پہنچ گئی۔ میں نے ہاتھ کا جھٹکا جو دیا۔ تو وہ اچھل کر کنارہ پر آپڑی۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور اُس نے کوئی حرکت نہ کی۔ اُس کی پشت پر تین کانٹے تھے۔ اگر حرکت کرتی۔ تو ہاتھ زخمی ہو جاتا۔ اور وہ چھوٹ بھی جاتی۔ مچھلی اچھی خاصی تھی۔ اور بہت خوبصورت تھی۔ قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں لے آیا۔ حضور مچھلی کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ کہ یہ خالق کا عطیہ ہے۔ گھر لیجاؤ۔ اور اپنی والدہ صاحبہ کو کہو۔ کہ اچھی طرح پکائے۔ جب پک جاوے تو پھر لاؤ۔ میں اسکو گھر لے گیا۔ میری والدہ صاحبہ نے جو حضور کی بہت معتقد تھیں۔ بڑے شوق سے پکائی۔ اور میں حضور کی خدمت میں لایا حضور تناول فرماتے تھے۔ اور فرماتے جاتے تھے۔ کہ یہ مچھلی اتنی لذیذ ہے۔ کہ آجتک ہم نے کبھی نہیں کھائی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔

مولٰنا مولوی محمد شریف صاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ سبز ٹریال ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے۔ عصر کے وقت ایک دوست بازار سے دودھ اور جلیبیاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپنے پیالہ ہاتھ میں لے لیا۔ اور جلیبی کھانے کو ہی تھے۔ کہ

آپ نے پیالہ زمین پر رکھدیا۔ اور دریافت فرمایا۔ کہ یہ جلیبی کسی مشرک نجس دوکاندار سے تو نہیں خریدی۔ اُس دوست نے عرض کیا۔ کہ نہیں جناب مسلمان دوکاندار سے خرید کر لایا ہوں آپ نے پھر پوچھا۔ کہ صاف صاف بتادو۔ کیونکہ مشرک نجس ہوتا ہے۔ اسکا پکایا ہوا کھانا درست نہیں۔ اُس دوست نے پھر کہا۔ کہ مسلمان دوکاندار نے بنائی ہیں۔ آپ نے پیالہ پھر اُٹھا لیا اور جلیبی کو دیکھکر فرمایا۔ کہ جلیبی کہہ رہی ہے۔ کہ میں مشرک کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہوں۔ لیکن یہ شخص مسلمان بتارہا ہے۔ سب دوست بھی حیران تھے۔ اور وہ شخص اصرار کر رہا تھا۔ کہ جلیبی مسلمان کی بنی ہوئی ہے۔ اور آپ فرمارہے تھے۔ کہ مشرک کی بنی ہوئی ہے۔ صاحبِ خانہ بھی اتنے میں آپہنچا۔ اُس نے یہ ماجرا دیکھکر عرض کیا۔ کہ حضور بجا ارشاد فرمارہے ہیں۔ سمبڑیال میں کوئی حلوائی مسلمان نہیں۔ جو جلیبی بناتا ہو۔ وہ شخص بہت شرمندہ ہوا۔ اور اپنے قصور پر نادم ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ آپ نے پیالہ واپس کر دیا۔ بھلا دوست کب کھا سکتے تھے۔ اُنہوں نے بھی پیالے رکھدیئے۔ گو نقصان تو ہوا۔ لیکن دوستوں پر بہت اثر ہوا۔ کہ نجس چیز کو نہیں کھانا چاہیئے۔ اور آپ کا کشف دیکھکر بہت ہی حیران ہوئے۔ یہ آپ کا اتقا تھا۔ کہ آپ حتی الامکان ہمیشہ مشتبہ اشیاء سے پرہیز فرمایا کرتے تھے۔

مولٰنا صاحب مذکور بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ وزیرآباد رونق افروز تھے۔ رات کو ایک دوست کے گھر دعوت تھی۔ جب حضرت صاحبؒ بمعہ دیگر دوستوں کے دعوت کے لئے روانہ ہونے لگے۔ تو آپ نے سائیں جلال دین صاحب خلیفہ مجاز ساکن واہنڈو کو فرمایا۔ کہ ایک موٹا عصا بھی لے لینا۔ چنانچہ سائیں صاحب نے حسب ارشاد ایک عصا ہاتھ میں لے لیا۔ چونکہ رات اندھیری تھی۔ اس لئے روشنی کی خاطر لالٹین بھی ساتھ تھی۔ راستہ میں ایک بہت بڑا سانپ بیٹھا ہوا نظر آیا۔ سائیں صاحب نے اُسے بڑھکر مار دیا۔ یہ سانپ بہت زہریلا تھا۔ زہر کے اثر سے سائیں صاحب کے بازو کو سوجن ہو گئی۔ اور ساتھ ہی درد نے بیتاب کر دیا۔ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے کچھ پڑھ کر دم کیا۔ جس سے درد بالکل جاتا رہا۔ اور سوجن بھی اُتر گئی ؛

عطا محمد سپاہی ملکہ نمک کھیوڑہ بیان کرتا ہے۔ کہ سنہ ۱۹۳۱ء میں جب میں عرس مبارک

میں شمولیت کی غرض سے حاضر ہوا تو میرے ساتھ میرا بھانجہ بھی تھا۔ دوستوں کی خدمت کے لئے ہماری ڈیوٹی عیدگاہ والے کنوئیں پر لگی تھی۔ وہاں سے ہم پانی لنگر کے لئے نکال رہے تھے۔ باقی دوست بھی اسی طرح اپنے اپنے کاموں میں مشغول تھے۔ قبلہ عالم حضرت صاحبؒ عبادت خانہ میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے ایک دوست کو فرمایا۔ کہ وہ جو دو دوست کنوئیں پر کام کر رہے ہیں۔ انہیں کہو۔ کہ روٹی کھالیں۔ پھر کام کرنا۔ میں یہ سنکر حیران ہوگیا۔ کہ حضور عالی نے از راہ شفقت اتنے دوستوں میں سے خاصکر ہم پر کرم فرمائی کی ہے۔ ضرور اس میں بھید ہے۔ تعمیل ضروری تھی۔ کام چھوڑ کر روٹی کھانے لگے۔ میں نے اپنا خیال اپنے بھانجے پر ظاہر کیا۔ اُس نے کہا۔ بات یہ ہے۔ مجھے سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ دل میں بار بار یہ ہی آتا تھا۔ کہ کام چھوڑ کر یہاں سے بھاگ جاؤں۔ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ اُدھر سے حضور عالی کا پیغام پہنچ گیا۔ اور میری جان میں جان آگئی۔

ایک دوست فضل الٰہی ساکن ڈھوک سیداں ضلع جہلم حال چھاؤنی چک لالہ بیان کرتے ہے کہ ایک دفعہ ہم قبلہ عالم کی زیارت کے لئے عیدگاہ حاضر ہوئے میرے ہمراہ تین اور دوست تھے۔ جن میں سے ایک ٹیلر ماسٹر تھا۔ جب حضور عالی سے رخصت ہوئے۔ تو عیدگاہ کے ایک خادم کو دیکھا۔ کہ وہ پھول گوبھی کاٹ کر اکٹھا کر رہا ہے۔ ماسٹر صاحب نے کہا۔ کہ یہ جو بڑا پھول ہے۔ اگر حضرت صاحب تبرک کے طور پر مجھے عنایت فرمادیں۔ تو بہت اچھا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ حضور اگر خود خوشی سے عنایت فرمادیں۔ تو از یں چہ بہتر۔ لیکن میں خود بخود نہیں مانگوں گا۔ آپ ہی ہمت کریں۔ ماسٹر صاحب سے نہ رہا گیا۔ آخر سوال کر ہی دیا۔ وہاں کیا کمی تھی۔ آپ نے خادم کو حکم دیا۔ کہ ایک پھول ماسٹر صاحب کو دیدو۔ خادم نے ایک چھوٹا سا پھول دے دیا۔ اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔ راستہ میں ماسٹر صاحب نے کہا۔ کہ اگر وہی بڑا پھول مل جاتا۔ تو ہم سب آپس میں بانٹ لیتے۔ میں نے کہا۔ بھائی ہم ہمیشہ یہاں سے تبرک حاصل کرتے رہتے ہیں۔ ہم اس پھول سے حصّہ نہیں لیتے۔ سب تم ہی رکھ لو۔ اتنے میں وہ خادم دوڑا ہوا آیا۔ اور کہا۔ کہ چلو جناب حضرت صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ جب ہم سب واپس گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ماسٹر صاحب کو وہی پھول دو۔ جس پر اُن کی نگاہ تھی۔ یہ چھوٹا پھول لے لو بلکہ ہمراہیوں کو بھی دو۔

دو پھول دیدو۔ ماسٹر صاحب نے وہی بڑا پھول اُٹھا لیا۔ اور خوشی خوشی گھر آ گئے۔ ماسٹر صاحب اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے۔ میں نے کہا۔ یہ تو آپ کے کشف کی ایک ادنیٰ بات ہے:۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت صاحبؒ پشاور کے دوستوں کی ملاقات کے لئے وہاں رونق افروز ہوئے۔ جناب صاحبزادہ صاحب مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدظلہٗ و حاجی نور دین صاحب بھی ہمراہ تھے۔ ایک دن عصر کے بعد حضور اخوند درویزہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ مراقب ہوئے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اُٹھایا۔ اور تبسم فرمایا۔ پھر مراقب ہوئے۔ اور پھر تبسم فرمایا۔ اسی طرح تین بار حضور نے مراقبہ بھی کیا۔ اور تبسم بھی فرمایا۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ نے مزار کے مجاور سے دریافت فرمایا۔ کہ سردار ابراہیم خانصاحب کی قبر کہاں ہے۔ اُس نے قریب ہی ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے بتلایا۔ کہ یہ ہے۔ حضور نے وہاں جاکر بھی فاتحہ خوانی کی۔ راستہ میں آپ نے فرمایا۔ کہ یہ افغان مر کر بھی معارضہ سے باز نہیں آیا۔ ہم نے عرض کی۔ کہ حضور آپ کا دوران مراقبہ میں سر اُٹھانا اور تبسم فرمانا ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ کیا واقعہ ہوا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ جب ہم آخون صاحبؒ کے مزار پر مراقب تھے۔ تو یہ صاحب قبر جس کا نام سردار ابراہیم خاں ہے۔ عالم مثال میں حاضر ہوا۔ اور دُعا کے لئے معارضہ کرنے لگا۔ کہ حضور آخون صاحبؒ کے مزار پر تو آپ نے فاتحہ خوانی کی ہے۔ لیکن اس غلام کے حق میں بھی دُعائے خیر فرماویں۔ تین بار میں نے سر اُٹھایا۔ اور تین بار مراقب ہوا۔ ہر بار اُس نے معارضہ کیا۔ اور ہر بار میں نے ہنس دیا۔ آخر مجھے مجاور سے دریافت کرنا پڑا۔ کہ سردار ابراہیم خاں صاحب کی قبر بھی پاس ہی ہو گی۔ اسلئے اُس کی قبر پر خاص طور پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھا گیا۔ جس کے بعد وہ نہایت خوش نظر آتا تھا۔ سردار ابراہیمؒ کابل کا رہنے والا شاہی خاندان سے تھا۔ راولپنڈی میں مدت تک مقیم رہا تھا۔ اور جب تک راولپنڈی رہا۔ نہایت خلوص اور عقیدت سے ہمارے پاس آتا جاتا رہا۔ اسی محبت کے باعث خانصاحب مرحوم نے زبردستی دُعا خیر کروائی:۔

رُوحانی و باطنی تصرّف

اور آپکی دعاؤں کی قبولیت

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت صاحبؒ ریل گاڑی پر سوار ہو کر ہرنولی سے کھیوڑہ کی طرف دوستوں کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔ اس سفر میں آپکے ہمراہ مولوی فضل احمد صاحب۔ سید فضل شاہ صاحب۔ و حافظ محمد زمان صاحب تھے۔ ایک اسٹیشن پر جب گاڑی ٹھہری۔ تو مولوی فضل احمد صاحب۔ و سید فضل شاہ صاحب وضو کرنے کے لئے اُترے۔ ابھی وضو ختم نہیں ہوا تھا کہ گارڈ نے وسل دیدیا۔ اور ان کے فارغ ہونے تک گاڑی چلدی۔ انہوں نے چلتی گاڑی پر سوار ہونے کی کوشش کی۔ لیکن گارڈ نے اُن کو روک دیا۔ اور دھکیل کر پیچھے ہٹا دیا۔ جب حافظ محمد زمان صاحب نے دیکھا۔ کہ دو نو دوست گاڑی پر سوار نہیں ہو سکے۔ تو انہوں نے فوراً حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ مولوی صاحب اور شاہ صاحب وضو کے لئے اُترے تھے۔ گارڈ نے ریل پر سوار نہیں ہونے دیا۔ کیونکہ گاڑی چل پڑی تھی حضرت صاحبؒ نے سُنتے ہی اپنا سر مبارک کھڑکی سے باہر نکال کر دوستوں کو گاڑی کے پیچھے دوڑتے دیکھا۔ اور پھر انجن کی طرف منہ مبارک کر لیا۔ خدا کی حکمت گاڑی اسی وقت ٹھہر گئی۔ مسافر تو گاڑی کے بلا وجہ ٹھہرنے کے باعث حیران تھے۔ کہ کیا معاملہ ہے۔ لیکن اتنے میں ہر دو دوست دوڑ کر گاڑی پر سوار ہو گئے۔ اور گاڑی روانہ ہو گئی۔ اگلے اسٹیشن پر مولوی فضل احمد صاحب نے گارڈ سے دریافت کیا۔ کہ آپنے ہمیں گاڑی پر سوار ہونے کی بجائے دھکیل دیا تھا۔ بھلا یہ تو بتاؤ۔ کہ گاڑی کس وجہ سے ٹھہری تھی۔ اُس نے کہا۔ کہ آپ کو دھکیل کر جب میں اپنے کمرہ میں آیا۔ تو کمرہ میں سخت اندھیرا چھا گیا۔ مجھے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوا۔ کہ کوئی مجھے کہتا ہے۔ کہ تو نے غضب کیا ہے۔ بریک باندھکر گاڑی کھڑی کر دو۔ میں نے اسیوقت بریک ڈال دی۔ اور گاڑی کھڑی ہو گئی۔ جب آپ سوار ہو گئے۔ تو وہ اندھیرا بھی جاتا رہا۔ اور میں اطمینان سے کمرہ میں بیٹھا۔ گارڈ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوا۔ ہر اسٹیشن پر جناب کی خدمت میں بڑے ادب سے حاضر ہوتا۔

جب گاڑی کھیوڑہ پہنچی۔ تو اُس نے بابو مولاداد صاحب اسٹیشن ماسٹر سے بیان کیا۔ کہ میں نے سُنا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے بھی ہوا کرتے ہیں۔ آج اپنی آنکھوں سے ایک مردِ کامل کو دیکھا ہے۔ چنانچہ اُس نے تمام واقعہ بابو صاحب سے بیان کیا۔ اور کہا۔ کہ وہ بزرگ یہاں ہی تشریف فرما ہیں۔ بابو مولاداد صاحبؒ واقعہ سُنتے ہی قبلہ عالم جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت و بیعت سے مشرف ہوئے۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے ایک دفعہ دورانِ سفر میں نوشہرہ علاقہ پشاور میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد وعظ کرتا رہا۔ مگر کسی نے روٹی تک نہ پوچھی اور میں نے بھی کسی سے سوال نہ کیا۔ وعظ کے بعد اسی مسجد میں سو رہا۔ دو بجے ہوں گے کہ ایک درویش نے جو اپنے آپ کو سلطان العارفین حضرت باہو صاحبؒ کا خلیفہ ظاہر کرتا تھا مجھے جگا دیا۔ کہ اٹھو تہجد کا وقت ہے۔ نفل ادا کرو۔ غرض میں قضائے حاجت سے فارغ ہو کر ابھی وضو کر ہی رہا تھا۔ کہ وہی درویش آ کر مجھ سے معافی کا طالب ہوا۔ اور مجھے ساتھ لے جا کر اپنے بستر پر لٹا دیا۔ میں نے کہا۔ کہ آپ نے جگایا بھی اور پھر اس طرح منت سماجت کرنے کا کیا مطلب۔ اُس نے کہا کہ جب میں مسجد میں آیا۔ تو تمہیں سوتا دیکھ کر دل میں خیال آیا۔ کہ دیکھوں کیسا شخص ہے تو معلوم ہوا۔ کہ تم تہجد خواں ہو۔ اور سو رہے ہو۔ اس لئے میں نے جگا دیا۔ جب میں اندر جا کر مراقب ہوا۔ تو بحالت مراقبہ مجھ پر غنودگی طاری ہوئی۔ اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ میرے سامنے آ گئے۔ اور مجھے سخت ڈانٹا۔ کہ میرا بچہ فضل احمد بارہ ایک بجے تک تو وعظ کرتا رہا۔ کسی نے روٹی بھی نہ پوچھی۔ ابھی تھوڑی دیر اس نے آرام کیا ہے۔ کہ تم نے اُسے جگا دیا۔ وہ اپنے وقت پر اٹھ کر تہجد پڑھ لیگا۔ اس سے میں ڈر گیا۔ اور آپ سے معافی مانگی۔ اور آپ کو بستر پر لٹا دیا۔ اس کے بعد وہ درویش میری خوب خدمت کرتا رہا۔ اور قبلہ عالم جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتا رہا۔ اور دوسرے دوستوں کو بھی حضورِ عالی کی خدمت میں حاضر ہونے کی تاکید کرتا رہا۔

مولوی صاحب مذکور فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ جناب نے مجھے تبلیغ کے لئے دیہات میں روانہ فرمایا۔ اور میرے ساتھ ایک دوست مرزا نام موضع کلیال ضلع راولپنڈی کا رہنے والا بھیج دیا۔ اس کے

فرمایا۔ کہ مولوی صاحب کے ساتھ رہنا۔ اور حتی المقدور خدمت و تواضع سے سلوک کرنا۔ ہم مختلف گاؤں میں وعظ کرتے رہے۔ جب ایک موضع سانگرہ ضلع راولپنڈی میں پہنچے تو میں نے وعظ شروع کیا۔ تو وہ دوست اثناء وعظ میں میرے کلام پر اعتراض کرنے لگا۔ اور بار بار میری بات کو کاٹنے لگا۔ میں نے پیر بھائی سمجھ کر اس کو کچھ نہ کہا۔ اور نہ ہی اس کی باتوں کا جواب دیا۔ دوپہر کو ہم نے اسی مسجد میں قیلولہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مرزا دوست چیختا چلاتا مسجد سے باہر بھاگ نکلا۔ اور پکارنے لگا۔ کہ حضرت صاحبؒ مجھے مار گئے مار گئے مار گئے۔ میں ناگاہ نیند سے بیدار ہو کر اسکے پیچھے گیا۔ اور اس کو پھر مسجد میں لے آیا۔ اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا۔ کہ جب میں سو گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جناب قبلہ حضرت صاحبؒ میرے سر پر آ گئے اور مجھے مارنے اور دھمکانے لگے۔ کہ تو بڑا بے ادب ہے۔ دوران وعظ میں تو کلام کاٹتا اور اس پر اعتراض کرتا ہے کیا اسی غرض کیلئے تمہیں مولوی صاحب کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ تم کو ادب سے رہنا چاہیئے۔ اسکے بعد جب تک ہم سفر میں رہے۔ وہ بڑے ادب و تواضع سے رہا۔ سفر سے واپس آ کر جب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو میں نے اول السلام علیکم کے بعد مصافحہ کیا۔ مرزا میرے پیچھے تھا۔ اُس نے بھی سلام عرض کیا۔ اور دست بوسی کی۔ پیشتر اس کے کہ ہم کچھ بیان کرتے۔ حضور نے خود ہی فرمایا۔ کہ مرزا ادب سے رہنا چاہیئے۔ وعظ میں قطع کلامی کرنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ اس نے معافی مانگی۔ اور اپنے قصور پر نادم ہوا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ آئندہ ایسا نہ کرونگا۔

مولوی صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میں گھر میں موجود تھا اور میرے تینوں بیٹے بخار میں مبتلا تھے۔ اتنے میں حضرت صاحبؒ کا فرمان آیا۔ کہ باہر دوستوں کی ملاقات کے لئے چلے جاؤ۔ میں نے سفر کی تیاری کر دی۔ گھر والوں نے بچوں کی بیماری دیکھ کر باہر جانے سے روکا۔ میں نے کہا۔ کہ حضرت صاحبؒ کا فرمان ہے۔ مجھے ضرور جانا چاہیئے۔ بچوں کا خدا حافظ ہے۔ چنانچہ میں سفر پہ چلا گیا۔ دوسرے دن ایک دوست کو گھر روانہ کیا۔ کہ وہ بچوں کا پتہ لے آئے۔ کہ اب کیا حال ہے۔ اُس نے واپس آ کر بیان کیا۔ کہ لڑکے راضی خوشی کھیل رہے تھے۔ یہ سنکر دل کو چین ہوا۔ اور بخیر و خوشی سفر کرتا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد جب گھر واپس آیا۔ تو

گھر والوں نے بیان کیا۔ کہ تمہارے جانے کے بعد رات کو طبیعت بہت گھبرائی۔ کبھی ایک بچہ کو دیکھتی کبھی دوسرے کو کبھی تیسرے کو۔ بچے بیہوش سے تھے۔ بچوں کی بیماری اور اپنی تنہائی پر روتی تھی۔ اسی پریشانی کی حالت میں مجھے اونگھ آگئی۔ کیا دیکھتی ہوں۔ کہ جناب حضرت صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور شفقت سے تینوں بچوں کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرماتے ہیں۔ کہ کوئی گھبراؤ نہیں۔ اب یہ انشاء اللہ تندرست ہو جائیں گے۔ اس کے بعد میں جاگ اٹھی۔ دیکھا تو بچوں کو پسینہ آرہا تھا۔ پسینہ خشک ہونے پر بخار جاتا رہا۔ اور بچے تندرست ہو گئے۔

حافظ محمد زمان صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں پلٹن میں بعہدہ امام مسجد ملازم تھا۔ بوجہ تبدیلی مجھے پلٹن کے ساتھ چھاؤنی بھاموں علاقہ ملک برہما میں جانا پڑا۔ برہما کے قیام کے زمانہ میں ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ وہاں تشریف لے گئے۔ اور حاجی رحمت اللہ صاحب کے ہاں رنگون قیام فرمایا مجھے بھی آپ کا فرمان پہنچا۔ کہ آکر ملاقات کر جاؤ۔ بھاموں سے رنگون آنے میں کچھ بحری راستہ بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ رخصت لیکر جب بندرگاہ پر پہنچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مسافر لے جانیوالا جہاز چھوٹ چکا ہے البتہ ایک سرکاری جہاز کھڑا تھا جس پر ہر ایک کو سوار ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ جہاز کے کپتان کے پاس جاکر میں نے کہا۔ کہ میری آمد سے پہلے جہاز روانہ ہو گیا ہے۔ اور مجھے رنگون جانا ضروری ہے۔ آپ مہربانی فرماکر جہاز پر سوار ہونے دیں۔ کپتان نے نہایت درشت کلامی سے ٹال دیا۔ کہ سرکاری جہاز پر جانے کی اجازت نہیں۔ مایوس ہو کر اپنی پلٹن کے افسر کمانڈنگ کے پاس گیا۔ کہ آپ نے رخصت تو دیدی تھی۔ لیکن سوائے سرکاری جہاز کے اور کوئی جہاز رنگون جانے والا نہیں۔ اگر دوسرے جہاز کا انتظار کیا۔ تو میرے قبلہ اتنے عرصہ تک واپس تشریف لے جائینگے۔ افسر کمانڈنگ نے جھٹ کپتان کے نام چٹھی لکھدی۔ کپتان نے جب یہ چٹھی دیکھی۔ تو حیران ہو گیا۔ اور جہاز پر سوار ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

بابو کرم دین صاحب نے بیان کیا۔ کہ ریلیونگ ڈیوٹی سے تبدیل ہو کر مجھے مستقل طور پر ترکی اسٹیشن پر بطور نائب اسٹیشن ماسٹر مقرر کر دیا گیا۔ میں اپنے ہمراہ ایک شخص مسمیٰ جیون کو کہ وہ بھی جناب حضرت صاحبؒ کا مرید تھا۔ اپنے ہمراہ لے آیا۔ تاکہ مکان میں اسباب وغیرہ رکھنے میں آسانی ہو۔ مگر اتفاقاً میرا مکان بابو فضل دین ہیلپر کے پاس رُکا ہوا تھا۔ میں دو دن کے بعد جب شیخ جیون کو

واپس کرنے لگا۔ تو قلم دوات لیکر جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں نیاز نامہ لکھنا چاہا۔ مگر جونہی قلم اُٹھائی۔ کہ کچھ لکھوں بے اختیار گریہ وزاری شروع ہوگئی۔ پھر دوسرے وقت جب لکھنے کا ارادہ کیا۔ تو پھر وہی حالت ہوگئی۔ آخرکار شیخ جیون کو کہدیا۔ کہ جو کچھ حال ہے زبانی عرض کر دینا۔ اس نے جناب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر بیان کیا۔ کہ بابو صاحب وہاں اُداس اور تنگ ہیں۔ اور ہر وقت روتے رہتے ہیں۔ اگر ان کی تبدیلی راولپنڈی ہو جاوے تو بہتر ہے حضور نے فرمایا۔ اوہو۔ بابو صاحب کا اگر یہ حال ہے۔ تو پھر ان کو یہاں ضرور آجانا چاہئے۔ اس سے تین دن بعد مجھے حکم پہنچگیا۔ کہ تمہاری تبدیلی راولپنڈی کر دی گئی ہے۔

دوسرے ہی دن بازار میں مجھے شیخ جیون ملا۔ میں نے کہا۔ کہ میں تبدیل ہو کر یہاں آگیا ہوں۔ اس نے کہا۔ کیسے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ حضور کی محبت نے بلایا ہے۔ یہ سُنکر وہ بوڑھا آدمی بازار میں ہی اچھلنے اور کودنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ حضور کا باطنی تصرف ہے۔ مجھے حضور نے اُسی وقت فرمایا تھا۔ کہ بابو صاحب راولپنڈی تبدیل ہو کر آجائیں گے۔

بہن غلام مریم صاحبہ اول معلمہ زنانہ سکول بھیرہ بیان کرتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میرا لڑکا منظور الحق بھی ساتھ تھا۔ دوسرے دن آپ نے فرمایا۔ کہ سیدھے گھر چلے جاؤ۔ رخصت ہو کر میں اس ارادہ سے کہ اپنی ہمشیرہ کی ملاقات بھی ہو جاوے۔ رتہ امرال متصل اسٹیشن راولپنڈی چلی گئی۔ اور اُس نے رات کو ٹھہرا لینے کا اصرار کیا۔ یہ دیکھکر میرا لڑکا منظور الحق دوبارہ جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ پھر زیارت کر آؤں۔ حضور نے دیکھتے ہی فرمایا۔ کہ میں نے جو کہا تھا۔ کہ سیدھے گھر جاؤ۔ ابھی تک تم کیوں نہیں گئے۔ جاؤ۔ ابھی والدہ کو کہو۔ کہ وقت ضائع نہ کرے۔ اور چلی جاوے۔ غرض آپ کے فرمان کے مطابق روانہ ہو کر رات کے دس بجے گھر پہنچی۔ دیکھا تو گھر کے دروازہ کا قفل ٹوٹا پڑا ہے۔ دیکھ بھال اور دریافت سے معلوم ہوا۔ کہ اگر میں رات کو نہ پہنچتی۔ تو چور اپنا کام تمام کر جاتے۔ قفل تازہ ہی ٹوٹا ہوا تھا۔ بر وقت پہنچ گئی۔ اور آپ کی دعا و توجہ سے نقصان سے بچ گئی۔

اسی طرح غلام مریم صاحبہ بیان کرتی ہیں۔ کہ میرے ماموں جناب غلام نبی صاحب جب پہلی دفعہ بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ دل تو یہی چاہتا تھا۔ کہ تین چار دن تک

آپ کو اپنے پاس رکھیں۔ لیکن آپ کا بہت جلد واپس جانا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔ لہذا آپ سیدھے گھر جاویں۔ ماموں صاحب حقیقت حال سے ناآشنا تھے۔ نئے نئے بیعت ہوئے تھے۔ بجائے بھیرہ کے گوجرانوالہ چلے گئے۔ وہاں اپنے ایک عزیز کی تیمارداری میں کچھ دن صرف ہو گئے۔ افادہ ہونے پر گھر پہنچے۔ دیکھا تو اُن کا اپنا لڑکا عبدالحق صاحب جو سرگودھا میں ملازم تھا۔ بیمار ہو کر گھر آیا ہوا تھا۔ اب تو وہ افسوس کرنے لگے۔ کہ میں اگر حضرت صاحبؒ کے فرمان کے مطابق پہلے ہی آجاتا۔ تو اپنے بیٹے کی خدمت کرتا۔ بیٹے کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور وہ ایک ہفتہ کے بعد داغ مفارقت دے گیا۔ اور ہم سب کو دائمی رنج والم میں مبتلا کر گیا۔

آگے جاکر مزید بیان کرتی ہیں۔ کہ اس واقعہ سے ماموں صاحب کو سبق حاصل ہو گیا۔ جو کام شروع کرتے۔ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں خط لکھکر پہلے اجازت لے لیتے۔ چنانچہ ایک دفعہ اِن کا ارادہ ہوا۔ کہ کپاس کا بیوپار کریں۔ حضرت صاحبؒ سے جب اجازت حاصل کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ بالکل اس کام کے نزدیک نہ جانا۔ ماموں صاحب نے ارادہ ترک کر دیا۔ تھوڑے ہی دن گذرے تھے۔ کہ کپاس کا نرخ کم ہو گیا۔ اور وہ شخص جو کپاس کی خرید و فروخت کا مشورہ دے رہا تھا۔ دغاباز اور مکار ثابت ہوا۔ الحمدللہ کہ میرے ماموں صاحب حضرت صاحبؒ کی دعا سے نقصان سے محفوظ رہے۔

نیز غلام مریم صاحبہ بیان کرتی ہیں۔ کہ میں بیس سال کی تھی۔ کہ میرا خاوند فوت ہو گیا۔ اور کوئی ذریعہ معاش نہ رہا۔ جب راولپنڈی شریف خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ تو مائی صاحبہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گذارش کی جاوے۔ کہ دعا خیر فرماویں۔ کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش اور انکی تربیت کا کوئی سبب بن جاوے۔ حضور نے فرمایا۔ جس نے پیدا کیا ہے۔ وہی مسبب الاسباب ہے۔ چنانچہ آپ نے دعا فرمائی۔ اُسی دن حضرت صاحبؒ کے پتہ پر میونسپل کمیٹی کی طرف سے چٹھی موصول ہوئی جس میں تحریر تھا۔ کہ تمہاری درخواست منظور ہے۔ تم کو استانی مقرر کیا گیا ہے۔ یکم کو مدرسہ کا چارج لے لو۔ میں نے خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اس سے قبل میں کئی دفعہ کوشش کر چکی تھی۔ لیکن کوئی بھی میری درخواست پر غور نہیں کرتا تھا۔

حافظ محمد زمان صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جن دنوں میں ملک برہما چھاؤنی بھاموں میں توپخانہ کا امام مسجد تھا۔ رخصت لیکر گھر آیا ہوا تھا۔ عرس شریف سے فارغ ہو کر واپس برہما جانے کا ارادہ کیا۔ تو آپنے دعا فرمائی۔ اور چند نصیحتیں بھی فرمائیں۔ کلکتہ پہنچکر جہاز پر سوار ہوا۔ میرے ہمراہ توپ خانہ کا بگل بجانے والا بھی تھا۔ پہلے دن جہاز آرام سے چلتا رہا۔ دوسرے دن جہاز طوفان میں پھنس گیا۔ طوفان اس قدر تیز ہو گیا کہ جہاز کے ڈوبنے میں کوئی کسر باقی نہ رہی۔ ہر شخص نے موت کو سامنے دیکھکر چیخنا چلانا شروع کیا۔ جہاز والوں نے مسافروں کو کارک دے دیئے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ کہ زندگی ختم ہونے والی ہے۔ آؤ کلمہ شریف پڑھیں۔ تاکہ کلمہ پڑھتے پڑھتے جان نکلے۔ ہم نے باآواز بلند کلمہ شریف پڑھنا شروع کیا۔ جہاز کا ڈاکٹر ہمارے پاس آکر کہنے لگا۔ کہ تم کیا کر رہے ہو۔ ہم نے کہا۔ اللہ تعالےٰ کو یاد کر رہے ہیں جس کے قبضہ میں زمین و آسمان کی بادشاہت ہے۔ اور موت و حیات اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ڈاکٹر یہ کہکر کہ ہاں اس وقت خدا کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔ چلا گیا۔ مجھے قے شروع ہو گئی۔ اور بیہوش ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت صاحبؒ میرے سر پر کھڑے ہیں۔ اور فرماتے ہیں گھبراؤ نہیں۔ جہاز ڈوبتا نہیں۔ خیریت سے رنگون پہنچ جاؤ گے۔ ہوش آیا۔ تو اپنے ساتھی کو خوشخبری سنائی۔ تھوڑی دیر کے بعد طوفان کم ہو گیا۔ اور ہم بخیر و عافیت رنگون پہنچ گئے۔

ایک دوست محمد بخش نام موضع سہام متصل راولپنڈی کا رہنے والا بیان کرتا ہے۔ کہ جب میرے پیشوا فوت ہو گئے۔ تو میں کبھی کبھی حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا۔ ایک دفعہ میرے دانتوں میں سخت درد پیدا ہوا۔ بہتیرے علاج کئے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن جناب کی خدمت میں جبکہ آپ عیدگاہ تشریف رکھتے تھے۔ حاضر ہوا۔ اور دانتوں کی تکلیف کے متعلق عرض کیا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ جاؤ جا کر ندی لئی میں غوطہ لگاؤ۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ پہلے تو دل ڈر گیا۔ مگر جناب کے ارشاد کے موافق لئی کے کنارہ پر چلا گیا۔ اور کپڑے اتار کر غوطہ لگایا۔ ایسا معلوم ہوا۔ کہ پانی کے اندر کسی شخص نے میرے منہ پر زور سے طمانچہ لگایا۔ جب پانی سے سر باہر نکالا۔ تو درد بالکل جاتا رہا۔ بہت حیران ہوا۔ جلدی واپس جناب کی خدمت

میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ چند دوست حضور کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک سید صاحب جنہوں نے اپنا لقب مسیح رکھا تھا۔ مجلس میں آ بیٹھے۔ اور ادھر اُدھر فخر و غرور کی بھری باتیں کرنے لگے اور یہ بھی کہا۔ کہ میں مسیح ہوں۔ اسی اثناء میں ایک دوست جس کو درد ریح نے بیتاب کیا ہوا تھا۔ درد کے مارے لنگڑاتا ہوا حاضر ہوا۔ قبلہ حضرت صاحبؒ نے سید صاحب کو فرمایا۔ کہ مسیح علیہ السلام تو مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ آپ اس دوست کی ٹانگ سے درد ہی دُور کر دیں۔ سید صاحب کی شیخی کرکری ہو گئی۔ سوائے خاموشی کے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ فقیر ایک ادنیٰ غلام ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس درد کا علاج ابھی کرتا ہوں۔ آپ دیکھتے رہیں۔ آپ نے اُس شخص کو دُور ہی کھڑا کر دیا۔ کچھ پڑھ کر دُور سے ہی دم کیا۔ درد اُسی وقت جاتا رہا۔ آپ نے پھر فرمایا۔ اس پر بھی مجھے فخر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ ہے۔ میں اُس کا حقیر بندہ ہوں۔ سید صاحب حیران رہ گئے۔

اسیطرح ایک دفعہ آپ دوستوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ اس وقت مجلس میں ہمارے دوست ڈاکٹر عبدالحق صاحب جو ولایت سے سائنس کی اعلیٰ ڈگری حاصل کر کے آئے ہوئے ہیں اور آجکل گورنمنٹ ٹیکنیکل سکول لاہور کے پرنسپل ہیں۔ موجود تھے۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جو داڑھ کے درد سے بیتاب تھا۔ حضور نے ڈاکٹر صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کی سائنس کیا کہتی ہے۔ اس شخص کا درد کیا آپ دُور کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا۔ کہ اسے کسی ڈاکٹر سے دوا لینی چاہیئے۔ ہماری سائنس تو یہی بتاتی ہے۔ لیکن میرا عقیدہ یہ ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی نظر سے ہی درد دُور ہو سکتا ہے۔ ظاہری اسباب کی ضرورت نہیں۔ روحانی سائنس بہت زبردست ہوتی ہے۔ غرضیکہ حضور نے اُسے دُور دھوپ میں میں کھڑا کر دیا۔ اور آپ نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے دم کیا۔ اور وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا۔ گویا کہ کبھی درد ہوا ہی نہیں تھا۔

ڈاکٹر اقبال نے فقرا کی تعریف میں کیا اچھا لکھا ہے۔ ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اِن کے زورِ بازو کا ۔۔۔ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

- جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی — الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

صوبیدار محمد شیر صاحب ساکن پیر شاہ وسن متصل دینا ضلع جہلم بیان کرتے ہیں۔ کہ میں جمعدار تھا۔ اور راولپنڈی چھاؤنی میں ہی مقیم تھا۔ کہ ہماری پلٹن کو ایک لڑائی میں شریک ہونے کا حکم گیا۔ سب نے تیاری کر لی۔ اور اسباب وغیرہ باندھ لئے۔ میں موقعہ پا کر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زیارت وقدمبوسی کے لئے حاضر ہوا۔ کیونکہ لڑائی کے میدان سے معلوم نہیں تھا۔ کہ زندہ بھی آؤنگا یا نہیں۔ بڑی گریہ وزاری اور بےچینی اور بیقراری کی حالت میں حضرت صاحبؒ کی زیارت کی۔ اور عرض کیا کہ میری شائد یہ آخری ملاقات ہے۔ معلوم نہیں پھر دیدار نصیب ہو۔ یا نہ ہو۔ حضرت صاحبؒ کے دل پر میری اس حالت کا گہرا اثر پڑا۔ تادیر حضرت صاحبؒ خاموش رہے۔ بعد ازاں فرمایا۔ کہ ایسا جتلایا گیا ہے۔ کہ تم لڑائی پر نہیں جاؤ گے۔ راولپنڈی ہی رہو گے۔ غرض میں ملاقات کر کے جب واپس آیا۔ تو ہمارا اسباب اسٹیشن پر سپیشل گاڑی پر رکھا جا رہا تھا۔ اور پلٹن کے سپاہی حوالدار وغیرہ بھی جا رہے تھے۔ میں بھی گھوڑے پر سوار ہوا۔ تو ایک سپاہی نے مجھے بندوق ہاتھ میں دیدی۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔ کہ اس میں گولی بھری ہوئی ہے۔ اتفاقیہ کسی حرکت کے باعث بندوق چھوٹ گئی۔ اور گولی میرے ہاتھ کو زخمی کرتی ہوئی نکل گئی۔ بندوق کی آواز پر سب افسر جمع ہو گئے۔ اور میری یہ حالت دیکھ کر افسر نے یہ حکم دیا کہ اس کو فوراً طبی ہسپتال میں لے جاؤ۔ غرضیکہ پلٹن روانہ ہو گئی۔ اور میں ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ رات کو میں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پیغام بھیجدیا۔ کہ ایسا واقعہ گذرا ہے۔ اور میں یہاں رہ گیا ہوں۔ چند دن کے بعد مجھے صحت ہو گئی۔ اور اپنے کام پر چلا گیا۔ اور حضور کی دعا و توجہ کی برکت سے ترقی کرتے کرتے صوبیداری کے عہدہ پر ممتاز و سرفراز ہو گیا۔

مستری سراج الدین صاحب ساکن موچی دروازہ لاہور بیان کرتے ہیں۔ کہ جن دنوں انگریزوں اور جرمنی کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی۔ مجھے بھی انگریزوں کی طرف سے اس میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ دورانِ جنگ میں جرمنی والے انگریزوں کے چند آدمیوں کو قید کر کے لے گئے۔ میں بھی انہی قیدیوں میں تھا جرمن نے ہمکو قید خانہ میں ڈالدیا۔ میں سخت بیمار ہو گیا اور مجھے ہسپتال بھیجا گیا۔ جب دیکھا کہ مجھے شفا نہیں ہوتی اور مرض بڑھتا جاتا ہے۔ لاعلاج سمجھ کر ہسپتال کے باہر میدان میں چھولداری لگادی۔ اور چارپائی پر

لٹا دیا۔ ہسپتال کے ایک طازم کو کہدیا۔ کہ یہ پنجابی عنقریب مرنے والا ہے۔ جب مر جائے
تو مجھے خبر دینا۔ میں اپنی حالت زار اور پردیس کی بے بسی پر روتا اور حسرت کرتا تھا۔ ایک
رات کو پریشانی اور حیرانی میں مجھے نیند آ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ جناب حضرت صاحبؒ تشریف
لائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ مستری سراج الدین گھبراؤ نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اچھے ہو جاؤ گے۔
اور بخیریت اپنے وطن آؤ گے۔ جب میں بیدار ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرے سرہانے ایک پنجابی
ہم وطن کھڑے ہیں۔ مجھے کہنے لگے۔ کہ فکر نہ کرو۔ میں دوائی دیتا ہوں۔ خالق شفا دیگا۔ پاس کے میدان
سے اُس نے ایک بوٹی اکھاڑی۔ اور اس کو پتھر پر رگڑ کر کچھ میرے حلق میں ڈالی۔ اور کچھ میرے
ناک اور کان میں ٹپکائی۔ اور ایک ٹکیہ میرے ناف پر رکھدی۔ آدھ گھنٹہ گذرا ہو گا۔ کہ میرے ناک
کان اور منہ سے رطوبت غلیظ نکلنی شروع ہو گئی۔ اور ساتھ ہی اسہال شروع ہو گئے۔ چارپائی
سے اُٹھنا میرے لئے محال تھا۔ تمام بستر او جگہ بدبو سے بھر گئی۔ لیکن مجھے ہوش آ گیا اور طبیعت
بھی کچھ ہلکی ہو گئی۔ ہسپتال کے طازم نے میری یہ حالت دیکھکر ڈاکٹر کو خبر دی۔ ڈاکٹر دوڑا ہوا
آیا۔ اور میری حالت کو دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ ویل پنجابی تم بچ گیا۔ پھر مجھے ہسپتال لے گئے۔ اور
تھوڑے ہی عرصہ میں مَیں بالکل تندرست ہو گیا۔ ایک دن ایک جرمن افسر نے قیدیوں سے
آکر دریافت کیا۔ کہ تم میں سے کوئی لوہار مستری بھی ہے۔ جو یہ کام کر سکے۔ میں نے کہا۔ کہ میں
اس کام کو کر سکتا ہوں۔ وہ افسر مجھے کام پر لے گیا۔ اتنے میں انگریزوں اور جرمنوں کے درمیان
صلح ہو گئی۔ اور قیدیوں کو رہا کر دینے کا اعلان ہو گیا۔ مگر اس جرمن افسر نے مجھے کام ختم ہونے
تک اپنے پاس رکھا۔ کام ختم کرنے کے بعد مجھے مزدوری کا بہت سا روپیہ ملا۔ اور بحفاظت
تمام مجھے انگریزی کیمپ میں بھیجدیا۔ اور بخیر و عافیت وطن آ گیا۔

جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کا ایک غلام فضلدین درزی راولپنڈی کا رہنے والا نہائت
مخلص غلام تھا۔ اُس کا بیٹا فیروزدین راولپنڈی کے ریلوے ورکشاپ میں طازم تھا۔ اتفاقاً کسی بات
پر افسر سے بگاڑ ہو گیا۔ اور صاحب نے اس کو نوکری سے علیحدہ کر دیا۔ وہ بیچارا معہ اپنے والد کے حضرت
صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ اسی طازمت پر گذارہ تھا۔ اب کیا کریں۔ حضور دُعا
فرمادیں۔ کہ کسی اور جگہ روزگار کی صورت بنجادے۔ حضور نے دُعا فرمائی۔ اور کہا۔ کہ اُسی صاحب کے

پاس دوبارہ جاؤ۔ انشاء اللہ کام پر لگائے گا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ صاحب بہت ناراض ہے
اُمید نہیں کہ وہ مجھے کام پر لگا دے۔ لیکن حضرت صاحب نے تاکید فرمائی۔ کہ نہیں پہلے ضرور
وہاں جانا چاہیئے۔ غرض حسب فرمان حضرت صاحبؒ دوسرے روز ریلوے ورکشاپ کے
دروازہ پر جب پہنچا۔ تو صاحب نے فیروزدین کو دیکھکر کہا۔ کہ تو کیوں آیا ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ
میرا حساب کچھ بقایا ہے۔ فیصلہ کر دیجئے۔ صاحب نے کہا۔ کہ اس وقت کوئی حساب نہیں ہو سکتا
چلو تم اندر جاکر کام کرو۔ چنانچہ وہ بدستور کام کرتا رہا۔ اور حضور کی دُعا کی برکت سے کبھی صاحب
نے اظہار بھی نہ کیا۔ کہ تمہیں ہم نے نکال دیا تھا ؛

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت
اقدس میں حاضر تھا۔ شہر کے دوستوں میں سے امیر علی نام ایک دوست نے جو ایک
مسجد کا امام تھا۔ خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ جناب عالی میں نوجوان مجرد ہوں۔ دُعا
فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نیک بیوی عطا فرماوے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ امیر علی ہم تمہارے
لئے بیوی کہاں سے لائیں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جناب اگر اس کے حق میں دعا فرماویں تو شاید
کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جاوے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ کہ سب دوست دعا کریں۔ حضور نے
دعا فرماکر رخصت کر دیا۔ ابھی چند ہی دن گذرے تھے۔ کہ امیر علی کی خالہ اپنی نوجوان لڑکی کو
ہمراہ لیکر امیر علی کے پاس آگئی۔ اور اپنی لڑکی کا نکاح بلا کسی معاوضہ اور خرچ کے امیر علی کے
ساتھ کر دیا ؛

ایک دوست عبدالغنی گورہ ہسپتال والے بیان کرتے ہیں۔ کہ میرا ایک دوست عبدالمجید پلٹن
میں ملازم تھا۔ وہ حضور کا بھی غلام تھا۔ اس نے سر کے بال کانوں تک رکھے ہوئے تھے۔ ایک
دن اثناء پریڈ میں کپتان صاحب نے دیکھکر حکم دیا۔ کہ تم بالوں کو کٹا دو۔ اگر نہ کٹاؤ گے۔ تو تمہیں
سزا دی جائیگی۔ اس حکم سے عبدالمجید کے دل میں سخت رنج ہوا۔ اور مجھے کہنے لگا۔ کہ میں نے
بال بڑے شوق سے سنت نبویؐ کے مطابق رکھے تھے۔ میں ہرگز نہیں کٹاؤنگا۔ خواہ کچھ بھی ہو
اسی دن شام کو ہم دونو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت عیدگاہ میں
تشریف رکھتے تھے۔ قدمبوسی کے بعد جب حضور نے خیریت کا حال دریافت فرمایا۔ تو عبدالمجید

نے رو رو کر تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے تسلی دی۔ اور فرمایا۔ کہ بالوں کو کٹا دو۔ یہ بھی سنت ہی ہے
عبدالمجید نے عرض کیا۔ کہ حضور بال کٹوانے کو دل نہیں چاہتا۔ حضور کچھ دیر خاموش رہے۔
اور پھر فرمایا۔ کہ اچھا کل جب پریڈ جلنے لگو۔ تو یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھتے جاؤ۔ اور جب صاحب
تمہاری طرف آئے۔ تو اس کی طرف پھونک دو۔ اللہ تعالےٰ فضل کریگا۔ عبدالمجید نے دوسرے
دن ایسا ہی کیا۔ پریڈ کے وقت جب صاحب آیا۔ تو اُس نے میری وردی وغیرہ کا پورا پورا امتحان
لیا۔ اور بالوں کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ اس کی بجائے ایک اور آدمی کو جس نے میری طرح بال
رکھے ہوئے تھے۔ غصہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے کل تمہیں بال کٹوانے کا حکم دیا تھا۔ تم نے
کیوں تعمیل نہیں کی۔ اُس نے کہا کہ جناب مجھے آپ نے نہیں فرمایا تھا۔ صاحب نے ڈانٹ کر کہا۔
تم کو ہی حکم دیا تھا۔ غرض اُس کو بہت خفا ہوا۔ عبدالمجید خدا کا شکریہ ادا کرتا ہوا گھر آگیا۔ کہ اللہ
تعالےٰ نے حضور کی دعا سے سختی معاف فرمائی۔

پنڈت دینا ناتھ صاحب حضرت صاحب کے ایک عاشق صادق ہیں۔ اور اب راولپنڈی میں
مقیم ہیں۔ حضور کے وصال کے بعد ہمیشہ رات کو حضور کے روضہ مبارک پر ہی حاضر رہتے ہیں۔ اور
اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اُن کا خدمت عالیہ میں حاضر ہونے کا یہ سبب ہوا جیسا
کہ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے ایک شخص سے کچھ روپیہ لینا تھا جب میں نے اُس سے روپیہ
مانگا۔ تو اُس نے انکار کر دیا۔ میں نے دعویٰ دائر کر دیا۔ عدالت میں میرے خلاف سب گواہ
گذرے۔ اور مقدمہ خارج ہو گیا۔ پریشان ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے
دریافت فرمایا۔ کہ پنڈت جی مقدمہ کا کیا بنا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور مقدمہ خارج ہو گیا ہے۔
آپ نے فرمایا۔ جاؤ اپیل کرو۔ انشاء اللہ بہتری ہوگا جناب کے حکم سے میں نے اپیل دائر
کر دی۔ حضور کی دعا و برکت سے فیصلہ میرے حق میں ہو گیا۔ حضور کو جا کر خوشخبری سنائی۔
اور اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔

بابو محمد اکرم صاحب محکمہ نمک کوہاٹ بیان کرتے ہیں۔ کہ میری ہمشیرہ عرصہ دراز سے
بیمار تھی۔ حکیموں۔ ڈاکٹروں کا علاج کرتے رہے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ زندگی سے مایوس
ہو چکی تھی۔ آخر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ حضور دعا فرماویں۔ اللہ کریم میری

ہمشیرہ کو شفا عطا فرماوے۔ آپ نے دعا بھی فرمائی۔ اور تعویذ بھی دیئے۔ ایک گلے میں باندھ دیا۔ اور باقی پلانے شروع کئے۔ حضرت صاحبؒ کی دعا و توجہ کی برکت سے چند دنوں میں مریضہ تندرست ہو گئی۔ اور اب تک تندرست ہے۔

اسیطرح میری بھتیجی کو سل کا مرض لاحق ہو گیا۔ علاج کراتے کراتے تھک گئے۔ مگر کوئی آرام نہ آیا۔ اُسے حضور کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے اُسے بھی تعویذ دیئے۔ جنکے استعمال سے اُس کا مرض دُور ہو گیا۔

بابو حاجی فضل الٰہی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میری تبدیلی جمن شاہ اسٹیشن پر ہو گئی۔ یہ اسٹیشن ایک سنسان جنگل میں واقعہ تھا۔ جہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ ایک جگہ دُور۔ دوسرے قبلہ حضرت صاحبؒ کا فراق۔ دل نہ لگا۔ ناچار حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بابو کرم دین صاحب کی معرفت عرض کیا۔ کہ میرے لئے دعا فرماویں۔ کہ تبدیلی راولپنڈی یا نزدیک کے اسٹیشن پر ہو جائے۔ حضور نے دعا فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ عرضی دیدو۔ میں نے اپنے افسران کو عرضی دیدی ایک ماہ کے بعد میری تبدیلی راولپنڈی ہو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔

مولوی شاہ ولی صاحب ساکن موہری بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ ایک دفعہ ہمارے گاؤں میں رونق افروز تھے۔ دوستوں کا ہجوم کثرت سے تھا۔ تمام علاقہ کو حضور نے اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ میرے گھر کوئی اولاد نہ تھی۔ اور بالکل مایوسی ہو چکی تھی۔ میری والدہ نے حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ کہ جناب کے خادم شاہ ولی کے گھر کوئی اولاد نہیں۔ دعا فرماویں۔ کہ اللہ کریم اُسے اولاد عطا فرماوے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔ حضور کی دعا سے اللہ کریم نے فضل کیا۔ اور میرے گھر لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام شاہ محمد رکھا گیا۔

محمد اسلم حبیب پوری ضلع انبالہ کا بیان ہے۔ کہ بیعت سے قبل میں ایک ناگفتہ بہ مصیبت میں گرفتار تھا۔ بیعت ہونے کے بعد میں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت سے رہائی بخشی۔

نیز مجھے قرآن مجید پڑھنے کا بڑا شوق تھا۔ لیکن یاد نہیں ہوتا تھا۔ ہر چند کوشش کرتا

لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر جناب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے دُعا فرمائی۔ اور بہت جلد قرآن شریف پڑھ لیا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے:

سراج الدین ولد مہر حاجی محمد صاحب مالی مقبرہ جہانگیر کا بیان ہے۔ کہ ایک بازاری بدمعاش عورت نے مجھ پر دعویٰ دائر کر دیا جس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ اُس نے باغ مقبرہ جہانگیر میں آکر ناچنا گانا شروع کر دیا۔ سرکاری باغات یا سیرگاہوں میں ایسا ناچ رنگ قانوناً منع ہے اور ایسے فعل کی باز پرس مالی انچارج سے ہی ہوا کرتی ہے۔ میں نے اُسے منع کیا۔ لیکن وہ باز نہ آئی۔ ناچار اُسے زبردستی دھکیل کر باہر نکالنا پڑا۔ اس کے حمایتی اتنی بے عزتی کب برداشت کر سکتے تھے۔ انہوں نے مل ملا کر ڈاکہ زنی کا دعویٰ دائر کر دیا۔ اِدھر میں نے بھی اپنے افسران کے پاس رپورٹ کر دی۔ اور ساتھ ہی معاملہ کی نازک صورت دیکھتے ہوئے قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ دعا فرماویں۔ تا کہ اس مصیبت سے نجات ہو۔ اور حق پر فیصلہ ہو۔ کیونکہ اُن کا دعویٰ ثابت ہونے پر نوکری سے بھی علیحدہ ہونے کا خطرہ تھا۔ حضور کی دعا و توجہ سے مقدمہ سرکار نے خود اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مجھے صرف گواہی کے لئے طلب کیا گیا۔ اُس بازاری عورت نے ہر ممکن کوشش کی۔ روپیہ صرف کیا۔ لیکن حق کے مقابلہ میں باطل کہاں ٹھہر سکتا تھا۔ اِدھر میرے قبلہ کی دعا سے میری تسلی تھی۔ آپ کی دعا سے میرے حق میں فیصلہ ہوا۔ اور اُن کا مقدمہ خارج ہو گیا:

ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ شہر جہلم رونق افروز تھے۔ موضع توتھیہ متصل جہلم کا رہنے والا ایک دوست مستری طاس نام حاضر خدمت ہوا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ حضور میرے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ تو غریب آدمی ہے اسی جگہ تیرے لئے دعا کی جاتی ہے۔ مگر اُس نے گھر لیجانے کے لئے بڑا اصرار کیا چنانچہ حضرت صاحبؒ نے اسکے ہاں تشریف لے جانیکا ارادہ ظاہر فرمایا۔ رات کو مولوی فضل احمد صاحب معہ دیگر دوستان جو ہمراہ تھے۔ مسجد میں سوئے۔ اور حضرت صاحبؒ کو مستری صاحب نے اپنے گھر میں سونے کیلئے عرض کیا۔ اس کا مکان نہایت پرانا اور کچا تھا۔ جو صرف دو کوٹھڑیوں پر مشتمل تھا۔ اور وہ بھی اندر آگ جلانے کے باعث سیاہ ہو چکی تھیں۔ ایک

کوٹھڑی میں حضرت صاحبؒ اور دوسری میں اسکے اہل و عیال و بال بچے۔ حضرت صاحبؒ نے بہتیرا کہا کہ میں بھی مسجد میں قیام کروں گا۔ مگر اس مرد خدا نے ایک نہ مانی۔ اور اس زندان خانہ میں سونے کے لئے مجبور کیا۔ حضرت صاحبؒ نے اپنی جان پر تکلیف اُٹھائی۔ مگر اسکے دل کو ناراض نہ کیا۔ ایک مکان کا یہ حال۔ دوسرے پاس ہی اُسکے بال بچے تھے۔ جو کبھی روتے اور جاگتے۔ ایسے حال میں نیند کہاں آسکتی تھی۔ حضرت صاحبؒ ایک دو بجے تک تو کروٹیں لیتے رہے۔ آخر اُٹھکر مسجد کی طرف تشریف لیگئے۔ کہ جاکر نماز تہجد ہی ادا کریں۔ جب مسجد میں داخل ہوئے۔ اور دروازہ دیکھا۔ تو دوست اندر سے دروازہ بند کرکے سوئے پڑے تھے۔ حضرت صاحبؒ نے ان کو بے وقت بیدار کرنا نہ چاہا۔ سردی کا موسم تھا۔ آخر باہر کے برآمدہ میں ہی آپ نماز پڑھنے لگے مولوی فضل احمد صاحب کی نیند اتفاقیہ کھل گئی۔ دروازہ کھولکر دیکھا۔ تو حضرت صاحب برآمدے میں تھے۔ بے اختیار ان کا نعرہ نکل گیا۔ اور عرض کیا۔ کہ حضرت جی ایسی سردی کی حالت میں آپ تشریف لے آئے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ فضل احمد۔ مستری صاحب کا مکان نہائت تنگ و تاریک تھا۔ نیز اُن کے بال بچے روتے جاگتے رہے۔ اس واسطے نیند نہ آئی۔ اور مسجد میں چلا آیا۔ مولوی صاحب نے عرض کیا۔ کہ جناب حضور کو اپنے گھر بلانے سے مستری صاحب کا مطلب یہ ہی تھا۔ کہ اُن کی غریبی اور تنگدستی آپ ملاحظہ فرمادیں۔ اور خاص وقت میں دعا فرمادیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ غرض جوں توں کرکے رات گذاری۔ صبح رخصت کے وقت مستری صاحب نے خود اپنے حال کی تنگی اور غربت کا حال ایسے درد بھرے لہجہ میں بیان کیا۔ کہ حضرت صاحبؒ کے دل پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ اور چند منٹ تک آپ بالکل مراقب اور خاموش رہے۔ پھر آپ نے سب دوستوں سے فرمایا کہ آؤ سب کے سب مستری صاحب کیلئے دعا کریں۔ چنانچہ سب نے دعا کی۔ پھر حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ آج کے بعد مستری صاحب کو ٹھیکیدار کہا کرو۔ اور مستری صاحب کو فرمایا۔ کہ کسی جگہ ٹھیکہ کا کام تلاش کرو۔ پھر حضرت صاحبؒ رخصت ہوکر پنجاب کی طرف تشریف لے گئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد نہر جہلم کی کھدائی شروع ہوگئی۔ مستری صاحب بھی نہر کے افسر سے جاکر ملے۔ کہ مجھے بھی کوئی کام دیا جائے افسر نے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ عرض کیا کہ میں مستری ہوں۔ افسر نے کہا۔ کہ تم ٹھیکہ لے لو۔ عرض کیا کہ میرے پاس اس قدر روپیہ نہیں ہے۔ کہ ٹھیکہ کا کام چلا سکوں۔ افسر نے کہا۔ کہ پرواہ نہیں۔

پیشگی روپیہ مجھ سے لے لو۔ اور کام جلد شروع کر دو۔ غرض روپیہ بھی ملا۔ اور کام بھی شروع کر دیا۔
ایک ہی سال کے عرصہ میں مستری صاحب کی مفلسی دور ہو گئی۔ بڑے مالدار ہو گئے۔ مکان پختہ ہوائے
اور گاؤں کے زمیندار جو کبھی ان کو پاؤں دھرنے کے لئے زمین نہیں دیتے تھے۔ ان کے
سب محتاج ہو گئے۔ اُن کی زمینیں خرید لیں۔ غرض حضرت صاحبؒ کی دُعا سے اس کی کایا پلٹ
گئی جبتک زندہ رہا۔ نہایت مخلص اور خدمتگار رہا۔ اللہ تعالےٰ اُسے بخشے۔ اب اس کا بھائی
جلال دین بہاول پور و ملتان کے علاقہ میں ٹھیکہ کا کام کرتا ہے۔ وہ بھی اپنے مرحوم بھائی کی طرح
نہایت فرمانبردار اور خدمتی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت صاحبؒ اپنے عبادتخانہ (بیٹھک) میں تشریف فرما تھے۔ اور ایک
ہندو دوست مسمّی بالمکند جو حضور کا معتقد تھا۔ خدمت میں حاضر تھا۔ جناب اس کے ساتھ توحید
کی باتیں کر رہے تھے۔ کہ جناب کے گھر کے دروازہ پر بہت سا شور و غل سُنائی دیا۔ مسمّی بالمکند
نے پتہ کر کے عرض کیا۔ کہ بہت سے خاکروب زن و مرد جمع ہیں۔ اور ایک بیمار کو جوان کا جمعدار
ہے۔ چارپائی پر ڈالکر لائے ہیں۔ بیمار درد کے مارے چیخ رہا ہے۔ جس کی چیخ و پکار سے سب کے
سب مرد اور عورتیں زار زار رو رہے ہیں خاکروبوں نے عرض کیا۔ کہ یہ شخص بہت بیمار ہے۔ سب
ڈاکٹروں اور حکیموں نے اس کو لاعلاج کر دیا ہے۔ اور کہدیا ہے۔ کہ یہ نہیں بچیگا۔ اب جناب کی خدمت
میں گھر کو واپس جاتے ہوئے اس کو لے آئے ہیں۔ شائد جناب کی دُعا سے فائدہ ہو۔ جناب نے
بالمکند کو مسکرا کر فرمایا۔ کہ یہ سب خالق کا کام ہے۔ بیمار بھی وہی کرتا ہے۔ شفا بھی وہی دیتا ہے۔ لیکن
درمیان میں کسی اپنے بندے کی عزت و توقیر منظور ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ
شفا بخشتا ہے۔ دیکھو دل میں کسی قسم کی کراہت نہ کرنا۔ یہ لوگ بھی خالق کی مخلوق ہیں۔ اس کوزہ
میں پانی بھرا ہے۔ اُٹھاؤ۔ اور میرے ساتھ نیچے چلو۔ آپ نے بیمار کے پاس آکر تسلی دی۔ اور اس کو
کہا۔ کہ درد کی جگہ پر میرا ہاتھ رکھدے۔ اُس نے آپ کا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھدیا۔ جناب دم
کرتے جاتے تھے۔ اور درد کی جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے۔ پانی پر دم کر کے اسکے
منہ اور بدن پر چھڑکا۔ خدا کی حکمت کہ ابھی آپ وہاں ہی تشریف فرما تھے۔ کہ اُس بیمار کا درد آہستہ
آہستہ کم ہوتا گیا۔ اور وہ بے اختیار ہنسنے لگا۔ اور اُٹھکر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔

میں کہاں ہوں۔اب تو مجھے کوئی تکلیف نہیں۔حضور نے اپنے پاس سے دودھ منگوا کر پلایا اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ اُسے چارپائی پر لائے تھے۔جاتے وقت اپنے پاؤں سے چلکر گیا۔ ڈاکٹر اور حکیم جنہوں نے اُسے لاعلاج کر دیا تھا۔ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اور جناب کے معتقد ہو گئے ؛

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔کہ جن دنوں بندہ موضع بانٹھ اس مکان میں مقیم تھا۔جو بندہ کے ایک مخلص دوست حافظ کاظم علی صاحب نے بندہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اور خود بھی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔میں سخت بیمار ہو گیا۔ اور نہایت پریشانی کی حالت طاری ہو گئی۔ اس بدحواسی کی حالت میں ہمیں اور کوئی علاج نظر نہ آیا۔سوائے اسکے کہ حافظ کاظم علیصاحب کو راولپنڈی قبلہ حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا جائے۔ اور حالات عرض کئے جاویں۔ اسکے روانہ ہونے کے بعد بخار کے باعث بیہوشی طاری ہو گئی۔ اور اس بیہوشی کی حالت میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میرے قبلہ حضرت صاحبؒ تشریف لائے ہیں۔حضور نے آتے ہی مجھے چارپائی پر بٹھا دیا۔ اور میرے بدن اور چہرہ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ بچہ اب خیر ہو گئی ہے۔ فکر نہ کرو۔ اسکے بعد مجھے ہوش آ گئی۔ گھر سے دریافت کیا۔ کہ حضرت صاحبؒ کیا تشریف لائے تھے۔گھر والوں نے کہا۔ کہ حضرت صاحبؒ یہاں کب آئے تھے۔ خیر بندہ چپ رہا۔ دیکھا تو تمام بدن پر پسینہ آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بخار اُتر گیا۔ اور میں تندرست ہو گیا۔ ادھر جب حافظ کاظم علی خدمت اقدس میں پہنچا۔ اور حال بیان کیا تو حضور نے فرمایا۔ کہ تعویذ کی ضرورت نہیں۔ جاؤ مولوی صاحب تندرست ہو گئے ہیں۔چنانچہ جب وہ واپس آئے۔ تو حال بیان کیا۔جس کو سُنکر وہ حیران ہو گئے۔ اور تعجب سے کہا۔ کہ حضرت صاحبؒ نے حاضر خدمت ہوتے ہی فرمایا تھا۔ کہ دعا کی گئی ہے۔ خدا فضل کریگا۔ اور واپسی پر تم مولوی صاحب کو تندرست پاؤ گے ؛

بابو محمد رمضان صاحب ہیڈ کلرک ریلوے سٹیشن لالہ موسے بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے بائیں پاؤں کے چھپر پر ایک زخم نکل آیا۔جس نے بڑھتے بڑھتے تمام چھپر کو گھیر لیا۔ کوئی اس کو مونگری پھوڑا۔ کوئی چھنبل کوئی داد وغیرہ بیان کرتا۔ وضو کے وقت اس پاؤں کو کبھی نہ دھوتا تھا۔ ہر وقت اس پر پٹی بندھی رہتی تھی۔ خارش اس قدر ہوتی۔ کہ یہی دل چاہتا۔ کہ

اس کو چاقو سے چھیل دوں۔ دو سال تک ڈاکٹری۔ یونانی۔ جراحی سب قسم کے علاج کئے گئے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں راولپنڈی شریف حاضر ہونیکا اتفاق ہوا۔ جناب نے خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد مجھے فرمایا۔ کہ اب پاؤں کا کیا حال ہے۔ بندہ نے پاؤں سے جراب اُتار کر دکھلایا۔ آپنے دیکھکر فرمایا۔ کہ تمہیں بہت تکلیف ہوتی ہوگی۔ پیشتر اس کے کہ جناب کچھ فرماتے۔ حاضرین دوستوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ مجھے اسی قسم کا پھوڑا نکلا تھا۔ اور میں نے بہت علاج کئے تھے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار ایک شخص نے دوائی بتلائی جس کے لگانے سے مجھے آرام ہوگیا۔ جناب نے اس شخص کو فرمایا۔ کہ دوائی بتادو۔ اس نے کہا۔ کہ جامن کا تیل۔ کافور۔ گائے کا مکھن۔ ان تینوں کو ملا کر مرہم بنالو۔ اور زخم پر اُسترے سے چھلنے لگا کر اس پر مرہم لگادو۔ بندہ نے لالہ موسے واپس آکر ایسا ہی کیا۔ وہ دوائی زخم پر اس طرح لگی۔ جیسے زہر قاتل لگتا ہے۔ میری ہائے ہائے کی آواز دور تک جاتی تھی۔ بیقراری اور بےچینی کی کوئی حد نہ تھی۔ خیر جوں توں کر کے صبر کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اوپر کا چمڑا گل سڑ کر دُور ہوگیا۔ اور نیچے سے صاف گوشت اور چمڑا نکل آیا۔ خدا تعالیٰ کا شکریہ کیا۔ کہ اتنی تکلیف کے بعد آرام تو آگیا۔ مگر جب موسم بہار آیا تو پھر پھوٹ پڑا۔ اور اسی طرح خارش اور خلش شروع ہوگئی۔ جب دوبارہ راولپنڈی شریف حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ تو جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں سب حال جیسے کہ گذرا تھا عرض کیا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ اور لگا کر دیکھو۔ بندہ نے عرض کیا۔ کہ حضور اب اس دوائی کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں۔ جناب نے کچھ دیر سکوت فرمانے کے بعد فرمایا۔ کہ اچھا پاؤں آگے کرو۔ بندہ نے پاؤں آگے کر دیا۔ حضور نے دم فرمایا۔ اور اپنی لب مبارک سے زخم کے گرد حلقہ کر دیا۔ اور زخم کے اوپر بھی لگادیا۔ اور فرمایا۔ کہ اب دوائی چھوڑ دو۔ کسی دوائی کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کر دیگا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد زخم اچھا ہوگیا۔ اور کسی قسم کا نشان باقی نہ رہا۔ چند دنوں کے بعد پھر اس حلقہ کے باہر کی طرف جو جناب نے انگلی سے کیا تھا۔ تھوڑا سا زخم پھوٹ نکلا۔ جس کی نسبت حضور کی خدمت میں بذریعہ نیاز نامہ گذارش کی۔ حضور نے غائبانہ دعا فرمائی جس سے وہ زخم بھی اچھا ہوگیا۔ اب کئی سال گذر گئے ہیں۔ زخم نہیں پھوٹتا۔ پاؤں کا ظاہری

چمڑا بالکل صاف ہے۔ اور کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

میاں فقیر محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے لڑکے فضل الٰہی کے دل کے مقام پر ایک لمبا چوڑا سُرخ داغ پیدا ہو گیا۔ دن بدن زیادہ پھیلتا جاتا۔ بہتیرے ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس لے گیا۔ ہر ایک نے یہی جواب دیا۔ کہ یہ مرض لاعلاج ہے۔ غرض مغموم اور مایوس ہو کر جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لڑکے کو لے گیا۔ اور تمام ماجرا بیان کیا۔ کہ حکیموں اور ڈاکٹروں نے یہ مرض لاعلاج قرار دیا ہے اس لئے حیران و پریشان ہو کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اب آپ ہی دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی عطا فرما دے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ صحت و تندرستی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ڈاکٹر وغیرہ کچھ نہیں کر سکتے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آرام آجائے گا۔ جنابؒ نے ایک مٹی کا ڈھیلا لے کر اس پر دم کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اس مٹی کو مرض کی جگہ پر پھیر دیا کریں۔ جب ہم نے عمل شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی عجیب حکمت ظاہر ہوئی۔ وہ سُرخ داغ دل کے مقام سے ہٹ کر گول اور دائرہ کی شکل بن کر ہاتھ اور پاؤں اور سر کی چوٹی تک پھیل گیا۔ حتیٰ کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں تک پھیل کر آہستہ آہستہ خارج ہونے لگا۔ اور تھوڑے دنوں میں بالکل دُور ہو گیا۔

میاں صاحب مذکور بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے لڑکے عبدالعزیز کے پاؤں میں گھیرا (ایک قسم کا لاعلاج پھوڑا) ہو گیا۔ ڈاکٹروں سے دو دفعہ اپریشن کرایا۔ ٹخنے کی ہڈی بھی نکال دی۔ لیکن آرام نہ آیا۔ بلکہ ٹانگ میں بھی پیپ پڑ گئی۔ ڈاکٹروں نے یہ دیکھکر متفقہ طور پر فیصلہ کیا۔ کہ اس ٹانگ کو کاٹے بغیر چارہ نہیں۔ یہ حال سُنکر میں حیران و پریشان جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تاکہ اجازت حاصل کی جاوے۔ لڑکے کو بھی ساتھ لے گیا۔ جناب اُس وقت دوسری دفعہ حج کے لئے تیار تھے۔ آپؒ نے فرمایا۔ کہ حج سے واپسی تک انتظار کرو۔ ابھی ٹانگ نہ کٹواؤ پھر دیکھا جاویگا۔ میں نے بھی اس کام کو ملتوی کر دیا۔ جب آپ حج سے بخیریت تمام واپس تشریف لائے۔ تو میں بھی زیارت و قدمبوسی کے لئے جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جنابؒ نے خیر و عافیت کے بعد عبدالعزیز کا حال دریافت فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جناب ویسا ہی ہے۔ جیسا جناب دیکھ گئے تھے۔ جناب نے ایک مٹی کا ڈھیلا دم کر کے دیدیا۔ کہ جاؤ اس کو ساری

ٹانگ پر پھیرو۔ اور ساتھ ہی ایک ہلکی سی مرہم بھی بتا دی۔ کہ اس کو زخم پر لگایا کرو۔ ہم نے حسب ارشاد استعمال شروع کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اس مرض کو دور کر دیا۔ اور بالکل شفا ہو گئی۔

عطا محمد سپاہی محکمہ نمک کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ عرس کے موقعہ پر میں نے اپنے افسر سے رخصت مانگی۔ لیکن نہ ملی۔ میں بہت مجبور ہوا۔ ایسے مبارک موقعہ پر شامل نہ ہونا دل کو بے چین کر رہا تھا۔ اور جوں جوں دن قریب آتے جاتے تھے۔ میرا جنون بڑھتا جاتا تھا۔ یہ ہی چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح اڑ کر اپنے پیر کے پاس پہنچوں۔ عرس سے ایک دن قبل میرا افسر باہر دورہ پر چلا گیا۔ ظہر کی نماز کے بعد میری عجیب حالت ہو گئی۔ بیخودی کے عالم میں گھر سے چل نکلا۔ چلتے چلتے شام ہو گئی۔ لیکن سفر برابر جاری تھا۔ راستہ میں کانٹے دار جھاڑیاں۔ پتھریلی زمین۔ ہر گاؤں سے گذرتے وقت کتوں کا بھونکنا۔ اور پھر یہ کہ اندھیرا اور راستہ کی ناواقفیت ایسے حالات میں بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ہمت نہ ہاری۔ برابر چلتا گیا۔ حتیٰ کہ رات کے تین بجے کے قریب چکوال پہنچ گیا۔ وہاں سے بذریعہ ریل راولپنڈی شریف پہنچا۔ عرس کی بہار دل کھول کر دیکھی۔ ختم شریف میں شامل ہوا۔ حضور عالی کو دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ عرس کے دوسرے دن اسی طرح واپس کھیوڑہ پہنچ گیا۔ قاعدہ کلیہ ہے۔ کہ بغیر اجازت نوکری سے چلے جانے کی سزا سوائے موقوفی کے کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن میرے دل میں اس بات کا ذرا بھی فکر نہ تھا۔ واپسی پر مجھے کسی نے بھی نہ پوچھا۔ کہ تم کہاں گئے تھے۔ میرا افسر ابھی تک باہر ہی تھا۔ مجھے ہر طرح تسلی تھی۔ کیونکہ میرا یقین تھا۔ کہ میں اپنے پیر و مرشد کو ملنے گیا ہوں۔ اور خداوند کریم میری عزت رکھیگا۔ کھیوڑہ سے بذریعہ عریضہ میں نے قبلہ عالم کی خدمت میں یہ واقعہ لکھا۔ آپ نے جواب میں تاکیداً فرمایا۔ کہ خبردار آئندہ بغیر اجازت نوکری سے اس طرح نہ آنا۔

بابو غلام نبی صاحب صابر انسپکٹر ڈاکخانہ جات فرماتے ہیں۔ کہ ۱۹۲۶ء میں ایک دفعہ میں ضلع شاہپور کے علاقہ میں دورہ کرتا ہوا ایک قصبہ جہاوریاں میں پہنچا۔ رات کو بازار میں ایک بالاخانہ میں قیام ہوا۔ سردی کا موسم تھا۔ سرکاری کام کی کثرت کی وجہ سے رات کے دو بجے تک نہ سو سکا۔ اس خیال سے کہ صبح تہجد کے نوافل میں سستی نہ ہو جاوے۔ لیٹ گیا۔ دن بھر کی تھکاوٹ اور پھر دیر سے آرام کرنے کی

وجہ سے گہری نیند پڑی۔ تین یا چار بجے کا وقت ہوگا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت صاحبؒ مجھے جھنجوڑ رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کمرہ سے باہر نکل جاؤ۔ میں فوڑاً اٹھ بیٹھا۔ دیکھا۔ تو کمرہ دھواں سے بھرا ہوا ہے۔ باہر نکلا۔ تو چھت سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ بالاخانہ کی نچلی دوکان میں آگ لگی ہوئی تھی۔ میں نے شور مچا دیا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اور آگ بجھانے لگے۔ اس دوکان میں مٹی کا تیل۔ بنولے۔ اور بزازی کا سامان تھا۔ اگر مٹی کے تیل تک آگ پہنچ جاتی۔ تو کسی کو یہ پتہ بھی نہ چل سکتا۔ کہ اس مکان میں کوئی مسافر بھی آکر شب باش ہوا تھا۔ ع

نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

الحمد للہ کہ خالق کے فضل و کرم سے آگ پر جلدی قابو پا لیا گیا۔ اور قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی بروقت امداد سے تمام قصبہ بچ گیا۔

کنوؤں میں پانی کا نکلنا!

میاں فقیر محمد صاحب ساکن جوہڑ متصل راولپنڈی بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمارے گاؤں میں پانی کی بہت قلت تھی۔ کنواں بھی کوئی نہیں تھا۔ گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر ایک کنواں تھا جس سے بڑی مشکل سے پانی لایا جاتا تھا۔ اور وہ بھی کوئی کوئی لاتا تھا۔ ورنہ اکثر لوگ بارش کے پانی پر جو شاہ پیارا کی زیارت کے پاس ایک جوہڑ میں جمع ہو جاتا تھا۔ گذارہ کرتے تھے۔ ابتدا حال میں ایک دفعہ آپ جوہڑ تشریف لے گئے۔ وضو کے وقت حضور نے دیکھا۔ کہ وضو کے پانی میں کیڑے مکوڑے ہیں۔ میاں صاحب سے دریافت کیا۔ کہ یہ کیسا پانی ہے۔ کہ سرخ کیڑوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جناب یہ چھپڑ کا پانی ہے پھر میں نے آپکے لئے گھر سے صاف پانی لاکر وضو کرایا۔ بعد نماز میں نے عرض کیا۔ کہ یہاں پانی کی قلت ہے۔ دوستوں نے بھی عرض کیا۔ دعا فرما دیں۔ کہ اس مسجد کے قریب ہی اللہ تعالیٰ ہمیں پانی دیدے۔ جنابؒ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ آؤ سب ملکر دعا کریں۔ چنانچہ سب دوستوں نے ملکر بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ حضور نے خوشخبری بھی سنائی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمالی

ہے۔ کنواں کھودو۔ خالق پانی دیدیگا۔ وہ جگہ بہ نسبت دوسری جگہ کے بہت اونچی تھی خیال تھا۔ کہ شاید پانی نہ نکلے۔ مگر جناب کے فرمانے سے ہمیں تسلی تھی۔ حضور نے کدال لے کر خود دست مبارک سے افتتاح کیا۔ اور اس کے بعد ہم سب دوستوں نے کنواں کھودنا شروع کر دیا۔ ساتویں روز اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم اور حضور کی دعا کی برکت سے نہایت ہی عمدہ صاف پانی نکل آیا۔ چنانچہ وہ کنواں ابتک موجود ہے۔ اور اس کا پانی استعمال ہوتا ہے۔ میاں صاحب یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ اس سے پہلے ہمارے گاؤں میں لوگوں کو نارو اور پھوڑے پھنسی کی بیماری بکثرت ہوا کرتی تھی جب سے اس کنوئیں کا پانی پینا شروع کیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس مرض کو بھی دور کر دیا ہے۔ اس کنوئیں کو تیار ہوئے عرصہ آٹھ نو سال کا ہو گیا تھا۔ کہ ایک دفعہ جناب اس گاؤں میں تشریف لے گئے۔ اس وقت دوستوں نے عرض کیا۔ کہ جناب اس کنوئیں کا پانی اب بہت کم ہو گیا ہے۔ اور گندلا ہو گیا ہے۔ دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ پانی زیادہ کر دے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ سات عدد کنکر لاؤ۔ جناب نے اُن پر پڑھکر دم کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ اِن کو کنوئیں میں ڈال دو۔ اور صبح کے وقت اطلاع دو۔ کہ کس قدر پانی ہے جب صبح کے وقت پانی نکالنے کے لئے ڈول ڈالا۔ تو لوگوں نے دیکھا۔ کہ پانی بارہ فٹ تک پہنچ گیا ہے۔ اس کنوئیں کو دیکھکر گاؤں والوں نے سمجھا۔ کہ اب ہر جگہ کنواں کھودا جا سکتا ہے۔ پانی بافراط مل جائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے آٹھ نو جگہ کنوئیں کھودے۔ لیکن کہیں پانی نہ نکلا۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ جناب کی خدمت میں حاضر تھا۔ سید حسن شاہ صاحب ساکن موضع کھبل تحصیل گوجرخان جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ ہم نے بڑی محنت اور مشقت سے اپنے گاؤں میں کنواں کھودا ہے۔ بہتیرا گہرا کھود کر نیچے لے گئے ہیں۔ مگر پانی نہیں نکلا۔ اب ہمارے پاس روپیہ پیسہ بھی نہیں رہا۔ جو مزدوری دیکر اس سے زیادہ گہرا کھود سکیں۔ جناب دعا فرما دیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو پانی دیدے جناب نے سب حاضرین مجلس کو فرمایا۔ کہ آؤ سب ملکر دعا کریں۔ جناب نے فرمایا۔ کہ دو گز اور نیچے کھود دو۔ انہوں نے جا کر ڈیڑھ گز کھودا۔ لیکن پانی نہ نکلا۔ شاہ صاحب پھر دوبارہ جناب کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیٹھتے ہی تند و ترش لہجے سے عرض کیا۔ کہ ہم نے آپ کے
فرمان کے بموجب عمل کیا۔ مگر پھر بھی پانی نہیں نکلا۔ ناحق ہماری محنت ضائع گئی۔ اگر ایسا ہی
تھا۔ تو ہمیں پہلے ہی فرما دیتے۔ کہ ہم لوگ تکلیف نہ اُٹھاتے۔ غرض اس طرح شاہ صاحب سخت
سُست الفاظ بولتے رہے۔ اور جناب خاموشی سے سُنتے رہے۔ پھر فرمایا۔ کہ شاہ صاحب
آپ جھگڑنے کے لئے آئے ہیں۔ شاہ صاحب نے عرض کیا۔ کہ کیوں نہ جھگڑوں۔ جو کچھ ہمارے
پاس تھا۔ سب خرچ ہو چکا ہے۔ اب سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں۔ جناب نے فرمایا۔
کہ شاہ صاحب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ آپ جائیں۔ اور دو گز جیسا کہ
میں نے کہا تھا۔ پورا کریں۔ انشاءاللہ پانی نکل آئے گا۔ شاہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ جناب
اب تو میں ایک انچ بھی کھودنے کے لئے تیار نہیں۔ پانی ویسے ہی لونگا۔ غرضیکہ شاہ صاحب
نے بہت تنگ کیا۔ دوست جو وہاں موجود تھے۔ شاہ صاحب کو سمجھانے لگے۔ لیکن شاہ
صاحب نے کسی کی بھی نہ سُنی۔ آخر آپ نے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب جاؤ۔ کنواں اور نہ کھودو۔ خداوند کریم
ویسے ہی پانی دیدیگا۔ شاہ صاحب واپس گھر چلے آئے۔ ان کے لڑکے نے بیان کیا۔ کہ جس دن
آپ یہاں سے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں گئے تھے۔ اُسی رات کو ہی کنوئیں میں پانی
آگیا تھا۔ شاہ صاحب نے خود جا کر کنوئیں کو دیکھا۔ بہت خوش ہوئے۔ اور جناب کی خدمت میں
بہت جلد حاضر ہوئے حضور نے ان کو دیکھکر فوراً دریافت کیا۔ کہ ابھی پانی نکلا ہے۔ یا نہیں۔
شاہ صاحب نے خوش خبری سُنائی۔ کہ پانی دس بارہ گز تک آگیا ہے۔ اُس وقت سے آج
تک یہ کنواں برابر کام دے رہا ہے۔

موضع جار متصل موضع سرصوبہ شاہ تحصیل کہوٹہ ضلع راولپنڈی میں ایک نہایت ہی مخلص
دوست صوبیدار روڈے خاں صاحب پنشنر رہتے ہیں۔ اُن کے گاؤں میں پانی کا کوئی
کنواں نہ تھا۔ لوگ بارش کے پانی پر گذارہ کرتے تھے۔ سب لوگوں نے ملکر گاؤں کے
قریب کنواں کھودا۔ بہت گہرا لے گئے۔ لیکن پانی نہ نکلا۔ خرچ بھی بہت ہو گیا۔ پہاڑی
علاقہ ہے۔ نیچے بہت بڑی پتھر کی سل آگئی۔ بہت کوشش کی گئی۔ کہ اسے توڑ دیا جاوے
لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ جب ہر طرف سے مایوس ہو گئے۔ تو صوبیدار صاحب قبلہ عالم

حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور نہایت عاجزی سے تمام حالات بیان کئے۔ کہ رقم خرچ شدہ کا کوئی اندازہ نہیں۔ لیکن پتھر کی سِل کی وجہ سے اور کھدائی نہیں ہو سکتی۔ حضور کچھ دیر خاموش رہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ صوبیدار صاحب آپ تسلی رکھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ پانی کنوئیں کی تہ سے نکلے۔ سِل کے آجانے میں کوئی حکمت ہوگی۔ جاؤ۔ تم کنوئیں کو جلدی سے پکا کرو۔ انشاء اللہ پانی آجائے گا۔ صوبیدار صاحب اس سے پہلے تبا حضرت صاحبؒ کی کئی کرامات دیکھ چکے تھے۔ راسخ الاعتقاد تھے۔ گھر پہنچکر کنواں پکا کرنیکی تیاری کردی۔ لوگ حیران تھے۔ کہ صوبیدار صاحب کیا کر رہے ہیں۔ پانی تو نکلا نہیں کنواں پکا کرکے خواہ مخواہ روپیہ ضائع کر رہے ہیں۔ لیکن صوبیدار صاحب نے لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہ کی۔ اور اپنے کام میں مصروف رہے۔ جب کنوئیں کا نچلا حصہ تیار ہوگیا تو ایک صبح کو آکر دیکھا۔ کہ کنوئیں کی دیوار کے وسط میں سے قریباً دس بارہ فٹ کی بلندی سے پانی زور سے نکل رہا ہے۔ اور کنوئیں میں گر رہا ہے۔ صوبیدار صاحب نے ایک بڑا پائپ لیکر پانی کے منبع پر لگا دیا۔ اور کنوئیں کو مکمل کر دیا۔ اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ کہ پانی کنوئیں کی دیوار سے نکل رہا ہے۔ کنوئیں کی سطح سے پانی نہیں نکلا۔ اور ہمنے اس کو اسی حالت میں پکا کر دیا ہے۔ آپنے فرمایا۔ کہ مبارک ہو۔ خالق کا خاص عطیہ ہے۔ اُس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کنواں آجتک برابر کام دے رہا ہے یہ شانِ خداوندی ہے ؂

موضع گوجرا متصل پڑھانہ تحصیل گوجرخان ضلع راولپنڈی میں پانی کی قلت کی وجہ سے لوگوں کو بہت تکلیف تھی۔ لوگوں نے بہت کنوئیں کھودے۔ لیکن پانی کہیں سے بھی دستیاب نہ ہوا۔ ایک دفعہ آپ اس گاؤں میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے دوستوں نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ اس گاؤں میں پانی کی بہت تکلیف ہے۔ کئی جگہ کنوئیں کھودے ہیں لیکن پانی نہیں آتا۔ حالانکہ بہت دُور تک کھدائی کی ہے۔ عصر کے وقت آپ باہر تشریف لے گئے۔ تمام دوست ہمراہ تھے۔ گاؤں سے سَو گز کے فاصلہ پر ایک جگہ آپنے پسند فرمائی اور فرمایا۔ کہ یہاں خدا کا نام لیکر کنواں کھودو۔ گاؤں ایک ندی کے کنارہ پر بہت بلندی پر

واقع ہے۔ اور یہ جگہ تو بہت ہی بلندی پر تھی۔ دوست حیران تھے۔ کہ جگہ بہت اونچی ہے۔
کنواں بہت گہرا کھودنا پڑیگا۔ آپنے فرمایا۔ کہ خداوند کریم کی وہ شان ہے۔ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر
بھی پانی دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے۔ تو سوکھی لکڑیوں سے پانی کے چشمے نکال سکتا ہے
اس کے نزدیک یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ دوستوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے حلقہ
باندھکر ذکر جہر بلند کیا۔ اور پھر آپنے نہایت خشوع وخضوع سے دعا مانگی اور بسم اللہ
کہکر کدال سے زمین پر ہٹ لگایا۔ اُس کے بعد مولوی فضل احمد صاحب نے بھی پیروی کی
اور کھدائی کا کام شروع ہوگیا۔ خدا کی حکمت آٹھ دس گز کے فاصلہ پر ہی پانی آگیا۔ اور
اس کثرت سے آیا۔ کہ آجتک کم نہیں ہوا۔ اب لوگوں کو بہت آرام ہے۔ رہٹ بھی چلتا
ہے۔ سبزیاں وترکاریاں بہت ہوتی ہیں۔ حضور کو ہر وقت دعائیں دیتے رہتے
ہیں ؛

موضع چکوڑا تحصیل چکوال ضلع جہلم کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ لوگ وہاں
کنواں کھود رہے تھے۔ کہ ایک فقیر کا وہاں سے گذر ہوا۔ کسی بات پر وہ فقیر کے ساتھ
نہایت درشت کلامی سے پیش آئے۔ فقیر کوئی صاحب کمال تھے۔ اُن کی بیہودہ گفتگو اور
طرز سلوک پر خفگی آگئی۔ فرمایا۔ جاؤ۔ یہ کنواں نہیں۔ تنور ہے۔ لوگوں نے کنوئیں کو بہت
کھودا۔ لیکن پانی نہ نکلا۔ کئی اور جگہ بھی آزمائش کی گئی۔ لیکن پانی کہیں سے بھی نہ نکلا۔
یہ فقیر کی بددعا کا اثر تھا ؛

ایک دفعہ قبلہ عالم حضرت صاحبؒ موضع کالس میں تشریف لیگئے۔ موضع چکوڑا کے دوست
بھی حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ ہمارے حال پر رحم فرماویں۔ اور ہمارے گاؤں میں بھی
تشریف لے چلیں۔ راستہ خراب تھا دوستوں نے حضرت صاحبؒ کو پالکی میں بٹھا کر کندھوں
پر اُٹھا لیا۔ جب اس گاؤں کے قریب پہنچے۔ تو تمام لوگ اکٹھے ہوگئے۔ آپنے فرمایا۔ کہ یہاں
ذکر جہر بلند کرو۔ صاف زمین پر آپ نے مع دیگر دوستوں کے دو دو نفل ادا کئے۔ اور فرمایا
کہ بارگاہ الہی میں توبہ واستغفار پڑھو۔ اور عہد کرو۔ کہ آئندہ کسی فقیر کے ساتھ بدسلوکی سے پیش
نہیں آئینگے۔ اُنہوں نے نہایت عاجزی سے استغفار کی۔ اور سربسجود ہوکر دعا مانگی۔ اس کے

بعد آپ نے زمین پر نشان لگا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہاں کنواں کھودو۔ خدا کی شان۔ کہ پندرہ گز کے فاصلہ پر ہی پانی آگیا۔ جو نہایت مصفا اور شیریں ہے ؛

راجہ احمد خاں صاحب ساکن کالس تحصیل چکوال ضلع جہلم بیان کرتے ہیں۔ کہ جب چکوڑہ میں پانی کی تکلیف رفع ہوئی۔ تو میں نے بھی عرض کیا۔ کہ ہمارے گاؤں میں بھی پانی کی قلت ہے۔ دُعا فرماویں۔ خالق ہمیں بھی پانی دیدے۔ آپ نے دُعا فرمائی۔ اور راجہ صاحب نے کنواں کھودا۔ اور پانی نکل آیا۔ موضع کالس کے لوگ سب کے سب حضور کے معتقد اور بہت ہی خدمت گذار ہیں۔

غرضیکہ جہاں کہیں بھی پانی کی تکلیف ہوئی۔ اور وہ لوگ قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو خالق نے مہربانی فرمائی۔ اور پانی با فراط مل گیا۔ کوئی شخص مایوس نہ ہوا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ؛

قلیل طعام میں برکت

حضرت صاحبؒ کے غلام طالب حسین صاحب ساکن بھبر ترار ضلع راولپنڈی بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ جناب ہمارے گاؤں میں رونق افروز ہوئے۔ ہمارے والد سکندر خانصاحب نے جو سوداگر فیل تھے۔ دعوت کا انتظام کیا۔ اور موجودہ چند حاضرین مجلس کے لئے صرف ایک دیگ چاولوں کی پکائی۔ جناب کی تشریف آوری کی خبر سنکر گرد و نواح کے گاؤں سے اور بہت سے دوست جمع ہو گئے۔ مسجد کے اندر اور باہر اور گرداگرد دوست ہی دوست نظر آتے تھے۔ تقریباً چھ سات سو کا مجمع تھا۔ جب کھانا تیار ہو چکا۔ تو ہمارے والد صاحب بہت گھبرا گئے۔ کہ کھانا کم ہے۔ اور دوست بہت جمع ہیں۔ بڑی شرمندگی ہوگی۔ اگر کھانا سب نے نہ کھایا۔ اس تردد کی حالت میں والد صاحب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تمام حقیقت بیان کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ انشاءاللہ یہی کھانا سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ پھر جناب نے مولوی فیروز دین صاحب مرحوم کو جو اس وقت آپ کے ہمراہ

تھے. فرمایا. کہ دیگ کا منہ بند کر دو۔ اور صرف اتنا منہ خالی رکھو۔ کہ جس سے کھانا نکال لیا جاوے۔ اور نکال کر تقسیم کرتے جاؤ۔ مولوی فیروزدین صاحب کھانا نکال کر رکابیوں میں ڈال دیتے۔ اور دوست کھاتے جاتے۔ حتیٰ کہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھا لیا۔ جب سب دوست کھانا کھا چکے۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ اب دیگ کے منہ سے ڈھکنا اٹھا دو۔ جب دیکھا۔ تو دیگ خالی تھی۔ جناب نے فرمایا۔ کہ اگر اسی طرح دیگ کا منہ بند کئے ہوئے نکالتے جاتے تو انشاء اللہ کھانا نکلتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کچھ آسان ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ جناب کوٹلی لوہاراں تشریف لائے میں نے حضور کی دعوت کی۔ کھانے کے وقت بہت سے دوستوں کا ہجوم ہو گیا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جناب کھانا تھوڑا ہے۔ اور کھانے والے بہت ہو گئے ہیں۔ جناب نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ تسلی رکھیں۔ یہی کھانا سب کے لئے کافی ہوگا۔ چنانچہ جناب کی توجہ اور برکت سے سب دوستوں نے سیر ہو کر کھایا۔ اور کچھ باقی بھی بچ رہا:

ایکدفعہ حضرت صاحبؒ کوٹلی لوہاراں مشرقی میں رونق افروز تھے۔ اس وقت یہ خاکسار اور مولوی فضل احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ وہاں ایک شخص امام دین نام تھا جو باکبابی کے لقب سے مشہور تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب اس کے پاس کچھ روپیہ پیسہ جمع ہو جاتا۔ کسی نہ کسی مولوی صاحب کو بلا کر مولود شریف کی مجلس اور وعظ کراتا۔ اور وہ روپیہ پیسہ اس کار خیر میں خرچ کر دیتا۔ اس نے جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ جناب آج رات کو میری دعوت قبول فرمائیں۔ جناب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ غریب آدمی ہے۔ اس کو تکلیف ہوگی۔ لہٰذا اسکی دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا۔ کہ اس شخص کی یہی عادت ہے۔ کہ جب کچھ پیسے جمع کر لیتا ہے۔ فقراء کی خدمت میں صرف کر دیتا ہے۔ جناب کی تشریف آوری سے پہلے کئی دفعہ مجھ سے دریافت کر چکا ہے کہ جناب حضرت صاحب کب تشریف لائینگے۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ اگر میری دعوت قبول نہ کیگئی تو میں ناراض ہو کر نماز بھی چھوڑ دونگا۔ آپ ہنس پڑے۔ اور فرمایا۔ کہ اچھا تمہاری دعوت قبول۔ چنانچہ اس نے دعوت کی تیاری شروع کر دی جو دوست اُسے ملتا۔ اُس کو کہتا کہ آج رات کو میں نے

حضرت صاحبؒ کی دعوت کی ہے۔ تم بھی ضرور آنا۔ غرضیکہ تقریباً تمام گاؤں والوں کو دعوت دیدی۔ اور ہر ایک یہی کہتا نظر آتا۔ کہ آج رات کو بابا کبابی نے سب کی دعوت کی ہے۔ شام کی نماز کے بعد جب کھانا کھانے کے واسطے اس کے مکان پر جناب بمعہ دوستوں کے تشریف لے گئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اسکے مکان کے اندر باہر گلی تک سب آدمی ہی آدمی کھانا کھانے کیلئے موجود ہیں۔ باہر سے حافظ قاری محمد ابراہیم صاحب بھی جو وہاں درس دیتے تھے۔ بمعہ درویشوں کے آگئے۔ جب بابا کبابی سے دریافت کیا۔ کہ تم نے اس قدر آدمی بلائے ہیں۔ کیا ان کے لئے کھانے کا بھی کچھ انتظام کیا ہے۔ اس نے کہا۔ میرے پاس جو کچھ موجود تھا پکا دیا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کتنی دیگیں پکائی ہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ میں نے تو صرف تین چار سیر چاول اور آٹھ دس سیر آٹا اور دو اڑھائی سیر گوشت پکایا ہے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ پھر اتنے آدمیوں کو کیوں بلایا۔ بابا سادہ آدمی تھا بے اختیار کہا۔ حضرت میں نے سُنا ہوا ہے۔ کہ اللہ کے بندوں کی برکت سے تھوڑا کھانا بہت آدمیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ میرے پاس جو کچھ موجود تھا۔ پکا کر تیار کر دیا ہے۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ جس طرح چاہیں۔ کریں جناب نے فرمایا۔ اچھا بابا۔ اللہ تعالےٰ اسی طرح کریگا۔ جناب نے سب کھانا ایک جگہ جمع کرا کر اس پر اپنی چادر مبارک ڈال دی۔ اور فرمایا۔ کہ ہمارے اپنے دوستوں میں سے ابھی کوئی کھانا نہ کھائے۔ دوسرے آدمیوں کے لئے حکم دیدیا۔ کہ تھوڑے تھوڑے آدمی آتے جائیں۔ اور کھانا کھاتے جائیں۔ چنانچہ سب لوگ کھانا کھا گئے۔ پھر ہمراہی دوستوں نے بھی کھانا کھایا اور پھر بابا سے دریافت کیا۔ کہ کیا اور بھی کوئی باقی ہے اُس نے کہا کہ اس تبرک کو اپنے محلہ میں بھی تقسیم کر دوں گا۔ غرضیکہ محلہ میں بھی کھانا تقسیم کیا گیا۔ حافظ رسول بخش صاحب مرحوم امام مسجد اور قاری محمد ابراہیم صاحب مرحوم یہ کرامت دیکھکر نہایت ہی متعجب اور حیران ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے بندوں کے بھی عجیب حال ہیں ؟

پھر حاجی محمد مالی مقبرہ جہانگیر بادشاہ شاہدرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ قبلہ عالم

حضرت صاحبؒ شاہدرہ تشریف لائے۔ اور میرے مکان پر ہی رونق افروز ہوئے۔ رات کے کھانیکا انتظام بھی میرے گھر ہی تھا۔ اس وقت آٹھ دس دوست آپ کے ہمراہ تھے۔ میں نے دس پندرہ آدمیوں کا کھانا تیار کرایا جب کھانے کا وقت آیا۔ تو اطراف سے بہت سے دوست آگئے۔ میں حیران تھا۔ کہ اب کیا کیا جائے۔ رات زیادہ ہو چکی تھی۔ اور کھانا بھی پک نہیں سکتا تھا۔ شاہدرہ میں نانبائی کی کوئی دوکان بھی نہ تھی جہاں سے روٹی مل جاتی۔ حضرت صاحبؒ نے میری پریشانی دیکھکر فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ کھانا جو کچھ بھی پکا ہے۔ لے آؤ۔ آپ نے اس پر چادر مبارک ڈالدی۔ ہم نے دوستوں کو کھانا کھلایا۔ گھر کے افراد نے کھایا۔ پھر بھی ایک دو آدمیوں کا کھانا بچ رہا حضور کی دعا سے خالق نے برکت عطا فرمائی۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ عرس کے موقعہ پر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں دعوت کے لئے عرض کی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بہت دوست رخصت ہو چکے ہیں خلفاء اور سیٹھ صاحبان کے علاوہ چند اور دوست مہمان رہ گئے ہیں۔ جو تیس چالیس کے قریب ہوں گے۔ ان کی دعوت کا انتظام کر لو۔ میں نے اہل خانہ اور عیدگاہ کے دوستوں کو بھی شامل کر کے تقریباً ستر اسی آدمیوں کے کھانے کا انتظام کر لیا۔ گرمی کے ایام تھے روٹی کھلانے کا انتظام میں نے اپنے مکان کی چھت پر کیا۔ مقررہ وقت پر دوستوں کی آمد شروع ہو گئی۔ دوست آتے اور بیٹھتے جاتے۔ اور تانتا برابر لگا ہوا تھا۔ مکان کی چھت پر جگہ نہ رہی۔ اور اُدھر دوست سیڑھیوں پر چڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ یہ آوازیں بھی آرہی تھیں خوب آج حاجی صاحب نے دعوت کی ہے۔ جزاک اللہ۔ دوستوں کا اتنا ہجوم دیکھکر میں گھبرا گیا۔ بٹھانے کو جگہ بھی نہ رہی۔ میں نے کہا۔ اچھا بیٹھو۔ جگہ ان کو ملے گی نہیں آپ ہی باہر چلے جائینگے۔ لیکن دوست بھی دوست ہی تھے۔ جس طرح ہو سکا۔ بیٹھ گئے۔ اب اندازہ جو کیا۔ تو میرے پاس اتنے برتن بھی نہیں تھے۔ قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا۔ کہ روٹی لاؤ۔ میں نے عرض کیا حضور ساٹھ آدمیوں کا کھانا پکا ہے جسمیں گھر کے افراد بھی شامل ہیں۔ ان دو صد کے قریب آدمیوں کے لئے تو کھانا ناکافی

ہے۔ آپ نے فرمایا۔ چار چار آدمیوں کے آگے برتن رکھنا شروع کر دو۔ اللہ کریم برکت عطا فرمائے گا۔ مجھے تسلی ہو گئی۔ اور کھانا تقسیم کرنا شروع کیا گیا۔ خداوند کریم کی حکمت کہ دوستوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ بلکہ کچھ بچ بھی رہا۔

اسیطرح ایک موقعہ پر بندہ مسکین قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا حاجی محمد علی صاحب نے حضور عالیؒ و جناب صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ۔ اور بندہ کی دعوت کی۔ شام کی نماز کے بعد جب در دولت پر حاضر ہوا۔ تو حاجی صوفی ثناء اللہ صاحب۔ صوفی نیاز دین صاحب اور چار اور دوست کوٹلی لوہاراں سے تشریف لے آئے۔ آپ نے انہیں فرمایا۔ کہ آج بابو صاحب (حاجی محمد علی) کے گھر دعوت ہے۔ چلو پہلے روٹی کھا آئیں۔ باہر جو نکلے۔ تو دیکھا۔ کہ عیدگاہ کے دوست بھی دعوت کے لئے آ گئے ہیں۔ بابو صاحب حیران ہوئے۔ کہ دعوت تو میں نے تین اصحاب کی کی ہے۔ اور یہاں تین کی بجائے تیئس موجود ہیں۔ دوستوں سے انہوں نے کہا۔ کہ میں نے آپ کی دعوت نہیں کی۔ آپ کو مغالطہ لگا ہے۔ میں گھر چلا آیا۔ پہلے حضور عالیؒ بمعہ خاص دوستوں کے تشریف لے آئے۔ خیر کھانا رکھا گیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ عیدگاہ کے دوستوں کو بھی بلا لو۔ بابو صاحب خاموش ہو گئے۔ عیدگاہ کے دوست کھانے کے لئے بیٹھ گئے۔ قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ بندوں کی طرح اگر کھاؤ۔ تو روٹی مل جائیگی۔ بسم اللہ کرو۔ اور کھاتے جاؤ۔ چنانچہ دوست کھانا کھاتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ بھی سیر ہو گئے۔ غرضیکہ تھوڑا کھانا تمام کے لئے کافی ہو گیا۔

اسی طرح چاء و شربت وغیرہ کی تقسیم کے موقعہ پر بارہا دیکھا گیا۔ کہ تھوڑی مقدار سب دوستوں کے لئے کافی ہو گئی۔ غرضیکہ خالق کا یہ خاص عطیہ تھا۔ کہ جب کبھی دیکھا۔ کہ کھانا تھوڑا ہے۔ اور کھانے والے بہت ہیں۔ تو یہ آپ کا معمول تھا۔ کہ اوپر چادر مبارک ڈال دیتے۔ اور کھانا تقسیم کرتے جاتے۔ خالق برکت عطا فرماتا۔ اور وہ تھوڑا کھانا سب کے لئے کافی ہو جاتا۔

گم شدہ کا مل جانا

ایک دفعہ عرس شریف کے موقعہ پر ایک دوست محمد زمان نام ساکن سانگرہ ضلع راولپنڈی ایک گدھی پر آٹا لاد کر لایا۔ رات کے وقت گدھی گم ہو گئی۔ بہتیرا تلاش کیا مگر نہ ملی۔ مایوس ہو کر جناب کی خدمت میں عرض کیا۔ جناب نے فرمایا۔ گھبرائیں نہیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ مل جاوے گی۔ صبح کے وقت جب جناب کے مکان پر رخصت کے لئے حاضر ہوا۔ تو دیکھا۔ کہ گدھی جناب کے مکان کے دروازہ کے قریب کھڑی ہے۔ حضور کو اطلاع دی۔ اور وہ دوست اپنی گدھی لے کر بخوشی گھر رخصت ہوا۔

اسی طرح ایک دفعہ آپ گوجرانوالہ رونق افروز تھے۔ کہ چک نظام علاقہ گوجرانوالہ کے دوستوں میں سے ایک دوست اپنے گدھے پر غلہ لاد کر منڈی میں لے گیا۔ وہاں گدھا باندھ کر حضور کی قدمبوسی کر کے جب واپس گیا۔ تو دیکھا۔ کہ گدھا غائب ہے۔ رات کا سماں اور شہر۔ تلاش کر کے تھک گیا۔ آخر مایوس ہو کر وہ خاکسار کے پاس آیا۔ اور اپنا قصہ بیان کیا۔ خاکسار نے حضور کے آگے عرض کیا۔ کہ جناب یہ غریب آدمی ہے۔ دعا فرماویں کہ اس کا گدھا ملجاوے۔ جناب نے دعا فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ نماز صبح سے پہلے پہلے جہاں گدھا بندھا تھا۔ وہاں جا کر تلاش کرنا۔ وہ دوست صبح کو وہاں گیا۔ دیکھا۔ تو گدھا اُسی جگہ کھڑا تھا۔ اُس نے پکڑ لیا۔ اور خدمت میں عرض کیا۔ کہ گدھا مل گیا ہے۔

عرس شریف کے موقعہ پر ایک دفعہ ایک دوست لال کڑتی راولپنڈی کا رہنے والا صبح کی مجلس میں شامل ہونے کی خاطر ایک سائیکل والے کی دوکان سے سائیکل مانگ کر لے آیا۔ اور اسے اپنی طرف سے بحفاظت ایک جگہ رکھ دیا۔ بعد فراغت مجلس جب جا کر دیکھا تو سائیکل غائب تھا۔ سائیکل نیا تھا۔ اور پھر بیگانہ تھا۔ بہت حیران ہوا۔ قبلہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم نیک ارادہ سے آئے تھے۔ جاؤ سائیکل لے جانے والا پکڑا جائیگا۔ پولیس میں رپورٹ کر دو۔ اُس دوست نے ایسا ہی کیا۔ دوکاندار کو جب علم ہوا۔ تو وہ بھی پریشان ہوا۔ کہ یہ سائیکل مرمت کے لئے آیا ہوا تھا۔ تین چار دن گذر گئے۔ سائیکل

کا چور اُسی سائیکل پر سوار ہو کر اُسی دکان پر ضروری مرمت کرانے کے لئے لے آیا۔ دکاندار سائیکل کو پہچانتا تھا۔ جھٹ پولیس کو اطلاع دی۔ کہ چور خود چلکر آ گیا ہے۔ پولیس نے موقعہ پر پکڑ لیا۔ اور چالان کر دیا۔

ایک دفعہ ایک عورت کی بھینس گم ہو گئی۔ بہتیری تلاش کی۔ لیکن نہ ملی۔ آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ صبح سویرے لئی کی طرف جانا۔ انشاء اللہ مل جائے گی۔ چنانچہ وہ عورت صبح کے وقت اُسی سمت گئی۔ تو بھینس راستہ میں کھڑی تھی۔

ڈھوک رتہ متصل راولپنڈی کا ایک دوست کمہاروں کا کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کا گدھا گم ہو گیا۔ وہ حاضر خدمت ہوا۔ گدھا مل گیا۔ دوسری دفعہ پھر وہی گدھا گم ہو گیا۔ آپ نے پھر دعا فرمائی۔ گدھا مل گیا۔ تیسری دفعہ پھر گدھے کے گم ہونے کا واقعہ بیان کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اب کی دفعہ گدھا نہیں ملے گا۔ تلاش نہ کرو۔ کمہار نے ہر چند تلاش کیا گدھا نہ ملا۔

سید عثمان شاہ صاحب سٹور کیپر کراچی بیان کرتے ہیں۔ کہ اُن کا لڑکا جس کی عمر آٹھ نو سال کی ہو گی۔ کہیں چلا گیا۔ بہت تلاش کیا۔ لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ آخر مجبور ہو کر آپ کی خدمت میں راولپنڈی بمعہ اہل و عیال حاضر ہوئے۔ اُن کی پریشانی کو دیکھکر آپ نے تسلی دی۔ اور فرمایا۔ کہ فکر نہ کرو۔ لڑکا زندہ ہے۔ اور وہ ایک شخص کے قبضہ میں ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں۔ کہ وہ اُس کا دل اُس سے پھیر دے۔ اور وہ گھر حاضر ہو جائے۔ تا کہ اُس کے والدین کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاویں۔ جب رخصت ہو کر کراچی پہنچے۔ تو اُن کا لڑکا خود بخود گھر آ گیا۔

محمد ناظم صاحب ڈرافٹسمین بیان کرتے ہیں۔ کہ دوران قیام راولپنڈی جب اُن کا دفتر کوہ مری تبدیل ہوا۔ تو وہ رخصت ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسباب وغیرہ لاریوں پر لد کر جا چکا تھا۔ صرف چالیس روپے کے نوٹ پاس تھے۔ گھر جا کر بٹوا ہو کھولا تو دیکھا۔ کہ بٹوا خالی ہے۔ بہت پریشان ہوئے۔ کہ کرایہ کے لئے کوئی روپیہ نہیں بچا تھا۔

راستہ میں حضرت صاحبؒ کی بیٹھک میں۔ گھر میں۔ غرضیکہ تمام جگہوں کو اچھی طرح دیکھا۔ لیکن نوٹ دستیاب نہ ہوئے۔ آخر آپ سے ذکر کیا گیا۔ آپ نے چاہا۔ کہ کرایہ کے لئے اپنے پاس سے کچھ رقم دیدیں۔ تاکہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ ناگاہ محمد ناظم صاحب جو اُٹھے۔ تو وہ نوٹوں پر ہی بیٹھے تھے۔ سب دوست یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس سے بیشتر وہ بہت تلاش کر چکے تھے۔

اولیاء کرام کی روحانیت سے استفادہ

جناب حضرت صاحبؒ سال میں ایک دفعہ ضرور جناب شیخ المشائخ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے روضۂ مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے اور وہاں آپ پر نہایت ہی عجیب وغریب حالات وواردات کا انکشاف ہوا کرتا۔ جو بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ حسب دستور آپ روضۂ مبارک پر حاضر تھے۔ اور خاکسار ومولوی فضل احمد ومولوی ثناء اللہ صاحبؒ ودیگر خلفاء ودوست بھی ساتھ تھے۔ روضۂ مبارک پر حاضر ہوتے ہی حضرت صاحبؒ پر ایک عجیب وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا حضرت مجدد صاحبؒ روضۂ مبارک سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور حضرت صاحبؒ اُن سے معانق اور بغلگیر ہو رہے ہیں۔ دوست اپنی جگہ پر مدہوش اور اپنے آپ سے فراموش تھے۔ اس حالت میں یہ ہی معلوم ہوتا تھا کہ حضرت صاحبؒ حضرت مجدد صاحب کے سامنے کچھ کلام کر رہے ہیں۔ جب اس حالت سے افاقہ ہوا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ دوستو مبارک ہو۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فقیر کے دوستوں پر بہت خوش ہیں۔ اور سب کے لئے دعا فرماتے ہیں۔ سب کی طرف سے السلام علیکم عرض کیا جس کا جواب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بڑی خوشی سے دیا۔

بابو کرم دین صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ سرہند شریف تشریف لیگئے۔ بندہ بھی ہمراہ تھا۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پاؤں کی طرف مراقب ہو گئے۔ بندہ ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ مزار مبارک پر بیٹھتے ہی جناب کی حالت دگرگوں ہو گئی۔

مزار مبارک کو پاؤں کی طرف سے بغل میں لیکر بے اختیار زار زار روتے تھے۔ اتنے میں ایک افغان آگیا جس نے جناب کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا۔ اور کہا۔ کہ اس طرح کرنا بے ادبی ہے۔ جب وہ چلا گیا۔ تو جناب کی پھر وہی پہلی حالت ہوگئی۔ حالت جذبہ میں بے اختیار رونے اور تڑپنے لگے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد اس حالت سے جناب ہوش میں آئے۔ تو جناب نے بندہ سے دریافت فرمایا۔ کہ جناب حضرت مجدد صاحبؒ کی ملاقات ہوئی ہے۔ یا نہیں۔ بندہ نے عرض کیا کہ زیارت تو نہیں۔ مگر قلبی تاثیر بہت ہوئی ہے۔ جو بیان سے باہر ہے۔ پھر جناب نے حضرت مجدد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا حلیہ مبارک بیان کیا۔ اور فرمایا۔ کہ حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کا حلیہ مبارک کچھ کچھ جناب باباجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا جلتا ہے:۔

ایک دفعہ جناب سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ خاکسار بھی ہمراہ تھا۔ تہجد کے نفل ادا فرماکر جناب تربت مبارک پر حاضر ہوئے۔ جناب خود تو حضرت مجدد صاحبؒ کے روئے مبارک کے مقابل دو زانو باادب بیٹھ گئے۔ یہ خاکسار پاؤں کی طرف ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ اور جذبہ و ولولہ استغراق غالب ہوا۔ کہ جناب کو کچھ ہوش نہ رہا۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ جناب حضرت مجدد صاحبؒ کے ساتھ بغلگیر ہیں۔ اور معانقہ کئے ہوئے زار زار رو رہے ہیں۔ اس محویت کی حالت میں جناب کے منہ مبارک سے بے اختیار بڑے زور سے نعرہ نکلا جس کے اثر سے یہ خاکسار بھی مدہوش اور بیخود ہوگیا۔ اس بیخودی کی حالت میں خاکسار کو روضہ مبارک کے اندر شمال مشرقی گوشہ میں ایک سفید نور دکھائی دیا جس میں خاکسار کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک اور بہت سے عجائبات دکھلائے گئے جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اب بھی خاکسار جب کبھی تنہا بیٹھکر اس واقعہ کو یاد کرتا ہے۔ تو وہ نور آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے:۔

اسیطرح پھر ایک بار جناب کے ہمراہ سرہند شریف کی زیارت کی۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد کے پاس جنوبی حجرہ میں سونے کو جگہ ملی جناب حضرت صاحبؒ اور دیگر ہمراہی دوست بھی سب اسی جگہ سو گئے۔ خاکسار کو اس رات حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کی

زیارت حاصل ہوئی۔ خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے خاکسار کو فرمایا۔ آؤ تمہیں بتلائیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمتہ اس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ چنانچہ خواجہؒ وضو کرتے جاتے تھے۔ اور خاکسار دیکھتا تھا۔ پھر تہجد کے لئے جاگ اُٹھا۔

غرضیکہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ۔ اولیاء اللہ و بزرگان دین کے مزارات پر خاص طور پر حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس حاضری کو آپ حصول سعادت و ترقیِ درجات کا ذریعہ جانتے تھے۔

مراتب عالیہ

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ کی مجلس میں ایک بابو صاحب ہندوستانی بھی جو لال کرتی بازار چھاؤنی راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ حاضر تھے۔ وہ حضرت صاحبؒ کے ساتھ بڑے ادب کے ساتھ اپنے حالات بیان کرتے تھے۔ اور آپ اُن کے مطابق اس کو جواب باصواب دیتے تھے۔ جب وہ جانے لگے۔ تو تنہا ہو کر میں نے بابو صاحب سے پوچھا۔ کہ آپ کس جگہ بیعت ہیں۔ اُس نے کہا۔ کہ اسی جگہ۔ پھر اُس نے بیان کیا۔ کہ میری بیعت ہونے کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ میرے دل میں فقراء کی بہت محبت تھی۔ مگر بیعت ہونے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ لال کرتی بازار میں ایک مجذوب درویش پھرا کرتا تھا۔ میں اکثر اسکی خدمت کرتا رہتا تھا۔ ایک رات وہ میرے پاس ہی رہا۔ ایک ملحقہ کمرہ میں جو خالی تھا۔ اس کو بستر کر دیا۔ رات کے دو بجے ہونگے۔ کہ میری آنکھ کھل گئی۔ مجذوب کو دیکھا۔ تو بستر پر موجود نہ پایا۔ تھوڑی دیر ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ ناگاہ وہ بستر پر موجود دیکھا۔ یہ حال دیکھکر میرا دل بہت متاثر ہوا۔ صبح کے وقت جب وہ جانے لگا۔ تو میں نے اُس سے عرض کیا۔ کہ سائیں صاحب مجھے ایک بات بتاتے جائیں۔ کہ اس وقت قطب کون ہے۔ جس سے میں بیعت کر دوں۔ تو اُس مجذوب نے کہا۔ کہ عرصہ دس سال کا ہو چکا ہے،

کہ نصب قطبیت راولپنڈی کے رہنے والے چھاپہ کا کام کرنے والے ایک حافظ قرآن کو عطا ہو چکا ہے۔ مگر اس نے نام نہ بتلایا۔ پھر کچھ عرصہ اس تلاش میں رہا۔ حتیٰ کہ حضرت صاحبؒ کی زیارت وملاقات نصیب ہوئی۔ اور بیعت سے مشرف ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

بابو کریم دین صاحب کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ مولوی ثناء اللہ صاحب خلیفہ مجاز حضرت صاحب علیہ الرحمتہ نے ایک مٹی کا برتن جس کو پنجابی زبان میں چاٹی کہتے ہیں۔ بندہ کے پاس ایک مستری کے ہاتھ جو نوشہرہ کو جارہا تھا۔ اس غرض کے لئے بھیجی۔ کہ اس کو جناب حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچاویں۔ ساتھ ایک رقعہ بھی تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ یہ چاٹی جناب غوث دوران قطب زماں جناب حضرت حافظ جی صاحبؒ کی خدمت اقدس میں بھیجدیں۔ اِن القاب کو دیکھکر بندہ کے خیال ناقص میں آیا۔ کہ مولوی صاحب نے بڑا مبالغہ کیا ہے۔ جناب حافظ صاحب اگر زیادہ سے زیادہ ہونگے۔ تو ولی ہونگے۔ غوث اور قطب ہونے کی زمانہ گواہی نہیں دیتا۔ بندہ نے اس رات خواب میں دیکھا۔ کہ بندہ ایک پہاڑ کی طرف گیا ہے۔ وہاں کیا دیکھتا ہے۔ کہ جناب حافظ صاحبؒ معہ ایک بزرگ کے باہم سجادہ نشین ہیں۔ جناب نے بندہ کو دیکھکر بڑے رعب واب اور جلالیت سے فرمایا۔ کہ تم اپنا سبق پڑھ گئے یا نہیں۔ بندہ نے عرض کیا۔ کہ پڑھونگا۔ بندہ نے ایک کتاب کو جو رحل پر پڑی ہوئی تھی۔ کھولا۔ تو اس کے شروع ہی میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ کہ

"اپنے پیشوا کو غوث اور قطب ہی سمجھنا چاہئے"

جب بندہ بیدار ہوا۔ تو اس خیال سے توبہ کی۔ اور اپنے اعتقاد کو صحیح اور پختہ کیا۔ اس سے پہلے بندہ کا نفس امارہ جناب حضرت صاحبؒ کو اپنا پیر بھائی سمجھتا تھا۔ اس دن کے بعد جناب حضرت صاحبؒ کو اپنا پیشوا اور پیر سمجھنے لگا۔ کیونکہ جناب باباجی علیہ الرحمتہ نے بیعت کرنے کے بعد بندہ کو تکمیل کیلئے جناب حافظ صاحبؒ ہی کے سپرد کیا تھا۔

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب سے بیعت ہونے سے پیشتر میں شہر احمد نگر ملک دکن میں چلا گیا تھا۔ وہاں ایک مجذوب فقیر کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ اسکی خدمت میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد مجھ میں جذب کے آثار پیدا ہو گئے۔ میں نے ارادہ کیا۔

کہ سب کچھ چھوڑ کر اس فقیر کی طرح میں بھی تنہا بیٹھا رہوں۔ لیکن اس نے منع کیا۔ ایسا نکرو۔ اپنے وطن جاؤ۔ چند مرتبہ عرض کرنے پر اس نے یہی جواب دیا۔ کہ وطن جاؤ۔ چونکہ مجذوبوں کی کلام ذرا مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔ کیونکہ ان کی بات رمز و اشارہ کے طور پر ہوتی ہے وہاں ایک قادریہ خاندان کے بزرگ شیخ احمد علیخاں صاحب رہتے تھے۔ جو بہت معمر اور مرتاض تھے۔ میں نے اُن کی خدمت میں جا کر سب حال بیان کیا۔ اُنہوں نے بھی یہی فرمایا۔ کہ تم ضرور اپنے وطن جاؤ۔ تمہیں اپنے وطن میں ہی کامل پیشوا مل جائیگا۔ جس سے تمہارا مطلب حل ہو جائیگا۔ اسی خیال کو مد نظر رکھکر میں اپنے وطن علاقہ راولپنڈی ملک پنجاب میں چلا آیا۔ اپنے ملک میں جس جگہ کسی بزرگ کی نسبت سُنتا۔ اسکی خدمت میں حاضر ہوتا۔ مگر کسی جگہ دل کو تسلی نہ ہوتی۔ ایک دفعہ مجھے بھائی محمد زمان صاحب ساکن سانگرہ کے ساتھ راولپنڈی حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہ شخص جناب حضرت صاحب کا مرید تھا۔ وہ مجھے جناب کی خدمت میں لے گیا۔ جناب کی زیارت کرتے ہی دل کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اور اس شعر کے مصداق ہو گیا:-

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں ۔۔۔ دیرینہ سال پیرے بُرد بیک نگاہے

جناب نے میرے لئے دُعا بھی فرمائی۔ اور فرمایا۔ کہ رات کو آیتہ کریمہ تین صد بار اوّل و آخر سو سو بار درود شریف پڑھا کریں۔ رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک دوست مظفر شاہ صاحب جو ان دنوں جناب کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ ایک روٹی لے آئے۔ اور کہا۔ کہ یہ روٹی جناب نے تمہارے لئے بھیجی ہے۔ لو کھاؤ۔ اور دو روپے بھی دیئے۔ کہ یہ روپیہ حضور کی نذر کرنا۔ اور بیعت کے لئے عرض کرنا۔ چند روز متواتر اسی قسم کی خوابیں آتی رہیں۔ جن میں صاف جتلایا گیا۔ کہ جناب کی حلقہ غلامی میں داخل ہو جاؤ۔ اب دن بدن غائبانہ محبت دل میں جوش مارتی گئی۔ انہی دنوں میں جناب گوجرخان تشریف لے گئے۔ میں بھی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خواب کا حال بیان کر کے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ جناب نے بیعت سے مشرف فرمایا۔

ابتدا حالات میں جبکہ جناب پر جذب غالب تھا۔ اکثر مجذوب فقرا جناب کی خدمت میں آیا

جایا کرتے تھے۔ اور ملاقات کر کے چلا جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک مجذوب فقیر کمبل اوڑھے ہوئے جناب کی خدمت میں آیا۔ اور ہاتھ باندھکر کھڑا ہو گیا۔ جناب حضرت صاحبؒ کچھ دیر تک اسکی طرف دیکھتے رہے۔ پھر ہاتھ سے اشارہ کیا۔ کہ چلا جا۔ وہ چلا گیا۔ میاں فقیر محمد صاحب ساکن چوہڑ نے جو اس وقت موجود تھے۔ دریافت کیا۔ کہ یہ شخص کیوں آیا تھا جناب نے فرمایا۔ کہ یہ شخص ایک مقام پر بند تھا۔ اسکے شیخ نے اس کو میری طرف روانہ کیا تھا۔ اب اس کا مقصد حاصل ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ واپس چلا گیا ہے؛

اسیطرح ایک اور مجذوب سائیں فتو کے نام سے مشہور تھا۔ راولپنڈی کی گلیوں اور بازاروں میں پھرتا رہتا۔ لوگوں کو مارتا۔ گالی گلوچ نکالتا۔ دوکانوں میں گھس جاتا۔ جو چیز چاہتا لے لیتا۔ کسی کی چیز بازار میں پھینک دیتا۔ کوئی چیز توڑ دیتا۔ ایک دفعہ مراقبہ اور استغراق کی حالت میں آپنے دیکھا۔ کہ جناب قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور سائیں فتو سامنے ہوا میں معلق ہے۔ اور جناب کی طرف حقارت کے ساتھ انگلی سے اشارہ کر رہا ہے جب جناب نے اس کی طرف توجہ کی۔ تو وہ دھم سے زمین پر گر پڑا۔ اور چیخنے چلانے لگا۔ جب صبح کے بعد آپ دوکان پر آئے۔ تو تھوڑی دیر کے بعد وہی سائیں فتو ایک عمدہ قیمتی بوٹ ہاتھ میں لئے حاضر ہوا۔ اور ہاتھ باندھ کر معافی طلب کی۔ جناب کے چچا صاحب جو آپ کے حال سے ناواقف تھے۔ فرمانے لگے کہ تو ہمکو اس سائیں سے کیوں مرواتا ہے۔ بوٹ اس کو دیدو۔ جناب حضرت صاحبؒ نے بوٹ اس کو واپس کر دیا۔ لیکن سائیں بوٹ لینے پر راضی نہ ہوا۔ اور چلا گیا۔ حضرت صاحبؒ نے دوبارہ اُس کو بلایا۔ جناب کے چچا صاحب اسکے دوبارہ آنے پر گھبرائے۔ لیکن آپنے سائیں کے کان میں چپکے چپکے دو تین باتیں کیں۔ جس سے وہ خوش ہو کر چلا گیا۔ اور جب تک زندہ رہا آپ کے سامنے کبھی گستاخی سے پیش نہ آیا؛

ایسے ہی ایک اور مجذوب سائیں گوسر کے نام سے مشہور تھا۔ وہ بھی دوکانوں اور مکانوں میں گھس جاتا تھا۔ برتن توڑتا۔ لوگوں کو مارتا۔ مگر اس کو کوئی کچھ نہ کہتا۔

کیونکہ اس میں کمال درجہ کی ہیبت تھی۔ حضرت صاحبؒ فرماتے تھے۔ کہ میں نے
ایک رات تہجد کی نماز کے بعد کشفی حالت میں دیکھا۔ کہ سائیں گوہر میرے سامنے کھڑا ہے
مجھے دھمکاتا ہے۔ اور لاٹھی دکھاتا ہے۔ اتنے میں ایک ہاتھ غیب سے حضرت باباجی صاحبؒ
کا ظاہر ہوا۔ اور میرے ہاتھ میں بھی ایک لاٹھی دیدی۔ اور آواز آئی۔ کہ اس کو ایک لاٹھی
لگادو۔ میں نے وہ لاٹھی سائیں گوہر کے سر پر ماری۔ سائیں چیختا چلاتا بھاگ نکلا۔ صبح
اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر جب میں دوکان پر جانے لگا۔ تو بازار میں سائیں گوہر
کو دیکھا کہ اس کی پیشانی پر بڑا شدید زخم لگا ہوا ہے۔ اور اس پر اس نے سوہاگہ ملا ہوا
ہے۔ اور لوگوں کو گالی گلوچ نکالتا ہے۔ اور برا بھلا کہہ رہا ہے۔ جب اُس نے مجھے
دیکھا۔ تو فوراً بھاگ نکلا۔ میں بھی اسکے پیچھے پیچھے چلا۔ جب تھوڑی دور گیا۔ تو بہت شور
و غل کرنے لگا۔ اور پکارنے لگا۔ کہ ہائے میں مارا گیا۔ لوٹا گیا۔ حتیٰ کہ ایک فاحشہ عورت کے
مکان میں گھس کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ میں واپس چلا آیا۔ ظہر کی نماز کے بعد مجھے
ایک ضروری کام کے لئے ایک اور دوکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا تو سائیں مذکور اس
دوکان پر موجود ہے۔ اور دوکاندار کو بھلا بُرا کہہ رہا ہے۔ اور وہ اس سے ڈرتا ہے۔
اور کچھ نہیں کہتا۔ میں نے جب سائیں کو دیکھا۔ تو کہا اے بیوقوف تو نہیں جانتا۔ یہ کون ہے
اُٹھ۔ اور خاموشی سے نکل جا۔ لوگوں کو ستانا فقیروں کا کام نہیں۔ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔

پھر میں نے سائیں کو کہا۔ کہ جا چلا جا۔ بازار کے لوگ حیران تھے۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آج
سائیں کو کیا ہو گیا ہے۔ ایک شخص نے خیال کیا۔ کہ اب سائیں کچھ نہیں کہے گا۔ اس نے
سائیں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کیا۔ سائیں نے زور کے ساتھ ایک لاٹھی اس کے سر پر رسید
کی۔ میں نے پھر دوبارہ ڈانٹا۔ سائیں یہ کہتا ہوا دوڑا۔ کہ ہائے میں مارا گیا۔ لوٹا گیا۔ چند
دن کے بعد اسکی حالت بدل گئی۔

ابتدائی حالات میں حضرت صاحبؒ کے دل میں بارہا یہ شوق پیدا ہوتا۔ کہ کسی ابدال کی زیارت
نصیب ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے وظیفہ ماثورہ بھی پڑھتے۔ اور دعائیں بھی مانگتے۔ کچھ
مدت اس شوق اور امنگ میں گذر گئی۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ گرمی کا موسم تھا۔ نہایت

پیش تھی۔ جناب نے دوپہر کے وقت قیلولہ فرمانے کی خاطر حسب معمول اپنی بیٹھک میں چارپائی پر سونے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن نیند نہ آئی۔ بہتیرا تکلف بھی کیا۔ کہ کسی طرح نیند آئے۔ مگر کچھ نہ بنا اور دل میں ارادہ پیدا ہو گیا۔ کہ عیدگاہ چلنا چاہئے۔ دل کو سمجھایا کہ ایسی دوپہر کی سخت گرمی میں کہ گرم لو بدن جلائے دیتی ہے۔ عیدگاہ جانے کا کیا مزہ ہو گا۔ پھر اس خیال سے سونے کا ارادہ کیا۔ کہ نماز ظہر کے بعد چلیں گے۔ مگر پھر وہی کشش اور جذب دامنگیر تھے۔ کہ عیدگاہ چلیں۔ یہ جذب اور کشش اس قدر غالب ہو گئی۔ کہ بیٹھک میں آرام کرنا مشکل ہو گیا۔ جبکہ یہ بھی معلوم نہ تھی۔ کہ یہ کشش کیوں ہے۔ جو ایسی سخت گرمی میں دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ غرض اسی حالت میں عیدگاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان دنوں میں عیدگاہ بالکل جنگل میں واقع تھی۔ اتنی رونق اور آبادی جیسے کہ اب ہو گئی ہے۔ بالکل نہ تھی۔ راستہ میں دھوپ کے باعث کسی آدمی کا نشان تک نہیں ملتا تھا۔ سب لوگ اپنے گھروں میں گھسے ہوئے تھے۔ مگر جناب میں کہ آپ کے دل کو جذبہ شوق کھینچے لئے جا رہا ہے۔ جب اس جگہ پر جہاں دونو سڑکیں باہم ملتی ہیں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہاتھ میں عصا اور ایک جھولا کپڑے کا لئے ہوئے اس طرح کھڑا ہے۔ جیسے کسی کی انتظاری ہوتی ہے جب جناب اس سے دوچار ہوئے۔ تو السلام علیکم کہی۔ اُس نے وعلیکم السلام کہا۔ اس کی آنکھوں اور چہرہ سے رعب داب ٹپک رہا تھا۔ دل میں خوف بھی پیدا ہوا۔ اور شوق بھی دامنگیر ہوا۔ فارسی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا کابل کی طرف سے آیا ہے جب جناب نے اس سے مصافحہ کیا۔ تو اس کا ہاتھ ایسا سرد معلوم ہوا۔ جیسے ابھی برف سے باہر نکالا ہے۔ یہ دیکھکر جناب کو بڑا تعجب ہوا۔ کہ ایسی سخت گرمی میں اس کا بدن ایسا سرد ہے۔ غرض اس کو ہمراہ لیکر عیدگاہ کے چبوترے پر لے آئے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں کابل سے آ رہا ہوں۔ اور کلکتہ جاؤں گا۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ شخص نہایت ضعیف اور سفر کے ناقابل ہے۔ یہ کیسے سفر کر سکیگا۔ بمجرد اس خیال کے وہ درویش مسکرانے لگ پڑا۔ ظاہرا اسکے چہرہ پر سفر کے کوئی نشان نہ تھے۔ بلکہ اس کے جسم کی ٹھنڈک اور منہ کی بشاشت سے ایسا معلوم ہوتا

تھا۔ کہ ابھی کسی برفانی درہ سے نکل کر آیا ہے۔ دیر تک آپسمیں گفتگو ہوتی رہی۔ آخر دعا وسلام کے بعد اس نے جانے کی اجازت مانگی۔ کہ اب میں جاتا ہوں جناب نے اُس کو ٹھہرانا چاہا۔ لیکن اُس نے باصرار اجازت مانگی۔ تب جناب اُس کو رخصت کرنے کے ارادہ پر عیدگاہ کے باہر تک تشریف للائے۔ جب سڑک پر کچھ دُور آ گئے۔ تو اُس نے کہا۔ کہ جناب تشریف لے جاویں۔ گرمی بہت ہے۔ میں اب اکیلا جاتا ہوں۔ جناب نے اس کو رخصت کر کے واپس عیدگاہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ ابھی چند قدم چلے ہونگے۔ کہ جناب نے پھر اس کو مڑ کر دیکھنے کا ارادہ کیا۔ جب دیکھا۔ تو وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ اور اس طرح نظر سے غائب ہو گیا جیسے آسمان پر چڑھ گیا۔ یا زمین میں چلا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب؛

بابو کرم دین صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ گوجرانوالہ رونق افروز تھے۔ ان دنوں حضرت باباجی صاحبؒ زندہ تھے۔ جناب نے ارادہ ظاہر فرمایا۔ کہ دل سرہند شریف حاضر ہونے کو چاہتا ہے۔ مگر ڈر لگتا ہے۔ کہ حضرت باباجی صاحبؒ سے اجازت حاصل نہیں کی۔ شائد کہیں ناراضگی کا باعث نہ ہو۔ اس کے بعد جناب نے قیلولہ فرمایا۔ قیلولہ کے بعد جب آپ بیدار ہوئے۔ تو گاڑی کا وقت دریافت فرمایا۔ کہ سرہند شریف کو کس وقت گاڑی جاتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔ کہ جناب باباجی صاحبؒ نے خواب میں دیدار سے مشرف فرمایا۔ اور سرہند شریف حاضر ہونے کی اجازت بھی فرمائی؛

جناب کے پیر بھائی حافظ سید جماعت علیشاہ صاحب علیپوری جب پہلے پہلے علاقہ میسور کی طرف تشریف لے گئے۔ اور طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت شروع کی۔ آگے وہاں طریقہ قادریہ کے مشائخ تھے۔ اور انہی کے اکثر مرید تھے۔ شاہصاحب اور ان مشائخ کے درمیان اس مسئلہ پر مباحثہ وتکرار شروع ہو گیا۔ کہ افضل طریقہ کون ہے۔ وہ اپنے طریقہ قادریہ کو افضل کہتے۔ اور شاہ صاحب نقشبندیہ کو۔ شاہصاحب نے جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں خط لکھا۔ کہ آپ طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت میں کچھ تحریر کر کے روانہ فرمائیں۔ جناب کا بھی خیال اس طرف آ گیا۔ اور کچھ مضمون لکھنے کا ارادہ کیا۔ اسی رات شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خواب میں ملے۔ اور فرمایا۔ کہ حافظ صاحب

آپ اس مسئلہ میں دخل نہ دیں۔ جناب نے اس خیال کو فوراً چھوڑ دیا ۔

مولوی فضل احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایکدفعہ دورانِ سفر حضرت صاحبؒ ضلع جہلم کے علاقہ میں دینا سے پنڈوڑی کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ حضور پالکی میں سوار تھے۔ ایک قبرستان کے قریب پہنچکر کہاروں نے چاہا کہ بجائے قبرستان کے اندرونی راستہ کے باہر کے راستہ سے پالکی لے چلیں۔ لیکن جناب نے فرمایا۔ نہیں درمیانی راستہ سے چلو۔ جب قبرستان کے درمیان میں پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک عورت ایک قبر سے باہر نکلکر انتظار میں کھڑی ہے۔ اس عورت نے جونہی پالکی کو دیکھا۔ دوڑ کر مرحبا مرحبا کہتی ہوئی حاضر خدمت ہوئی۔ اور عرض کرنے لگی۔ کہ میں بڑی دیر سے انتظار میں تھی۔ الحمدللہ کہ میری مدت کی آرزو پوری ہوئی۔ آپنے تھوڑی دیر وہاں قیام فرمایا۔ اور آپسمیں گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے ایک روپیہ لیکر ایک دوست کو دیا۔ کہ وہ اس عورت کو دیدے۔ اس عورت نے عرض کی۔ کہ حضور جس طرح آپنے رات کو خواب میں دیا تھا۔ اسیطرح اپنے دست مبارک سے دیں چنانچہ آپ نے خود روپیہ عنایت فرمایا۔ اور خواب کی حقیقت دریافت کی۔ اس نے عرض کی۔ کہ آج رات کو خواب میں آپ کو میں نے دیکھا۔ کہ پالکی پر اسی طرح سوار ہیں۔ اور روپیہ مجھے دیا ہے۔ مجھے یہ بتایا گیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ ان کی زیارت صبح کو ہوجائے گی۔ تسلی رکھو۔ چنانچہ میں اسی انتظار میں بیٹھی تھی۔ خالق کا شکر ہے۔ اور میں اب بہت خوش ہوں۔ آپ نے دعا فرمائی۔ اور آگے روانہ ہوگئے۔ اس عورت کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ کہ بچپن ہی سے یہ عورت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتی تھی۔ دنیا سے کنارہ کش رہتی۔ جوانی کے وقت گو اس کی شادی ہوگئی۔ لیکن اس نے خاوند کو کہا کہ خدا کے واسطے مجھے آزاد کردو۔ کیونکہ میں اس لائق نہیں۔ کہ دنیا کے جھگڑوں میں پڑوں۔ خاوند نے اجازت دیدی۔ اس عورت نے اپنے لئے قبر بنوائی ہوئی تھی جسمیں شب و روز عبادت و ذکر الٰہی میں مشغول رہتی تھی۔ نہایت ہی زاہدہ عابدہ معلوم ہوتی تھی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اس زاہدہ عورت کی کشش ہی ہمکو اس راستہ سے لے آئی۔ بہت ہی مقبول بارگاہ الٰہی ہے ۔

جنوں کا حضور سے فیضیاب ہونا اور آسیب زدوں کا شفا پانا!

ایک دفعہ جنوں کے متعلق بات چیت ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہمارے پاس اکثر جن آیا کرتے ہیں۔ ابتدا میں تو یہ حال تھا کہ دوکان پر کام بھی کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ میں شام کی نماز کے بعد عیدگاہ کے مغربی کونہ کی طرف مشغول عبادت تھا۔ کہ میرے دل نے چاہا۔ کہ اگر اس دفعہ جن آیا۔ تو اُسے کہینگے کہ مسقط کا حلوا کھلائے۔ دل میں خیال آیا ہی تھا کہ معاً میرے ہاتھ پر ایک برتن آموجود ہوا۔ جس میں گرم گرم حلوا تھا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ کارروائی ہمارے جن دوست کی ہے۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ حلوا کہاں سے لائے ہو۔ جن نے عرض کیا۔ کہ ایک دوکاندار نے ابھی ابھی تازہ حلوا بنایا تھا۔ میں نے تھوڑا اس سے لیا۔ کہ حافظ صاحب کو کھلاؤں گا۔ آپ یہ حلوا کھالیں۔ میں پھر حاضر ہونگا۔ جنؔ رخصت ہو گیا۔ میں نے حلوا کھانا چاہا۔ لیکن دل نے کہا۔ کہ دوکاندار کی اجازت کے بغیر یہ حلوا جنؔ اٹھا کر لے آیا ہے۔ کھانا درست نہیں۔ فوراً رکھدیا۔ جن چلا گیا تھا۔ ورنہ واپس کر دیا جاتا۔ وہ حلوا اُٹھا کر ایک دوست کو دیدیا۔ مجلس میں ایک دوست (جس کا نام ظاہر کرنا مناسب نہیں) موجود تھا۔ جھٹ بول اُٹھا حضور وہ حلوا آپنے مجھے دیا تھا۔ ادب کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نے دریافت نہیں کیا تھا۔ کہ اتنا لذیذ حلوا گرم گرم کون دوست لے کر آیا۔ اور آپنے چکھا بھی نہیں۔ اور مجھے کیوں دیدیا۔ واقعی وہ حلوا مسقط کا ہوگا۔ آپنے فرمایا۔ کہ یہ جن اکثر ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔

ایک دوست پینڈے خاں کا قصہ مشہور ہے۔ کہ اُس کی والدہ کو جن بہت تنگ کیا کرتے تھے۔ علاج کرتے کرتے تنگ آ گئے تھے۔ ایک دفعہ مغرب کی نماز کے وقت جب کہ آپ قبرستان پیر دوھائی کے نزدیک کنارہ لئی پر تشریف رکھتے تھے۔ حاضر ہو کر یہ واقعہ جناب کی خدمت میں پیش کیا۔ کہ آج میری والدہ کو جن نے سخت تکلیف پہنچائی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا عشاء کی نماز کے بعد چلکر دم کرینگے۔ چنانچہ بابو محمد امین و محمد بخش کے ہمراہ آپ پینڈے خاں کے گھر تشریف لے گئے۔ پینڈے خاں کی والدہ اس وقت ہوش میں

تھی۔ ایک پلنگ پر آپ کو بٹھایا۔ ہمراہی دوست بھی اُسی پلنگ پر دائیں بائیں بیٹھ گئے
آپ نے مائی سے دریافت کیا۔ کہ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ وہ بیان کرنے لگی۔ کہ مجھے جن نے
بہت تنگ کیا ہوا ہے۔ میری ہڈیاں چُورچُور ہو گئی ہیں۔ بہت علاج کر چکی ہوں۔ لیکن اس
سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ کس وقت آتا ہے۔ مائی نے کہا۔ کہ ویسے تو
اُس کا وقت مقرر نہیں۔ لیکن آج جاتے ہوئے کہہ گیا تھا۔ کہ جس وقت حافظ جی صاحبؒ
تشریف لاویں۔ مجھے بلا لینا۔ ہمراہی دوستوں میں سے ایک نوجنات کے وجود سے بالکل انکاری
تھا۔ وہ آزمائش کے طور پر ساتھ آیا تھا۔ باتیں سُنکر اُس نے ہنس دیا۔ آپ نے جن کو آواز دی
کہ آجا۔ یکایک آندھی کی طرح زور سے ہوا آئی۔ دروازے پھٹ سے کھل گئے۔ ہمراہی
دوست دو تو بیہوش ہو کر پلنگ سے نیچے گر گئے۔ مائی بھی چیخ مار کر بیہوش ہو گئی۔ اور پھر
کھڑی ہو گئی۔ اور کہا السلام علیکم۔ آواز تبدیل ہو گئی تھی۔ آپ سمجھ گئے۔ کہ جن آگیا ہے دوستوں
کو اُٹھایا۔ وہ پلنگ سے ہٹ کر دوسری جگہ کھڑے ہو گئے۔ لیکن بدن کانپ رہا تھا۔ اور پسینہ
سے شرابور تھے۔ آپ نے اب دریافت فرمانا شروع کیا۔ کہ تمہارا نام کیا ہے۔ کہاں سے آئے
ہو۔ وہ جن عرض کرنے لگا۔ کہ میرا نام سائیں دلبر ہے۔ مجھے اس مائی کیساتھ عرصہ سے محبت
ہے۔ اور اب چورہ شریف سے آرہا ہوں۔

قبلۂ عالم۔ وہاں کب گئے تھے۔

جن۔ شام کی نماز کے بعد۔

قبلۂ عالم۔ شام کہاں ادا کی۔

جن۔ آپ کے پیچھے لئی کے کنارے پر۔

قبلۂ عالم۔ کون کون سی سورت جن نے پڑھی تھی۔

جن۔ پہلی رکعت میں انا انزلناہ دوسری میں انا اعطینا۔

مائی بالکل پڑھی ہوئی نہیں تھی۔ سوائے سورہ اخلاص کے اور کوئی سورت نہیں جانتی
تھی۔ آپ نے مزید دریافت فرمایا۔

قبلۂ عالم۔ عصر اور ظہر کہاں پڑھی۔

جن ۔ ظہر چورہ شریف پڑھی۔ اور اُس کے بعد وہاں سے کھسکو (محاورہ) یعنی جلدی روانہ ہونا) ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ یہاں کس وقت پہنچے۔ اُس نے کہا اُسی وقت پھر آپکے ساتھ دوکان پر کام بھی کرتا رہا..... اور قرآن شریف بھی سنتا رہا۔ جب آپ قرآن شریف کا دورہ کر رہے تھے۔ میں ساتھ ساتھ کام میں امداد بھی دیتا تھا جب آپ نے دوکان بند کی۔ تو میں کشمیر چلا گیا۔

قبلہ عالم ۔ وہاں کب پہنچے؟

جن ۔ اُسی وقت ۔

قبلہ عالم ۔ نماز وہاں کہاں پڑھی ؟

جن ۔ جامع مسجد میں ۔

قبلہ عالم ۔ پھر ۔

جن ۔ عصر کی نماز کے بعد شام وعشا آپ کے پیچھے پڑھی۔ آپنے پوچھا۔ کہ عشا میں کون کونسی سورت میں نے پڑھی تھی۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ سورہ والضحیٰ و سورہ الم نشرح آپنے فرمایا۔ کہ سورہ والضحیٰ سُناؤ۔ اُس نے تمام سورت سُنادی۔ حالانکہ وہ مائی ایک حرف بھی پڑھی ہوئی نہیں تھی ۔ میرا بھائی ہاشم آپ کو السلام علیکم کہتا ہے ۔

قبلہ عالم ۔ (حیران ہو کر) وہ کہاں ہے؟

جن ۔ وہ سامنے سیڑھی پر بیٹھا ہے ۔

قبلہ عالم ۔ اچھا دیکھو ۔ میرا کہا مانو ۔ اِس مائی کو چھوڑ دو ۔ اِس کا بیٹا ہمارا دوست ہے ۔ اور اس کی سفارش پر ہم یہاں آئے ہیں ۔

جن ۔ دل تو نہیں چاہتا۔ لیکن آپ کے حکم کے آگے کوئی عذر نہیں۔ چلا جاتا ہوں۔ پھر کسی وقت حاضر ہونگا ۔

قبلہ عالم ۔ نہیں اس کو زیادہ تنگ نہ کرو ۔ پھر اسکے پاس آنے کی ضرورت نہیں ۔

جن ۔ بہت اچھا ۔ آپ نے فرمایا ۔ تم نے میرے دوستوں کو کیوں نیچے گرا دیا ہے ۔ اُس نے جواب دیا ۔ کہ حضور یہ اتنے بے ادب ہیں ۔ کہ آپ کی برابری کرنے کے لئے آپ کے

دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ بچے اب ہم رخصت ہوتے ہیں۔ السلام علیکم۔

مائی دھڑم سے نیچے گری۔ تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا۔ تو آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ کیا حال ہے۔ وہ عرض کرنے لگی کہ بدن کی ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں۔ مجھے کچھ ہوش نہیں رہا۔ اس واقعہ کی نسبت آپ نے دریافت کیا۔ لیکن مائی نے یہی کہا۔ کہ مجھے کچھ پتہ نہیں آپ نے فرمایا۔ کہ وہ جن اب چلا گیا ہے۔ پھر نہیں آئیگا۔ اس واقعہ کے بعد پیند خاں اور اُسکی والدہ کافی عرصہ زندہ رہے۔ کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذالک

آپ نے ہمراہی دوستوں سے دریافت فرمایا۔ کہ جس وقت جن آیا تھا۔ تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ ایک نے کہا۔ کہ مجھے تو یہ معلوم ہوا۔ کہ کسی نے پکڑ کر مجھے زور سے نیچے دے پٹکا ہے کہ بے ادب حضرت صاحبؒ کے برابر ہو کر بیٹھے ہو۔ پھر میری جرأت نہ ہوئی۔ کہ آپ کے ساتھ بیٹھتا۔ دوسرا عرض کرنے لگا۔ کہ میرے کان میں یہ کہا گیا۔ کہ اچھا تم جن کے وجود سے ہی انکاری ہو۔ یہاں تماشہ دیکھنے آئے ہو۔ اگر تم حافظ صاحبؒ کے ساتھ نہ ہوتے تو تمہیں اس کی سزا دیتا۔ بس مجھے پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ شکر ہے۔ خدا نے آپ کی طفیل فضل کیا اور نہ بُری گت بنتی۔ مجھے آج یقین ہو گیا ہے۔ کہ جن بھی ہیں۔ اور ان میں بہت طاقت ہے لیکن اِن کی طاقت اللہ تعالےٰ کے بندوں کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتی۔

بابو شوق محمد صاحب امرتسری جو آجکل عباداں ملک ایران میں ملازم ہیں۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ چند سال پیشتر جبکہ میں عراق میں محکمہ بندوبست میں ملازم تھا۔ اور بطور معاون مہتمم بندوبست کے کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ ہمارا کیمپ دریائے دجلہ کے کنارہ پر تھا۔ قریب ہی ایک قدیم زمانہ کا قلعہ تھا۔ جو شکستہ ہو چکا تھا۔ اسکی نسبت یہ مشہور تھا۔ کہ یہاں جنات کا بسیرا ہے۔ تنہا کوئی آدمی دوپہر یا رات کے وقت نہ گزر سکتا تھا۔ جمعہ کی نماز کے بعد میرا ادھر سے گزر ہوا۔ عربی میں مجھے کسی نے آواز دی۔ کہ یہ راستہ نہیں ہے۔ تم کہاں جا رہے ہو۔ میں نے چاروں طرف دیکھا۔ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ آوازیں آتی رہیں۔ اور میں آخر اسی راستہ سے گذر گیا۔ کیمپ میں آ کر اپنے افسر سے ذکر کیا۔ لیکن اُس نے اعتبار نہ کیا۔ شام کو میں مراقبہ میں مشغول تھا۔ کہ میرا افسر باہر سے آیا۔ کہ تنبو کے قریب میں نے بتی جلتی دیکھی

تھی۔ قریب آیا۔ تو روشنی غائب تھی۔ رات کو چوکیداروں نے بھی ایسے ہی روشنی دیکھی
وہ اس روشنی کی طرف چلے۔ تو وہ روشنی دریائے دجلہ کی طرف چلنے لگی۔ ہم سب نے اس روشنی
کو چلتے دیکھا۔ رات کو مہتمم صاحب اور میں دونو بیمار ہو گئے۔ ہماری حالتیں متغیر تھیں جنات
اپنا اثر دکھانے لگے۔ ڈاکٹر بھی حیران رہ گئے۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ اگلے دن مجھے
کچھ ہوش آئی۔ ہڈیاں چور چور تھیں۔ اور یہی حال میرے افسر کا تھا۔ عشا کی نماز جوں توں
کر کے ادا کی۔ مراقبہ کیا۔ اور اسی حالت میں غشی آ گئی۔ رات کو قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کو
خواب میں دیکھا۔ کہ ہاتھ میں شمشیر ہے۔ اور فرما رہے ہیں۔ کہ تم کو کس نے تنگ کیا ہے
میں نے مودبانہ عرض کیا۔ کہ یہ جنات ہیں۔ جو ہمیں تنگ کر رہے ہیں۔ حضور عالی نے
شمشیر بلند کی۔ اور جلالیت میں فرمایا۔ کہ ابھی ان کو تباہ کرتا ہوں۔ اتنے میں جنات کا
بادشاہ حاضر ہوا۔ اور عاجزی سے عرض کرنے لگا۔ کہ یا حضرت ہمیں معلوم نہیں تھا۔
کہ یہ آپ کا غلام ہے۔ غلطی ہوئی۔ معاف کر دیجئے۔ آئندہ تنگ نہ کریں گے۔ غرضیکہ
بہت منت سماجت کرنے لگا۔ اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ صبح کو میں اور میرا افسر دونو
بخیریت تھے۔ کئی دن وہاں قیام رہا۔ ہم نے پھر روشنی بھی نہ دیکھی۔ اور نہ ہی کسی نے
ہم کو تنگ کیا۔

حاجی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ اخبارات میں یہ خبر بڑی سرخی
سے درج کی گئی۔ کہ حیدر آباد دکن کی طرف ایک جگہ رات کو غیب سے پتھر برستے
ہیں۔ پتھر کسی کو لگتا نہیں۔ لیکن یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ پتھر کون پھینکتا ہے۔ اور کس طرف
سے آتے ہیں۔ ایک ماہ سے لگاتار پتھر برس رہے ہیں۔ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوئی
وہاں سے ہمارے دوستوں میں سے ایک دوست نے قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی خدمت
میں عریضہ لکھا جس میں تمام حقیقت بیان کی ہوئی تھی۔ اتنے میں اخبارات میں بھی پھر
خبر شائع ہوئی۔ کہ پتھر ابھی تک برس رہے ہیں۔ اور یہ کام جنات کا معلوم ہوتا ہے
اگر کسی صاحب عمل یا بزرگ میں اتنی طاقت ہے۔ تو وہ ہی کوشش کریں۔ شاید انہیں
کامیابی ہو جائے۔ حضور نے جب یہ خبر سنی۔ تو اس دوست کی طرف ایک تعویذ لکھکر روانہ

گیا۔ کہ اس مقام پر لٹکا دینا۔ اور ساتھ ہی لکھا۔ کہ جس وقت پتھر برستے ہیں۔ اُس سے چند منٹ پہلے ذکر جہر کرنا اور پھر باآواز بلند فقیر کی طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا۔ کہ بس اتنی ایذا دینی اچھی نہیں۔ اللہ تعالےٰ کی زمین وسیع ہے۔ جاؤ کہیں اور جگہ بسیرا کر لو۔ خالق کی مخلوق کو تنگ کرنا اچھا نہیں۔ اُس دوست نے اور دوستوں کی معیّت میں ذکر جہر بلند کیا۔ اور ایک درخت کے ساتھ تعویذ باندھ دیا۔ اور آپ کا پیغام اُسیطرح بلند آواز سے سُنایا۔ خدا کی حکمت اُس رات سے پتھر پھینکے جانے بند ہو گئے۔ اور اُس دوست نے ایک ہفتہ کے بعد خوشخبری لکھی۔ کہ خالق نے آپ کی دُعا سے یہ مصیبت رفع کر دی ہے۔ اس خط کے آنے پر آپنے اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اور جواب میں یہ لکھا۔ کہ اس واقعہ کی اطلاع کسی اخبار میں دینے کی ضرورت نہیں ہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے بیان فرمایا۔ کہ جن صورت انسانی میں متمثل ہو کر علماء وصلحاء کی خدمت میں حاضر ہو کر علم اور ذکر الٰہی سیکھتے رہتے ہیں۔ ذکر کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیالکوٹ میں مولٰنا مولوی عبدالحکیم صاحب جن کا مزار سیالکوٹ کے مغرب میں تالاب کے نزدیک واقع ہے۔ کے پاس اکثر جن قرآن شریف حفظ کیا کرتے تھے۔ آپ کی وفات کو کافی عرصہ گذر چکا ہے۔ لیکن آجکل بھی اُن کے مزار پر رات کے وقت قرآن شریف کے پڑھنے کی آوازیں آتی ہیں۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کی نسبت آپنے فرمایا۔ کہ اُن کے پاس ایک جن تعلیم پاتا تھا۔ ایک دفعہ اُن کی بیوی بیمار ہو گئی۔ بہت علاج کئے۔ آرام نہ آیا۔ آخر حکیموں نے کہا۔ کہ اگر کہیں سے سیب مل جاوے تو اُس کا پانی پلانے سے صحت ہو جائیگی۔ لیکن ہمارے علاقہ میں سیب نہیں ہے۔ اور جب تک سیب آئیگا۔ خدا معلوم مریضہ کی کیا حالت ہو جائیگی۔ آں صاحب پریشان بیٹھے ہوئے تھے۔ شاگردوں نے دریافت کیا۔ کہ حضور آج کیا وجہ ہے۔ گھر میں خیریت تو ہے۔ آپ نے حکیموں کے علاج کا ذکر کیا۔ وہ جن بھی سُن رہا تھا۔ یہ صبح کا واقعہ تھا۔ چاء سے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے۔ کہ وہ جن جو شاگرد کی صورت میں تھا۔ سیب لے آیا۔ آپ حیران ہو گئے۔ کہ اس علاقہ میں تو سیب ہے ہی نہیں۔ کہاں سے لے آیا ہے

اور پھر اتنی جلدی۔ جن پہلے تو ٹالتا رہا۔ آخر کار اُسے اپنا راز بتلانا پڑا۔ کہ میں جن ہوں۔ اب میرا راز فاش ہو گیا ہے۔ لہذا اب اجازت چاہتا ہوں۔ پھر وہ جن چلا گیا۔ اور مریضہ کو بھی آرام آگیا؛

بابو کرم دین صاحب نے اپنی بیاض میں لکھا ہے۔ کہ ایکدفعہ گوجرانوالہ میں قبلہ عالم حضرت صاحب تشریف فرما تھے۔ گرمی کے ایام تھے۔ اور چارپائی مکان کے چھت پر بچھائی ہوئی تھی۔ میں بھی پاس ہی ایک چوکی پر بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے تین دفعہ لاحول پڑھا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ قبلہ خیر تو ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ سامنے مکان میں کون رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یہ مکان مدت سے خالی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تب ہی جنوں نے اِس مکان میں اپنا ڈیرا جما رکھا ہے؛

قبلہ عالم فرماتے تھے۔ کہ میرے قبلہ حضرت باباجی صاحبؒ نے نصیحت فرمائی ہوئی ہے۔ کہ جنوں کو زیر کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ ہاں تعویذ وغیرہ دیدیا کو۔ چنانچہ آپ کا یہ ہی معمول رہا۔ اور خدا کے فضل سے جن نکل جاتے رہے۔ اور پھر کبھی تنگ بھی نہیں کیا؛

ھدایت خلق

ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ کلکتہ تشریف لے گئے۔ خاکسار اور چند مخلص دوست بھی ہمراہ تھے۔ وہاں سے کھڑکپور آپ رونق افروز ہوئے۔ وہاں پہنچکر معلوم ہوا۔ کہ ایک غیر شرع بنگالی جاہل آدمی نے اپنے آپ کو اس علاقہ کا قطب ظاہر کیا ہوا ہے۔ کالا رنگ بالکل ننگا بدن پر بھبوت ملے۔ مسجد کے دروازہ کے باہر ڈیرہ لگایا ہوا ہے۔ مسجد میں کسی کو نماز پڑھنے کے لئے بھی نہیں جانے دیتا۔ اور یوں بکتا ہے۔ کہ نمازوں میں کیا پڑا ہے۔ بہت سی خلقت اُس کی معتقد ہو چکی تھی۔ اکثر اچھے اچھے نمازی اور خدا یاد دوستوں کو اُس نے خراب کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آنکھوں میں کوئی دوائی ڈال لیتا تھا۔

جس کے باعث اُس کی آنکھیں نہایت سُرخ خون آلودہ دکھائی دیتی تھیں۔ اور کوئی نشہ والی شے استعمال کرتا تھا جس سے اکثر مدہوش ہو جایا کرتا تھا۔ لوگ اسکے سُرخ چہرہ اور خون آلودہ آنکھوں کو دیکھکر مست اور مجذوب خیال کرتے۔ اور اس سے بہت ڈرتے جو کچھ وہ کہتا۔ فوراً تعمیل کرتے۔ بیہودہ بکواس اور گالی گلوچ بھی نکالتا۔ مگر کسی کو کیا مجال کہ اُف تک کرے۔ ہر وقت اس کے گرد خلقت کا ہجوم رہتا۔ اور دست بستہ حلقہ اور صف باندھے کھڑے رہتے۔ ایک دوست فرزند علی بھی اسکے دام تزویر میں پھنس چکا تھا۔ حضرت صاحبؒ کو جب حقیقت معلوم ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ سُنا گیا ہے۔ کہ بنگال میں جادوگر ہوتے ہیں۔ شاید کوئی جادوگر نہ ہو۔ جس نے اپنی شعبدہ بازی سے لوگوں کو اپنے زیر اثر کیا ہو۔ پھر جناب نے فرمایا۔ کہ اچھا دیکھا جاویگا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا۔ ظاہر ہو جائے گا۔ لوگوں نے یہ خبر اس مجہول کو پہنچا دی۔ کہ پنجاب کی طرف سے بھی ایک فقیر صاحب کھڑکپور میں تشریف لائے ہیں۔ اُس نے اپنے ایک معتقد مرید کو جناب کی خدمت میں بھیجا جس نے آکر بعد سلام بڑے زور سے اُس کی طرف سے کہا۔ کہ ہمارے قطب صاحب کا ارشاد ہے۔ کہ میں اس علاقہ کا قطب ہوں۔ میری اجازت کے بغیر آپ اس علاقہ میں کیوں آئے۔ یا تو اسی وقت اس علاقہ کی حدود سے نکل جاؤ۔ یا مجھ سے اجازت حاصل کرو۔ اور بے اجازت آنے کی معافی مانگو۔ اور اگر چند دن یہاں قیام کا ارادہ ہے۔ تو میری مرضی کے تابع ہو کر رہو۔ ورنہ میں بُری طرح پیش آؤں گا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ بہت دُور سے آئے ہیں۔ راستہ کی تکلیف سے طبیعت ذرا تھکی ہوئی ہے۔ اس وقت معاف فرمادیں۔ کل دیکھا جاوے گا۔ جیسے حکم ہوگا۔ عمل کیا جاوے گا۔

دوسرے روز جناب نے چند شہیدوں کے مزارات پر جو کھڑکپور سے کچھ فاصلہ پر تھے۔ فاتحہ و زیارت کے لئے جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ چند دوست اس علاقہ کے جو جناب کے معتقد تھے۔ اور اس راستہ سے واقف تھے۔ ہمراہ ہوئے۔ زیارت و فاتحہ سے فارغ ہو کر جب واپس جانیکا ارادہ کیا۔ تو وہاں سے ایک بڑا سانپ سیاہ رنگ کا نکلا۔ جس کو ایک دوست نے فوراً مار ڈالا۔ وہاں کے مجاور سانپ کے مارنے سے

جھگڑنے لگے۔ کہ مدت سے یہ سانپ ان مزاروں پر رہتا تھا۔ جناب نے کیوں مروا ڈالا ہے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ یہ موذی جانور اسی لائق تھا۔ کہ اس کو مارا جائے۔ ان جاہلوں کو سمجھا کر قیام گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاقاً دوست اسی راستے سے لائے۔ جدھر وہ انسان صورت شیطان سیرت بیٹھا ہوا تھا۔ جب جناب اسکے نزدیک آئے۔ تو دوستوں نے عرض کیا۔ کہ جناب یہ ہے وہ قطب۔ وہ شخص آگ کی دھونی رمائے بیٹھا تھا۔ یعنی گرداگرد آگ کا حلقہ تھا۔ اور آپ اندر بیٹھا ہوا تھا۔ جب جناب نے اسکی صورت وسیرت کو باطنی نظر سے دیکھا۔ تو فرمایا۔ کہ یہ تو شیطان ہے۔ مکار ہے۔ دھوکہ باز ہے۔ اس کا کوئی تعلق درویشی سے نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے شیطان تو نے ہی ہمیں پیغام بھیجا ہے۔ کہ ہماری اجازت بغیر کلکتہ کیوں آئے۔ یہ ملک تیرا ہے۔ یا خدا کا۔ ذرا آگ سے باہر آ۔ تجھے مکاری کا مزہ چکھائیں۔ اس نے لال لال آنکھیں اور ڈراؤنی شکل سے آپ کی طرف دیکھا۔ اور کڑک کر کہا۔ اچھا آ گئے۔ حضور نے بہادر علی دوست کو کہا۔ کہ اس شیطان کو آگ سے باہر نکال لاؤ۔ ذرا اس کی طبیعت تو لوگوں کو دکھاؤں۔ بہادر علی نے اسے گیند کی طرح اٹھا کر پھینک دیا۔ اس وقت اسکے معتقدوں میں سے ایک تھانہ دار بھی وہاں موجود تھا۔ وہ اپنی تھانیداری کے رعب میں جھٹ بول اٹھا۔ کہ آپ دنگا فساد نہ کریں۔ حضور نے اس کو بھی ڈانٹا۔ اور فرمایا۔ کہ تم چپ رہو۔ یہ فقیروں کا آپس میں معاملہ ہے۔ اگر یہ قطب ہے۔ تو معلوم ہو جاویگا ورنہ تم لوگ اس کے مکر سے آزاد ہو جاؤ گے۔ حضور نے دوستوں کو ارشاد فرمایا۔ کہ اس کے مغز پر ذرا جوتوں سے تواضع کرو۔ تاکہ اس کا نشہ ہرن ہو جائے۔ اور عقل ٹھکانے آجائے۔ پھر باتیں کرینگے۔ دوستوں نے فوراً جوتوں سے تواضع کی۔ نشہ اکھڑ گیا۔ ہاتھ جوڑ کر فریاد کرنے لگا۔ کہ بابا ہمیں کیوں مارتے ہو۔ خدا کے لئے ہمیں جانے دو۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم تو کہتے تھے۔ کہ میں قطب ہوں۔ اب تمہاری طبیعت کہاں گئی۔ کہنے لگا۔ بابا ہم کچھ بھی نہیں۔ خدا کے واسطے ہمیں چھوڑ دو۔ دوستوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ تو وہ لنگوٹے کو ہاتھ میں پکڑ کر اس طرح دوڑ گیا جس طرح کمان سے تیر نکلتا ہے۔ جن جن دوستوں کو خراب کیا ہوا تھا اور ان کے مال وایمان کو برباد کیا ہوا تھا۔ ان پر حقیقت آشکارا ہو گئی۔ انہوں نے بھی دوڑ

کر اس شیطان کو جوتیاں اور مُکے لگائے۔ اور اس کی خوب خدمت اور تواضع کی جتنی کہ وہ علاقہ سے کہیں باہر چلا گیا۔ دوستوں نے اور لوگوں نے جو اُس کے معتقد بن چکے تھے۔ توبہ کی۔ رات کو عشاء کی نماز کے وقت بہت مخلوق کا ہجوم ہو گیا۔ نماز کے بعد وعظ کیا گیا۔ اور وعظ میں اس قسم کے مجہول اور غیر شرع نام نہاد فقیروں کے متعلق سمجھایا گیا۔ کہ ایسے ایمان کے لیٹروں سے بچنا چاہیئے۔ مولانا روم صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

جتنے دن اس علاقہ میں حضور رونق افروز رہے۔ ہر روز اور ہر رات بہت سے لوگ حلقہ بیعت میں داخل ہوتے رہے۔ اور ذکر کی دولت سے مشرف ہوئے۔

ایک دفعہ لاہور رنگ محل مستری احمد الدین صاحب کے مکان پر جناب حضرت صاحبؒ رونق افروز تھے۔ رات کے وقت دوستوں کو مجلس میں حلقہ ذکر کے بعد نصیحتیں فرما رہے تھے۔ کہ ایک دوست بنام حافظ محمد دین موچی دروازہ سے آیا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ آپ نے اسکی حالت دیکھکر دریافت فرمایا۔ کہ تمہارے ڈرنے کی کیا وجہ ہے۔ اُس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا۔ کہ جناب۔ موچی دروازہ کے قریب ایک بزرگ ایک مکان میں کہیں سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو لاہور کا قطب اور ابدال کہتے ہیں۔ بندہ اُن کی صحبت میں تھا۔ میں نے جب اُن کی خدمت میں حضور کی تشریف آوری کا ذکر کیا۔ تو قطب صاحب نے فرمایا۔ کہ تمہارے پیر صاحب نے بڑی غلطی کی ہے کہ میری اجازت بغیر لاہور میں داخل ہوئے ہیں۔ تم اسی وقت جاؤ۔ اور اُن سے کہو۔ کہ اسی وقت لاہور سے چلے جاویں۔ ورنہ اُن کی نسبت اور ولایت سلب ہو جاوے گی۔ اچھا اگر رات کے سبب کہیں نہ جا سکیں۔ تو رات بسر کر کے صبح کو لاہور سے چلے جاویں۔ جناب نے یہ بات سُنکر تبسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ اچھا بھائی۔ ہماری طرف سے قطب صاحب کو کہدو۔ کہ اب تو رات ہو گئی ہے۔ اس وقت جانا مشکل ہے۔ کل صبح دیکھا جاویگا۔ پھر اس دوست نے اجازت طلب کی۔ کہ جناب مجھے جانے دیں۔ وہ انتظار کرتے ہوں گے۔ مبادا میرے دیر کر کے جانے سے مجھ پر ناراض نہ ہوں۔ اور میرا نقصان ہو جائے۔ جناب نے بہتیرا سمجھایا۔ کہ

خیر ہے۔ تھوڑی دیر اور بیٹھو۔ مگر وہ کچھ ایسا سہما ہوا۔ اور خوف زدہ ہوا ہوا تھا۔ کہ اس کو مجلس میں بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ اس کا یہ حال دیکھکر جناب نے اس کو اجازت دیدی۔ اور وہ چلا گیا

دوسرے روز اشراق کی نماز سے ابھی فارغ ہوئے ہی تھے۔ کہ پھر وہی دوست پیغام لے کر آیا۔ کہ قطب صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ ابھی تک تم کیوں نہیں گئے۔ فوراً چلے جاؤ۔ جناب نے اس کو فرمایا۔ کہ ہم اب لاہور آ چکے ہیں۔ اتنی جلدی یہاں سے نہیں جا سکتے۔ تم جا کر ہماری طرف سے قطب صاحب کو کہدو۔ کہ مہربانی فرما کر اس جگہ تشریف لے آویں۔ اُن کی نیارت بھی ہو جاوے گی۔ اور پھر جس طرح فرماویں گے۔ عمل کیا جاویگا۔ یہ سُنکر وہ دوست چلا گیا۔ اور آپ نے دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ دیکھو دنیا میں کیسے کیسے مکار اور فریبی پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ کہ شاید فقیر سادہ لوح ہوتے ہیں۔ دام تزویر میں آ جاتے ہیں۔ مگر یاد رہے۔ کہ طریقت میں تصنع اور بناوٹ چل نہیں سکتی۔ جناب اس کے متعلق دوستوں میں گفتگو فرما ہی رہے تھے۔ کہ اتنے میں وہ قطب صاحب خود ہی وہاں حاضر ہو گئے۔ لمبا قد۔ سر پر ہندستانی ٹوپی۔ کشمیری دُھسہ اوڑھے ہوئے۔ اکڑتا ہوا آیا۔ اور جس جگہ حضرت صاحبؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی جگہ مسند پر زانو بزانو کندھے ملا کر چوکڑی مار کر بیٹھ گیا۔ دوستوں کو اسطرح بے ادبی سے اُس کا بیٹھنا بہت ناپسند آیا۔ مگر جناب نے بھی اور دوستوں نے بڑے حوصلے اور تحمل سے کام لیا۔ اور کچھ نہ کہا۔ اس نے بیٹھتے ہی ترچھی نگاہ اور غصہ آمیز لہجے سے جناب کو کہا۔ کہ میں نے جب دو دفعہ آپکو پیغام بھیجا تھا۔ کہ آپ فوراً چلے جاویں۔ تو آپ نے کیوں حکم عدولی کی ہے۔ اور کیوں نہیں گئے۔ ساتھ ہی کانپتا تھا۔ اور اس کا ایک رنگ آتا اور ایک رنگ جاتا تھا۔ اس کی اس طرح بے ڈھنگی گفتگو سُنکر اب جناب سے بھی نہ رہا گیا۔ جناب نے بھی غصہ سے فرمایا۔ کہ اے بے دین مکار۔ شیطان۔ تو کہاں کا قطب ہے۔ تو ہمیں مکر و فریب میں لانا چاہتا ہے۔ چل نکل یہاں سے دُور ہو۔ پھر تو قطب صاحب کے طوطے اُڑ گئے۔ شرمندہ ہو گئے۔ اور کھسیانی صورت بنا کر پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے۔ بدن پر رعشہ طاری ہو گیا۔ ایسا رعب پڑا۔ کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی۔ بعض جوشیلے دوستوں نے ارادہ کیا۔ کہ قطب صاحب

کی قطبیت دیکھیں۔ اور دھول دھکا سے تواضع کریں۔ لیکن آپ نے منع فرمایا۔ اور وہ نہایت تیزی سے وہاں سے چلتا بنا۔

اس واقعہ سے قطب صاحب کا سارا راز فاش ہو گیا۔ لوگوں سے اس نے بہت سا روپیہ مکاری سے لیا ہوا تھا جس جس نے سُنا۔ آگرہ ہوئے۔ روپیہ کا مطالبہ ہونے لگا۔ اب سوائے اس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ کہ رات کو ہی رفوچکر ہو گئے۔ اللہ کریم ان مکاروں سے بچائے۔ آمین ؎

مولوی ثناء اللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ جناب کی قدمبوسی وزیارت کے لئے خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم اور دیگر دوست بھی مجلس میں حاضر تھے۔ کہ شیخ احمد الدین جو غیر مقلدانہ عقائد کا پابند اور فقرا کا مخالف تھا۔ مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ پہلے زمانہ میں اچھے اچھے مردان خدا گذر گئے ہیں۔ آجکل تو صرف نام نہاد ہی فقرا رہ گئے ہیں بیائیں کریم بخش نمازیں نعرہ مار کر دوسروں کی نماز بھی خراب کرتا ہے۔ غرض اس نے اس قسم کی بیہودہ گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کہ جناب کے چہرہ مبارک پر جلالیت کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ اگر اُسکی زبان سے بے اختیار اسم اللہ کا نعرہ نکل جاتا ہے۔ تو وہ معذور ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص جان بوجھ کر نماز کی حالت میں بلند آواز سے نعرہ لگائے تو وہ ناجائز ہے۔ اس کے علاوہ جناب نے مقامات عالیہ اور معارف بلند کی نسبت گفتگو فرمائی۔ شیخ احمد الدین یہ گفتگو سُنکر حیران رہ گیا۔ اور اس قدر جذبہ ہوا۔ کہ ماہی بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔ اور زار زار روتا تھا۔ سب اہل مجلس حیران رہ گئے۔ کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ یہ شخص تو غیر مقلد تھا۔ اور فقرا کا سخت مخالف تھا۔ اور حال یہ تھا۔ کہ دوستوں کے ساتھ فقرا کی باتیں کر کے ہمیشہ لڑتا جھگڑتا رہتا تھا۔ اور اُن کو بدظن کرتا رہتا۔ بلکہ باہر سے جو دوست آتے اُنہیں کہتا۔ کہ تم کیا لینے آتے ہو۔ اکثر اوقات وہ دوستوں سے مار بھی کھا لیتا۔ لیکن اپنی خباثت سے باز نہ آتا۔ اب باوجودیکہ اُس پر اس قدر جذبہ ہوا۔ لیکن دل سیاہ ہو چکا تھا۔ راہ راست پر نہ آیا۔ کبھی فقرا کے ساتھ مل جاتا۔ کبھی غیر مقلدوں کے

ساتھ مل جاتا۔ ایسے لوگ ہمیشہ خسارہ پانے والے ہوتے ہیں؂

حافظ دین محمد صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے ابتدا میں کیمیا گری کا بہت شوق تھا۔ اور ہمیشہ اس خیال میں منہمک رہتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ ہمارے گاؤں سے دو میل کے قریب ایک اور گاؤں ہے۔ وہاں ایک گھر میں بہت سی پرانی کتابیں پڑی ہوئی ہیں۔ جب میں ان کو دیکھتا ہوں۔ تو ان میں چند نسخے کیمیا گری کے پاتا ہوں۔ میں ان کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک ضعیف شخص میرے پاس آیا۔ اور ایک سنہری رنگ کے ٹکڑے کو میرے ہاتھ میں دیکھ کہنے لگا۔ اگر کیمیا بر روئے زمین است ؂ ہمین است وہمین است و ہمین است ؂ جب میں بیدار ہوا۔ تو میں نے ارادہ کیا۔ کہ اس گھر کو جا کر دیکھوں جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ جب میں اس گھر میں گیا۔ بعینہٖ جیسے کہ خواب میں دیکھا تھا۔ سات نسخے پرانے کاغذ پر قلمی لکھے ہوئے دستیاب ہوئے۔ ان کو پڑھ کر میرا شوق اور زیادہ ہو گیا۔ اور ایک نسخہ کی دوائیں لے کر بنایا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ سات نسخوں سے سات زمین و آسمان مراد ہیں۔ اللہ ان کی معرفت عطا فرمائے گا۔ اس سے کیمیا گری مقصود نہیں ہے۔ لہٰذا اس کام سے باز آجانا چاہیئے۔ میں جانتا تھا۔ کہ جناب کا فرمانا حق ہے۔ مگر ہوائے نفسانی دل پر غالب تھی۔ بار بار دل میں یہی خیال آتا رہتا تھا۔ اس اثنا میں ایک اور شخص نے مجھے ایک نسخہ بتایا۔ اور کہا۔ کہ یہ میرا تجربہ شدہ ہے۔ خطا نہیں جائیگا۔ اس کو ضرور بناؤ۔ میں نے دوائیں خرید کر گھر میں رکھیں۔ اور ارادہ کیا کہ صبح اس نسخہ کو تیار کروں گا۔ رات کو خواب میں حضرت صاحب کی زیارت ہوئی۔ جناب نے بڑی زجر و تنبیہ کی۔ اور بہت تاکید سے منع فرمایا۔ کہ خبردار کیمیا گری کا خیال نہ کرنا۔ جب میں بیدار ہوا۔ خوف طبیعت پر غالب تھا حتی کہ جناب کی توجہ سے یہ خیال باطل دل سے دُور ہو گیا؂

ایک دوست جلال دین راولپنڈی میں تانگہ چلانے کا کام کرتا تھا۔ خلافت کمیٹی کے دنوں میں وہ بھی رضا کاروں میں بھرتی ہو گیا۔ جب حضور عالی کو علم ہوا۔ تو آپ نے جلال دین کو فرمایا۔ کہ ایسے غافل لوگوں میں مت شامل ہو تمہاری طبیعت ذکر و فکر سے بند ہو جائیگی

لیکن وہ ہنگامی جوش کی رو میں بہ رہا تھا۔ اُس نے خدمت میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک دفعہ جلال دین رضاکاروں میں شامل ہوکر ایک بے نماز اور شرابی آدمی کو گدھے پر سوار کرکے شہر میں تشہیر کر رہا تھا۔ جب حضرت صاحب کے دربار شریف کے سامنے سے گذرا۔ تو اس وقت حضور عالی بھی موجود تھے۔ اُس نے وہیں سے ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا اور رضاکاروں کیساتھ چلا گیا جناب کو اسکی یہ بے ادبانہ حرکت ناپسند آئی شام کو جب وہ اپنے گھر پہنچا۔ تو اس کو سخت بخار نے آگھیرا دوسرے دن وہ خود تو تانگہ چلا نہیں سکتا تھا۔ کسی اور شخص کو تانگہ چلانے کیلئے کہا وہ تانگہ لیکر تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ تانگہ الٹ گیا۔ گھوڑی زخمی ہوگئی۔ جب جلال دین کو پتہ چلا۔ تو اُسے معلوم ہوا۔ کہ یہ شامت و مصیبت مجھ پر جناب کی بے ادبی سے پڑی۔ اسی وقت گرتا پڑتا جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور توبہ کی۔ اُس کا بخار بھی اُتر گیا۔ اور گھوڑی بھی تندرست ہوگئی۔ دوستوں کو ایسی مجلس سے الگ رہنا چاہیئے۔

بابو غلام نبی صاحب صابر انسپکٹر ڈاکخانہ جات بیان کرتے ہیں۔ کہ ۱۹۳۰ء میں میری تبدیلی کرنال ہوگئی۔ وہاں ایک قلندر فقیر تھے۔ جو قدرے مجذوب سے تھے۔ لیکن قیود شرع سے آزاد تھے۔ مجھے اُن کی نفس کشی کے باعث اُن سے کچھ عقیدت ہوگئی۔ اور میں اکثر اُن کو ملنے جایا کرتا تھا۔ میں نے یہ حالات قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بذریعہ خط لکھ کر بھیج دیئے۔ حضور نے جواب ایسے پُرتاثیر پیرایہ میں دیا۔ کہ میں بہت مسرور اور محظوظ ہوا۔ اور قلندر فقیر کی خدمت میں جانا چھوڑ دیا۔ (صابر صاحب نے حضور کے ارشادات کو اشعار میں قلمبند کیا ہے۔ لیکن یہاں مطلب ہی درج کیا جاتا ہے۔)

اے میرے عزیز مجذوب فقیروں کی خدمت میں زیادہ جانا اچھا نہیں۔ اس قلندر فقیر کو جہاں تک فقیر نے دیکھا ہے۔ شرع سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اتفاق سے اگر ملاقات ہو جائے۔ تو خیر ورنہ خاص طور پر نہ حاضر ہوا کریں۔ اتباع سنت لازمی جانتا۔ کوشش کریں۔ کہ اس چند روزہ زندگی میں خدا راضی ہو جائے۔ تہجد ذکر و مراقبہ کی طرف خاص طور پر کوشش رکھیں۔ سب سے زیادہ قیمتی چیز وقت ہے۔ اسلئے اپنے اوقات کو خالق کے ذکر میں بسر کرو۔ کیونکہ جو وقت گذر جاتا ہے۔ پھر ہاتھ نہیں آتا:

مرزا قادیانی کے حالات پر ایک نظر

حضرت صاحبؒ نے ایک دفعہ اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ ابتدا میں جب مرزا قادیانی نے نبوت کا دعوے کیا۔ اور جا بجا اس کا چرچا شروع ہوا۔ اور اکثر دوست مجلس میں بیٹھکر اس کے متعلق دریافت کرتے۔ تو میں جواب میں کہتا۔ کہ اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے بتاؤں گا۔ مگر جب کبھی زیارت سے مشرف ہوتا۔ کچھ یاد نہ رہتا۔ ایک دفعہ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہیں۔ اور حضور کے گرد اگرد بہت سے اصحاب اور اولیا صف باندھے حلقہ میں مراقب بیٹھے ہیں۔ میں نے ان میں سے حضرت امام غزالی اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہما کو دیکھا۔ کہ سب سے پیچھے بیٹھے ہیں۔ میں بھی انکے پیچھے مودب ہو بیٹھا میرے دائیں طرف حضرت امام غزالیؒ اور بائیں طرف حضرت بایزید بسطامیؒ تھے۔ اس وقت ایسی کیفیت پیدا ہوئی۔ کہ جو بیان نہیں ہو سکتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے تمام مجلس منور تھی۔ اور فرش سے عرش تک نور ہی نور دکھائی دیتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد فرمایا۔ جس کے سنتے ہی تمام اہل مجلس کھڑے ہو گئے۔ میں بھی انکے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف آواز مبارک ہی سنائی دیا۔ یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ میں نے جب دائیں بائیں نظر اٹھا کر دیکھا۔ تو بیشمار لوگ کھڑے ہوئے دیکھے۔ میں نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے دریافت کیا۔ کہ یہ لوگ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ان میں کچھ تو اصحاب کرام ہیں۔ اور باقی سب اولیاء امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھکر فرمایا۔ کہ میرے عزیز تم آگے جاؤ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے تمام اصحاب بیٹھ گئے۔ میں اس وقت سب سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھکر تبسم فرمایا۔ میں نے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔ جب دائیں طرف نظر کی۔ تو حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور کی خدمت میں رونق افروز دیکھا۔ اس وقت میں نے موقع مناسب خیال کر کے دریافت کیا۔ کہ حضور مرزا قادیانی کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ سچا ہے۔ یا جھوٹا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا سنتے ہی منہ مبارک دوسری طرف کر لیا۔ مجھے خوف پیدا ہوا۔ کہ شاید حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خفا ہو گئے ہیں۔ اور ناراضگی کے باعث میری طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے فرمایا۔ کہ تم اس آیت کو پڑھو۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ[۱]۔ میں اس آیت کو پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن پڑھی نہ جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ پڑھو۔ پڑھو۔ جب میں نے اس آیت کو پڑھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہماری طرف توجہ والتفات فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ کہ مرزا قادیانی اس گروہ میں سے ہے۔ جس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ یعنی مرزا قادیانی مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ مرزا قادیانی کاذب ہے۔ پھر میں نے اس آیت کو زور سے پڑھا۔ تو میں جاگ اٹھا۔ دیکھا تو تہجد کا وقت تھا۔ یہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ فقیر دروغ گو نہیں ہوتے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہے۔

ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ نے بنفس نفیس ارشاد فرمایا۔ کہ فضل محمد نام ایک شخص ملازم محکمہ چونگی مرزائی خیالات کی طرف مائل تھا جب کبھی وہ مجلس میں آتا۔ تو مرزا قادیانی کا ذکر چھیڑ دیتا۔ اور کہتا۔ کہ مرزا حق پر ہے۔ میں مرزا کی تکذیب کرتا۔ اور اسے راہ راست کی طرف لانے کی کوشش کرتا۔ انہی ایام میں ایک رات تہجد کی نماز کے بعد مجھے غنودگی سی آگئی۔ میں نے دیکھا۔ کہ جسم کے ساتھ بلندی پر اڑ رہا ہوں۔ جب میں نے اوپر نظر کی۔ تو دیکھا کہ مجھ سے زیادہ بلندی پر اور بہت سے اولیاء اڑ رہے ہیں۔ اور تسبیح اور تہلیل پڑھ رہے ہیں۔ جب میں اڑ کر آگے گیا۔ اور نیچے دیکھا۔ تو مجھے ایک نشیب جگہ میں ایک گاؤں دکھائی دیا۔ میں نے اس گاؤں میں اترنا چاہا۔ جب میں وہاں اترا۔ تو کیا دیکھتا ہوں

[۱] اور بعض لوگوں میں سے وہ شخص ہے جسکی باتیں تمکو دنیاوی زندگی میں خوش معلوم ہوتی ہیں اور وہ اپنی دلی ارادت پر خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے - حالانکہ وہ سب دشمنوں میں زیادہ جھگڑالو ہے -

کہ آریہ اور سکھ لوگ باجہ بجا رہے ہیں۔ اور کچھ عیسائی بھی اُن کے ساتھ ملکر گا رہے ہیں۔ اُن کے آگے آگے مرزائی لوگوں کو دیکھا۔ کہ قرآن شریف ہاتھوں میں لئے پڑھ رہے ہیں۔ اور اُن کے چہرے سیاہ ہیں۔ اور بے ادب معلوم ہوتے ہیں۔ اس وقت میں نے دیکھا۔ کہ میرے قبلہ وکعبہ حضرت مرشد نا مولینا خواجہ فقیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ جن کا ان دنوں میں وصال ہو چکا تھا میرے پاس کھڑے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ تینوں گروہ ایک ہی قسم کے ہیں۔ جناب خواجہ علیہ الرحمۃ نے میرا بازو پکڑا اور فرمایا۔ کہ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔ آؤ یہاں سے اُڑ چلیں جب ہم تھوڑا سا بلند ہوئے۔ تو میں نے نیچے نظر کی۔ دیکھا۔ کہ وہ لوگ گندگی میں پڑے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر گندگی اچھال رہے ہیں۔ اس وقت میرے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ جو مجھے ساتھ لے اُڑے تھے۔ فرمایا۔ کہ یہ لوگ ہم میں سے نہیں ہیں۔ یہ لوگ جھوٹے ہیں اس وقت میری زبان سے بے ساختہ الحمد للہ نکلا۔ اور ایسی خوشی ہوئی۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ اس خوشی میں میری وہ غنودگی جاتی رہی۔ میں نے اپنے دل کو صاف اور خوش پایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر کیا۔ کہ اپنے پیرانِ عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا۔ جب میں نے یہ واقعہ فضل محمد کے سامنے بیان کیا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ راہ راست پر آجاتا۔ اور توبہ کرتا۔ مجلس میں آنا ترک کر دیا۔ مجھے اس کی گمراہی پر بہت افسوس ہوا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر

بہ مقبولی کسے را دسترس نیست   قبول مقبلاں در دستِ کس نیست

من یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ؕ

حضرت صاحبؒ کا مزاج مبارک شروع ہی سے ایسا واقع ہوا تھا۔ کہ عام جلسوں اور مجلسوں میں بہت کم شامل ہوتے تھے۔ مذہبی جھگڑے اور بحث مباحثہ اور مناظرہ میں بھی دخل نہ دیتے تھے۔ اگر کہیں مناظرہ یا مقابلہ کا اتفاق ہو بھی جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جناب کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا۔ اور مخالفوں نے ہر طرح نیچا دیکھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جناب کو ایک واقعہ بمقام ٹیری علاقہ کوہاٹ میں پیش آیا۔ جس کا مختصر بیان یوں ہے۔ کہ ٹیری کا خان عبد الغفور خاں حضرت صاحبؒ کا بہت معتقد تھا اس نے آپ کو

بڑے شوق سے اور محبت سے اپنے ہاں بلایا تھا۔ اس وقت مولوی فضل احمد صاحب صوفی عبدالرحمن اور چند ایک اور مخلص دوست بھی سفر میں ہمراہ تھے۔ اس علاقہ کے بڑے بڑے مولوی اور پولیس کا سب عملہ یعنی تھانہ دار سے لیکر پولیس کپتان تک سب مرزا قادیان کے معتقد تھے۔ اور شب و روز مرزائی عقائد کی تلقین کرتے اور مرزا کے مذہب کو رواج دیتے تھے۔ کئی دفعہ ان سے سرحد کے مُلا اور مولوی مثل مُلا قربوغہ وغیرہ مرزا کی نبوت اور حیات و ممات حضرت عیسٰے علیہ السلام کے بارہ میں بلا فائدہ مناظرہ کر چکے تھے۔ جس سے اس علاقہ کے اکثر لوگوں کے دل تذبذب میں پڑتے جاتے تھے۔ رات کو جنابنے مولوی فضل احمد صاحب کو وعظ کے لئے فرمایا۔ دوران وعظ میں مولوی صاحب کا خیال مرزا قادیانی کے عقائد کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور بے اختیارانہ مولوی صاحب کی زبان سے نکل گیا۔ کہ علماء اہل سنت وجماعت کے فتوے کے مطابق مرزا کافر ہے۔ اس بات کو سُنکر جس قدر مرزائی وہاں موجود تھے جل بھن گئے۔ ان کو اپنی علمیت پر گھمنڈ تھا۔ ان سے رہا نہ گیا۔ کہ وعظ کے ختم ہونے تک صبر کریں۔ وعظ کے دوران میں ہی شور مچا دیا۔ اور مولوی صاحب کو کہا کہ آپ یا اس لفظ کافر کو واپس لیں اور معافی مانگیں۔ اور توبہ کریں۔ یا مرزا کو کافر ثابت کریں۔ اس حالت میں وعظ تو ختم ہو چکا۔ مگر مرزائیوں کا شور و غل بڑھتا گیا۔ تمام علاقہ میں یہ خبر ہوا کی طرح پھیل گئی۔ مرزائیوں کی طرف سے رقعہ پر رقعہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں آنے لگا۔ کہ ہم سے بحث و مناظرہ کرو۔ یا اپنا لفظ واپس لو۔ جناب نے جواباً فرمایا۔ کہ ہم حق کو ظاہر کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ اور اس غرض کے لئے ضرور مناظرہ کرینگے۔ تم اپنے مناظر بلواؤ۔ جناب نے گولڑہ پیر مہر علیشاہ صاحب سجادہ نشین کی خدمت میں تار دی کہ وہاں سے کوئی لائق مناظر آجاوے۔ مگر ادھر سے کوئی جواب نہ آیا۔ جناب سید جماعت علیشاہ صاحب سجادہ نشین علیپور کی طرف بھی ڈبل تار دی۔ مگر بے سُود۔ آخر اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے جناب نے بنفس نفیس اس کام کے لئے کمر ہمت باندھی۔ اور مرزا قادیانی کی کتاب "ازالہ اوہام" منگوا کر اس کو مطالعہ کیا۔ اور اس کے عقائد کفریہ پر نشان لگا لئے۔ سرحد کے مُلا صاحب بھی اس حال کو سُنکر مع بہت سے سامان اکل و شرب اور دُنبے وغیرہ

کے آ گئے۔ ان سے دریافت کیا۔ کہ آپ لوگ اس قدر سامان اونٹوں پر لاد کر کیوں لائے ہو انہوں نے کہا۔ کہ شائد چھ مہینے تک مناظرہ کرنا پڑے۔ تب تک خرچ کافی ہوگا۔ جناب نے ان کی اس بے سمجھی پر تبسم فرمایا۔ کہ یہ عجب قسم کا مناظرہ ہے۔ جو چھ ماہ تک متواتر رہیگا۔ سرحد کے ملاؤں کو بلا کر جناب نے دریافت کیا۔ کہ آپ لوگ مرزائیوں سے کس موضوع پر بحث کروگے۔ انہوں نے کہا۔ کہ آگے بھی حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ و السلام کی حیات اور ممات پر بحث کی گئی تھی۔ اب بھی اسی پر بحث ہوگی۔ جناب نے فرمایا۔ کہ مولوی فضل احمد صاحب نے اپنے وعظ میں مرزائیوں کو کافر کہا ہے۔ لہذا ہمارا حق ہے۔ کہ ہم اسی کے عقائد کفریہ سے اُسے کافر ثابت کریں۔ اور دیکھیں کہ آیا اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق وہ مسلمان بھی ہے۔ یا نہیں۔ دوسرے دن گرد و نواح سے بیشمار مخلوق کا ہجوم ہو گیا۔ سرحد کی طرف سے پٹھان اس کثرت سے آ گئے۔ کہ موضع بٹیری میں جہانتک نظر کام کرتی تھی۔ آدمی ہی آدمی دکھائی دیتے تھے۔ گلی کوچے میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ یہ حال دیکھکر مرزائیوں کی طرف سے اس جگہ کا تھانہ دار جو مرزائی تھا۔ جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا۔ کہ اگر اس طرح پر فساد ہو گیا۔ اور ہنگامہ قتل وغیرہ گرم ہو گیا۔ تو اس کے ذمہ دار جناب ہونگے۔ جناب نے فرمایا۔ کہ ہم ذمہ دار نہیں۔ شرارت آپ لوگوں کی طرف سے سرزد ہوئی ہے۔ اور آپ لوگوں نے شور و غل کرکے گرد و نواح کے لوگوں کو اکٹھا کر لیا ہے۔ جو کچھ ہوگا۔ سب کا ذمہ آپ کے سر پر ہوگا۔ وہ اتنا کہکر کہ دیکھا جاویگا چلا گیا۔ جب مناظرہ کا وقت آیا۔ دونو طرف سے مولوی صاحبان بڑی بڑی کتابیں اُٹھا کر سامنے آ بیٹھے۔ گرداگرد خلقت کا ہجوم تھا۔ ہر ایک کے دل میں یہی ولولہ تھا۔ کہ دیکھئے آج کیا ہوتا ہے۔ غرض سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ اور مباحثہ کرتے کرتے جیسا کہ علما کا قاعدہ ہے۔ منطق معقول کی طرف چلے گئے۔ جب جناب نے دیکھا۔ کہ اصل موضوع سے دُور نکل گئے ہیں۔ جناب نے سب کو خاموش کرا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ آپ لوگ تو کسی اور طرف نکل گئے۔ اور جس امر کے متعلق بحث کی ضرورت تھی۔ اس کو چھوڑ دیا ہے۔ جناب نے مرزائیوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا

کر دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کے عقائد کیا ہیں۔ اور آیا وہ مسلمان بھی ہے یا نہیں۔ اس
بنا پر ہی تو یہ مناظرہ کرنا پڑا ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام کے چند ایک مقام کی بعینہٖ مرزا صاحب
کی تحریر نقل کر کے جو پاس رکھی تھی۔ اس کے مطابق فرمایا۔ کہ سنو مولوی صاحبان۔ کہ جس شخص
کے یہ عقاید ہوں۔ اس کے متعلق آپ لوگ کیا کہتے ہیں۔ سب نے باتفاق عرض کیا۔ کہ ایسے
شخص کو ہم کافر کہتے ہیں۔ پھر جناب نے فرمایا۔ کہ اگر مرزا صاحب کے ہی ایسے عقائد ہوں۔ تو پھر
مولوی صاحبان نے کہا۔ ہم اس کو بھی کافر ہی کہینگے۔ جناب نے ازالہ اوہام کی تحریر بجلسہ
پڑھکر سُنادی۔ اور ازالہ اوہام سے نکال کر وہ مقامات مرزائیوں کو دکھا دیئے اور فرمایا
کہ لوگوں کو بلند آواز سے پڑھکر سُنادیں۔ پھر تو تمام مرزائیوں کے رنگ زرد ہو گئے
ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔ سکتہ کا عالم طاری ہو گیا۔ جناب نے فرمایا۔ کہ اب کیوں نہیں
کہتے۔ کہ مرزا کافر ہے۔ آخر مرزائی مولویوں کے لئے ادھر ادھر بھاگ نکلنے کا موقع نہ رہا۔ ان کو
آخر کار کہنا ہی پڑا۔ کہ مرزا کافر ہے۔ ان کا یہ کہنا تھا۔ کہ چاروں طرف سے شور و غل بلند ہوا۔ کہ مرزا
کافر ہے۔ مرزا کافر ہے۔ عام مرزائیوں نے مرزائی عقائد سے توبہ کی۔ تھانہ دار اور دوسرے
عملے کے لوگ جو مرزائی ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے بھی توبہ کی اور تمام ازسرِ نو مسلمان ہوئے۔
جناب کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مرزائی فتنہ سے لوگوں کو
بچا لیا۔ فللّٰہ الحمد ؛

اسیطرح شیخ عبدالکریم صاحب ساکن گوجرانوالہ جو آجکل انارکلی لاہور میں بوٹوں کی دُکان پر
ملازم ہیں۔ اور جناب کے خاص اور معتقد دوستوں میں سے ہیں۔ ان کے اکثر رشتہ دار
مرزا کے معتقد ہو چکے تھے۔ ان کا چھوٹا بھائی محمد ابراہیم جو اب فوت ہو چکا ہے۔ اللہ کریم
اُسے غریق رحمت فرماوے۔ چند دن اپنے مرزائی رشتہ داروں کی صحبت میں بیٹھنے کے باعث
مرزا کا معتقد ہو گیا۔ یہ بات شیخ عبدالکریم صاحب کو بہت ناگوار گذری۔ انہوں نے بہتیری
کوشش کی۔ کہ کسی طرح میرا بھائی اس عقیدہ سے باز آجائے۔ مگر ان کی کچھ پیش نہ گئی۔
گوجرانوالہ کے بڑے بڑے مولوی صاحبان کی خدمت میں بھی محمد ابراہیم کو لے گیا۔ لیکن اس
کے شکوک رفع نہ ہوئے۔ آخر کار شیخ عبدالکریم صاحب اس کو کشاں کشاں راولپنڈی شریف

جناب کی خدمت میں لے آئے۔ راولپنڈی سے اس کے ساتھ دوسرے مرزائی بھی شامل ہو گئے۔ اور اچھی خاصی تعداد میں جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب کے صاحبزادہ الحاج مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بھی اس مجلس میں موجود تھے جناب نے فرمایا۔ کہ آپ لوگوں کے ساتھ مولوی صاحب بحث کرینگے اور آپکے شکوک کو رفع کرینگے آپ لوگ بھی اپنے مولویوں میں سے ایک آدمی کو چن لیں۔ تاکہ وہی گفتگو کرے۔ باقی چپ رہیں۔ انہوں نے ایک مولوی کو منتخب کر کے کہا۔ کہ بس یہی مولوی صاحب گفتگو کریں گے باقی کسی کو بولنے کا حق نہیں ہوگا۔ گفتگو شروع ہوئی۔ جناب صاحبزادہ صاحب مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ نے ان کے تمام سوالات و تشکوک کو ایک ایک کر کے توڑ دیا۔ پھر جناب مولوی صاحب نے مرزائیوں کے آگے چند سوالات پیش کئے۔ جن کا ان سے کچھ جواب نہ بن آیا لاجواب ہو گئے۔ رنگ فق ہو گیا۔ ایک دوسرے کے منہ کو دیکھنے لگے۔ لاجواب ہونے کی صورت میں جیسے کہ مرزائیوں کی عادت ہے۔ دوسرے موضوع پر جانیکا ارادہ کیا۔ اتنے میں شیخ عبدالکریم صاحب کا بھائی محمد ابراہیم بول اٹھا۔ کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ پہلا مذہب ہی سچا ہے۔ میں اس نئے باطل مذہب سے توبہ کرتا ہوں۔ مرزائی صاحبان تو نادم ہو کر چلے گئے جناب کے دروازہ سے نکلکر ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے۔ کہ تو نے یہ جواب کیوں نہ دیا۔ دوسرا کہتا تھا۔ کہ یہ جواب دینا چاہیئے تھا۔ غرض جھگڑتے ہوئے نکل گئے۔ اور محمد ابراہیم پھر از سر نو مسلمان ہوا۔ اور جناب کے معتقد اور مخلص دوستوں میں سے بن گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت بخشے۔ آمین ؛

مولوی ثناءاللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص مرزائی عقیدہ کا جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم بھی مجلس میں حاضر تھے۔ اس شخص نے عرض کیا۔ کہ جناب مرزا کے متعلق مراقبہ فرمائیں۔ اور بتلائیں۔ کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا۔ جناب نے کچھ دیر مراقبہ کیا۔ اور پھر فرمایا۔ کہ قرآن مجید کی یہ آیت شاہد حال بتائی گئی ہے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔ اس نے فوراً توبہ کی۔ اور از سر نو ایمان و اسلام سے مشرف ہو کر چلا گیا ؛

ایک دفعہ جناب حضرت صاحبؒ موضع بہادر والی متصل سکیکی اسٹیشن تشریف لیگئے وہاں کے ذیلدار صاحب کا باغ ایک شخص نے جو مرزا کا معتقد تھا۔ ٹھیکہ پر لیا ہوا تھا۔ چوہدری صاحبان اس کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لے آئے۔ تاکہ کسی صورت سے یہ شخص اس باطل عقیدہ سے باز آجائے۔ عرض کیا۔ کہ جناب یہ آدمی مرزا کا معتقد ہے۔ اور ہر وقت ہم سے بحث و تکرار کرتا رہتا ہے۔ اس کو نصیحت فرمادیں۔ کہ اس عقیدہ سے توبہ کرے۔ جناب نے اس کو پہلے تو نصیحت فرمائی۔ اور مرزا کے عقائد کفریہ بتائے۔ لیکن اس نے ضد سے کام لیا۔ آخر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ قرآن مجید کی شہادت پر عمل کرو گے۔ اس نے کہا۔ کہ ہاں قرآن مجید کی شہادت پر ضرور عمل کرونگا۔ حضرت صاحبؒ نے قرآن مجید منگوایا۔ اور کہا۔ کہ کھولو۔ اُس نے کہا۔ کہ اس قرآن شریف کو میں نہیں کھولتا۔ میں اپنے گھر سے لاؤنگا۔ چنانچہ وہ اپنے گھر سے ترجمہ والا قرآن شریف لے آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو جہاں سے تمہارا دل چاہے۔ کھولو۔ چنانچہ اُس نے قرآن مجید کو کھولا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس سے آگے اور سات ورق گن کر ساتویں سطر پڑھو۔ جب اُس نے ایسا کیا۔ تو یہ آیت مبارک نکلی۔ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ الخ۔ چنانچہ اُس نے ترجمہ اور تفسیر حاشیہ کی خود ہی پڑھی جس سے مرزا کی تکذیب ہوتی تھی۔ حاضرین مجلس نے جو وہاں کافی تعداد میں موجود تھے بے اختیار مرحبا کے نعرے بلند کئے۔ اور کہا۔ کہ مرزا جھوٹا ہے۔ توبہ کرو۔ اور راہِ راست پر آجاؤ۔ لیکن اس مرزائی کا دل سیاہ ہوچکا تھا۔ اُسے توبہ نصیب نہ ہوئی۔ شرمندہ ہوگیا۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ تو شیطان کا بھائی ہے۔ لوگو یہ شیطان ہے۔ چنانچہ وہ مجلس سے نکل گیا۔ لوگوں نے اُس کا نام شیطان رکھا اور شیطان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اُسے ہدایت دے۔

سید رجن شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ۱۹۱۴ء میں جبکہ جنگ عظیم شروع ہوئی۔ میرا نام بھی لڑائی کے میدان میں جانے والوں کی فہرست میں درج ہوگیا۔ اور اس سبب سے مجھے راولپنڈی جانیکا اتفاق ہوا۔ وہاں مولوی نیاز اللہ صاحب سے جو میرے بڑے محب اور سادات کے نہایت ہی خدمت گذار تھے۔ میری ملاقات ہوئی۔ دیر تک ہم دونو

شیعہ و سُنی مذہب پر گفتگو کرتے رہے۔ میرا خیال شیعہ مذہب پر جما ہوا تھا اور میرے تمام رشتہ دار بھی شیعہ تھے۔ مولوی صاحب سُنی مذہب پر تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ سب سے اچھے فقرا ہوتے ہیں۔ میں نے رخصت ہوتے وقت مولوی صاحب سے عرض کیا اگر آپ کے پاس کوئی کتاب ہو۔ تو مجھے مطالعہ کے لئے دیویں تاکہ فرصت کے وقت سفر میں دل لگا رہے۔ مولوی صاحب نے مجھے "ہدایت الانسان الی سبیل العرفان" جو جناب حضرت صاحبؒ کی تصنیف ہے۔ مطالعہ کے واسطے دیدی۔ میں نے ابھی دو دن ہی مطالعہ کیا تھا کہ میرے خیالات میں تبدیلی ہونے لگی۔ میں نے دوبارہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ اس کتاب کے مصنّف کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ اس کتاب کے مصنف ابھی اللہ تعالےٰ کے فضل سے جناب قبلہ و کعبہ حضرت حافظ جی صاحبؒ راولپنڈی شریف میں ہی زندہ موجود ہیں۔ چلو تم کو زیارت کرالائیں۔ میرے دل میں اس بیان سے شوق دیدار و زیارت کی ایک آگ سی بھڑک اُٹھی۔ اور مولوی صاحب کے ہمراہ جناب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ جناب نے بڑی شفقت اور محبت کے ساتھ میرا حال دریافت فرمایا۔ میری عادت تھی۔ کہ جب کبھی کسی عالم اور مولوی کے ساتھ گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا۔ تو نہایت دلیر اور بے باک ہو کر کلام کرتا۔ مگر جناب کا رعب داب مجھ پر ایسا غالب ہوا۔ کہ مجھ سے بولا بھی نہ گیا۔ غرض میرے متعلق جو حالات جناب دریافت فرماتے رہے۔ مولوی صاحب بیان کرتے رہے۔ جناب سے رخصت ہو کر اپنی قیام گاہ پر آیا۔ تو رات کو سوتے وقت غنودگی سی آگئی۔ اسی حالت میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ چاند چڑھا ہوا ہے۔ اور اس کی روشنی سے سارا گھر روشن ہے۔ میں نے خیال کیا۔ کہ شائد چھت کے سوراخ سے چاند نظر آرہا ہے۔ جب بیدار ہوا۔ تو دیکھا۔ کہ میرا منہ لحاف سے لپٹا ہوا ہے۔ باہر نکل کر چھت کی طرف دیکھا تو کوئی سوراخ نظر نہ آیا۔ پھر سو گیا۔ اور ویسے ہی چاند نظر آیا۔ پھر جاگ اُٹھا۔ غرض اس رات میرے ساتھ کئی دفعہ یہی معاملہ ہوا۔ میں حیران تھا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ بڑی سوچ کے بعد میں نے خیال کیا۔ کہ یہ نور جناب کی توجہ کی برکت سے نظر آرہا ہے۔ یہ جناب کی صحبت کا اثر ہے صبح ہوتے ہی میں جناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر جب میں رخصت ہونے

لگا۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ شاہ صاحب خوب خدا یاد کرو۔ آپ کے بزرگوں کی وراثت یہی ہے۔
حضور کا یہ فرمانا تھا کہ میرے دل کی عجب حالت ہوگئی جن باتوں کا مجھے خواب میں بھی خیال نہ آیا
تھا۔ وہ وارد ہونے لگیں۔ اپنی موت قیامت حساب دوزخ جنت عذاب قبر وغیرہ گویا آج
ہی مجھ پر واقع ہونے والے ہیں۔ جب اپنے مکان پر پہنچا۔ تو کسی سے بولنے کو جی نہ چاہا۔ جنگل
میں تنہا جا کر بیٹھ رہا۔ اور اپنی ضائع کی ہوئی گذشتہ عمر پر افسوس کر کے خوب دل کھول کر
رو دیا۔ اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ کہ الٰہی میں کس مصیبت میں گرفتار ہوں میں نے
دنیا میں آ کر کچھ بھی نہیں کیا۔ غرض اس وقت کی حالت جو مجھ پر طاری تھی۔ ناقابل بیان تھی
دوسرے روز مجھے پشاور جانے کا حکم ہوا۔ میں نے اپنے دوسرے ہمراہیوں سے کہا۔ کہ
تم میرا سامان لے چلو۔ میں شہر سے ہو کر آتا ہوں۔ میں بیعت کے ارادہ سے حضرت صاحبؒ
کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت جناب عیدگاہ میں رونق افروز تھے۔ میں نے اپنا ارادہ
ظاہر کیا۔ جناب نے بیعت فرما کر ذکر تلقین کیا۔ اس وقت مجھے اس قدر جذبہ ہوا۔ کہ تڑپ تڑپ
کر میرا بدن زخمی ہوگیا۔ جناب نے ایک دوست کو میرے ہمراہ کر دیا۔ وہ مجھے ٹانگہ پر سوار
کر کے چلا گیا۔ جب میں پشاور پہنچا۔ تو وہاں ایک مرزائی کے ساتھ جو ہمارے عملہ کا بڑا ڈاکٹر
تھا۔ باہم ہونے کا اتفاق ہوگیا۔ وہ ہر وقت مرزا کی حقانیت کے متعلق مجھ سے گفتگو کرتا رہتا۔ اسکی
باتوں سے میرے دل میں کچھ وسوسہ آگیا۔ ایک روز اُس نے مجھے استخارہ کے لئے کہا میں
نے اس کے کہنے پر تہجد کی نماز کے بعد استخارہ کیا۔ اور دعا کی۔ کہ خدایا۔ مرزا کا حال مجھ پر سچ
سچ واضح کر دے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ بہت سے گدھے بوجھ سے لدے ہوئے جا
رہے ہیں۔ ان کے آگے آگے ایک بڑا قد آور گدھا ہے۔ اور اس پر سب سے بھاری بوجھ لدا
ہوا ہے۔ اتنے میں کوئی آواز دینے والا آواز دے رہا ہے۔ کہ یہ سب سے آگے مرزا ہے
اور پیچھے اس کے مرید ہیں۔ جب صبح میں نے اس مرزائی ڈاکٹر سے خواب بیان کی۔ تو اس
نے کہا۔ کہ استخارہ میں غلطی ہوئی ہے۔ آج رات کو پھر استخارہ کرنا۔ دوسری رات پھر نماز
تہجد کے بعد استخارہ کر کے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ بہت سے سیاہ کوے
ایک گندی نالی سے پانی پی رہے ہیں۔ جب صبح میں نے اس سے بیان کیا۔ تو وہ بہت شرمندہ

ہوا۔ اور مجھ پر مرزا کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ کہ ایک مرزائی شخص مجھے وسوسہ میں ڈالتا ہے۔ دُعا فرما دیں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ جناب نے بہت تسلی آمیز خط ارسال فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے پاس سے دُور کر دے گا۔ چنانچہ ہفتہ کے اندر اندر ہی وہ ڈاکٹر ہم سے دُور تبدیل ہو گیا۔

سید سردار علی شاہ[1] صاحب وکیل و سکرٹری انجمن اسلامیہ روپڑ ضلع انبالہ نہایت مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ ایک مرزائی کی صحبت سے وہ راہِ راست سے بھٹک کر قادیان کے کید میں پھنس گئے۔ جب کچھ عرصہ شاہ صاحب کی طرف سے خط نہ آیا۔ تو آپ کو فکر پیدا ہوا۔ اور آپ نے دریافت کے لئے اُدھر دوستوں کی طرف خط لکھے۔ کہ حقیقت حال سے آگاہ کریں۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ شاہ صاحب مرزائی ہو گئے ہیں۔ تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ دوستوں نے عرض کیا۔ کہ ایسے مخلص دوست کا جدا ہو جانا درست نہیں۔ دعا فرمایئے۔ کہ وہ راہ راست پر آجاوے۔ آپ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ خود ہی پشیمان ہو کر ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد شاہ صاحب کا خط آگیا۔ جس میں مرزائی عقائد سے توبہ کی ہوئی تھی۔ دوستوں کو اس خوشخبری سے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ سب کو راہ مستقیم پر چلائے۔ آمین۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اخلاق کے متعلق مجھ جیسے مسکین کا کچھ لکھنا بعینہٖ روز روشن میں چراغ جلانے کے مصداق ہے۔ آپ مجسم مکارم اخلاق تھے۔ اور دوستوں کو بھی خوش خلقی کی نہایت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن خوش خلقی اور مکارم اخلاق کے متعلق فرمایا۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ دو چیزیں کرنے میں نہایت آسان اور کل بروز محشر میزان میں بڑی وزنی ہونگی۔ ایک حُسنِ خُلق۔ اور دوسرے خاموشی۔ پاکیزگی

[1] مرزائیت سے تائب ہونے کے بعد سید سردار علی شاہ نے فی اللہ محبت اور خدا یادی میں بہت بڑی ترقی کی تھی اور دعوت الی الحق میں شب و روز مصروف رہتے تھے اسی شوق و محبت میں ۸ اپریل [illegible] کو صرف چار پانچ یوم بیمار رہ کر راہی ملک بقا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے بڑے مخلص دوست تھے۔

اخلاق کے متعلق فرمایا۔ کہ ایمان اور اخلاق ایسے باہم وابستہ ہیں۔ کہ ایک کو دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام بغیر پاکیزگی اخلاق مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسلام اور ایمان کی تکمیل حسن اخلاق پر موقوف فرمائی گئی ہے۔ الغرض سعادت انسانی مکارم اخلاق سے وابستہ قرار دیگئی ہے۔ اور سیدنا و مولینا حضرت سلطان الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میں مکارم و حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمات طیبات جب یاد آتے ہیں۔ تو خیال آتا ہے کہ جس عظیم الشان ہستی کے یہ مبارک خیالات تھے۔ وہ بذاتِ خود کس قدر اعلیٰ وارفع درجہ کے مکارم اخلاق سے متصف اور اخلاق نبوی کے رنگ میں سر سے پاؤں تک رنگی ہوئی ہوگی۔ بھلا ایسے وجود پاک کے اخلاق کریمانہ مجھ جیسے بے مایہ و تہیدست سے کہاں تک بیان ہو سکتے ہیں وہی چھوٹا منہ اور بڑی بات والی مثل صادق آتی ہے۔ آپ نرم دل رحیم و کریم نہایت سخی بامروت تھے۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت تامہ کی وجہ سے خالق نے ان تمام اخلاق حسنہ سے آپ کو شرف بخشا ہوا تھا۔ کہ جن کے دیکھنے سے خود بخود ہی جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ سلم کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ آپ نہایت درجہ کے حلیم الطبع اور بردبار تھے۔ باوجود دینی و دنیاوی ظاہری و باطنی اقتدار اور عز و جاہ حاصل ہونیکے بھی اگر کوئی نااہل ناشائستگی یا سخت کلامی سے پیش آتا۔ تو آپ اول تو جواب ہی نہ دیتے۔ اور اگر جواب دیتے بھی تو ایسے لب و لہجہ میں کہ مخالف خود بخود شرمندہ اور نادم ہو جاتا۔ اپنے معاملات میں باوجود قدرت کے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اور نہ ہی کبھی کسی پر خفا ہوئے۔ جب کوئی شخص ملنے اور ملاقات کرنے کیلئے آتا۔ تو نہایت خندہ پیشانی سے ملتے۔ ہر شخص کے ساتھ بڑی تواضع اور شیریں کلامی سے پیش آتے۔ امیر غریب ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگ حاضر خدمت ہوتے تھے۔ ہر ایک کو عزت کے ساتھ بٹھاتے۔ اور للہیت و خلوصیت اور شفقت بھری گفتگو فرماتے کہ سننے والے سنکر ہمیشہ کیلئے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ گفتگو ہمیشہ آہستگی سے صاف سادہ اور مختصر مگر پُر معانی الفاظ سے فرماتے۔ سادگی اور صفائی بہت رکھتے۔ اور اسی کو پسند فرماتے تھے۔ دوستوں کے ساتھ انتہائی درجہ کی محبت رکھتے۔ ہر ایک دوست بزعم خود یہی سمجھتا تھا

کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جتنی محبت اور شفقت میرے ساتھ ہے دوسرے سے نہیں
دوستوں کے ساتھ بلا تکلف گفتگو فرماتے۔ خود بھی تکلف نہ کرتے اور احباب کو بھی تکلف
سے بچنے کی تلقین فرماتے۔ منکسر المزاجی ایسی کہ بعد ختم شریف اگر کوئی دوست شجرہ منظوم
پڑھتا تو اپنا اسم مبارک شجرہ شریف میں پڑھنے سے منع فرما دیتے۔ عرض کرنے پر کہ حضور ہمارے
لئے حضور کا اسم پاک راحت کا موجب ہے۔ فرمایا کرتے "من آنم کہ من دانم" اپنے پاس بیٹھنے
والے دوستوں کو فرماتے کہ میرے پاس کسی دوست کی برائی مت بیان کرو۔ کیونکہ غیبت
ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے دوست اس کے مرتکب ہوں۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ سب کی
طرف سے میرے سینے میں صفائی اور ٹھنڈک ہو۔ کھانا باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ بیشمار
عطا فرمایا ہوا تھا۔ ہمیشہ سادہ اور ایک ہی قسم کا تناول فرماتے۔ اگر سالن پکا ہے تو تمام نے
اسی سالن سے کھایا۔ اگر دال پکی ہے۔ تو تمام نے دال ہی کھائی اور اگر سبزی ساگ وغیرہ
سے کوئی چیز پکی تو تمام گھر میں وہی چیز کھائی گئی۔ تکلفانہ اور انواع و اقسام کا کھانا پسند
نہ فرماتے۔ بلکہ اگر کوئی دوست دعوت کرتا تو اُسے بھی فرما دیتے کہ تکلف نہ کرنا اور ایک
ہی چیز پکانا۔ اگر اس معاملہ میں کوئی شخص کچھ زیادہ عرض کرتا بھی تو فرماتے کہ ہاں درست اور
مباح تو ہے مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ خالق نے انسان کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ وہ اس دنیائے
دوں کی آسائش اور یہاں کی لذات میں سرمست اور مخمور رہے بلکہ یہ تو ایک مسافر خانہ
ہے۔ یہاں پر صرف گذر اوقات کر لینا ہی غنیمت ہے۔ مقامی دوستوں میں سے اگر کوئی بیمار
ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لئے بذاتِ خود قدم رنجہ فرماتے۔ اور جنازہ کیلئے تو راولپنڈی
شریف کے علاوہ مضافات میں بھی نو نو دس دس میل کے فاصلہ پر بھی تشریف لے جاتے
بروز جمعہ اور علاوہ ازیں بھی وقتاً فوقتاً آپ وعظ اور پند و نصائح سے محظوظ فرمایا کرتے تھے جو کہ
نہایت مؤثر اور قساوت قلبی کو دور کرنے والے ہوتے تھے۔ آپ کی مجلس غیبت بدگوئی
فحش و تفاخر کذب و لغویات سے قطعی اور بالکل مبرا و منزہ ہوتی تھی۔ بلکہ اسرار و معارف اور
انوار و اذکار الٰہی سے مملو ہوتی تھی۔ نماز پنجگانہ ہمیشہ با جماعت پڑھتے۔ رات کو زیادہ جاگتے
نوافل اور تلاوت قرآن مجید و مناجات میں رات بسر کرتے۔ بعض اوقات صرف آپ کو دیکھنے پر ہی

دیکھنے والے کی حالت متغیر ہو جاتی تھی۔ اور ذکر و فکر میں اُن کو استقامت عطا ہو جاتی بعض اوقات ایسے لوگ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے جو باوجود مسلمان ہونیکے شعار اسلام کے تارک اور تہذیب فرنگی کے فریفتہ و دلدادہ ہوتے۔ ان سے بھی بڑی خوش خلقی سے پیش آتے۔ ایک دن ایسے ہی ایک صاحب تشریف لائے۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی تواضع اور مروت فرمائی۔ آدھ گھنٹہ کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ تو راقم الحروف نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ جناب ہر ایک کے حال پر شفقت فرماتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ اگر اس قسم کے لوگ کہ جن کی شکل و شباہت سے یہ بھی امتیاز نہیں ہو سکتا۔ کہ اہل اسلام سے ہے یا کسی اور فرقہ سے۔ ایسی مروت و تواضع نہ فرمایا کریں۔ اس پر جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ بیٹا! دین کے معاملہ میں سختی منع ہے۔ اور مذہبی و دینی تبلیغ ایسی نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ جس سے لوگ گھبرا اُٹھیں اور بجائے اس کے کہ نزدیک آویں دُور بھاگ جائیں۔ بلکہ ارشاد الٰہی یوں ہی ہے۔ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡہُمۡ بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ۔ کہ (اے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) اللہ تعالےٰ کے رستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور اُن سے بحث عمدہ اور احسن طریق سے کرو۔ بلکہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ لوگوں کو دین کی طرف خوش خلقی سے بلاؤ۔ سختی مت کرو۔ بلکہ نرمی سے پیش آؤ۔ جب تم ان سے خدا کی باتیں کرو۔ تو ایسے پیرایہ میں کرو جس سے وہ گھبرا نہ جائیں اور جوان کو شاق نہ گذرے۔ اب بھلا تم ہی بتاؤ۔ کہ یہ جو شخص آیا تھا۔ آتے ہی اس کو دُرکار دیا جاتا۔ تو اس کے دل پر کیا گذرتی۔ آج آیا ہے پھر ایک دو مرتبہ آنے تک انشاء اللہ تعالےٰ اس کی ظاہری حالت بھی بدل جائیگی۔ کبھی آپ کی زبان مبارک سے کوئی جھوٹا کلمہ نہیں نکلا۔ بلکہ دوستوں کو بھی راستی کی تاکید فرمایا کرتے اکثر شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کا یہ مقولہ ؏

راستی موجب رضائے خداست

کہا کرتے تھے۔ فرماتے ہمیشہ راستی پر قائم رہو اگر تم کو اس میں ہلاکت بھی نظر آئے۔ تو فکر نہ کرو کہ فی الواقع اسی میں نجات ہے۔ اور جھوٹ سے بچو اگرچہ اس میں فائدہ اور نجات بھی نظر آئے

اسلئے کہ وہ فی نفسہ نقصان و ہلاکت ہے۔ راستی کی تاکید پر ایک دو حکائتیں بھی بیان فرمایا کرتے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص تھا جس میں تمام بُری خصلتیں تھیں۔ وہ حاضر خدمت جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ آپ نے اُسے بُرے افعال سے تائب ہونے کی ترغیب و تلقین فرمائی۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ سے یہ سب کام چھوٹنے مشکل ہیں۔ آپنے فرمایا اچھا صرف ایک کام چھوڑ دو۔ باقی کے متعلق پھر دیکھا جائیگا۔ وہ ایک کام کے ترک پر قائل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔ اس نے پختہ اقرار کیا۔ اور راستی پر قائم ہو گیا۔ صرف جھوٹ کے ترک کرنے اور راستی پر قائم ہونیکی برکت سے اس کے تمام بُرے افعال چھوٹ گئے۔

اور دوسری حکائیت حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طالب علمی کی جبکہ ان کی والدہ مکرمہ و معظمہ نے راستی پر قائم رہنے اور جھوٹ سے بچنے کی وصیت فرما کر انہیں تحصیل علم کی خاطر روانہ کیا تھا۔ بیان فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ان اخلاق حسنہ کے آپ امین بدرجہ کے امین بھی تھے۔ اکثر لوگ آپکے پاس امانتیں رکھتے اور حسب ضرورت بلا کسی توقف لے جاتے۔ امانت میں اسقدر محتاط تھے کہ اوائل عمر یتیمی کی حالت اور اپنے چچا صاحب کی کفالت میں گذری اور جب ہوش سنبھالا اور نکاح بھی ہو گیا۔ اور کار و بار دوکان کا شروع کیا۔ اخراجات خانگی اور دیگر ضروریات بشری کی احتیاج بھی لاحق ہوئی۔ اگر کوئی وقت تنگی یا ضرورت کا آ بھی گیا تو اس کو ایسے ہی بسر کر دیا۔ مگر کسی کی امانت میں تصرف اور دسترس نہ کیا۔ اکثر فرمایا کرتے کہ امانت عزت ہے خائن کبھی امین نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی عزت پاسکتا ہے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وفائے عہد کے پورے پورے عامل تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ جسمیں عہد کی وفا اور پابندی نہیں وہ دیندار نہیں۔ اور یہ بھی کہا کرتے کہ قیامت میں سب سے اچھے خداوند کریم کے وہ بندے ہوں گے۔ جو پاک دلی سے اپنے عہد پورا کرتے ہیں۔ پرہیز گاری و تقوی اخلاق حسنہ میں سب سے افضل و اعلیٰ چیز ہے۔ اور اسی کے طفیل تمام شرافت و بزرگی اور مقبولیت عبادت نصیب ہوتی ہے۔ یہ آپ کی ذات والا صفات میں اس قدر تھی کہ جو اظہر من الشمس تھی۔ بیان یا تحریر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب ظہیر الدین بابر بادشاہ سے ملتا ہے مگر حسب الارشاد باریتعالیٰ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ اس پرہیزگاری اور تقویٰ کے طفیل خالق نے اتنی بزرگی عطا فرمائی۔ کہ ایک دو نہیں بلکہ بے شمار سادات نے بھی اس تقویٰ کی خاطر آپ کی غلامی کو باعث فخر جانا۔ اور آپ کے غلامان وخادمان کے زمرہ میں داخل ہو کر سعادت حقیقی کے مستحق بنے۔

آپ کا استقلال واستقامت ایسی تھی۔ کہ گویا اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کی مجسم تفسیر تھے۔ دوستوں کو بھی استقامت کے لئے بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ استقامت بہ از کرامت ہے۔ راقم الحروف نے ایک کثیر زمانہ آپ کی خدمت میں بسر کیا اور واقعی دیکھا کہ ایسی استقامت واستقلال کہیں نظر نہیں آیا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اصغر مولینا مولوی عبدالرحیم صاحب اور فرزند اکبر حضرت مولینا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ہردو حضرات کے وصال پر بندہ موجود وحاضر تھا۔ ایسے فرمانبردار تابعدار سعادتمند وہونہار فرزندوں کی وفات حسرت آیات پر جس قدر ایک ضعیف العمر والد کو رنج وصدمہ ہوسکتا ہے وہ ہر ایک فرد بشر جو صاحب اولاد ہے جان سکتا اور اندازہ لگا سکتا ہے۔ مگر سبحان اللہ وبحمدہٖ خداوند کریم کے برگزیدہ بندگان کے استقلال وہمت اور استقامت۔ خود حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہردو حضرات کا جنازہ پڑھایا۔ بدستور حسب معمول اپنے اوراد ووظائف جاری رکھے اور اوقات معینہ پر ادا فرماتے رہے۔ پیارے فرزندوں اور جگر پاروں کی مفارقت کے ہموم وغموم کی وجہ سے ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا۔ واقعی استقامت ہو تو ایسی ہو۔ یقین اپنے خالق کے ساتھ بڑا محکم رکھتے تھے اور فرمایا کرتے کہ حق تعالےٰ نے رضا ویقین میں اپنی حکمت وجلال سے تازگی وفرحت رکھی ہے اور جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے۔ کہ مجھے امت سے کسی کسی بات کا فکر واندیشہ سوائے ضعف یقین کے نہیں۔ انسان جس قدر خالق کے ساتھ محکم یقین رکھتا ہے۔ اتنے ہی انعام واکرام اس پر مزید ہوتے ہیں۔ خاصکر فہم کا کمال۔ علم کی زیادتی۔ عقل کی تازگی اور حلم کی شگفتگی جیسی نعمتیں اسی یقین سے وابستہ ہیں۔ اور یہ یقین

ہی انسان کو زمین سے عرش بریں پر پہنچا سکتا ہے۔ کیا خوب کہا ہے شاعر اقبال خوش مقال نے ؎

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا ٭ تو کر لیتا ہے یہ بال و پر روح الامیں پیدا

دوسری جگہ اس یقین کی تعریف بدیں الفاظ کرتا ہے ؎

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم ٭ جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ درجے کے متوکل علی اللہ تھے۔ مگر وہ توکل جس کو عوام الناس جہال نے توکل سمجھ رکھا ہے۔ کہ اپاہج بن کر بیٹھ رہنا اور ہاتھ پاؤں نہ ہلانا اور مثل جمادات کے بیکار ہو کر پڑ رہنا ایسی توکل کے آپ سخت خلاف تھے اور دوستوں کو ایسی توکل سے بڑی سختی سے منع فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ فرماتے کہ توکل کے معنیٰ یہ ہیں کہ دلی بھروسہ خالق پر رکھا جاوے۔ یہ بھروسہ توحید پر مبنی ہے۔ اور یہ اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جبکہ اس بات کا انسان کو پختہ یقین ہو جاوے۔ کہ فاعل حقیقی سوائے خداوند کریم کے کوئی نہیں۔ اور دنیا میں جو کچھ از قسم مخلوق و رزق عطا و حرماں حیات و موت تونگری و مفلسی موجود ہے وہ اس فاعل حقیقی خداوند کریم کا پیدا کیا ہوا ہے جس کا کوئی شریک نہیں جب انسان کی سمجھ میں یہ پوری طرح آجائیگا تو پھر کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس کے خوف و رجا اعتماد و اعتبار کا مرجع وہی ایک ذات وحدہٗ لاشریک بن جائیگی۔ کیونکہ وہی فاعل یگانہ ہے تو اسکے ماسوا جو کچھ کسی فعل میں موثر ہے وہ باستقلال موثر نہیں۔ بلکہ خداوند کریم کا مطیع اور اسی کے زیر فرمان ہے۔ توکل تدبیر کے منافی نہیں اور ان اسباب کو کام میں لانا جو یقینی طور پر ایک شے کے ہونے یا نہ ہونے میں اثر رکھتے ہیں۔ خلاف توکل نہیں۔ مثال کے طور پر بیان کرتا ہوں کہ اگر کسی شخص کے سامنے روٹی پکا کر رکھی جاوے اور اس کو بھوک بھی ہو مگر وہ اس روٹی کی طرف ہاتھ نہ بڑھاوے اور کہے کہ میں متوکل ہوں۔ اور توکل میں کوشش کا ترک کرنا شرط ہے۔ تو اس کا یہ کہنا اور خیال جنون اور دیوانگی سے کم نہیں اور توکل سے اس کو کچھ مناسبت نہیں بلکہ اس نے خداوند کریم کی عادت و سنت کو نہیں پہچانا۔ اسی طرح اگر ایک شخص کھیت نہ جوتے نہ بوئے۔ اور منتظر بیٹھ جاوے کہ خدا ویسے ہی فصل پیدا کریگا اور

کاٹ لونگا۔ تو یہ بھی سراسر جہالت اور عادت الٰہی سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ اکثر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ توکل کے معنی سمجھانے اور ذہن نشین کرنے کے لئے اس اعرابی کی حکایت بیان فرمایا کرتے تھے۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا اور آپ کے استفسار پر کہا کہ اونٹنی کو توکل پر چھوڑ آیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ پہلے اسکے گھٹنے کو باندھ اور بعدہٗ توکل پر چھوڑ کہ توکل تدبیر کے بعد ہے۔ اسی مضمون کو مولینا روم علیہ الرحمتہ نے یوں ادا فرمایا ہے ؎

گفت پیغمبر باواز بلند　　بر توکل زانوئے اشتر بہ بند

غور و تدبر اور تامل و تفکر میں بڑی دستگاہ تھی۔ اور دوستوں کو بھی فرمایا کرتے کہ دلوں کو غور و تدبر کا عادی بناؤ۔ اور اکثر غور کیا کرو۔ جو واقعات پیش آئیں ان سے عبرت حاصل کیا کرو۔ اور نتیجہ اخذ کیا کرو۔ گھڑی بھر غور و تفکرات بھر نوافل پڑھنے سے افضل ہے مگر یاد رہے کہیں لغزش نہ کھانا۔ مخلوق کے حال میں غور و تفکر کرنا۔ خالق کی ذات میں غور نہ کرنا کہ انسانی ادراک اس کی ماہیت کو سمجھنے سے عاجز اور درماندہ ہے۔ اگر اس کی ذات میں غور و تفکر کروگے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اعلیٰ درجہ کا زہد تھا۔ زہد بھی جس کو حقیقی معنوں میں زہد کہا جاتا ہے نہ یہ کہ حلال کو اپنے اوپر حرام کر لینا اور خدا داد مال کو ضائع کرنا۔ بلکہ اصلی زہد یہ ہے۔ کہ جو چیز تیرے قبضہ میں ہے اس پر تیرا بھروسہ اور اعتماد اس چیز سے زائد نہ ہو۔ جو خداوند کریم کے پاس ہے اور جو کچھ تجھکو ملا ہے تیرا قلب اُس پر قناعت کرے اگر تجھے اپنے سے اچھے اور متمول لوگ نظر آئیں تو اپنے سے کمتر لوگوں کی طرف خیال لیجانا چاہئے۔ اصل تونگری دوسروں کے مال سے نگاہ ہٹا لینا اور طمع سے بچنا ہے۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے قانع تھے اور فرمایا کرتے کہ غنا کی دولت بغیر قناعت میسر و حاصل نہیں ہو سکتی اور قناعت ایسی دولت ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتی جو شخص اپنے حصہ رزق پر قانع اور راضی نہیں اس کا عمل خدا تک رسائی نہیں پاتا۔ اور ایسا شخص کل جب خداوند کریم کے حضور میں حاضر ہوگا تو خالق کو اپنے اوپر ناخوش پائیگا

اس لئے جہانتک ہو سکے قناعت حاصل کرو۔ آپ صابر ایسے تھے۔ کہ بڑے بڑے مصائب اور مشکلات کے وقت نہایت اولوالعزمی سے ثابت قدم رہے یہ صبر کی حالت تنگ دلی اور گراں خاطری سے نہیں ہوا کرتی تھی۔ بلکہ رضا اور نہایت کشادہ دلی کے ساتھ رہتے اور اکثر ایسی حالت میں اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرًا منہا پڑھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ تمام امور اسی ذات پاک وحدہٗ لاشریک لہٗ کی مرضی کے تابع ہیں۔ اور علاوہ ازیں صبر کا بدل معیت الٰہی ہے۔ وہ یہ کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ جب اپنے خالق و مالک کی معیت حاصل ہووے تو پھر اور کیا چاہیئے۔ علاوہ ازیں صابر جب اپنے صبر میں پورا اُترتا ہے تو رحمت الٰہی کے دروازے اسکے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ رحم اور حلم و عفو جیسے اوصاف جو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی ذات و الاصفات میں دیکھے گئے فی زمانہ کہیں نظر نہ آئے۔ آپ فرماتے کہ ارشاد نبوی ہے تم زمین والوں پر رحم کرو۔ خداوند کریم تم پر رحم کریگا۔ حالی صاحب کا یہ شعر بھی فرمایا کرتے ؎

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر | خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ میں یہ اخلاق حسنہ عملی طور پر دیکھے گئے۔ ایک مرتبہ جناب عیدگاہ تشریف لے گئے۔ ایک کلنگ جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی۔ دیکھا اُس کو پکڑ کر آپ نے کپڑے کی پٹی بنا کر اور ٹانگ شکستہ کو راست کر کے باندھ دیا اور پانی وغیرہ بھی پلایا۔ اور اڑا دیا۔ عرض کی گئی جناب مفت اور بے محنت شکار ہاتھ آیا تھا ذبح کر کے کھا لیا جاتا۔ آپ نے فرمایا کہ مخلوقِ خدا پر رحم کرنا چاہیئے۔ وہ پرندہ بیچارہ درماندگی اور مصیبت کی حالت میں دیکھ کر دل کو رنج پہنچا۔ اور خالق نے اُسے یہاں اسی لئے پہنچایا کہ اس پر رحم کر کے اس کا علاج کیا جاوے۔ اسیطرح ہمارے حضرت سیدنا خواجہ شاہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ جنگل میں تشریف لیجا رہے تھے دیکھا کہ ایک کتیا چھوٹے چھوٹے بچوں کو لئے بے تاب پڑی ہے بچوں کی محبت کی ماری کہیں جا نہیں سکتی۔ بھوک و پیاس سے نقاہت اتنی ہو گئی کہ اُٹھتی ہے تو گر پڑتی ہے۔ یہ واقعہ دیکھکر حضرت خواجہ نقشبند علیہ الرحمتہ کو رحم آگیا آپ واپس بازار تشریف لے گئے پاس نقدی نہ تھی اپنی چادر مبارک نیلامی

کے پاس قیمت کے عوض رکھکر کچھ روٹی کباب اور ایک آبخورہ پانی کا لائے اور کتیا کے آگے رکھکر خود ادب کے ساتھ مراقب ہو گئے۔ بس اسی فعل پر اللہ تعالےٰ نے وہ نعمت عطا فرمائی جو برسوں کی عبادت سے حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہر ایک جاندار پر رحم کرنا چاہیئے کہ بڑے ثواب کا کام ہے۔

عفو و حلم کا یہ حال تھا۔ کہ راولپنڈی شریف کے مغربی جانب اپنی زمین ہے جہاں زراعت کاشت کی جاتی ہے۔ ربیع کا فصل تھا۔ اور گندم خوب ہری بھری تھی۔ رات کو روزانہ چور کاٹ کر لے جاتے۔ اپنے دوست جو عیدگاہ میں رہتے ہیں بہ کچھ عرصہ رات کو وہاں حفاظت کے لئے جاتے رہے۔ آخر کار ایک دن چور کو جبکہ وہ خود (ہری گندم) کاٹ کر اور باندھکر چلنے لگا۔ پکڑ لیا۔ اور وہ بوجھ اُٹھوا کر اس کو مارتے مارتے آستانہ عالیہ کی جانب لے آئے۔ اور لا کر بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوافل اشراق وغیرہ اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر اپنے حجرہ شریف سے نکلے تو معاملہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا۔ دوستوں کو ملامت کی۔ کہ اس غریب کو کیوں مارا۔ مارنا نہیں چاہیئے تھا۔ اندر گھر سے روٹی منگائی اور اس چور کو کھلائی۔ چوری کرنے کی وجہ اور نام و سکونت دریافت فرمایا۔ اور روٹی کھلانے کے بعد اس کو کچھ نقد پیسے بھی دیئے۔ اور نصیحت فرمائی کہ بیٹا پھر چوری نہ کرنا یہ کام خدا کے نزدیک بہت بُرا ہے۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مانگ کر لینی چاہیئے۔ ایسا بُرا فعل نہیں کرنا چاہیئے۔ نصیحت کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح عیدگاہ کے باغ میں سے رات کو گوبھی کی چوری ہونی شروع ہو گئی۔ دوستوں نے راقم الحروف سے ذکر کیا۔ کیونکہ اُن دنوں میں جناب قبلہ حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولینا و بالفضل اولینا قدوۃ السالکین و افتخار العارفین صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ راولپنڈی شریف برائے سیر و سیاحت کوئٹہ تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ بندہ نے عیدگاہ کے دوستوں کو عرض کیا کہ رات کے وقت باری باری ذرا حفاظت رکھیں۔ بوقت سحر جب دوست تہجد ادا کرنے کے لئے اُٹھے تو چور جس نے گوبھی کاٹ کر ایک بڑی بوری بھری ہوئی تھی۔ اور واپس جا رہا تھا۔ دوستوں نے اُسے پکڑ لیا اور باندھ کر خوب مارا۔ اور بوقت صبح آ کر راقم کو اطلاع دی بندہ نے جا کر چور کو

اپنے ہاتھ سے کھولا اور بمعہ مال مسروقہ تھانہ میں پہنچا دیا۔ واپس گھر آکر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ نے اظہار ناراضگی فرمایا۔ کہ وہ غریب اس فقیر کے ذریعہ تکلیف اٹھائیگا اور سزا پائیگا۔ یہ تم نے بہت بُرا کیا۔ جاؤ جا کر اُسے چھوڑا دو۔ بندہ نے عرض کی جناب مشکل ہے۔ چور موقعہ پر سے پکڑا ہوا اور مال موجود اور معاملہ پولیس میں جا چکا بھلا اب کیسے چھوٹ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں تم جاؤ اور پولیس والوں کو کہدو چھوڑ دیں۔ بندہ نے دل میں خیال کیا کہ بھلا وہ کیسے اس معاملہ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ خیر طوعاً وکرہاً تھانہ میں پہنچا۔ اور تھانہ دار سے سب تذکرہ کیا۔ اُس نے کہا یہ تو بہت مشکل ہے بندہ نے کہا۔ کہ ہاں واقعی آپ کے قانون کے مطابق تو بہت مشکل ہے مگر اولیاء اللہ کے خیال ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب اس معاملہ میں ناراض ہوئے اور بڑی تاکید سے بندہ کو بھجا کہ تو نے اس غریب کو تھانہ میں پہنچایا اب تو ہی جا اور پولیس والوں سے چھوڑا۔ تھانہ دار بیچارہ خود اٹھا اور پہلے آکر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے فرمان کی تصدیق کر کے پھر تھانہ میں گیا۔ چور اور گوبھی کی بوری زیر نگرانی پولیس حضرت صاحبؒ کی خدمت میں پہنچائے گئے۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے چور سے پوچھا کہ تو کہاں کا رہنے والا اور کیا کام کرتا ہے۔ اُس نے بتایا کہ علاقہ کوہ مری کے رہنے والا ہوں۔ اور یہاں تالاب مائی ویرو سے تھوڑا آگے نانبائی کی دوکان کرتا ہوں۔ کام کا رزم ہے جس کی وجہ سے ایسے فعل کا مرتکب ہوا ہوں حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے گھر سے روٹی منگوا کر کھلائی اور نقد چار آنے بھی دیئے اور اس کے حق میں بہتری وبرکت کی دعا فرمائی ملسے بھی نصیحت کی کہ نماز پڑھا کرو۔ اور ذکر الٰہی کیا کرو۔ خداوند کریم تمہارے کاروبار میں برکت بخشے گا۔ یہ چوری کا کام بہت بُرا ہے پھر ایسا نہ کرنا۔

تواضع میں یہ حال تھا۔ کہ فرماتے جب جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہستی کو بعد از خدا بزرگ توئی کی شان والے سید بشیرہ کو ارشاد ہوتا ہے واخفض جناحك للمؤمنين تو بھلا ہماری کیا ہستی۔ جو شخص محض خدا کے واسطے کسی کی تواضع کرتا ہے خداوند کریم اس کو رفعت وبزرگی عطا فرماتا ہے اور جو اس کے خلاف کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ

کی ذات بھی پست کرتی ہے۔ بندہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک دفعہ بابو فیض احمد سٹیشن ماسٹر سرکاری طور پر آنکھوں کے معائنہ کے لئے ریلوے ہسپتال میں حاضر ہونیکے لئے آئے اور رات عیدگاہ میں رہے۔ صبح کو نو بجے انہوں نے ہسپتال میں حاضر ہونا تھا۔ آٹھ بجے جب کہ حضرت صاحب نوافل اشراق وغیرہ سے فارغ ہوئے تو بابو صاحب موصوف بھی زیارت کیلئے حاضر ہو گئے۔ اور دعا بھی کرائی۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں اندر سے ہو کر آتا ہوں۔ مگر بابو صاحب نے بات نہ سمجھی اور حضرت صاحب کے اندرون خانہ تشریف لیجانے کے بعد ہسپتال کی حاضری کیلئے روانہ ہو گئے۔ تین چار منٹ گذرنے کے بعد جناب روٹی لیکر اندر سے باہر تشریف لائے اور بابو فیض احمد صاحب کی نسبت دریافت فرمایا۔ اور آواز دی بابو فیض احمد۔ عرض کی گئی کہ جناب وہ تو آپ کے تشریف لیجانیکے بعد جلدی ہی چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بندہ خدا میں نے جو کہا تھا میرے آنے تک ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں محمد زمان کو حکم فرمایا۔ کہ سائیکل لیکر جاؤ اور ان کو بلا لاؤ روٹی تو کھا جائیں تمام دن بھوکے رہینگے محمد زمان گیا اور جامع مسجد سے تھوڑا آگے جاکر بابو صاحب موصوف کو ملا اور بتایا کہ حضور عالی روٹی لیکر انتظار فرما رہے ہیں۔ جب بابو فیض احمد واپس آئے تو دیکھا کہ حضور ویسے ہی روٹی اٹھائے کھڑے انتظار فرما رہے ہیں۔ بابو صاحب موصوف نے معذرت اور معافی چاہی کہ جناب بڑی غلطی ہوئی۔ میں آپکا ارشاد نہ سمجھا اور حضور کو خواہ مخواہ تکلیف ہوئی۔ آپنے فرمایا خیر یہ تو کوئی تکلیف نہیں۔ ہاں یہ واقعی فقیر کیلئے تکلیف تھی کہ تم سارا دن بھوکے رہتے۔ مروت و مدارات کے متعلق تو بمصداق ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ بجائے کچھ لکھنے کے عملی طور پر ملاحظہ و معائنہ کیا جاسکتا ہے۔ عیدگاہ کے فقراء درویش جنہوں نے محض لوجہ اللہ اپنے گھر بار اور خویش و اقربا کو خیرباد کہکر اصحاب صفہ کی یاد کو تازہ کیا ہوا ہے یہ تمام حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مروت و مدارات کا نتیجہ ہے۔ خود قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے کہ فی اللہ دوستوں کی خدمت کرنیکا ایسا ثواب ملتا ہے جیسے فرائض کے ادا کرنیکا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تشدید فرماتے اور تمام عمر اس فریضۂ خداوندی پر ایسے احسن طریق سے عامل رہے کہ آج تک جو عروج و کمال اور خوبی و شائستگی آپکے سلسلہ کو حاصل ہے وہ تمام تر اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے اللھم زد فزد۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امر بالمعروف اور

نہی عن المنکر بھی جہاد ہے۔ اور امر حق کے اظہار کرنے میں کسی کے خوف کو خاطر میں نہ لاؤ۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ سے یہ بھی تھا۔ کہ باوجود ظاہری و باطنی دانائی و مدبری اور چشم بصیرت رکھنے کے کوئی کام ہوتا تو دوستوں سے مشورہ فرما لیتے۔ اگر عرض کیا جاتا کہ جناب آپ تو بہت بہتر جانتے ہیں بھلا ہمارے جیسے نااہلوں سے مشورہ کی کیا ضرورت تو آپ فرمایا کرتے کہ مشورہ مستحب امر ہے ہمارے آقائے نامدار جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جو کام کرتے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ضرور مشورہ لیتے۔ قرآن مجید میں بھی اسطرح ارشاد ہے۔ والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینھم یعنی وہ لوگ جنہوں نے قبول کیا واسطے اپنے رب کے یا ایمان لائے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع بن گئے اور نمازیں پڑھیں ان کا کام آپسمیں ہمیشہ مشورہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایسے عمدہ اور مستحسن امر کو کیوں چھوڑا جاوے اور اسمیں بہت بہتری ہوتی ہے۔ اسلئے جو کام کرنا ہو اس میں اپنے بہی خواہوں سے مشورہ ضرور لے لینا چاہیئے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حیا و شرم دیکھکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ فرماتے کہ جو شخص انسانوں سے شرم نہیں کرتا وہ خدا سے بھی شرم نہیں کریگا۔ اور خداوند کریم سے شرم وحیا یہ ہے کہ با عفت رہو کوئی برا خیال بھی دل و دماغ میں پیدا نہ ہو۔ موت وفنا کو یاد رکھو آخرت کی طلب میں لگے رہو آرائش دنیا دُوں سے بچو۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہرت کو پسند نہ فرماتے تھے جسکے متعلق ایک مخلص معتقد دوست کی چند سطور نقل کر دیتا ہوں وہ صاحب لکھتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ جناب حضرت حافظ جیسا صاحب کے ان احسانات اور عنایات باطنی کا جو مجھ گنہگار پر باطنی طور پر فرمارہے ہیں کچھ ذکر کردوں اور آپکے ایام سفر حجاز کی عنایات باطنیہ کلھا لکھوں جو میں نے بچشم خود دیکھی ہیں یا مجھپر گذری ہیں مگر میرے اس ارادے سے حضرت قبلہ عالم آگاہ ہو کر فرمایا کہ میری بابت کبھی کوئی ایسی بات نہ لکھنا جس سے میری ذات کی نسبت لوگوں کو کسی قسم کا خیال پیدا ہو یا میری شہرت کا موجب یا میرے نفس کی تازگی کا باعث ہو۔ بلکہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ من آنم کہ من دانم اور جناب نے بتاکید یہ بھی فرمایا اگر تم ایسا کروگے تو پھر میں تمسے ناراض ہونگا چنانچہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کی تعمیل کرکے ان تصرفات باطنیہ اور خوارق عادات و کرامات کے لکھنے اور بیان کرنے سے اپنی قلم کو روکتا ہوں اور زبان کو بند کرتا ہوں مگر بہ تو میں بلاتردد عرض کردونگا۔ کہ حضرت قبلہ عالم حافظ جیسا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات اسوقت بہت بڑی اور غیر مترقبہ نعمت ہے۔ میں نے منکسر المزاجی کے تحت میں بھی لکھا ہے اور یہی خمول پسندی تھی کہ شجرہ شریف میں اپنا

اسم گرامی نہیں پڑھنے دیتے تھے اور یہی خمول پسندی تھی کہ اپنی حین حیات میں اپنے سوانحات مرتب نہیں کرنے دیئے اگر کبھی تذکرہ ہوا بھی تو فرماتے میں جو کچھ ہوں جانتا ہوں اس کام کو رہنے دو۔ اگر عرض کیجاتی کہ حضور معتقدین اور طالبین کیلئے اور بالخصوص آئندہ نسلوں کے لئے بزرگانِ دین کے حالات مشعل راہِ ہدایت ہوتے ہیں تو فرماتے میری زندگی میں تو رہنے دو۔ بعد میں اگر خداوند کریم کو منظور ہوا تو وہ خود ہی وقت پر یہ کام کرا لیگا۔

ایثار خالق نے آپکی ذات میں کچھ ایسا ودیعت فرمایا ہوا تھا کہ ہمیشہ دوستوں کو اپنی ذات پر مقدم رکھتے ایک دو مرتبہ نہیں۔ بلکہ ہمیشہ راقم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ روٹی جب تک تمام مہمان اور دوست و خدام نہ کھا لیتے خود تناول نہ فرماتے۔ بلکہ خود بنفس نفیس دوستوں اور تمام خادموں کو روٹی کھلاتے اور ان کے کھا لینے کے بعد خود ماحضر تناول فرماتے۔ بارہا ایسا ہوتا۔ کہ پہلے جو دوست موجود ہوتے اور گھر کیلئے روٹی تیار ہوتی۔ عین وقتِ تناول اور مہمان آجاتے۔ گھر کیلئے جو روٹی ہوتی وہ مہمانوں کو کھلا دیتے۔ اور گھر والے جانیں اور ان کا انتظام جانے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا۔ کہ سب کو کھلا پلا کر جب فراغت پاتے۔ اور خود روٹی تناول فرمانے لگتے۔ تو کوئی ایسا دوست آجاتا جس نے ریل گاڑی پر جلدی پہنچنا ہوتا تو خود تناول فرمانا چھوڑ دیتے اور اس دوست کو روٹی کھلا دیتے۔ خود ویسے ہی گذارہ کر لیتے۔ فیاض ایسے تھے کہ کبھی کسی سائل کو محروم نہ رکھا۔ بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ کوئی سائل آیا۔ اور اس کے متعلق آپ کی خدمت میں اگر کسی نے عرض بھی کر دی کہ جناب ان لوگوں نے دریوزہ گری کو پیشہ بنا لیا ہے تو آپ فرماتے خداوند کریم ان پر اور ہم پر رحم فرماوے اور اس دنیا کی حقیقت آشکارا کرے۔ کیا کروں واما السائل فلا تنھر کا ارشاد سامنے آجاتا ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اخلاق کریمانہ کا بیان ایک بحر ناپید اکنار نظر آرہا ہے احاطہ تحریر میں لانے سے عاجز آکر اب ایک مختصر سی بات پر ختم کرتا ہوں کہ جیسے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے صحیفۂ زندگی کا صفحہ صفحہ ہر قسم کے اخلاق حسنہ سے مملو و لبریز نظر آتا ہے ویسے ہی اس خالق کون و مکان نے آپکی کتاب زندگی سے عجب و تکبر اور خود پسندی، تہمت چغلی، زبان طراری، خصومت، مجادلہ، شماتت، مکر و فریب، غیبت، لعن طعن، فحش، تملق و چاپلوسی، مزاحی، خوشامد پسندی، بخل و حسد، ظلم و تعدی، حرص و طمع، طول امل اور فکر باطل، بدگمانی

وتجسس۔ تکلف۔ افراط زیب و زینت کے تمام اخلاق ذمیمہ کو محو فرما کر بالکل پاک و صاف بنا دیا تھا۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعی حقیقت ہے جو سب پر آشکارا و ظاہر ہے اور جس کو وہ تمام لوگ کہ جنہوں نے جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا ہے بلا لحاظ مذہب و ملت تسلیم کرتے اور مانتے ہیں۔ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

بالخصوص تمام یارانِ طریقت اور بالعموم جملہ اہل اسلام کی خدمت میں مخلصانہ و مودبانہ گذارش ہے کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بزرگیوں اور اخلاق حسنہ کے بیان کرنیکی جیسا کہ حق ہے ہرگز طاقت اور یارا نہیں یہ جو کچھ آپ کے مکارم اخلاق اور مبارک عادات یا طریق عبادات کے متعلق لکھا گیا ہے محض اسلئے کہ ان حالات کے پڑھنے والے لوگ اولیاء اللہ اور بالخصوص سیدی و مولائی غوث صمدانی قطب ربانی جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی محبت کے پودے کو اپنے دل کے میدان میں لگائیں اور دل و جان سے اس طریق پر عمل پیرا ہو کر سعادت دارین کے مستحق بنجائیں۔ اولیاء اللہ کی دوستی و محبت اور انکی پیروی تمام نیکیوں کی سردار اور عالی درجات پر پہنچانیوالی بلکہ اپنے خالق سے ملانیوالی ہوتی ہے۔ اور یہی محبت و دوستی اور پیروی نادار مفلسوں کیلئے بڑا قیمتی سرمایہ اور تہیدستوں کیلئے اعلیٰ و اکمل متاع ہے اور خاص کر ہمارے طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تقلید اور پیروی پر منحصر ہے۔ پس ضروری ہے واسطے طالبانِ حق کے کہ ہر تن جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی محبت میں فانی ہو کر اور آپکی پیروی پر کاربند رہ کر آپ کے اخلاق حمیدہ سے متصف اور آراستہ ہونیکی کوشش رکھیں انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خداوند کریم اس محبت اور اتباع پیشوا کے طفیل دونو جہان میں سعادتمند اور مقبول ہونگے۔ اولیائے کرام کے حالات لکھنے اور شائع کرنے سے اصلی غرض و غائیت یہی ہوا کرتی ہے کہ ناظرین و قارئین بغور و خوض پڑھ کر ان پر عمل کریں۔ نہ یہ کہ سرسری نگاہ سے دیکھ کر اپنا وقت بھی ضائع اور لکھنے والے کی محنت کو برباد کر ڈالیں۔ اس موضوع کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔ ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان ما گر نہ رسیدیم تو شاید برسی

کلمات طیبات

فرمایا۔ اعمال کی صحت وقبولیت اخلاص نیت پر منحصر ہے۔ ہر ایک آدمی اپنے عمل سے اسی نتیجہ کا حقدار ہوتا ہے جس کی اس نے نیت کی ہو۔ اِنَّمَا الاَعمَالُ بِالنِّیَّاتِ کا ارشاد بھی نیت میں خلوص پیدا کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تمام اعمال میں نیت معتبر ہے اسلئے بڑا ضروری ہے کہ اخلاص نیت حاصل کرنے کی کوشش کیجائے ورنہ بغیر اسکے اعمال حق تعالیٰ کے نزدیک ہرگز موجب ثواب نہیں ہو سکتے ۔ غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص نیت ذرا مشکل سا کام ہے کیونکہ اسمیں سب سے اول نفس کو قابو کرنا پڑتا ہے۔ اسلئے کہ ہوائے نفسانی جو کہ اندرونی رہزن ہے اس سے چھٹکارا نفس کو قابو کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اکثر انسان کو بزعم خود یقین ہوتا ہے۔ کہ وہ ریا نہیں کرتا۔ مگر حق یہ ہے کہ بدوں فضل ایزدی اس غیر محسوس مرض سے بچنا محال ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ریا کی رفتار انسانی طبائع میں ایسی غیر محسوس شے ہے کہ ہر ایک شخص کو اس کا پتہ لگنا بھی بہت مشکل ہے۔ بہرحال ریا اور اخلاص ہرگز یکجا جمع نہیں ہو سکتے ۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ہر فعل اور عمل محض حق تعالیٰ کے لئے ہو۔ اسمیں کسی قسم کی نمود۔ غرض۔ کسی پر دباؤ یا اور کوئی دنیاوی فائدہ بالواسطہ یا بلاواسطہ متصور نہ ہو۔ جب عمل اس ضروری شرط یعنی اخلاص نیت کے ساتھ پورا کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں بھی اسکی قدر و عزت اور وقعت ہوتی ہے۔ دوستو۔ اپنی نیتوں کو خالصاً لوجہ اللہ بناؤ یعنی ایسی کہ جسمیں کسی قسم کی آمیزش نہ ہو ایسی نیت اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بندوں سے مخصوص ہوتی ہے۔ جو مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ کی جماعت میں داخل ہیں۔ انسان خالص الایمان تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اسکے تمام معاملات اور عبادات حق تعالیٰ کی رضامندی اور تقرب کی نیت پر مبنی ہوں۔ یہ پختہ بات ہے کہ جس عبادت میں اخلاص نیت نہیں وہ عبادت حقیقت میں عبادت ہی نہیں بلکہ محض ایک عادت ہے۔ اور وہ بھی بے سُود ہے ؛

فرمایا۔ شریعت حقہ کی بڑے ذوق وشوق اور احتیاط سے پابندی کرو۔ اور اس پر ہمیشہ ثابت قدم رہو کیونکہ شریعت حقہ ہی حیات ابدی کا ذریعہ ہے نیز اس شریعت حقہ کی پابندی امراض باطنی کا ازالہ کرتی ہے۔ آئینۂ دل جب ماسوائے اللہ کے زنگار سے زنگ آلود ہو جائے تو اس زنگار کو دور کرنے والی بہترین چیز شریعت حقہ کی پابندی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جسے اس نعمت عظمٰی کا شرف حاصل ہوا ؛

فرمایا۔ (ایک دن جبکہ باوا ہیرانند جگی جو راولپنڈی میں دہریوں کا سرگروہ ہے۔ اور باوجود دہریہ ہونیکے

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کا بھی قائل ہے اور اکثر آپکی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ اسکی عادت ہے کہ جب حاضر ہوتا تو کوئی نہ کوئی مسئلہ دہریت کا چھیڑ دیتا تھا) خداوند تعالیٰ نے انسان کے دل کو اسطرح کا بنایا ہے کہ خود بخود اس کو معلوم ہوتا رہتا ہے۔ کہ خدا ہے اور اکیلا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اسکے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ کسی سمجھانے کی حاجت۔ انسان کا ضمیر اسکی قوت ملکی اور باطن آپسے آپ گواہی دیتا ہے اور یہ خیال خود بخود اس کے دل سے پیدا ہوتا ہے۔ غرض انسان کی فطرت میں خدا اور اسکے تمام صفات کا تسلیم کرنا داخل ہے۔ ان میں جو سعید ازلی ہوتے ہیں وہ تو اشاروں ہی میں اپنے مقصود کو پا جاتے ہیں۔ اور شقی و بدبخت کچھ دن تو راہ پر لگ جاتے ہیں مگر ان پر کچھ ایسا شیطان مسلط اور سوار ہے کہ تھوڑے ہی دنوں بعد صراط مستقیم کو چھوڑ کر پھر ضلالت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

فرمایا۔ قلبی امراض بہت پُرخطر اور مہلک ہوتے ہیں جس قدر یہ زیادہ پُرخطر ہیں اسی قدر اسکے مریض بھی زیادہ ہیں چنانچہ جسمانی بیمار ہزار میں سے ایک آدھ ہوتا ہے لیکن قلبی بیمار ہزار میں سے نوسو ننانوے ہوتے ہیں۔ یاد رکھو کہ جس کا قلب سلیم ہوگا۔ وہی نجات اور مخلصی پائیگا جس طرح جسمانی مرض کی علامت کھانے پینے کی رغبت کا کم ہونا ہے۔ اسی طرح دلی مرض کی علامت بھی اُس کی غذا یعنی ذکر اللہ کی طرف کم مائل ہونا ہے جس طرح خوراک اور غذا کے بغیر بدن قائم نہیں رہ سکتا ہے۔ اسی طرح دل بھی حق تعالےٰ کی محبت وعشق اور ذکر بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اطمینان قلبی ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے اور اسی ذکر کے ساتھ ہی دل قلب سلیم ہو سکتا ہے جو شخص ذکر الٰہی میں زندگی بسر نہیں کرتا اس کا دل مُردہ ہے۔

فرمایا۔ طالب اللہ کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ سعادت کے تین اصولوں پر ہمت و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اوّل ملازمت ذکر اللہ کی کہ کسی حال میں بھی ذکر الٰہی سے غافل نہ رہے۔ دوم نفس امارہ کی مخالفت رکھے تا کہ حرص و ہوا کم ہو جاوے۔ اور نفس امارہ مطیع بن جاوے۔ یہاں تک کہ ذکر الٰہی سے باز نہ رکھ سکے۔ تیسرا اصول موافقت حدود شرعیہ۔ ایسی موافقت کرے کہ تمام حرکات و سکنات ظاہری اور تمام خیالات اور افکار باطنی میں شرعی حدود اور سنن و آداب کو ملحوظ رکھے جب ان تین اصولوں کی پابندی نصیب ہو جاوے تو پھر بفضل خداوند کریم دل سراسر ذاکر ہو جاتا ہے۔ اور تمام اعضا فرمانبردار اور نفسانی صفات مغلوب ہو جاتی ہیں۔ اور ظاہر و باطن آباد ہو جاتے ہیں۔

فرمایا۔ دنیاوی کاروبار بقدر کفاف کر لینا۔ کہ جس کی وجہ سے خود اپنے آپ اور اپنے اہل و عیال کو غیر کی احتیاج سے بچایا جاوے۔ یہ بھی عبادت میں داخل ہے۔ مگر اس قدر دنیا کی محبت میں مت ڈوبو۔ کہ آخرت اور اس کے بادشاہ کو بھی بھول جاؤ۔ ایک دن مرنا ہے سب غرور و تکبر بیماری میں فنا ہو جاتا ہے۔ اور موت کے وقت تو سب امراء بھی مفلس و محتاج ہو کر مرتے ہیں۔ چندروزہ کا عیش در اصل عیش ہی نہیں۔ بلکہ غلبۂ خیالات و توہمات سے اس چند روزہ دنیا کو دار القرار سمجھ رکھا ہے۔ حقیقت میں یہ ایک مسافرخانہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے صفات اور کمالات کو ایسا ذہن نشین اور مضبوط کر لو۔ کہ کسی وقت بھی اس سے غفلت نہ ہو۔ اس کا حکم سب احکام سے مقدم سمجھو اور سب سے پہلے اس کا کام کرو۔ تمام عالم میں وہی تو ہے اور سب اسی کے سہارے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ اسی کی قدرت اسی کی قوت اسی کا انعام اسی کا فیض اسی کا سب کچھ پھر اس کو چھوڑ کر دوسری طرف جو جاوے اس سے بڑھ کر کون نادان ہے۔

فرمایا۔ طالب کو چاہیئے۔ کہ جب ارباب جمعیت کی صحبت میں حاضر ہو اُس وقت ارادتاً ذکر نہ کرے کیونکہ غرض ذکر سے اس نسبت کا حاصل ہونا ہے۔ فقیر کی دانست میں جب ان بزرگوار کی خدمت میں جائے تو دل کو لفظی ذکر اور حدیث نفسی دونوں سے بچاوے۔ سیدنا و مرشدنا جناب حضرت بابا جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ان حضرات یعنی ارباب جمعیت کی صحبت میں خاموشی کلام کرنے سے نافع تر ہے۔ کیونکہ ہر کلام سے حدیث نفسی حاصل ہوتی ہے۔ اور فیض الٰہی ہرگز منقطع نہیں ہوتا۔ اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔ علاوہ بریں جن لوگوں کو دوام حضور حاصل ہے۔ ان باتوں کو سُنکر اُن کا دل پریشان ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک شخص مطالعۂ کتاب میں مشغول ہے اور دوسرا شخص آکر آواز سے اس کے آگے بولنے لگے تو ضرور اس کتاب پڑھنے والے کا دل پریشان ہوگا۔ پس ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث نفسی سے محترز رہے۔ اور ابتدا میں ایسے شخصوں سے جہاں تک ہو سکے ملے جن پر یہ نسبت غالب ہو۔ ورنہ غیر نسبت والے خواہ کیسے ہی متقی زاہد مولوی حافظ کیوں نہ ہوں اُن سے سوائے نقصان کچھ حاصل نہیں۔ فقیر کی اس سے یہ مراد نہیں کہ زہد و تقویٰ وغیرہ بذاتِ خود متقی و زاہد کے لئے فائدہ مند نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے

کہ ان لوگوں پر زہد و تقویٰ غالب ہے۔ یہ طالب بیچارہ مبتدی۔ اس کو ان کی صحبت میں وہی نسبت زہد و تقویٰ حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس مطلوبہ نسبت سے جو کہ سب نسبتوں سے شریف و لطیف تر ہے رہ جائے گا۔

فرمایا۔ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں بندگان خدا کی خدمت بجا لانی اور اُن کو راحت پہنچانی ذکر و مراقبہ پر مقدم ہے۔ عبادات و نوافل فی اللہ محبت اور خدمت خلق کے برابر نہیں ہو سکتے۔ اکثر لوگ راہ خدا میں بہت مجاہدہ کرنے سے بھی منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں لیکن مجھے ایک راہ خدا تک پہنچنے کی بہت سہل معلوم ہوئی ہے اور وہ خلق کی خدمت ہے۔ اس میں کوشش کرنی چاہیئے۔ شائد کسی صاحبِ دل کے دل میں گھر ہو جائے اور اُس دل سے کہ نظرگاہِ حق ہے کچھ حصّہ مل جائے ؎

خود را بشکن کہ بت شکستن اینست — بگزر زخودی ز قید رستن اینست
در گوشۂ خاطرِ عزیزاں جاکن — در مذہبِ ما گوشہ نشستن اینست

فرمایا۔ طالب صادق کے لئے ضروری اور لازمی ہے کہ ہر حال میں روئے دل اپنے شیخ و مرشد کی طرف رکھے اور جو کچھ کہیں سے بھی حاصل ہو۔ اپنے شیخ کی توجہ سے جانے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ ایک روز ایک شخص کی طرف مخاطب ہو کر بسبیل تمثیل فرمانے لگے کہ اگر خواجہ بہاؤ الدین قدس اللہ تعالےٰ کی صحبت میں تجھ کو نسبت حاصل ہو۔ اور پھر کسی بزرگ سے مل کر کچھ حاصل ہو تو تو کیا سمجھے گا۔ یہ سوال کرنیکے بعد خود ہی فرمایا۔ تجھ کو چاہیئے کہ اُس کو بھی خواجہ صاحب ہی کی نسبت سمجھے۔

ایک روز ایک مرید حضرت قطب الدین حیدرؒ کا شیخ شہاب الدین سہروردی کی خانقاہ میں چلا آیا۔ جب اُس کو بھوک لگی تو اپنے پیشوا کے شہر کی طرف رُخ کر کے کہنے لگا۔ شیئاً للہ قطب الدین حیدر۔ شیخ علیہ الرحمتہ سمجھ گئے۔ ایک مرید کو اشارہ کیا وہ کھانا لے کر گیا۔ جب کھا چکا پھر اُسی طرف مُنہ کر کے کہا۔ الحمد للہ قطب الدین حیدر آپ ہم کو ہر جگہ ہر حال میں یاد رکھتے ہیں۔ جب مرید حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ کیا کہتا تھا۔ کہنے لگا۔ یہ عجب آدمی ہے۔ کھانا آپ کا کھاتا ہے۔ شکر قطب الدین حیدر کا بجا لاتا ہے

شیخ علیہ الرحمتہ نے فرمایا طریق مریدی کا کوئی اس سے سیکھے کہ ظاہرًا و باطنًا جہاں سے فیض اُٹھاتا ہے اپنے ہی پیر کی طرف سے سمجھتا ہے الغرض اپنی ذات کو اپنے شیخ کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کر دے۔ اور اسکے فیض کا منتظر رہے یہانتک کہ فیض آنے لگے۔

فرمایا۔ لوگ درویشی کو کچھ اور سمجھتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک درویشی کی حقیقت یہ ہے شعر

کمتر از کم شو اگر داری خبر ۔۔۔ ایں طریقہ کاملان است اے بسر

نیز فرمایا۔ شعر۔

تو درو گم شو کمال اینست و بس ۔۔۔ تو مشو اصلا وصال اینست و بس

فرمایا۔ جوانی کے دنوں میں ذکر و وعظ پر خوب دل لگتا تھا۔ اور سیر کرنے کو بھی جی چاہتا تھا۔ کہ دُور دُور ملک میں جا کر اللہ تعالےٰ کے کلمہ کو بلند کریں۔ لیکن اب ضعیفی آگئی جسم کمزور ہو گیا ہے۔ سفر کی ہمت نہیں رہی۔ لیکن دل میں وہی شوق اور ولولہ موجزن ہے۔ اور خلق خدا کے حق میں یہاں تک شفقت و محبت آتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ سب کو اپنا ولی بنالے۔ مگر یہ اس کا اختیار ہے۔ باوجود جسمانی کمزوری کے روحانیت یہاں تک ترقی کر گئی ہے۔ کہ اکثر اوقات یہ زمین باوجود اس قدر فراخ ہونے کے ایک قدم دکھائی دیتی ہے۔ اور باطنی نظر تھوڑے عرصہ میں ہر جگہ کام کر آتی ہے۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

فرمایا۔ ہم سے جہانتک ہو سکا اپنی طاقت کے بموجب شریعت حقہ کی اتباع کا خیال رکھا ہے ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ راولپنڈی میں ایک غیر شرع فقیر کا انتقال ہو گیا۔ اس کا جنازہ ہمارے گھر کے سامنے سے لے جا رہے تھے۔ جنازہ دیکھ کر خیال آیا۔ کہ چل کر اس کا جنازہ پڑھیں مگر جب ان تمام آدمیوں کو دیکھا جو اس کے جنازہ کے ساتھ تھے۔ تو وہ سب بھنگی۔ چرسی۔ غیر شرع تھے۔ اس واسطے ارادہ رہ گیا۔ اور خیال آیا۔ کہ اگر اس کا جنازہ پڑھا تو لوگ کچھ کی کچھ باتیں بنائینگے پھر دل میں آیا۔ کہ نہیں ضرور جنازہ میں شامل ہونا چاہئے۔ پھر یہی خیال مانع ہوا۔ پاس ہی پیران پیر صاحب کے وعظ کی کتاب فیوض یزدانی موجود تھی۔ خیال آیا۔ کہ اس سے فال پکڑیں۔ جو پیر صاحبؒ فرما دینگے عمل کیا جاویگا۔ جب کتاب کو کھولا۔ اور سات ورق گن کر اسکی

ساتویں سطر کو پڑھا۔ تو اس پر یہ لکھا نظر آیا۔ کہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جاویں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ ان کی طرف مہربانی کی نظر نہ فرماویگا۔ یہ پڑھ کر اس کے جنازہ میں شامل نہ ہوئے۔

فرمایا۔ بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں۔ کہ فقیر کیا بناتے ہیں۔ بیشک ٹھیک ہے فقیر کچھ نہیں بناتے۔ بنانے والا اور ہدایت دینے والا وہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ عالم اسباب ہے اسباب کے ساتھ اس کی حکمت کام کرتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رازق ہے۔ مگر رزق کے اسباب پیدا کر دئیے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روزی دیتا ہے۔ اسی طرح ہادی بھی وہی ہے۔ مگر جس کو ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اہل اللہ کے ذریعہ دیتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام کچھ اور بنانے کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ ہدایت کے لئے آئے ہیں۔

ایک دفعہ دوستوں کی مجلس میں فرمایا۔ کہ رازق مطلق وہی واحد حقیقی ہے۔ جو سب کو رزق پہنچا رہا ہے۔ اس کی تقسیم میں کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ اس کے حکم کے تابع کوئی گلی کوچوں میں پھر کر اور کوئی دکانوں میں بیٹھ کر اور کوئی کسی پیشے یا ملازمت کے ذریعے اپنا نصیب و مقدر لیتا ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے دھن میں لگا رہتا ہے۔ کیا مجال کہ اس کے حکم سے سر پھیر سکے۔ اور اس کے امر کے سوا کسی کو کچھ دے سکے۔

فرمایا۔ ایک شرک اور کفر ظاہر ہے۔ اور ایک خفی۔ ظاہر شرک و کفر کو ہر شخص جانتا ہے۔ باطنی اور خفی شرک و کفر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر پر بھروسہ رکھے۔ اور اسباب پر ہی اعتماد رکھے اور مسبب الاسباب پر بھروسہ نہ کرے۔ ہاں اسباب کو اپنے مقصد کے حصول میں واسطہ غیر مقصود سمجھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت اسباب کے پردہ میں اپنا کام کرتی ہے۔ اور اس سے نظام عالم قائم ہے۔ ورنہ وہ مالک حقیقی بغیر اسباب کے بھی جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ خالص توحید یہی ہے۔ کہ درمیان سے اسباب کا پردہ اٹھ جائے۔ اور فاعل حقیقی پر نظر ہو جائے۔ یہ مقام بلند انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خاصان خدا اولیاء عظام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور انہی کا حصہ ہے۔ ان کے اتباع سے اور بھی جس کو اللہ تعالیٰ چاہے کچھ حصہ عطا فرما دیتا ہے۔ یہ محض اس کا فضل ہے۔

فرمایا۔ دشمن ہمیشہ اس گھات میں لگا رہتا ہے۔ کہ اپنے حریف کی جان اور مال کو نقصان پہنچائے
انسان کے دو بھاری دشمن نفس امارہ اور شیطان ہیں۔ وہ بھی اس گھات میں لگے رہتے ہیں کہ
سالک مومن کے جان اور مال کو نقصان پہنچائیں۔ جان کا نقصان تو یہ ہے۔ کہ اس کو ذکر اور
عبادت سے غافل کر کے گناہوں میں مبتلا کریں۔ اور ایسے امور میں مشغول کریں جس سے اس کے
ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور مالی نقصان یہ ہے۔ کہ اعمال صالحہ سے جو اللہ تعالیٰ کی
رضامندی کا موجب ہیں۔ اس کو خسر الدنیا والآخرہ بنا کر دنیا سے نامراد جانا پڑے۔ اس لئے
ضروری ہے۔ کہ نفس اور شیطان کے مکروں سے واقف ہوتا رہے۔ یہ بات سوائے اہل اللہ
کی مجلس کے حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نفس اور شیطان کے مکروں سے بچائے۔

فرمایا۔ اب دل میں آتا ہے۔ کہ ظاہری تعلقات بھی مخلوق خدا سے منقطع کر دوں۔ اور حجرہ کے اندر
خلوت میں بیٹھ رہوں۔ اور کسی سے میل جول۔ آمد و رفت نہ رکھوں۔ مگر کیا کروں۔ خالق کی مرضی
نہیں۔ اس نے چند امور میرے حوالہ کئے ہیں۔ جن کے لئے مجھے مجبوراً سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔
جس طرح خالق کی مرضی۔ اگر وہ راضی ہو جائے۔ تو یہی سعادت دارین ہے۔ ورنہ کیا میں اور کیا
میری طاقت۔ اللہ تعالیٰ نے جس سے کام لینا چاہتا ہے۔ اس کو چن لیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل
ہے۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

فرمایا۔ مرید کا رابطہ اپنے شیخ کے ساتھ جس قدر قوی ہوگا۔ اسی قدر اس پر فیوض و برکات کا فیضان
ہوگا۔ اور معرفت زیادہ ہوگی۔ ذکر و عبادت میں سستی نہ آئیگی۔ فنافی الشیخ ہونا ہی عین فنافی الرسول
و فنافی اللہ ہے۔ مگر یہ نعمت کسی قسمت والے کو ملتی ہے۔ اور جس قدر رابطہ اور محبت کم ہوگی۔ اسی
قدر مرید میں سستی اور بے لذتی پیدا ہوگی۔ جو معرفت اور ترقی رابطہ سے ہوتی ہے۔ وہ کسی اور شے
سے نہیں ہوتی ظاہری علم خواہ کتنا ہی حاصل ہو۔ امراض قلبی دور نہیں ہو سکتیں۔ جب تک کسی شیخ
سے رابطہ نہ ہو۔ جو لوگ رابطہ کو شرک کہتے ہیں۔ غلطی پر ہیں۔ رابطہ مرید کے لئے زینہ ہے۔ جس کے
ذریعہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ جب تک مرید کامل و مکمل نہ ہو جائے۔ شیخ کی ضرورت سے بے
نیاز نہیں ہو سکتا پس شیخ کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا چاہئے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

رابطہ کیا ہے یہ عینک ہے بس   نور وحدت جس سے آتا ہے نظر

ایک بار حضور نے فرمایا۔ کہ اب قیامت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ فسق و فجور اور بداعتقادی کا زور ہے۔ علماء بداعتقاد اور بدعمل اور فقرا فاسق اور غیر شرع ہوتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے۔ کہ ابھی نیک لوگ دنیا میں موجود ہیں۔ مگر تھوڑے ہیں۔ اور دن بدن کمی ہوتی جاتی ہے۔ جو نیک وجود دنیا سے گم ہو جاتا ہے۔ اس کا نعم البدل مشکل سے میسر ہوتا ہے ڈر ہی لگتا ہے۔ کہ دیکھئے اللہ تعالےٰ خاتمہ کس طرح کرتے ہیں۔ پھر حضور نے فرمایا کہ آؤ سب دوست دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارا اور تمام مسلمانوں کا خاتمہ ایمان کے ساتھ کرے۔ پھر فرمایا۔ کہ بعض لوگ خاص موقعوں اور خاص سفروں میں بھی مکر و فریب سے باز نہیں آتے۔ پھر حضور نے ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ جب ہم حج کے سفر میں جہاز میں بیٹھ گئے۔ ہمارے پڑوس میں ایک شخص تھا۔ جو مع اپنی بیوی کے حج کے لئے جا رہا تھا۔ جہاز پر سوار ہوتے وقت نہ اس نے اپنا ٹکٹ خریدا اور نہ اپنی بیوی کا۔ اپنی بیوی کو بستر ے کی طرح باندھ کر جہاز میں لے گیا۔ اور اپنی نسبت کہا۔ کہ میں ایک دوست کو ملنے اور رخصت کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ پھر جہاز سے باہر نہ نکلا۔ جب جہاز سے اترنے کا وقت آیا۔ اور ٹکٹ لینے کے لئے افسر جہاز میں آ گئے۔ تو ٹٹی میں چھپ گیا۔ اور جہاز سے ویسے ہی باہر نکل گیا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر افسوس ہوا۔ اللہ تعالےٰ ہدایت دے۔ بلکہ دوران سفر جہاز میں اس کا یہ حال رہا۔ کہ ہم نے ایک دن قیمہ اور ساگ پکایا۔ اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ ہم نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے رہے اور وہ ہمارا قیمہ اور ساگ چوری چوری کھاتا رہا۔ دیکھنے پر اس کو بہت ملامت کی۔ جس پر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور معافی مانگی۔ ایسے لوگ حج سے کیا فائدہ اٹھاتے ہیں۔

فرمایا۔ مدت سے دلی آرزو تھی۔ کہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا اردو ترجمہ ہو جائے۔ کیونکہ اس کی فارسی اور عربی بہت مشکل ہے۔ اور مضامین اس سے بھی زیادہ دقیق اور عام فہم سے بالاتر ہیں۔ الحمدللہ کہ یہ آرزو پوری ہو گئی۔ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی روح خوش ہو گئی۔ اور مقامات و سلوک مجددی روز روشن کی طرح واضح ہو گئے۔ اور کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہا۔ پھر حضور نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ واقعہ میں کیا دیکھتے ہیں۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ رونق افروز ہیں۔ اور حضور کے حلقہ میں اور بہت سے

اولیاء اللہ حاضر ہیں ان میں سے ایک شخص ایک کتاب سنا رہا ہے۔ اور سب سن رہے ہیں
تھوڑی دیر کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے پاس سے ایک کتاب اس کو دی۔ اور فرمایا
کہ لو۔ اب ہماری کتاب کو پڑھ کر سناؤ۔ جب وہ پڑھنے لگا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ حضور عالی۔
یہ تو حضور ہی کے مکتوب شریف ہیں جضور نے نہایت ہی خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور بڑے سرور
کے ساتھ سنتے رہے۔ حضور قدس سرہٗ کی روحانی قبولیت کا ہی اثر ہے۔ کہ مکتوبات شریف
کا اردو ترجمہ نہایت ہی مقبول عام و خاص ہو گیا ہے۔ اور چاروں سلسلوں کے بزرگ ان سے
فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

ایک دن حضرت صاحب اپنے فرزند ارجمند مولوی عبد الرحیم صاحب مرحوم و مغفور کے
صاحبزادہ منظور الٰہی سلمہ ربہٗ کو قرآن مجید کا سبق پڑھا رہے تھے۔ چند دوست بھی مجلس میں
حاضر تھے۔ سبق سے فارغ ہو کر صاحبزادہ صاحب کو بطور نصیحت کے فرمایا۔ کہ بیٹیا۔ جہانتک
ہو سکے۔ بازاری لڑکوں سے الگ رہنا چاہئے۔ ان کا طریقہ ہر دم لڑائی جھگڑا۔ گالی اور بکواس
ہے۔ ان کی صحبت میں چال چلن خراب ہو جاتا ہے۔ اور دل کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ پھر حضور
نے مثال کے طور پر ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ
دریائے دجلہ پر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا لڑکا دریا کے کنارے بیٹھا رو رہا ہے۔ سید
الطائفہؒ نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ حضرت دوزخ کے ڈر سے
رو رہا ہوں۔ فرمایا۔ کہ تو ابھی چھوٹا بچہ ہے۔ مکلف نہیں ہے۔ عرض کیا کہ حضرت جو کچھ آپ فرما
رہے ہیں۔ بیشک درست اور بجا ہے۔ لیکن میں ہر روز دیکھتا ہوں۔ کہ جب میری والدہ آگ جلاتی
ہے۔ تو پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو آگ لگاتی ہے۔ پھر بڑی لکڑیوں کو آگ لگتی ہے۔ تو ڈرتا ہوں
کہ میں بھی دوزخ کی چھوٹی لکڑیوں سے نہ ہو جاؤں۔ پھر فرمایا کہ سابقہ زمانہ میں بچوں کا یہ حال
تھا۔ اور اس زمانہ میں یہ حال ہے۔ کہ عمر بھر میں دوزخ کے ڈر اور خوف خدا سے کبھی رونا نہیں
آتا۔ دنیا کے مال سے اگر کوئی کوڑی بھی گم ہو جاوے۔ تو اس کا افسوس کئی دن تک نہیں جاتا
اگر نماز و ذکر و عبادات وغیرہ دینی امور ضائع ہو جاویں۔ اور قیمتی عمر بیہودہ لہو و لعب میں بسر ہو جائے
تو کبھی افسوس نہیں ہوتا۔ یہی دل کی قساوت اور شقاوت کا باعث ہے اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے۔

فرمایا۔ مومن کو صرف دین کا غم کھانا چاہیئے۔ کیونکہ دنیا کی چیز اگر ضائع ہو جائے۔ تو اس جیسی یا اس سے بہتر یا اس سے ناقص چیز کا مل جانا ممکن ہے۔ مگر جو دین کا کام خواہ کس قدر ہی کم ہو۔ اگر ضائع ہو جاوے گا۔ تو تمام عمر اس کی تلافی و تدارک مشکل ہے۔ کیونکہ گزرا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ اسی واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جس شخص کو صرف ایک ہی غم یعنی دین کا غم لاحق اور غالب ہو۔ اللہ تعالیٰ دوسرے غموں سے اس کو کفایت کریگا

فرمایا۔ جس طرح ہر ایک دنیادار اپنے اپنے کام میں ترقی کرتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ کل کی نسبت آج مجھے زیادہ نفع اور فائدہ ہو۔ اسی طرح سالک کو بھی لازم ہے۔ کہ کوشش کرتا رہے کہ کل کی نسبت آج اس کی زیادہ ترقی ہو۔ سالک کو کوئی وقت بھی غفلت میں بسر کرنا نہیں چاہیئے ورنہ خسارہ اٹھائیگا۔ اور قیامت کے دن پچھتائیگا۔ حدیث میں آیا ہے۔ من استوی یوماہ فھو مغبون۔ جس شخص کے دو لوں یعنی آج کا اور کل کا برابر ہیں، وہ گھاٹے میں ہے۔ نیز فرمایا کہ وہ بہت ہی مبارک آدمی ہے۔ کہ جس کی عمر تھوڑی ہے۔ مگر اس کے اعمال صالحہ بکثرت ہیں اور بے نصیب وہ آدمی ہے۔ جس کی عمر تو بہت ہے۔ مگر اس کے اعمال صالحہ بہت کم ہیں۔ پس جہاں تک ہو سکے سالک کو غافل نہیں رہنا چاہیئے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشم ‌‌‌‌ شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشم

فرمایا۔ مبتدی کو فرض نمازوں کے سوا باقی اوقات ذکر الہی میں بسر کرنا چاہیئے۔ جب تک ذکر ملکۂ راسخہ اور سلطان الاذکار تک نہ پہنچ جائے۔ نوافل و مستحب میں مشغول نہ ہونا چاہیئے

فرمایا۔ اس راہ میں تصنع اور بناوٹ نہیں چلتی۔ اور نہ ہی کوئی حیلہ و بہانہ کام آتا ہے۔ جب تک ظاہر احکام شرعی سے اور باطن آداب طریقت سے آراستہ پیراستہ نہ ہو۔ اس راہ میں چلنا مشکل ہے۔ شعر

کار مردان روشنی و گرمی است ‌‌‌‌ کار دوناں حیلہ و بے شرمی است

فرمایا۔ درویش کے لئے دولتمندوں۔ عورتوں۔ امردوں۔ غیر شرع فقیروں۔ اور اہل سنت و جماعت علماء و فقراء کے مخالف اور بدعتی گروہوں کی مجلس اور صحبت زہر قاتل ہے۔ مرید کو فروعی مسائل میں بھی اپنے پیشوا کی تقلید کرنی چاہیئے۔ اسی میں اس کی سعادت دارین اور ترقی

ہے۔ خالق سب کو راہ راست چلنے کی توفیق عطا فرماوے۔

فرمایا۔ کہ دوستوں کو دنیا کے کام میں بھی نیت خالص لوجہ اللہ اور دینی غرض مدنظر رکھنی چاہیئے
مثلاً اگر کوئی دوست شہر میں کوئی سودا وغیرہ خریدنے کے لئے آئے تو اس کی یہ نیت ہونی چاہیئے
کہ کسی اللہ تعالیٰ کے مقبول اور برگزیدہ فی اللہ دوست یا اپنے پیشوا کی زیارت کروں گا۔
اس زیارت و ملاقات کے ضمن میں سودا تو خریدا ہی جاویگا۔ اور دینی سودا بھی بہت نفع
کا حاصل ہوگا۔ کہ جسوقت وہ اپنے گھر سے روانہ ہوگا۔ ایک ایک قدم کے بدلے اس کے عمل
میں نیکی لکھی جاویگی۔ اور ایک ایک برائی معاف ہوگی۔ اور جب وہ آپس میں خوشی خوشی ملاقات
کرینگے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ گویا دین کے حصول میں دنیا کا
حصول وابستہ ہے۔ اسی مضمون پر ایک دفعہ ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ ایک بزرگ اپنے
کسی مرید کے ہاں تشریف لیگئے۔ مرید نے ان کے لئے ایک صاف اور ستھرا مکان تیار کیا ہوا
تھا۔ اس میں انہوں نے قیام فرمایا۔ پھر اس مرید سے پوچھا۔ کہ یہ مکان تو نے کیوں بنایا۔ اس نے
عرض کیا۔ کہ حضور اس لئے۔ کہ حضور جیسے بزرگ لوگ آکر یہاں قیام فرمائیں۔ اور مجھے ثواب ہو۔
فرمایا۔ یہ تمہاری نیت بہت اچھی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ دریچہ اس طرف کیوں رکھا ہے۔ عرض
کیا۔ اس لئے کہ روشنی اور ہوا آتی رہے۔ فرمایا۔ کہ یہ نیت تو نے اچھی نہیں کی۔ تمہیں یہ نیت
کرنی چاہئے تھی۔ کہ اس دریچہ سے اذان کی آواز سنا کرونگا۔ اور روشنی اور ہوا تو خود بخود آجاتی
غرض مومن کی ہر کام میں نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہونی چاہیئے۔

فرمایا۔ کہ طالب کو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور حضور ایسا حاصل کرنا چاہئے۔ کہ اٹھتے بیٹھتے
چلتے پھرتے اسی خیال کو ملحوظ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہر حال میں میرے ہر فعل پر مطلع ہے۔ اس طریق سے
طالب بہت جلدی ترقی کر جاتا ہے۔ فرمایا کہ جب میں ابتدا میں ابھی دکان پر کام کرتا تھا۔ یہ
حضور اور مشاہدہ بہت غالب ہو گیا تھا۔

فرمایا۔ کہ انسان عبادت اور ذکر الٰہی کو ایک فضول اور بیکاروں کا کام سمجھتا ہے۔ اور دنیاوی
کاروبار کو اصل مقصود جانتا ہے۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ ماں کے پیٹ سے لے کر مرتے دم
تک کی ضروریات انسانی کا اللہ تعالیٰ متکفل ہے۔ اور حسب ضرورت اپنے وقت پر مہیا کرتا

جاتا ہے۔ مگر آخرت کا معاملہ انسان کی اپنی سعی اور کوشش پر موقوف رکھا ہے۔ اور یہی انسانی پیدائش سے مقصود ہے۔ اللہ تعالےٰ توفیق رفیق فرمائے۔

فرمایا۔ کہ مبتدی کو اول اول عبادت و ذکر الٰہی کا بھی خوب مزہ آتا ہے۔ اور بہت ذوق وشوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دنیادی اسباب و زیب و زینت بھی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ پھر ان دو نو طرفوں میں سے جس طرف کی محبت غالب آجائے۔ اسی طرف کھچا جاتا ہے۔

فرمایا۔ کہ جس شخص کا مقصد محض اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی رضا ہو۔ ضرور اللہ تعالےٰ اس کے حال پر مہربانی فرماتا ہے۔ اور اس کو ضائع نہیں چھوڑتا۔ جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ ایک دن اس کے لئے دروازہ کھل جائیگا۔ من دق الباب فقد فتح۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد ۔۔۔ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

فرمایا۔ اے میرے دوستو۔ یہ نسبت اور محبت جو تمہارے سینوں میں ڈال دی گئی ہے اس کی حفاظت کرو۔ تاکہ پھلے پھولے اور پھل دے۔ اور بعض دوست جو میلے کچیلے کپڑوں والے نظر آتے ہیں۔ ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ ان کے سینے اللہ تعالےٰ کے ذکر اور نور سے لبریز ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر ۔۔۔ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

فرمایا۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کو راضی اور خوش کرنے کی کوشش کرو۔ یہی رضامندی دو نو جہاں میں سرخروئی اور عزت کا باعث ہے۔ خدا تعالےٰ کو ناراض کرنا اور خویش و اقارب اور دنیا داروں کو خوش کرنا دو نو جہاں میں ذلت اور خواری کا باعث ہے نیز مخلوق تو کسی حال میں بھی راضی نہیں ہو سکتی۔

آپ نے ایک دفعہ ایک دوست کو ایک کتاب مطالعہ کے لئے عنایت فرمائی۔ اس دوست نے عرض کیا کہ جناب اس کا ہدیہ کیا ہے۔ فرمایا کہ دل۔ اس نے عرض کیا۔ کہ جناب دل تو دے چکا ہوں۔ جناب نے فرمایا کہ ابھی نہیں۔ جب دل دو گے تو معلوم ہو جاویگا۔ ہم لوگ دل کے حکیم ہیں۔ دل کی نبض کو تاڑ جاتے ہیں۔ طریقت کا معاملہ دل پر ہی موقوف ہے۔ جب

تم پورے طور پر دل دو گے ہمیں بھی معلوم ہو جائیگا۔ اور تم کو بھی پتہ لگ جائیگا۔

فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالٰے کے حکم سے اس کے دروازہ پر کھڑا ہو کر اس کی مخلوق کو اس کی طرف اور اس کی جنت کی طرف بلاتا ہوں۔ مگر افسوس کہ لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں اور سمجھتے نہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔

فرمایا۔ کہ ہر شے پر خواہ اناج کی قسم ہو۔ خواہ میوہ کی قسم سے اس پر اس کے کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے۔ خواہ وہ چیز کہاں پیدا ہو۔ اور اس کا کھانے والا کہاں ہو اپنے وقت پر وہ چیز کھانے والے تک پہنچ جاوے گی۔ یا کھانے والا وہاں پہنچ جاویگا۔ یہ راز اللہ تعالٰے کو ہی معلوم ہے۔ مولنا روم فرماتے ہیں۔ شعر

بر سر ہر دانہ بنوشتہ عیاں　　　ہست ایں رزق فلاں ابن فلاں

فرمایا۔ کہ عبادت کے دو پر ہیں۔ جن سے عبادت آسمان کی طرف اڑتی ہے۔ ایک اکل حلال۔ دوسرا صدق مقال یعنی حلال کھانا اور سچ بولنا۔ حلال کی باسی اور خشک روٹی میں وہ لذت اور مزا ہوتا ہے۔ جو انسان کے دل کو عبادت پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اور حرام میں سراسر ظلمت بلکہ ایمان کا زوال ہے۔ اور سچ بولنا ہر حال میں نجات کا باعث ہے۔ اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔ اکل حلال کے متعلق آپ نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ کہ مولانا فضل الرحمن صاحب[1] مرحوم کے ایک خلیفہ صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے بیان کیا۔ کہ مولانا صاحب کے مرید اکثر غریب اور مزدوری پیشہ لوگ ہی تھے۔ ایک مرید جنگل سے ایک گٹھ لکڑیوں کا لاتا اور بیچ کر اس سے گذارہ کرتا۔ ایک دن اس نے عرض کیا۔ کہ جناب میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ مگر صرف جناب کی۔ یا جناب کے خلیفہ صاحب کی۔ اس سے زیادہ کی مجھ میں طاقت نہیں۔ مولانا صاحب نے منظور فرمائی۔ اس دن وہ دو گٹھے لکڑیوں کے لایا۔ اور ایک سے دعوت کا سامان کیا۔ جب مولانا صاحب اور میں دعوت کھانے کو گئے۔ اس نے روٹی اور مسور کی دال پکائی تھی۔ اور اس میں گھی اچھا ڈالا ہوا تھا۔ خلیفہ صاحب نے فرمایا۔ حافظ صاحب۔ اس سادہ اور حلال روٹی میں وہ لذت تھی۔ کہ آجتک وہ لذت نہیں گئی۔ یہی دل چاہتا تھا۔ کہ تمام رات ذکر و مراقبہ و عبادت میں گذاریں۔ ذکر کا نور ہر گھڑی

[1] آپ گنج مراد آباد کے رہنے والے خاندان نقشبندیہ کے ایک ممتاز بزرگ اور جناب قبلہ عالم حضرت کے مخلص دوست و معتقد تھے۔

زیادہ زیادہ ہو رہا تھا۔ اللہ تعالےٰ رزق حلال نصیب کرے۔ اور حرام سے بچاوے۔

فرمایا۔ کہ نماز تہجد کی اچھی طرح حفاظت کیا کرو۔ اس نماز سے نفس راہ راست پر آجاتا ہے۔ سلف صالحین اس نماز کو اصل اصول سمجھتے تھے۔ اور اگر کسی دن نماز تہجد میں سستی واقع ہوتی یا قضا ہو جاتی۔ تو اس کا تدارک کرتے تاکہ پھر نفس سستی نہ کرے۔ فرمایا کہ ہمارے ایک دوست بہت شب بیدار تھے۔ جس رات نماز تہجد میں سستی واقع ہوتی یا قضا ہو جاتی۔ تو اس روز روزہ رکھ لیتے۔ اور اس طرح نفس کی سستی دور کرتے۔ کیونکہ نفس پر نماز تہجد کا پڑھنا آسان ہے۔ اور روزہ رکھنا مشکل ہے۔ اور نفس ہمیشہ آسان کام کی طرف جاتا ہے۔

فرمایا۔ انسان جتنی تواضع اور خدمت اور غلامی اپنے اہل وعیال اور خویش واقارب کی کرتا ہے۔ اگر اتنی اپنے خالق اور مولا کریم کی کرے۔ تو کہیں کا کہیں پہنچ جاوے۔ مگر کیا کیا جاوے ہر شخص کا فکر یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

فرمایا۔ کہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ دوسرے طریقوں پر اس لئے فضیلت رکھتا ہے۔ کہ اس میں سنّت کا اتباع ہے۔ اور بدعات سے اجتناب۔ اور اس کی بنا شیخ کی محبت اور صحبت پر ہے محب میں جس قدر محبوب کی محبت زیادہ ہو گی۔ اتنے ہی زیادہ محبوب کے اخلاق ظاہری و باطنی اس میں بطریق جذب وانجذاب وانعکاس پیدا ہونگے۔ اور یہ طریق بعینہٖ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ اور تمام موصل الی اللہ راستوں سے زیادہ نزدیک اور آسان بھی ہے۔

فرمایا۔ کہ قرآن مجید کی تلاوت کا جب ہی لطف آتا ہے۔ کہ اس کو ایسے تدبّر اور تفکّر سے پڑھا جاوے۔ کہ وعدہ کی آیت پر بقا اور وعید کی آیت پر فنا کی حالت طاری ہو جائے۔ یعنی قرآن مجید اس کی استعداد کے موافق اس کا حال بن جائے۔ اور قال سے نکل جائے۔ لکھا ہے۔ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے ایک دوست سورہ مزمل پڑھ رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا۔ اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا۔ تو امام صاحبؓ کا رنگ بدل گیا۔ سانس رک گیا۔ جیسے کسی نے گلا گھونٹ دیا بیہوش

ہو کر گر پڑے۔ دیر کے بعد ہوش آئی۔ کبھی کبھی ہمارا بھی ایسا ہی حال ہوتا تھا۔ افسوس کہ اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مگر قرآن مجید ویسے ہی جوان ہے۔

فرمایا۔ کہ جس طرح آفتاب کی گرمی آتشی شیشے کے بغیر روئی کو جلا نہیں سکتی۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلعم کے عشق و محبت کی آگ شیخ کی محبت و عشق کے بغیر طالب کے دل میں شعلہ نہیں مارتی۔ جو لوگ ضرورت شیخ کے منکر ہیں۔ وہ کیا جانیں وہ اس بازار میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ اگر وہ اس بازار کی سیر کریں۔ تو ان کے دل کی آنکھیں روشن ہو جاویں۔

فرمایا۔ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ حضور قلب کے بغیر نماز کامل نہیں۔ جب اول اول نماز میں ذوق آنے لگتا ہے۔ تو کبھی یہ حضور آتا ہے کبھی نہیں۔ مگر جب یہ حضور اس کا حال بن جاتا ہے۔ تو پھر حضور دائمی ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جس وقت نماز میں اللہ تعالےٰ کو قلبی رویت سے اپنے سامنے دیکھتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ کی ہیبت اس کے دل پر غالب آ کر تمام خطرات کو دل سے نکال دیتی ہے۔ اور نمازی کو دنیا و مافیہا سے نکال کر دوسرے عالم میں لے جاتی ہے۔ اور کمال استغراق اور بیخودی میں اس کو وہ لذت آتی ہے۔ جس کا بیان وہی شخص جانتا ہے۔ جو ایسی نماز ادا کرتا ہو۔ دوسرے کیا جانیں۔ اس کا حال اس شعر کے مصداق ہو جاتا ہے۔ شعر

شب مہتاب بادِ خوش لبِ دریا صنم در بر — کجا دانند حالِ ما غریقان تموّجہا

فرمایا۔ کہ امراض قلبی میں سے دو مرضیں اس قسم کی ہیں۔ جو تمام امراض کی جڑ ہیں۔ اگر ان کا علاج ہو جائے۔ تو باقی تمام امراض دور ہو جاتے ہیں۔ ایک خود بینی۔ دوسرے بد بینی۔ جہاں تک ہو سکے ان کا علاج کرنا چاہئے۔ ان مرضوں کا علاج نہ تو جسمانی امراض کے حکیم و طبیب کر سکتے ہیں۔ نہ علماء ظاہر۔ کیونکہ وہ خود ان امراض میں گرفتار ہیں۔ بلکہ ان امراض کی شفا اللہ تعالےٰ نے علماء ربانی اور اہل اللہ اور شیوخ کامل و مکمّل کے ہاتھوں میں اور ان کے نفوس پاک میں رکھی ہے۔ جو ان امراض سے شفا چاہتا ہے۔ وہ روحانی حکیموں کو تلاش کرے۔ اور ان کا غلام بنے۔

فرمایا۔ کہ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ - دُعا عبادت کا مغز اور اصل ہے۔ مگر دعا کے لئے ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں وہ دل اور ہاتھ اور وجود پیش نہ کرو۔ جو سراپا گناہوں میں لتھڑا ہوا ہو۔ بلکہ پاک ہاتھ اور دل سے اس کے حضور میں دعا کرو۔ تاکہ جلدی قبول ہو۔ اگر تم ایسے نہیں۔ تو پھر ان لوگوں سے توسل اور تعلق پیدا کرو جن کا بال بال اللہ تعالےٰ کے ذکر اور محبت سے پاک وصاف ہو چکا ہے۔ اور ان کو ہر وقت اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں قرب اور معیت حاصل ہے۔ ان کے دل کو اپنے اوپر مہربان کرو۔ تاکہ وہ تمہارے لئے دعا کریں۔ کہ مقبول رارد نباشد سخن۔

فرمایا۔ کہ انسان فطرت میں مقلد پیدا کیا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ مجرموں کی صحبت میں بیٹھ کر ان کے برے افعال کی تقلید میں تمام عمر برباد کر کے دونو جہان کی ذلت اور خواری مول لے لیتا ہے۔ کیوں نہیں نیک لوگوں کی اور ان کے نیک عمال کی تقلید کرتا۔ کہ دونو جہان کی عزت اور آبرو حاصل ہو۔

فرمایا۔ طالب کو لازم ہے۔ کہ اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ اور محاسبہ کرتا رہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ غافل ہو جائے۔ اور نفس موقعہ پاکر اس کو ہلاکت میں ڈال دے۔ نفس بڑا مکار ہے ہر دم گھات میں لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے بچاوے۔

فرمایا۔ کہ دوستوں کو آپس میں فی اللہ محبت ہونی چاہئے۔ کوئی دنیاوی غرض درمیان نہ ہو۔ اور اس محبت کا ادنےٰ درجہ یہ ہے۔ کہ اپنے فی اللہ بھائی کے عیب ڈھانپے اور اس کے ہنر کو ظاہر کرے۔ بلکہ دوسرے دوست کو سراپا ہنر اور اپنے آپ کو سراپا عیب ونقص تصور کرے۔

فرمایا۔ جب دوست خواجگان قدس سرہم کا شجرہ شریف پڑھتے ہیں۔ اور اس میں میرا نام بھی لیتے ہیں۔ تو اپنی حالت کو دیکھکر شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ کہ ایسے پاک وجودوں کے زمرہ میں کیا میری ہستی۔ مگر یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں سے جب اس بڑھیا عورت کا حال یاد آجاتا ہے۔ تو دل کو تسلی آجاتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ خریداروں کی صف میں تو ہیں، ۔ اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ۔ لَعَلَّ اللہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا۔

توجہ میں صالحین کو دوست رکھتا ہوں گو خود ان میں سے نہیں تعریف کے اللہ تعالےٰ انکے طفیل مجھے بھی صلاحیت عطا فرمائے

فرمایا۔ کہ ابتداء حال میں اہل دل اور اہل حال بزرگوں کی کتابوں کا از حد شوق تھا احیاد العلوم مثنوی مولانا روم اور تحفۃ العاشقین ہر وقت مطالعہ میں رہتی تھیں۔ ان سے بہت فائدہ ہوا۔ احیاء العلوم سے نہایت ہی مستفید ہوا۔ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ میرے کتابی پیر ہیں۔ ان کی میں نے کئی دفعہ خواب میں بھی زیارت کی ہے۔ کمال شفقت فرماتے رہے۔ اور روحانی فیوض و برکات سے ممنون فرماتے رہے۔

فرمایا۔ بعض اوقات حد سے زیادہ مفلسی اور تنگدستی کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ کَادَ الفَقرُ اَن یَکُونَ کُفرًا مشہور ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے بچاوے۔ اسی واسطے مبتدی متاہل کے لئے لازم ہے۔ کہ وجہ معاش کے اسباب کا پابند رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ کا امر آجاوے۔

فرمایا۔ کہ صبح کی نماز کے بعد اشراق تک مراقبہ میں مشغول رہنا ترقیات کا موجب ہے۔ اس واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد تنہا گوشہ میں بیٹھ کر خدا تعالےٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ اور کوئی دنیا کی کلام نہ کرے۔ پھر جب سورج اچھی طرح نکل آئے۔ تو اشراق کے نفل ادا کرے۔ اس کو حج اور عمرہ قبول ہوئے ہوئے کا ثواب ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ اس قیمتی وقت کو ضائع نہیں کرتے۔ اور اس کی بہت حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا بڑا احسان ہے۔ کہ اس نے ہمارے دوستوں کو ایسے عمدہ وقت میں مراقبہ و ذکر کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔

فرمایا۔ کہ جس شخص کی صحبت میں تمہارے دل میں دنیا کی محبت اور خواہشات نفسانی غالب آئیں۔ اس کی صحبت کو زہر قاتل سمجھو۔ اور اس سے بچو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور جس کسی کی مجلس میں خدا یاد آئے۔ دنیا کی محبت سے دل سرد ہو۔ آخرت کا شوق بڑھے۔ اس کی مجلس کو لازم پکڑو۔ وہ اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اس سے دونوں جہان کے فائدے حاصل ہوں گے۔

فرمایا۔ کہ نماز تہجد۔ تلاوت قرآن مجید۔ تنہائی میں ذکر کے وقت رونا اور زاری کرنا۔

عاشقانِ الٰہی کے لئے سرمایہ ہے۔ اس کی وہی لذت جانتا ہے۔ جو اس درد میں مبتلا ہو۔ دوسرا کیا جانتا ہے۔ درد نہایت اعلےٰ چیز ہے۔ مولانا عطارؒ فرماتے ہیں۔ ؎

کفر کافر را و دین دیندار را　　ذرۂ دردے دلِ عطار را

فرمایا۔ کہ ظاہری باطنی انعام اور کمال جس کسی کو ملا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان کی محبت۔ اور ان کے دروازہ سے ملا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اور سب دروازے بند کر دئے ہیں۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دروازہ کھلا ہے جو اللہ تعالےٰ کو ملنا چاہتا ہے۔ اس کو اس دروازے سے گذرنا چاہئے۔ ورنہ محال ہے۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا　　تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

فرمایا۔ کہ یہ جو بابا فریدؒ شکر گنج کے متعلق مشہور ہے۔ کہ کچے دھاگے سے کنوئیں میں لٹکے رہے۔ اُس کچے دھاگے سے پیشوا کی محبت مُراد ہے۔ پیشوا کی محبت ہی سے سب کام درست ہوتے ہیں۔ اگر یہ ٹوٹ گئی۔ تو پھر ایسے کنوئیں میں گرتا ہے۔ جس سے نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے جو پیشوا کی طرف سے بدظن کریں۔ دور بھاگنا چاہئے

فرمایا۔ کہ مومن کو دنیاوی مال و اسباب سے بڑھ کر اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اور اس کو فانی دنیا کے بدلے بیچنا نہ چاہئے۔ ایمان بہت اعلےٰ اور باقی رہنے والی دولت ہے۔ اسی پر سارا دارومدار ہے۔ اگر یہ دولت دشمن لوٹ کر لے گیا۔ تو پھر کچھ بھی نہیں۔ سارے جہان کی بادشاہی کی قیمت ایک رائی کے دانہ جتنے ایمان کی قیمت بھی نہیں ہو سکتی۔

فرمایا۔ کہ دعا کا مانگنا اللہ تعالےٰ اور بندے کے درمیان ایک قوی رابطہ ہے۔ اس سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ راضی ہوتا ہے۔ اگر قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ آخرت کا ذخیرہ بن جائیگی۔ اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ سے فضول اور بیہودہ امر کی دعا نہ کرے۔ اس کی عظمت اور جلالیت اور کبریائی کو مدنظر رکھ کر اس کی شان کے شایاں دعا مانگے اس کی بارگاہ میں کسی شے کی کمی نہیں ہے۔ مگر جس قدر کسی کو ضرورت ہو۔ اور اس کے

لئے بہتر ہو. عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالےٰ بندوں کی بہتری ان سے زیادہ جانتا ہے۔

فرمایا۔ اگر کسی دوست سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ تو اتنا ہی کرے۔ کہ تھوڑا سا وقت صبح کی نماز کے بعد اور تھوڑا سا وقت عصر یا شام کے بعد اللہ تعالےٰ کا ذکر کر لیا کرے اس طرح کرنے سے اللہ تعالےٰ درمیانی شبا روزی اوقات کو ذکر ہی میں شامل کر لیتا ہے اور اس کا نام ولیوں میں داخل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ توفیق دے۔

فرمایا۔ کہ ذاکر کو صرف اسی قدر کھانا چاہئے جس سے عبادت کرنے کی طاقت پیدا ہو۔ اتنا نہ کھائے کہ بوجھ کے مارے اٹھ بھی نہ سکے۔ کھانے کا مقصود طاقت اور طاقت سے مقصود عبادت الٰہی ہے۔ جو انسان کی پیدائش سے غرض ہے۔ ؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است   تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

اور نہ ہی اتنا کم کھائے۔ کہ ضعف کے مارے اٹھنا محال ہو جائے۔ اعتدال پسند ہے۔ ؎

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید   نہ چندانکہ از ضعف جانت بر آید

فرمایا۔ تمام رات سوتے رہنا اور کچھ وقت بھی نہ جاگنا عاشقان الٰہی کا کام نہیں۔ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ یَا دَاوٗدُ مَنْ اِدَّعٰی مُحَبَّتِیْ وَنَامَ لَیْلَۃً فَقَدْ کَذَبَ۔ اے داؤد علیک الصلوٰۃ والسلام جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے اور پھر تمام رات سوتا رہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ تفسیر رُوح البیان میں لکھا ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی والدہ ماجدہ نصیحت فرمایا کرتی تھی۔ کہ بیٹا رات کو زیادہ نہ سویا کرو۔ کیونکہ جو دنیا میں رات کو زیادہ سو لے گا۔ قیامت کے دن مفلس اٹھیگا۔

فرمایا۔ کہ توکل ظاہری اسباب کے ترک کر دینے کا نام نہیں۔ بلکہ دل سے اسباب کا نکال دینا ہے۔ یعنی ان کو مقصود اصلی نہ سمجھے۔ مقصود اللہ تعالےٰ ہی ہو۔ اور اسباب کو درمیان میں غیر مقصود جانے۔ اللہ تعالےٰ کی حکمت اور قدرت اسباب کے پردوں کے پیچھے اپنا کام کرتی ہے۔ ہاں جب اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسباب کو درمیان سے اٹھا دے۔ تو یہ اعلےٰ دولت ہے۔

فرمایا۔ کہ پہلے خود عمل کرو۔ پھر دوسروں کو اس کے کرنے کی ترغیب دو۔ ورنہ کچھ فائدہ

نہ ہو گا۔ بھلا جو شخص خود بیمار ہو۔ وہ دوسروں کا علاج کیا کریگا۔ اور جو خود وعظ و نصیحت کا محتاج ہو۔ وہ دوسروں کو کیا نصیحت کرے گا۔

فرمایا۔ دنیا کا ساز وسامان۔ آسائش و آرام اور اہل وعیال وغیرہ سب اللہ تعالےٰ کا انعام ہے۔ مگر ان سب سے بڑھ کر اعلےٰ دولت جسمانی اور روحانی صحت ہے۔ ایک شخص کے پاس ہزارہا نعمتیں موجود ہوں۔ مگر وہ خود بیمار ہو۔ تو اس کے کس کام۔ یہی حال دل کی بیماری کا ہے۔ کہ عبادت و ذکر سے روک دیتی ہے۔

فرمایا۔ کشف یہ نہیں ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں کی باتیں معلوم کرے۔ یا ان کے عیوب کو ٹٹولتا رہے۔ اور اگر بالفرض یہ بات حاصل ہو بھی جائے۔ تو بھی کسی کے عیوب کا ظاہر کرنا منع ہے۔ اور گناہ ہے۔ بلکہ کشف یہ ہے۔ کہ طالب کا روح عالم ناسوت سے پرواز کر کے عالم ملکوت اور لاہوت کا سیر کرے۔ اور وہاں کے مشاہدات کا بے حجاب معائنہ کرے۔

فرمایا۔ کہ فقیر وہ نہیں جو لوگوں کو غیب کی باتیں بتائے۔ اور اس طرح لوگوں کا اعتقاد اپنے حق میں مضبوط کرے۔ بلکہ فقیر وہ ہے۔ جو لوگوں کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلائے۔ اور اس کا کوئی کام شریعت حقہ اور سنت سنیہ کے مخالف نہ ہو۔ اصل فقیر وہی ہے۔ جو شریعت کا پابند ہو۔ غیر شرع فقیر سراسر مسخرہ شیطان ہے۔ ان سے بچنا چاہئے۔ یہ لوگ ایمان کے لٹیرے اور ڈاکو ہیں۔

فرمایا۔ اگر علماء کی مجلس میں جاؤ۔ تو اپنی زبان کو نگاہ رکھو یعنی خاموش رہو۔ اور عالم کی باتوں کو سنو۔ اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور اگر اہل اللہ کی مجلس میں جاؤ۔ تو اپنے دل کو نگاہ رکھو۔ یعنی اس میں غیر خیال نہ آنے دو۔ کیونکہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں ان کی وعظ حال سے ہوتی ہے نہ قال سے۔ ان کی خاموشی ہی سراسر وعظ ہوتا ہے۔

فرمایا۔ کہ ہمارے سیدنا و مرشدنا قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر مکھن کھانے سے دانت گھستے ہیں تو گھسنے دو۔ اگر اللہ اللہ کرنے پر لوگ ہنستے ہیں تو ہنسنے دو۔ یعنی لوگوں کے ہنسنے اور ٹھٹھا کرنے پر اللہ تعالےٰ کا ذکر نہ چھوڑو۔ وہ اپنا کام کریں تم اپنا کام کرو۔

فرمایا۔ سفر تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ محض دنیاوی بیوپار اور تجارت کے لئے سفر کریں۔ دوسرے یہ کہ تجارت بھی ہو۔ اور خدا یاد بھی۔ تیسرے یہ کہ محض رضاء الٰہی کے لئے سفر کریں۔ یہ اہل اللہ کا سفر ہے۔ اور اعلیٰ سفر ہے۔ اس سے اعلیٰ ایک اور باطنی سفر ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ اخلاق رذیلہ سے صفات حمیدہ کی طرف سیر کرے۔ اور دن رات زیادہ زیادہ ترقی کرے۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ۔ جس کے دونوں دن یعنی آج کا اور کل کا برابر ہیں وہ گھاٹے میں ہے۔

فرمایا۔ جو عمر گذر چکی وہ واپس آنے کی نہیں۔ اور جو آئندہ آنے والی ہے۔ اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پس یہی وقت جو موجود ہے۔ اسی میں جو کچھ کرنا ہے کرلو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَلدُّنْیَا سَاعَةٌ اِجْعَلْھَا طَاعَةً۔ دنیا ہی ایک ساعت ہے۔ جو گذر رہی ہے۔ اس میں جس قدر ہو سکے عبادت کرلو۔

فرمایا۔ جو لوگ بیگانی عورتوں کی محبت کو عشق مجازی کہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں۔ بلکہ یہ فسق و فجور اور شیطانی کام ہے۔ اس سے کبھی عشق حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔ عشق مجازی اپنے پیشوا کی محبت اور عشق ہے۔ اس میں جس قدر ترقی کرے گا۔ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالےٰ کا عشق حاصل ہوگا۔

فرمایا۔ امیروں اور دنیاداروں کی تعظیم و تکریم اس خیال سے کہ ان سے کوئی دنیاوی فائدہ یا مقصود حاصل ہو۔ منع ہے۔ اور شرک خفی ہے۔ ہاں ان سے میل جول اور محبت کرنا اس خیال سے کہ تمہاری محبت سے وہ لوگ خدا یاد ہو جائیں۔ اور نیک بن جائیں۔ تو بہت ہی ثواب کا کام ہے۔

فرمایا۔ ذاکروں کا اصلی کھانا یہ ہے۔ کہ حلال ہو۔ اور وضو کے ساتھ پکا ہو۔ ذکر ہی کے ساتھ کھائیں۔ اور ذکر کے ساتھ ہضم کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اَذِیْبُوْا طَعَامَکُمْ بِذِکْرِ اللہِ۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے ساتھ طعام کو ہضم کرو۔

فرمایا۔ بعض درویش گوشت کے ٹکڑے کو جو صنوبری شکل انسان کے بائیں پہلو میں ہے دل کہتے ہیں۔ اور پھیپھڑے کی حرکت کو قلب کا جاری ہونا سمجھتے ہیں۔

یہ ان کی غلطی اور بے علمی ہے۔ دل اصطلاح تصوّف میں ایک جوہر روحانی ہے۔ جو کثرت ذکر اور تصفیۂ تزکیہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ایک ملکہ دراکہ ہے جس سے عجیب وغریب علوم واسرار اور مکاشفات کا انکشاف ہوتا ہے۔ مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی میں اسی دل کیطرف اشارہ کرکے فرمایا ہے۔ شعر

دل چہ ہست آن جوہر روحانی است   دل نہ از جسم است ونے جسمانی است

فرمایا۔ فقیر کو لازم ہے۔ کہ جو کام کرے۔ استقامت کے ساتھ کرے۔ جب خدا تعالےٰ کی یاد میں مصروف ہو۔ تو کسی اور طرف متوجہ نہ ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ فقیر جب خدا کی یاد میں مصروف ہوتا ہے۔ تو نفس خطرہ میں ڈالتا ہے۔ کہ تو حجرہ میں پڑا جو خدا کو یاد کرتا ہے بھلا تیری اس یاد خدا سے خلق خدا کو کیا فائدہ پہنچا۔ تو نے علم سیکھا کیوں تو باہر نکلکر مخلوق کو بھی عبادت کیطرف راغب نہیں کرتا۔ غرضیکہ وہ نفس کے دھوکہ میں آکر باہر نکلتا ہے۔ امورات دنیا میں مشغول ہوتا ہے۔ اور خدا کی ذات سے جدا ہو جاتا ہے۔

فرمایا۔ ہمارا ایک نہایت ہی مخلص دوست تھا۔ کچھ عرصہ اس کی طرف سے خطوط کا سلسلہ بند رہا۔ صبح کی نماز کے بعد جب توجہ کی جاتی۔ تو وہ توجہ اکثر واپس آجاتی۔ آخر فقیر نے بذریعہ خط دریافت کیا۔ کہ تمہارے ذکر اللہ سے غافل ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس نے لکھا کہ حضور خطرات نفس بہت آتے ہیں۔ ہر چند ہٹاتا ہوں۔ مگر ہٹتے نہیں۔ اس لئے ذکر بھی نہیں کرتا۔ کہ جب تک دل پاک نہ ہو۔ ذکر کیسے کروں۔ فقیر نے اس کی طرف لکھا۔ کہ دل کو پاک بھی اللہ کے ذکر سے ہی کیا جاتا ہے۔ جوں جوں ذکر کروگے۔ توں توں خطرات دور ہوتے جائیں گے۔ تم نے گداگروں کو دیکھا ہوگا۔ کہ ایک ہاتھ میں کاسہ ہوتا ہے۔ دوسرے ہاتھ میں لاٹھی بھیک لینے کی خاطر کاسہ کو بھیک دینے والے کی طرف بڑھاتے رہیں۔ اور دوسرے لاٹھی والے ہاتھ سے کتوں کو ہٹاتے ہیں۔ کیونکہ اگر بھیک ہی کی طرف خیال رکھیں۔ اور کتوں کو نہ ہٹائیں تو ان کے کاٹ کھانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور اگر کتوں کو ہی ہٹاتے رہیں۔ اور بھیک دینے والے کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ تو بھیک سے محروم رہنے کا خوف۔ غرضیکہ ایک ہی وقت دونو کام کرنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح خالق کے ذکر میں بھی مشغول رہو! اور دل سے خطرات کو دور کرتے رہو

اس طرح خطرات دور ہو جاویں گے۔ اور دل بھی اللہ کے ذکر سے پاک ہو جاویگا۔

فرمایا۔ حقیقی اور صادق طالب وہ ہوتا ہے۔ جو کوشش اور کمال ہمت سے تمام نفسانی مرادوں کو مٹادے۔ اور حق تعالےٰ کی محبت میں تمام نفسانی خواہشوں اور آرزوؤں کو تباہ کردے۔ اور جو کچھ خداوند کریم چاہے۔ اس پر راضی اور خوش رہے۔ اور اس بات کی آرزو نہ کرے۔ جو حق تعالےٰ سے حجاب کا باعث ہو۔

فرمایا۔ دنیا اہل دنیا کے واسطے دھوکا اور سراسر غرور ہے۔ آخرت زاہدوں کے لئے سرور ہی سرور ہے۔ اور اہل معرفت کے لئے اللہ تعالےٰ کی خوشنودی نور ہی نور ہے۔

فرمایا۔ علم بڑی دولت ہے بشرطیکہ اس شخص سے حاصل کرنا چاہئے۔ جو علم سے معلوم کو پہنچ گیا ہو لیکن جو شخص فخر حاصل کرنے کی خاطر علم حاصل کرتا ہے۔ اور اس تحصیل علم سے اپنی بڑائی اور زینت چاہتا ہے۔ تاکہ مخلوق خدا میں مقبول و پسندیدہ ہو۔ وہ دن بدن حق تعالےٰ سے دور اور مہجور ہوتا جاتا ہے۔

فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالےٰ کو جانتا ہے وہ اُس کے سوا کسی اور کے ذکر میں زبان نہیں کھول سکتا۔ سب سے کمتر چیز جو عارف کیلئے لازمی ہے یہ ہے کہ دنیادی مال و متاع اور عزو جاہ و ملک سے بیزار ہو جائے۔ اصلی حق تو یہ ہے۔ کہ اگر اس کی محبت و دوستی میں دو نو جہان ترک کر دئے جائیں۔ تو بھی تھوڑا ہے۔

فرمایا۔ تین چیزیں تمہاری محبت و دوستی کو تمہارے دوستوں کے دل میں زیادہ اور پختہ کرنے والی ہیں۔ جب اُن سے ملو سلام مسنون کہنے میں پیش دستی کرو۔ ان کو عمدہ اور پسندیدہ نام سے بلاؤ۔ اور اپنی مجلس میں ان کے لئے جگہ کشادہ کرو۔

فرمایا۔ دوستو۔ جوانی کے وقت کو غنیمت جانو۔ اور خوب کام کرو۔ اس سے پہلے کہ تمہیں بڑھاپا آجائے۔ اور کمزور ہو جاؤ۔ اور پھر ایسی کمی میں رہ جاؤ۔ جیسا کہ میں رہ گیا ہوں۔ یہ اس وقت آپ نے فرمایا جس وقت آپ باوجود پیرانہ سالی کے بھی ایسی عبادت کرتے تھے۔ کہ نوجوان بھی آپ کی سی عبادت نہیں کرسکتا تھا۔

فرمایا۔ سب سے بڑی قوت یہ ہے۔ کہ انسان اپنے نفس پر غالب آئے۔ اور اس کو

اپنا مطیع بنائے۔ جو شخص اپنے نفس کو ادب سکھانے سے عاجز رہا۔ وہ دوسروں کے نفس کی کیا اصلاح کریگا۔ یا ادب سکھائیگا۔

فرمایا۔ جو شخص لوگوں سے بہت زیادہ میل جول رکھتا ہے اس میں صدق بہت کم ہوتا ہے۔ سب سے اچھا خلق یہ ہے کہ اسکے ہاتھ سے مخلوق کو تکلیف نہ پہنچے بلکہ اگر لوگوں کی طرف سے اسکو تکلیف پہنچے۔ تو برداشت کرے۔ بغیر اس کے کہ کینہ رکھے یا بدلہ لے۔

فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے دوستوں کا دل حق تعالےٰ کے بھید کا مقام ہے۔ اور جس دل میں دنیاوی محبت ہو۔ اس میں اللہ تعالےٰ اپنا بھید نہیں رکھتا۔ پس دلوں کی نگہبانی کرو۔ کیونکہ جب تک دل کی حفاظت نہ کی جاوے۔ یہ نعمت حاصل نہیں ہوسکتی۔

فرمایا۔ کوئی شخص ایسا نہیں۔ کہ معرفت طلب کرے۔ اور پھر محروم رہے۔ اگر سارا نہیں ملے گا۔ تو کچھ نہ کچھ ضرور مل رہے گا۔ اور صادق فقرا کی یہ نشانی ہے۔ کہ نہ وہ سوال کرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی سے لڑتے جھگڑتے اور بحث مباحثہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان سے لڑے جھگڑے۔ تو وہ خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

فرمایا۔ انسان کا ایمان اس وقت درست ہوتا ہے جبکہ انسان نفس و ہوا اور طبیعت اور تمام مخلوق سے آزاد ہو جاوے۔ اپنے جیسی مخلوق پر بھروسہ نہ رکھے۔ بلکہ خالق کے ساتھ یقین محکم رکھے۔ کہ نفع و نقصان اور روزی کا مالک وہی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اور ہمیشہ اسی کی طاعت اور فرمانبرداری میں لگا رہے۔
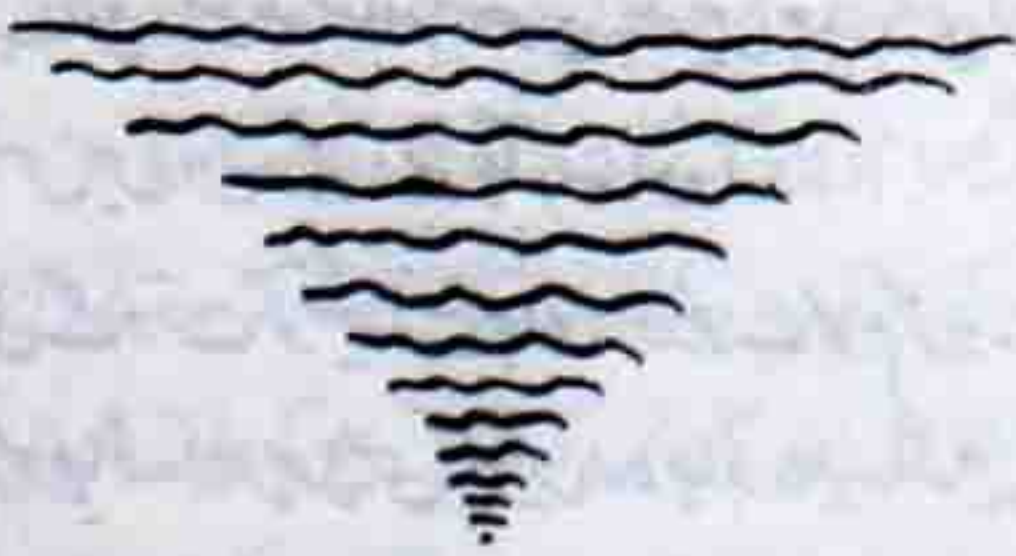
باب سوم ـ معمولات

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب ارشاد باری تعالیٰ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت و فرمانبرداری پر دل وجان سے فدا رہے۔ اور اکثر ارشاد فرماتے۔ کہ جناب حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنت نبوی کی متابعت کیلئے بہت تاکید فرمایا کرتے تھے اور خود بھی اس متابعت پر تا حین حیات شدت کیساتھ قائم رہے۔ فقیر کا بھی وہی معمول ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا و التجا ہے۔ کہ حق تعالیٰ تا دم آخریں اس نعمت عظمیٰ کی استقامت بخشے۔ کوئی شخص بغیر اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات نہیں حاصل کرسکتا۔ یہ مسلّمہ و متفقہ فیصلہ ہے۔

آپ کی اوائل عمر ہی سے یہ عادت مبارک تھی۔ کہ نصف شب کے بعد بیدار ہوتے اور یہ دعا مسنونہ پڑھتے۔ الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ البعث والنشور۔ اور یہ آیت مجید بھی تلاوت فرماتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ

اس کے بعد قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے۔ پہلے بایاں پاؤں رکھتے پھرایاں اور دعائے مسنونہ پڑھتے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اور بیٹھتے وقت بائیں پاؤں پر زور رکھتے۔ بعد فراغت طاق ڈھیلوں سے استنجا فرماتے۔ اور دل میں یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قَلْبِيْ مِنَ النِّفَاقِ وَحَصِّنْ فَرْجِيْ مِنَ الْفَوَاحِشِ۔ جب بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے۔ تو پہلے داہنا پاؤں باہر نکالتے۔ اس کے بعد پانی سے استنجا کرتے اور بعدہٗ روبقبلہ بیٹھ کر وضو فرماتے

طریق وضو

ہاتھ دھونے سے پیشتر یہ دعا پڑھتے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام۔ الاسلام حق والکفر باطل

ہاتھ دھوتے کے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْیُمْنَ وَالْبَرَكَةَ وَاَعُوْذُبِكَ
مِنَ الشُّوْمِ وَالْھَلَكَةِ۔ پھر اول داہنے ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ پھر بائیں پر۔ پھر دونوں کو ملا کر دھوتے
پھر مضمضہ (کلی)، بطریق مسنون کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَعَلٰی
تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَعَلٰی صَلٰوةِ حَبِیْبِكَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ اور استنشاق (ناک میں پانی
ڈالنا)، بھی تین مرتبہ تازہ پانی سے جدا جدا کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ
وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَاٰلِهِ الْاَبْرَارِ عَلَیْهِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوةُ۔ بعد
اس کے پیشانی پر آہستگی سے پانی ڈالتے اور منہ دھونے کے وقت دستار مبارک ذرا پیچھے ہٹا
دیتے۔ تاکہ چوتھائی سر برہنہ ہو جاوے۔ منہ دھونے کے وقت بڑی احتیاط فرماتے۔ کہ کپڑوں پر
پانی کا قطرہ نہ پڑے۔ نہایت آہستگی سے پانی ڈالتے۔ منہ دھوتے وقت آپ یہ دعا پڑھتے۔
اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ بِنُوْرِكَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهُ اَوْلِیَائِكَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ بِظُلُمَاتِكَ
یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِكَ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد
ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ۔ ریش مبارک کا خلال بھی فرماتے۔ اس کے بعد دایاں و بایاں ہاتھ
کہنیوں تک دھوتے اور تین تین مرتبہ خوب ہاتھ پھیرتے۔ تاکہ کہیں سے خشک نہ رہ جاوے۔
داہنے ہاتھ کے وقت یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ كِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ
حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ
اَنْ تُعْطِیَنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ۔ پھر آپ سر مبارک کا مسح فرماتے۔ اور یہ
دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَاَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ
عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد
ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ۔ پھر آپ دونوں کانوں کا مسح اندر باہر نئے پانی سے کرتے۔ اور
یہ دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ
اَللّٰھُمَّ اَسْمِعْنِیْ مُنَادِیَ الْجَنَّةِ مَعَ الْاَبْرَارِ۔ اس کے بعد گردن کا مسح اسی پانی سے انگلیوں
کی پشت سے کرتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ فُكَّ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ السَّلَاسِلِ
وَالْاَغْلَالِ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ

پھر آپ دایاں و بایاں پاؤں ٹخنوں سے اوپر تک دھوتے۔ دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتے، اور بائیں ہاتھ سے پاؤں کی انگلیوں کو نیچے کی طرف سے اوپر کو خلال کرتے۔ اور خلال دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کرکے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرتے۔ پاؤں دھوتے وقت ہر مرتبہ اس طرح ہاتھ پھیرتے کہ گویا پاؤں خشک ہو جاتا۔ دایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ وَقَدَمَيَّ وَالِدَيَّ عَلَى صِرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ يَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ فِي النَّارِ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمداً عبده ورسوله علیه الصلوٰۃ والسلام۔ اور بایاں پاؤں دھوتے وقت یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تَزِلَّ قَدَمِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِي النَّارِ اشهد ان لا اله الا الله واشهد اَنَّ محمداً عبده ورسوله علیه الصلوٰۃ والسلام وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ الْجَنَّةِ النَّعِيْمِ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ وَاجْعَلْنِيْ عَبْدًا شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِيْ اَنْ اَذْكُرَكَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّاُسَبِّحَكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ پھر اعوذ اور بسم اللہ اور سورہ الم نشرح و قدر پڑھتے اور پھر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اشْفِنِيْ بِشِفَائِكَ وَدَاوِنِيْ بِدَوَائِكَ وَعَافِنِيْ مِنَ الْبَلَاءِ وَاعْصِمْنِيْ مِنَ الْاَهْوَالِ وَالْاَمْرَاضِ وَالْاَوْجَاعِ ط۔

نماز و اوراد شبا روزی

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب وضو سے فارغ ہوتے تو نماز کے واسطے روبقبلہ بہ تمام ہمت متوجہ ہوتے۔ اپنے دونوں پاؤں کے درمیان چار انگشت سے زیادہ فاصلہ نہ فرماتے۔ کہ آئمہ اربعہ مجتہدین کے نزدیک یہی مستحب ہے۔ بوقت تکبیر تحریمہ اپنے دونوں ناخنوں کو کانوں کی لو تک لے جاتے۔ آپ کی تمام انگشتیں روبقبلہ ہوتیں۔ ہاتھ زیر ناف باندھتے، اور دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا فرماتے۔ اس کے بعد نماز تہجد پڑھتے۔ تہجد کی نماز میں اکثر آپ سورہ

یٰسین وسجدہ وملک ومزمل۔ واقعہ اور چار قل وغیرہ پڑھتے۔ گاہ بگاہ سورہ یوسف اور سورہ انبیاء بھی پڑھتے۔ کبھی کبھی بیخودی اور محویت کے عالم میں ایک ہی رکعت میں دو اڑھائی پارے قرآن مجید پڑھ جاتے۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر دعائیں مانگتے۔ جن میں تمام احباب کو شامل فرما لیتے۔ کبھی کبھی تہجد کی نماز کے بعد تھوڑی دیر استراحت بھی فرما لیتے۔ اور اکثر صبح تک ہی اپنے باطنی شغل میں شاغل رہتے۔ تہجد کی نماز آپ ہمیشہ بارہ رکعت پڑھتے تھے اخیر اسقام والام کے وقت کبھی آٹھ رکعت اور گاہ بگاہ چار رکعت بھی پڑھتے۔ دوستوں کو بھی نماز تہجد کے لئے بہت تاکید فرماتے۔ جن دوستوں کو قرآن مجید کی بڑی سورتیں حفظ نہ ہوتیں۔ انہیں ہر رکعت میں سہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے کو فرماتے۔ نماز تہجد سے فارغ ہو کر گاہ بگاہ آپ نہایت خوش الحانی سے مصری قرأت میں سورہ نوح اور سورۂ آل عمران کا آخری رکوع تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جس سے خواب غفلت میں سرشار رہنے والے بھی بیدار ہو جاتے۔ سورہ مائدہ بھی گاہ بگاہ تلاوت فرمایا کرتے۔ جب آیت ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم پر پہنچتے۔ تو بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی۔ ہاتھ پر ہاتھ مارتے۔ اور اس آیت مجید کا بار بار تکرار فرماتے۔ سامعین پر بھی کچھ ایسی حالت طاری ہو جاتی۔ جو بیان سے باہر ہے۔ سننے والا جسم لرزاں اور چشم رواں ہو جاتا۔ جب اس سے آگے قال اللہ ھٰذا یوم ینفع الصادقین صدقھم لھم جنٰت تجری من تحتہا الانھٰر خالدین فیھا ابدًا رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذالك الفوز العظیم۔ تلاوت فرماتے تو رنگ بدل جاتا۔ بشرہ سے انبساط وبشاشت ترشح ہوتی اور کچھ ایسی حالت معلوم ہوتی کہ جیسے کوئی بہت بڑی دولت ونعمت عظمےٰ کے حصول کا وقت ہے۔ گاہے گاہے مناجات بہادر شاہ جو انہوں نے حکیم سنائی کے اشعار پر تضمین فرمائی ہے۔ خود پڑھتے یا کسی دوست سے سنتے۔ جو کہ آپکو بہت پسند ومرغوب تھی۔ اسی لئے اس کتاب میں کسی دوسری جگہ درج کر دی گئی ہے۔ تاکہ سب احباب اس کے مطالعہ سے بھی محظوظ ہو سکیں اس کے بعد صبح کا ختم شریف جو کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے بموقع سفر حج بیت اللہ شریف وزیارت روضہ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم عالم رؤیا میں ارشاد فرمایا تھا۔ بمعہ دوستان

پڑھتے ختم شریف پڑھ چکنے کے بعد شجرہ شریف منظوم پڑھا جاتا۔ اگر وقت زیادہ ہوتا تو دوستوں
کو مراقبہ کے لئے ارشاد فرماتے۔ ورنہ صبح کی سنتیں پڑھتے اور بعدہٗ فرضوں کی جماعت خود امام
ہوکر ادا فرماتے۔ قرأت بہت طویل فرماتے۔ آپ کی خوش الحانی اور اس پر عربی لہجہ میں قرأت۔
سبحان اللہ۔ سامعین کے قلوب پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ اکثر افراد غیر از یاران طریقت
بھی جب کبھی آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تو کہتے۔ کہ سبحان اللہ۔ قرآن مجید کا پڑھنا آپ پر ختم
ہے۔ آپ کی قرأت حضور دل سے ہے۔ جو سننے والوں کے دل کو بھی مؤثر کئے بغیر نہیں رہتی۔
سامعین کی آنکھیں اللہ کے خوف سے آنسوؤں سے لبریز اور دل میں بے اختیار رقت پیدا
ہو جاتی۔ سنت نبوی کے مطابق آپ بالعموم صبح کی نماز میں طوال مفصل پڑھا کرتے۔ ہر ایک نماز
اول وقت ہی ادا فرمایا کرتے۔ بعد فراغت فریضۂ صبح چند مرتبہ آپ کلمہ طیبہ پڑھتے۔ دوست
بھی ساتھ شامل ہوتے۔ اور نہایت خوش الحانی سے باواز بلند پڑھتے۔ اس کے بعد آپ آیت
مبارک فسبحٰن اللہ حین تمسون وحین تصبحون پڑھتے اور ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔
سبحان اللہ۔ پھر ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیًا وحین تظھرون پڑھتے۔
اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ الحمد للہ پڑھتے۔ اس کے بعد ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاءِ و
المنکر ولذکر اللہ اکبر اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھتے اور پھر لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ
لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحی ویمیت وھو حیٌّ لا یموت بیدہِ الخیر
وھو علیٰ کل شئ قدیر۔ اس کے بعد ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی یٰایّھا
الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ پڑھتے۔ اور تمام دوستوں کے ساتھ باواز بلند
خوش الحانی سے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے۔ اس کے بعد
احباب کی طرف متوجہ ہو کر دست بدعا ہوتے۔ بعد فراغت نماز تمام احباب رخصت ہو جاتے۔
اور حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ خلوت میں تشریف رکھتے اور بمقتضائے حال تا اشراق اپنے
شغل باطنی میں مصروف رہتے۔ اس وقت کسی شخص کو خلوت خانہ میں جانے کی اجازت نہ ہوتی
تا وقتیکہ حضور عالی اشراق سے فارغ ہو کر خود دروازہ نہ کھولتے۔

بعد فراغت نماز صبح تنہائی میں پہلے تین مرتبہ حزب البحر پڑھتے۔ اس کے بعد ایک گھنٹہ

مراقبہ و استغراق میں رہتے۔ اور بعدازاں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بعد چار رکعت نماز اشراق ادا کرتے اور دعا فرماتے۔ اس کے بعد آپ اندرون خانہ تشریف لے جاتے۔ اور صرف تھوڑی دیر میں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر تشریف لاتے۔ تمام احباب و اصحاب حاضر ہوتے۔ ہر ایک سے آپ بڑی شفقت و مہربانی سے حالات پوچھتے اور اپنی توجہ مبذول فرماتے مجلس قائم ہو جاتی۔ اور مثنوی مولانا روم یا فیوض یزدانی مصنفہ جناب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ یا کیمیائے سعادت یا حکایات الصالحین میں سے کوئی ایک کتاب پڑھی جاتی۔ اس وقت آپ کی نظر کیمیا اثر سے حاضرین کو کچھ ایسی کشش روحی اور جذب پیدا ہوتا کہ جس کا بیان کرنا محال ہے۔ جس شخص پر آپ کی نظر پڑتی وہ آپ کی جلالیت سے آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اور آپ کی نظر کچھ ایسا کام کر جاتی۔ کہ غافل سے غافل بھی ذاکر ہو جاتا تھا۔ بعض دفعہ کتب مذکورہ کے سماع کے وقت ایسے ایسے نکات و اسرار بیان فرماتے۔ کہ مخالفین بھی سن کر حلقۂ غلامی میں داخل ہو جاتے۔ اور آپ کو استاد العارفین تسلیم کر کے اٹھتے اور اپنی زبان سے ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاءُ واللہ ذو الفضل العظیم کہتے ہوئے روانہ ہوتے۔ اس مجلس کے ختم ہونے پر آپ گھر تشریف لے جاتے۔ اور مہمانوں اور درویشوں کو روٹی تقسیم فرماتے۔ جب سب دوست کھانا کھانے سے فارغ ہو جاتے تو بعدازاں خود ما حضر تناول فرماتے۔ حضرت صاحب کے گھر کا کھانا نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ آپ کے غلاموں سے یقیناً ایسا کوئی شخص نہ ہوگا۔ جو اس لذت سے بے بہرہ رہا ہو۔ آپ ہمیشہ مسنون طریقہ پر کھانا تناول فرماتے اور دوستوں کو بھی تاکید فرمایا کرتے کہ حتی الامکان اتباع سنت کا خیال رکھا کریں۔ کہ اس میں دین و دنیا کی سعادتیں ہیں۔ کھانا شروع کرتے وقت یہ دعا پڑھتے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔ فاللہ خیرٌ حافظا وھو ارحم الراحمین۔ سورہ لایلاف بھی احیاناً تلاوت فرما لیتے۔ بعد از فراغ طعام یہ دعا پڑھتے۔ الحمد للہ الذی اطعمنا و اسقانا و اشبعنا و اروانا وجعلنا من المسلمین۔

اس کے بعد جناب قیلولہ فرماتے۔ دوستوں کو بھی اس سنت کی ادائیگی کی ترغیب و تشویق فرماتے۔ سبحان اللہ جناب سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سونا بھی عبادت ہے۔ خلاف سنت ہزاروں مجاہدے اور ریاضتیں کسی کام کی نہیں۔ اور یہ سونا محض اتباع سنت کی خاطر اللہ کریم کو اتنا مرغوب و پسند ہے۔ کہ جس کی قدر و قیمت کل قیامت کو معلوم ہوگی۔

ظہر کے وقت اٹھتے اور تازہ وضو کرتے۔ اور عبادت خانہ میں تشریف لاتے۔ دو رکعت تحیۃ الوضو ادا فرماتے۔ بعدہٗ چار رکعت نماز سنت گزارتے تھوڑی دیر دوستوں کا انتظار فرماتے مقامی دوست اور باہر سے آمدہ مہمان سب جمع ہوجاتے۔ اور نماز فریضہ خود امام ہو کر باجماعت ادا کرتے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت دو رکعت نفل ادا کرتے۔ اور مقتدیوں کی طرف رجوع فرما کر دعا فرماتے۔ اور پھر حلقہ ذکر ہوتا۔ حضرات خواجگان رحمہم اللہ تعالےٰ و اولیائے عظام کا ذکر خیر ہوتا۔ طالبان خدا سے فرداً فرداً احوال پوچھتے۔ ہر ایک کے حسب حال و خواہش سلوک ہوتا۔ اور موافق حال ارشاد فرماتے۔ دوستوں کو انتہائی محبت والفت و شفقت سے دیکھتے۔ بارہا ایسا ہوتا۔ کہ احباب کا مافی الضمیر خود ہی بیان فرما دیتے۔ اور اس پر نہایت اختصار سے ایسے پر معانی الفاظ اپنی زبان معارف بیان سے فرماتے۔ کہ طالبوں کے مقصد خود بخود ہی حل ہو جاتے۔ گاہے گاہے وقت ملتا تو اس وقت بھی تلاوت قرآن مجید فرماتے۔ اس کے بعد آپ عیدگاہ تشریف لے جاتے۔ وہاں پھر تازہ وضو فرماتے۔ اور جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدفیوضہٗ کی امامت میں تمام احباب کے ساتھ فریضۂ عصر ادا فرماتے۔ اس کے بعد تنہا بیٹھ کر استغراق و تفکر میں مشغول رہتے۔ شام تک اسی حالت میں گزارتے۔ ہاں اگر کوئی فی اللہ دوست دور دراز سے آیا ہوا ہوتا۔ تو اس کی طرف کچھ دیر توجہ فرماتے۔ ورنہ بہت کم گفتگو فرماتے۔ اور اس وقت کو ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیتے۔ جب شام کی اذان ہوتی۔ تو مسجد میں تشریف لاتے جناب صاحبزادہ صاحب امامت فرماتے۔ اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام دوستوں کے ساتھ اقتدا فرماتے۔ اکثر نماز فریضہ کے بعد دعائے مسنونہ فرما کر معاً سنت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ اور دو رکعت نماز سنت اور پھر دو رکعت نفل پڑھتے۔ اور پھر چھ رکعت نفل اوابین ادا فرماتے۔

تمام دوستوں کو بھی اوابین کے لئے بہت تاکید فرماتے۔ اور نوافل اوابین کے بہت بڑے فضائل بھی بیان فرمایا کرتے۔ تمام احباب کو اول رکعت میں آیتہ الکرسی اور دوسری میں تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے کو فرماتے۔ جن کو سورہ واقعہ یاد ہوتی۔ انہیں اوابین میں واقعہ بھی پڑھنے کی اجازت فرماتے۔ نوافل اوابین اداء فرما کر دعائے حزب البحر پڑھتے۔ پھر تمام دوستوں کے ساتھ ختم خواجگان نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پڑھتے۔ ختم شریف کے بعد شجرہ شریف منظوم کسی خوش الحان دوست کو پڑھنے کیلئے فرماتے۔ اور پھر قرآن مجید کی تفسیر کا درس شروع ہوجاتا کوئی ایک دوست قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتا۔ جس پر جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ فیوضہم تفسیر روح البیان سے تمام سامعین کو بہرہ ور اور مستفیض و مستفید فرماتے۔ اثناء تفسیر میں قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی زبان حقایق و معارف بیان سے نہایت پر اثر نکات وکلمات طیبات اور اسرار کا انکشاف فرماتے۔ بارہا آپ نے تفسیر روح البیان کا سماع فرمایا۔ اور علاوہ ازیں متعدد تفاسیر مثلاً رحمانی۔ قادری۔ خلاصتہ التفاسیر و تفسیر حقانی و کتب تصوف مذاق العارفین وکیمیائے سعادت و مثنوی مولانائے روم۔ حکایات الصالحین وغیرہ کا تو اتنا مطالعہ فرمایا کہ قرآن مجید کی طرح یہ بھی گویا حفظ تھیں۔ بلکہ تفسیر روح البیان بھی اسی طرح یاد تھی۔ جہاں کبھی کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ فی الفور حوالہ دیتے۔ کہ فلاں تفسیر میں فلاں آیت کے تحت یوں لکھا ہے۔ اور فلاں مفسر صاحب نے یوں لکھا ہے۔ تفسیر روح البیان کو آپ بہت پسند فرماتے تھے۔ یہ محض اللہ تعالےٰ کا عطیہ تھا۔ اور آپ کو کچھ ایسا فہم و ذہانت عطا ہوئی تھی۔ کہ جو کتاب ایک مرتبہ سن لیتے وہ ایسی یاد رہتی۔ کہ گویا حفظ کر لی ہوئی ہے۔ اکثر مجالس میں مثنوی مولانائے روم یا اسکا انتخاب موسوم بہ شجرۂ معرفت یا فیوض یزدانی واکسیر ہدایت اور مثنوی تحفتہ العاشقین اور حکایات الصالحین پڑھی جاتی تھیں۔ پڑھنے والا دوست جہاں کہیں پڑھتے پڑھتے کتابت کی غلطی یا کسی اور وجہ سے جھجکا فوراً بلاتوقف آپ تصحیح فرما دیتے۔ تفسیر قرآن مجید کے درس کے بعد دعائے خیر فرماتے اور نماز عشاء آپ اول وقت حسب معمول حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ پڑھتے۔ جناب حاجی الحرمین حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ فیوضہم امامت فرماتے۔ اور حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بمعیت تمام دوستان جماعت کے ساتھ فریضہ عشاء ادا کرتے۔ اس کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ادا فرماتے۔ بعدہٗ وتر بھی

پڑھ لیتے۔ اور نوافل سے فارغ ہو کر پھر عیدگاہ سے گھر تشریف لاتے۔ گرمیوں میں بعد عشاء عیدگاہ سے تشریف لاتے۔ اور موسم سرما میں مغرب و عشا اپنے گھر پر عبادت خانہ میں بمعہ تمام دوستوں کے ادا فرماتے۔ عشا کی نماز کے بعد جلدی ہی آپ استراحت فرمایا کرتے۔ اور سونے سے پیشتر سورہ الم سجدہ اور تبارک و چہار قل وغیرہ پڑھ لیتے۔ سورۂ فاتحہ آیت الکرسی اور آخری رکوع سورۂ بقر کا بھی اور علاوہ ان کے اور بھی کچھ آیات مجید تلاوت فرمایا کرتے۔

لیٹتے وقت مسنون طریق پر لیٹتے۔ وائیں پہلو پر لیٹتے اور دایاں ہاتھ دائیں رخسار مبارک کے نیچے رکھتے۔ اور ذکر الٰہی میں شاغل ہو جاتے۔ (یعنی ذکر قلبی سری میں) دوستوں کو بھی ارشاد فرمایا کرتے۔ کہ سوتے وقت ذکر الٰہی میں سویا کریں۔ غفلت کی مذمت اور یاد الٰہی کی تعریف میں اکثر آپ یہ اشعار بھی دوستوں کو سنایا کرتے تھے۔

غفلت از وے یک زماں صد مرگ داں   زندگی یاد است نزد عارفاں
حق چہ باشد یاد آں یزدانِ پاک   کے بداند قدرِ او ایں مشتِ خاک
ایں جہان و آں جہاں فانی بود   غیر یادش جملہ نادانی بود
یادِ او سرمایۂ ایماں بود   ہر گدا از یادِ او سلطاں بود
چیست سلطانی و درویشی بداں   یاد آں جاں آفرینِ انس و جاں
یاد او گر مونس جانت بود   ہر دو عالم زیر فرمانت بود

رات کا کھانا اکثر آپ عشا کی نماز کے بعد تناول فرمایا کرتے۔ یعنی شام سے عشا تک عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ اور دوستوں کو بھی مشغول رکھتے۔

جمعہ کی نماز

جمعتہ المبارک والے دن آپ سب سے پیشتر غسل فرماتے۔ اور پاکیزہ لباس زیب بدن مبارک فرماتے۔ ادائے سنت کی خاطر خوشبو یعنی عطر وغیرہ بھی استعمال فرماتے۔ مگر بہت قلیل مقدار میں اور تیل بھی لگاتے۔ اور نماز جمعہ سیدنا و مولنا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک پر ادا فرماتے۔ اور صلوٰۃ ظہر بہ نیت آخر ظہر بعد ادائے فریضہ جمعہ فرداً ادا کر لیتے

نماز جمعہ کے لئے آپ دوستوں کو تاکید فرمایا کرتے۔ اور اس کی فضیلت کے متعلق ارشاد فرماتے
کہ یہ دن بڑی عظمت والا ہے۔ حق تعالےٰ نے اس مبارک دن سے اسلام کو عظمت بخشی
ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے اس کو مختص فرمایا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آیت جمعہ میں ان تمام دنیاوی
امور کو جو جمعہ ادا کرنے میں مانع ہوں۔ حرام فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں جناب سید الانبیا حضرت
محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ امی وابی) کا ارشاد پاک بھی ہے۔ کہ اللہ کریم نے
تم پر جمعہ فرض فرمایا۔ اور تارک جمعہ کے لئے وعید سنائی۔ کہ جو شخص دیدہ دانستہ بغیر کسی
عذر کے تین جمعے چھوڑ دے۔ اللہ تعالےٰ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔ ایک روایت میں
یوں بھی آیا ہے۔ کہ جس شخص نے تین جمعے بلاعذر چھوڑ دئے۔ تو گویا اس نے دین اسلام کو
پس پشت ڈالدیا۔ نیز فرمایا۔ کہ ایک شخص فوت ہو گیا تھا۔ دوسرے ایک شخص نے حضرت
عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر متوفی شخص کے متعلق بیان کیا۔ کہ وہ شخص
جمعہ اور جماعت میں حاضر نہ ہوا کرتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ وہ دوزخ
میں ہے۔ سائل اس کے متعلق متواتر ایک ماہ دریافت کرتا رہا اور یہی جواب پاتا۔ کہ وہ
دوزخی ہے بوجہ جمعہ اور جماعت کے تارک ہونے کے۔ اب خیال کرنا چاہیئے۔ کہ کس قدر
سخت اور شدید وعید ہے۔ اس مبارک دن کی عبادات و اعمال اور فضائل دینی کتابوں
میں منقول۔ اور حضرات مشائخ رحمہم اللہ سے ادعیہ معمول ہیں۔ اور احکام فقہ کی کتابوں
میں درج ہیں۔ تمام دوستوں کو معلوم کرنے چاہئیں۔ کہ دل میں زیادہ شوق پیدا ہو۔ مشکوٰۃ
شریف میں بروائت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ منقول ہے۔ کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
نے فرمایا۔ کہ مجھ پر جمعہ کے دن درود شریف زیادہ پڑھا کرو۔ بے شک وہ درود شریف اس
دن مجھ پر حاضر و پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور کوئی شخص درود
شریف نہیں پڑھتا۔ مگر مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ اس کا درود شریف یہاں تک کہ فارغ
ہو جائے۔ ابو درداؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا۔ کہ حضور بعد انتقال کے بھی۔ فرمایا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک۔ اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے۔ کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے اجسام کو کھائے۔ پس نبی اللہ زندہ ہیں۔ اور رزق دئے جاتے ہیں۔ قصہ کوتاہ یہ کہ بہت

بڑی برکتوں والا دن ہے۔ اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے۔ کہ اس میں جو دعا مانگو قبول ہوتی ہے۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اسی دن بہشت میں داخل ہوئے اسی دن زمین پر تشریف لائے۔ اسی دن انتقال فرمایا۔ اسی دن قیامت ہوگی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کو عید المومنین فرمایا۔ لہٰذا چاہیئے۔ کہ اس کو حقیقی معنوں میں عید بنایا جاوے۔ اور حق تعالےٰ کی رضا کی نعمت عظمیٰ کے حصول میں حتی الامکان کوشاں رہنا چاہیئے۔ اللہ کریم اس فقیر اور فقیر کے تمام دوستوں کو اس دولت سے بہرہ مند فرماوے۔ آمین۔ یہ چند کلمات طیبات جو کہ ایک مرتبہ استفسار پر حضور نے فرمائے تھے۔ جمعۃ المبارک کے ذکر میں آ گئے۔ پھر اصلی مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ کہ جمعہ کے دن آپ غسل وغیرہ اور تیل وخوشبو اور پاکیزہ لباس پہننے سے فراغت پا کر اول وقت شہر کی پرانی جامع مسجد میں تشریف لے جاتے پہلے تحیۃ المسجد پڑھتے۔ پھر چار رکعت سنت قبل جمعہ ادا فرماتے۔ جمعہ کے دن بعد زوال نماز جمعہ سے اول نماز تسبیح بھی پڑھا کرتے اور دوستوں کو بھی پڑھنے کی ترغیب وتاکید فرماتے۔ ۱۳۳۳ھ تک خود امام ہو کر نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ ۱۳۳۳ھ میں جب قبلہ حضرت صاحبزادہ صاحب تحصیل علوم سے فارغ ہو کر واپس راولپنڈی شریف پہنچے۔ تو پھر ہمیشہ جمعہ کی امامت جناب صاحبزادہ صاحب کے سپرد فرمائی۔ بعد فراغت جمعہ تمام دوست عبادت خانہ میں جمع ہو جاتے۔ اور حلقہ ذکر ہوتا۔ آپ تمام مجمع کو توجہ دیتے۔ اور حضرت سیدنا و مولانا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بھی بوقت حلقہ ذکر پڑھتے۔ اشعار۔

ہر روز باشی صائما ہر لیل باشی قائما	در ذکر باشی دائما مشغول شو در ذکر ہو
گر عیش خواہی جاوداں عزت بخواہی در جہاں	ایں ذکر ہو ہر آں بخواں مشغول شو در ذکر ہو
سودے ندارد خفتنت ناچار باید رفتنت	در گور تنہا ماندنت مشغول شو در ذکر ہو
ہو ہو بذکرش ساز کن نام خدا آغاز کن	قفلے ز سینہ باز کن مشغول شو در ذکر ہو
علمے بخوانی با عمل فردا نباشی تا خجل	درویش قادر لم یزل مشغول شو در ذکر ہو
ہر دم خدا را یاد کن دلہائے غمگیں شاد کن	بلبل صفت فریاد کن مشغول شو در ذکر ہو
مسکین احمد مرد شو وز جملہ عالم فرد شو	در راہ حق چوں گرد شو مشغول شو در ذکر ہو

علاوہ ازیں جمعہ کی شب اور اتوار کا دن بھی حلقہ ذکر کے لئے مقرر فرمائے ہوئے تھے۔ جن کا ذکر اپنے موقعہ اور محل پر ہوگا۔

دُرُودْ شریف

جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی بھی تاکید فرماتے۔ اور علاوہ اس کے دلائل الخیرات جو درود وصلوٰۃ اور تحیات ومناجات کی مشہور ومعروف کتاب ہے۔ خاص خاص احباب کو بطور وظیفہ کے پڑھنے کے لئے ارشاد فرماتے۔ اور اس کے فیوض وبرکات کی بے حد تعریف فرماتے۔ بلکہ دہلی سے کئی سو جلدیں دلائل الخیرات کی منگوا کر جس جس دوست کو اس لائق سمجھا عطا فرما کر پڑھنے کی اجازت فرمائی۔ ایک روز آپ سے عرض کیا گیا۔ کہ جناب کیا جمعہ کے دن کی تخصیص ہے۔ تو فرمانے لگے۔ کہ ہاں۔ جناب سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کو سید الایام فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ جمعہ کے دن درود شریف مجھ پر کثرت سے پڑھا کرو۔ یہی تخصیص کافی ہے۔ ویسے تو اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا یھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ جب اللہ تعالےٰ خالق کون ومکان اور اس کے ملائکہ درود شریف پڑھتے ہیں۔ اور پھر ساتھ ہی مومنین کو بھی ارشاد ہوتا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔ اور درود شریف کے پڑھنے سے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خوشنودی کا اندازہ اس بات سے لگاؤ۔ کہ جس دن یہ آیت مجید نازل ہوئی۔ تو آپ کے رخسار مبارک مارے خوشی کے چمک اٹھے۔ اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو فرمایا۔ کہ آج تم لوگ مجھے بشارت اور مبارکباد دو۔ کہ ایسی آیت مجھ پر نازل فرمائی گئی ہے۔ جو دنیا ومافیہا سے مجھے عزیز تر ہے۔ درود شریف پڑھنے والوں کے لئے بڑی فضیلت ہے۔ ایک مرتبہ درود شریف پڑھنے والے پر دس مرتبہ خالق کی طرف سے رحمت وسلام بھیجا جاتا ہے۔ اور اس کی دس برائیاں مٹا کر دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج کی جاتی ہیں۔ اور درود شریف پڑھنے والا جنت میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوگا۔ جب تک کوئی شخص درود شریف پڑھنے میں مصروف رہتا ہے۔

ستر ہزار فرشتے اس درود خواں پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور درود شریف پڑھنے والوں کے لئے خوشخبری یہ ہے۔ کہ جناب شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اکہ جو شخص مجھ پر درود شریف بکثرت پڑھے گا۔ بالخصوص شب جمعہ اور بروز جمعہ۔ میں کل بروز قیامت اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا۔

درود شریف کی بڑی مجرب خاصیت یہ ہے۔ کہ دیگر تمام عبادتیں کسی قصور یا لغزش کی وجہ سے رد ہو سکتی ہیں۔ مگر درود شریف کسی حالت میں بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا خاص طور پر جب دعا مانگو۔ تو اول و آخر ضرور درود شریف پڑھ لیا کرو۔ یقینی امر ہے۔ کہ درود شریف کی برکت سے مجیب الدعوات دعا قبول و منظور فرمائے گا۔ خداوند کریم و رحیم ایسا بزرگ و برتر ہے۔ اور یہ اس کی شایان شان نہیں کہ دعا کا اول و آخر منظور و قبول کرے۔ اور درمیان سے رد کر دے۔ بلکہ ایسی دعا کو حق تعالے لامحالہ منظور و مقبول فرمائیگا۔ درود شریف پڑھنے والے پلصراط پر بھی درود شریف کے نور کی روشنی میں باسانی گذر جائیں گے۔ اور جو پلصراط سے گذرا وہ جنتی ہوا۔ ہاں یہ ضروری امر ہے کہ درود شریف حضور دل اور محبت اور اشتیاق سے پڑھا جاوے۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ کہ محبت سے درود شریف پڑھنے والے کا درود شریف براہ راست میرے پیش ہوتا ہے۔ اور میں بذات خود سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ اور بغیر محبت جو درود شریف پڑھے۔ وہ بذریعہ ملائکہ آتا ہے۔ لکھنے والوں کے لئے فرمایا۔ کہ جو شخص میرا نام لکھتے وقت ساتھ درود شریف لکھے۔ جب تک کتاب میں میرا نام لکھا درود شریف رہے گا۔ اللہ تعالے کے ملائکہ لکھنے والے پر درود و رحمت بھیجتے رہیں گے۔

اللہ کریم فقیر کے دوستوں کو ایسے بزرگ و برتر عمل کی زیادہ زیادہ ہمت و توفیق بخشے۔ کہ درود شریف کا ورد رکھنے والا جمیع آفات و بلیات اور فتن و ابتلا سے اللہ تعالے کی حفاظت میں رہتا ہے۔ اگر کسی شخص کا عقیدہ کسی بزرگ پر نہ ٹھہرے تو محبت کے ساتھ درود شریف کی کثرت رکھے۔ اس کو اس درود شریف کی برکت سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پرورش میں لے لیتے ہیں۔ اور جس بزرگ سے منظور ہو۔ اس کی طبعیت کا رجحان و میلان اس کی طرف کر دیتے ہیں۔ خود حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ اکثر درود ہزارہ پڑھا کرتے تھے۔ اور دوستوں

کو اکثر یہ درود شریف پڑھنے کو فرمایا کرتے تھے۔ صلی اللہ علی حبیبہٖ محمد و آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔
اکثر حل مشکلات کے لئے یہ درود شریف بعد نماز عشاء ۳۱۳ مرتبہ پڑھنے کو بھی فرمایا کرتے
تھے۔ اللھم صلی علیٰ سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم صلوٰۃ تنجینا بھا من
جمیع الاھوال والآفاتِ وتقضی لنا بھا جمیع الحاجات وتطھرنا بھا
من جمیع السیأت وترفعنا بھا عندک اعلے الدرجات
وتبلغنا بھا اقصی الغایات من جمیع الخیرات فی الحیات وبعد الممات
انک علیٰ کل شئی قدیر۔

جمعرات اور اتوار کا حلقہ ذکر

پیشتر اس کے کہ حلقہ ذکر کی کیفیت لکھی جاوے۔ بہتر و مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ذکر اللہ
کی فضیلت جو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ اپنی زبان معارف بیان سے سنایا کرتے تھے۔ فی اللہ
دوستوں کے افادہ کی خاطر کہ اس سے ذکر اللہ کی رغبت وشوق پیدا ہو لکھی جاوے۔ اور وہ یہ
ہے۔ فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ جب کسی شخص کو کہا جاوے۔ کہ تم کو ڈپٹی
کمشنر یا اعلے افسر نے یاد کیا ہے۔ تو وہ صرف اسی بات پر اتنا فخر کرتا ہے۔ کہ جو حد بیان سے
باہر ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے ہی جیسے ضعیف و ناتوان اور محتاج بندے ہیں۔ تاہم خوشی سے انسان
پھولا نہیں سماتا۔ کس قدر بزرگی اور خوشی و باعث فخر یہ بات ہے۔ کہ وہ خالق انس و جان اس
ضعیف و ناتوان انسان کو یاد فرماوے۔ اگر یہ چاہتے ہو۔ تو ذکر اللہ میں شاغل رہو۔ کہ خداوند کریم
تم کو یاد کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ فاذکرونی اذکرکم یعنی پس یاد کرو مجھے
میں یاد رکھونگا تمکو۔ اور ہماری یاد سے اس کی یاد اتنی ہی فوقیت رکھتی ہے۔ جیسا ہمارے مخلوق
ہونے پر اس کا خالق ہونا۔ حضرت ثابت بنانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ مجھے معلوم ہے۔ کہ میرا
پروردگار مجھے کس وقت یاد فرماتا ہے۔ ان کی اس کلام سے لوگ ڈرے۔ اور دریافت کیا۔
کہ آپ کو کیسے معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب میں اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہوں۔ وہ مجھ

کو یاد کرتا ہے۔ اور یہ آیت مجید جو اوپر لکھی گئی ہے پڑھ کر سنائی۔

پھر فرمایا حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے۔ کہ اللہ تعالٰی اپنے ذکر کو بہت پسند فرماتے ہیں۔ اور یہ اسی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کو لائق و سزاوار ہے۔ حکم ہوتا ہے۔ اذکروا اللہ ذکرًا کثیرًا۔ ذکر کرو اللہ کا بہت اور بے شمار ذکر۔ قرآن مجید میں ذرا تدبر کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ذکر اللہ کو اس خالق نے کیا فضیلت و بزرگی بخشی ہے۔ ہاں یہ امر ضروری ہے۔ کہ جن کو ذکر کرنے کی ترکیب نہ معلوم ہو۔ وہ سیکھیں۔ اور معلوم کریں۔ کہ ذکر کیسے کیا جاتا ہے۔ اسی لئے خالق نے فرما دیا۔ اذکروہ کما ھدٰکم۔ کہ ذکر اللہ کا کرو جیسے کہ تم کو سکھایا۔ اب کس نے سکھایا سکھانے والے تو وہی آقائے نامدار جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ان کے بعد علمائے ربانی۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وارث اور نائب فرمایا۔ اسی لئے اللہ کریم نے ایک جگہ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی علمائے ربانی سے دریافت کرو۔ جو تم نہیں جانتے۔ لہٰذا ذاکر کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ پہلے ذکر کرنے کی ترکیب کسی واقف کار اور کامل مرد یعنی مرشد حق نما سے سیکھے اور بعد اس کے ذکر کثیر میں شاغل ہو۔ پھر دیکھے کہ کیا لطف اور حظ آتا ہے۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ بعض نافہم اور اس طریق سے ناواقف لوگ کہتے ہیں۔ کہ ذکر سے مراد محض قرآن مجید اور نماز ہے۔ میں مانتا ہوں۔ کہ قرآن مجید کو بھی ذکر کہا گیا ہے۔ چونکہ اس میں تمام ذکر ہی کا بیان ہے۔ اور قرآن مجید پر عمل کرنا انسان کو ذاکر بنا دیتا ہے۔ جہاں اللہ کریم نے ذاکرین کا ذکر فرمایا ہے۔ الذین یذکرون اللہ قیامًا و قعودًا و علٰی جنوبھم۔ کہ وہ لوگ جو ذکر اللہ کا کرتے ہیں کھڑے ہو کر۔ بیٹھ کر اور اپنی کروٹوں پر۔ انسان ان تین حالتوں سے خارج نہیں ہو سکتا۔ مقصود اس آیت کریمہ سے یہ ہے۔ کہ اللہ کے بندے اپنے اللہ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں۔ نماز یا دیگر عبادات اپنے اپنے وقت پر موقوف ہیں۔ لیکن ذکر دائمی جو بغیر قلب کے نہیں ہو سکتا۔ اس آیت کریمہ سے وہی مقصود ہے۔ اور اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم۔ اپنے اللہ کو ہر حال میں یاد کیا کرتے تھے۔ بلکہ ذاکرین حالت نوم میں بھی اپنے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے کہ آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبکم۔ پس جب ادا کر چکو نماز پھر ذکر اللہ کا کرو چلتے پھرتے کھڑے بیٹھے اور لیٹے اب صاف اور صریح معلوم ہوا۔ کہ یہ ذکر اللہ غیر از نماز ہے۔ اور یہ وہی ذکر اللہ ہے۔ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک حضرات صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم کا معمول ہے۔ اور یہ ایسی دولت ہے۔ جس کو خود اللہ تعالیٰ نے و لذکر اللہ اکبر فرمایا۔ کہ البتہ ذکر اللہ کا بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ومن اعرض عن ذکری فان لہٗ معیشۃً ضنکاً و نحشرہٗ یوم القیٰمۃ اعمیٰ۔ یعنی جس نے میرے ذکر سے منہ پھیرا اور غفلت کی۔ بیشک اس کے لئے زندگی میں تنگی ہے۔ اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔ یہ قیامت کے دن اندھا اٹھانے کی وعید شدید محض ذکر الٰہی سے اعراض کی وجہ سے ہے۔ تو صاف معلوم ہوا۔ کہ جو ذکر الٰہی میں شب و روز مصروف و شاغل رہتے ہیں۔ وہ دنیا کی زندگی میں بھی مطمئن رہتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔ فاذکروا اللہ کذکرکم اٰبائکم او اشد ذکراً۔ پس کرو ذکر اللہ کا جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تر۔ ایام جاہلیت میں عربوں کا قاعدہ تھا۔ کہ بعد اختتام حج اپنے اپنے آباؤ اجداد کی یاد میں قصائد پڑھتے جن میں ان کی رفعت شان و بڑائی وغیرہ کا بیان ہوتا۔ خالق نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس آباؤ اجداد کے تذکرہ کو ترک کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

ذکر اللہ کو اتنی فضیلت بخشی کہ اس پر دارین کی فلاح کا انحصار ہے۔ جیسے کہ سورہ جمعہ کے آخری رکوع میں ارشاد فرمایا۔ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون۔ کہ جب نماز ادا ہو چکے۔ تو زمین میں منتشر ہو جاؤ۔ اور اللہ کریم کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ تاکہ تم فلاح و خلاصی پاؤ۔ اس آیت مجیدہ کے معانی پر غور و فکر کرنے سے روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ذکر اللہ

سے مراد وہی ذکر ہے۔ جو پیران طریقت نفی اثبات یا ذکر اسم ذات کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور جس کے متعلق ان حضرات کا فرمان واجب الاذعان ہے کہ چلتے پھرتے بیٹھے کھڑے لیٹے کاروبار میں مشاغل رہتے وقت ایک لمحہ بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ اور بمصداق "دست باکار دل بایار" ظاہر خواہ کسی صورت یا حالت میں ہو۔ باطن کو اپنے خالق کی یاد سے معمور و مسرور رکھو۔

ایک اور آیت مجید ہے۔ افمن شرح اللہ صدرہٗ للاسلام فھو علیٰ نور من ربہ فویل للقاسیۃ قلوبھم عن ذکر اللہ اولٰئک فی ضلال مبین۔ اور وہ شخص کہ کھولا اللہ کریم نے سینے اس کے کو واسطے دین اسلام کے پس وہ اوپر نور و روشنی کے ہے اپنے رب کی طرف سے اور ہلاکت ہے واسطے ان لوگوں کے جو سخت دل ہوگئے ہیں اللہ کے ذکر سے اور وہی ذکر الٰہی سے غافل لوگ بیچ گمراہی صریح کے ہیں۔ یہاں ذکر اللہ سے غافل لوگوں کو قاسیۃ القلوب اور فی ضلال مبین اور ان کے لئے ویل فرمایا۔ اس کے مقابلہ میں ذاکرین کے لئے شرح صدر اور فھو علی نور من ربہ فرمایا۔ اب ذاکر کی فضیلت معلوم کرو کہ ذکر ایسی بے بہا دولت ہے جس کے طفیل شرح صدر للاسلام اور نور اپنے رب کی طرف سے عطا فرمایا جاتا ہے اور فقیر کا پختہ یقین ہے کہ یہ نعمتیں بغیر ذکر الٰہی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتیں۔

حق تعالے کو اپنا ذکر جتنا پسند و مرغوب ہے، اتنی اور کوئی چیز نہیں۔ انسان کے لئے دنیاوی رسم و رواج کے مطابق مال و اولاد بڑی مرغوب چیزیں ہیں۔ اور یہ بھی عطیات الٰہیہ سے اپنے پاس کی چیزیں نہیں ہیں۔ وہی دینے اور عطا کرنے والا ہے۔ اور انسان اپنی کوتاہ فہمی سے اکثر انہی کی محبت کے باعث یاد حق سے غافل ہوتا ہے۔ اسی لئے صاف اور کھلے لفظوں میں ارشاد فرمایا۔ یایھا الذین اٰمنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ و من یفعل ذالک فاولٰئک ھم الخاسرون یعنے اے ایمان والو۔ تمہارے مال و اولاد تم کو غفلت میں نہ ڈالیں اللہ کے ذکر سے۔ اور جو ایسا کرے گا وہ زیان پانے والوں سے ہوگا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ مال و عیال ہر حال میں ذکر الٰہی سے غافل کرنے والے نہیں ہوتے ورنہ صلہ رحمی و پرورش عیال کی تاکید نہ ہوتی۔ ہاں زیادہ مشغول، اور حد سے تجاوز نہ ہو۔ کہ یاد

حق کی فراموشی تک نوبت پہونچ جائے۔ جو سخت مبغوض ہے۔

نیز فرمایا۔ کہ حق تعالےٰ اپنے ذاکر بندوں کی تعریف میں فرماتے ہیں۔ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم واذا تلیت علیہم ایاتہ زادتہم ایمانا وعلیٰ ربہم یتوکلون۔ یعنی ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا جاوے تو ان کے دل ڈریں۔ اور جب قرآن مجید پڑھا جاوے۔ ان کا ایمان وایقان زیادہ ہو یعنی تصدیق کریں اور عمل پر آمادہ ہوں اور اپنے اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ دوستو۔ تم نے بارہا دیکھا کہ جب اللہ تعالےٰ کے ذکر کا حلقہ ہوتا ہے۔ اکثر دوستوں کو جذبہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی وجل ہے۔ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جیسے خرمے کی ٹہنی یا پتہ جلانے سے تھرتھراتا ہے۔ اسی کو وجل کہا جاتا ہے۔ تو حلقہ ذکر میں جو دوستوں کی حالت ہوتی ہے۔ اس پر غور وخوض کرو گے۔ تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ وجل کیا ہے۔ یہی خوف یا محبت اور عشق الٰہی سے تھرتھراتا ہے۔ جو سوائے ذاکرین کے کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ جنھوں نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا اور نہ ہی حلقہ ذکر میں شمولیت کی ہو۔ بھلا وہ اس حالت کی کیفیت کیسے جان سکتے ہیں۔ اور اس ذکر اللہ کی لذت اور قدر وقیمت سے کب بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ اِنما کا لفظ جو شروع آیت میں موجود ہے صاف بتارہا ہے۔ کہ وہ مومن نہیں جو ذکر اللہ سے متاثر نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ ہم تم سب کو زمرۂ ذاکرین میں شامل کرے۔ ذکر اللہ کی محبت کے طفیل جو مراتب ودرجات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ انہی حضرات کو علم ہے جن کو یہ دولت عطا فرمائی گئی۔ ان کو سوائے اپنے اللہ کے کسی سے علاقہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہری طور پر دنیاوی کاروبار میں شاغل دکھلائی دیں۔

تمام قرآن مجید میں جگہ جگہ ذکر کی تاکید اور جابجا ذاکرین کے اوصاف حمیدہ کا بیان ہے جیسے کہ ارشاد ہے۔ رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیعٌ عن ذکر اللہ۔ ایسے جوانمرد جو ہر آن اور ہر حال میں ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ جن کو خرید وفروخت لہو میں نہیں ڈالتی۔ مشاغل دنیاوی ومہمات ذاتی انھیں اللہ تعالےٰ کے ذکر سے ہرگز غافل نہیں کرتے۔ وہ ایسے اللہ کے بندے ہوتے ہیں۔ جو باہمہ وبے ہمہ بہرحال بمصداق دست بکار دل بایار رہتے ہیں۔ نہ مشاغل ان کے مزاحم نہ تعلقات حارج۔ انتظام دنیاوی ومقتضیات بشری سب کچھ ہیں بھی اور کچھ بھی

نہیں۔ بس اللہ تعالےٰ کے ذکر میں لگے ہیں۔ پس ایسے ہی لوگ بازی لے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ یعنی اپنے رب پروردگار مالک وخالق کے اسم پاک کا ذکر صبح وشام کرو۔ یہاں جو صبح وشام کے اوقات کا ذکر ہے۔ عموم احوال واوقات مراد ہے۔ نہ کہ تعین وتخصیص وقت۔ پس معلوم کر و کہ مراد کیا ہے۔ یعنی صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اپنے پروردگار کے پاک نام کا ذکر کرتے رہو۔ اگر تعین وقت بھی معنی لئے جاویں۔ تو چونکہ صبح وشام ابتدا وانتہائے اوقات ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی بے شمار نعمتیں جو اس حیات کی تازگی کا باعث وموجب ہوئی ہیں۔ میسر ہوتی ہیں۔ اس لئے بھی ذکر اللہ کے زیادہ مستحق ہوئے۔ اور یہ بھی اس بیان میں لطافت ہے۔ کہ جب اطراف اوقات ذکر میں بسر ہوے تو درمیان کے وقتوں میں اس کے فیوض وبرکات ضرور میسر ہونگے۔ اور تمام اوقات ذکر اللہ کی مصروفیت میں شمار ہونگے بہر حال اللہ کا ذکر کسی وقت اور کسی حال پر موقوف نہیں۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے برابر کرنا چاہئے۔ یہی خاصہ ہے حضرات مشائخ طریقت کا اور اسی کو ذکر کثیر فرمایا گیا ہے۔ تمام احباب کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ اور اپنی سب عبادات سے سوائے اس کی رضا وخوشنودی کے۔ ور نیت نہ رکھے۔ رضائے باری تعالےٰ اور وصال ذات الٰہی جو منتہائے سلوک ہے۔ اسی ذکر الٰہی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ بغیر اس کے ہرگز یہ نعمت نہیں ملتی سو ذکر الٰہی سے کسی وقت اور کسی حالت میں بھی غافل نہ ہونا چاہئے۔

ذکر کے متعلق ایک دن کچھ گفتگو ہو رہی تھی۔ اتنے میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لائے۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ عرض کیا گیا۔ کہ جناب ذکر کے متعلق باتیں ہو رہی ہیں۔ کہ قرآن پاک میں کہاں کہاں ذکر کے لئے ارشاد ہوا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کیا اس میں کچھ شک وشبہ ہے۔ عرض کیا گیا۔ کہ جناب شک وشبہ تو ہرگز نہیں۔ مگر بعض لوگ بوجہ اپنی کوتاہ فہمی کے سوال کیا کرتے ہیں۔ کہ بھائی قرآن مجید میں بتاؤ جو یہ تم ذکر کرتے ہو۔ اس کے متعلق کوئی سند ہے۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا۔ واہ سبحان اللہ۔ قرآن مجید تو شروع سے آخر تک ذکر اللہ کے متعلق علی الاعلان ارشاد فرما رہا ہے۔ اور سارے کا سارا ہی سند ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ معترضین نے قرآن مجید پڑھا ہی نہیں۔ ورنہ ایسا اعتراض اور

سوال نہ کرتے۔ لو ایک آیت مجید بتاتا ہوں جس میں بڑے بڑے نکات اور ذکر اللہ کے متعلق فضیلت ظاہر ہے۔ ساری آیت بھی نہیں بلکہ وہی حصہ جو ذکر کے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے۔ و الذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعدّ اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً۔ یعنی اللہ تعالےٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں تیار کر رکھی ہے اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نے ان کی خاطر بخشش اور بہت بڑا ثواب۔

اب فضیلت تو ذکر اللہ کی اعد اللہ لہم مغفرۃ واجراً عظیما کو لے کر لکھنے لگو تو پوری ایک کتاب بن جائیگی۔ بلکہ کتاب کیا چیز ہے۔ ختم ہونے میں نہ آئے گی۔ اور جو ذاکر ہیں۔ انہیں شک بھی نہیں۔ لہذا فضیلت تو ذاکرین کی اللہ تعالےٰ کی ذات والا صفات ہی جانتی ہے۔ اسی کے سپرد کرو۔ باقی رہا اس ذکر کے متعلق تو اس پوری آیت مجید میں پیچھے تمام اوصاف بیان کئے گئے۔ مسلمان ہونا، مومن ہونا، نماز پڑھنا، راستبازی، صبر، خشوع، صدقہ دینا، روزہ رکھنا، پاکدامنی وعصمت وغیرہا۔ اب صاف لفظ ذکر اور اس پر بکثرت ذکر کرنا کیسی کھلی اور صریح وبیّن دلیل ہے۔ جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کا شائبہ نہیں۔ اس میں بہت سے نکات ہیں۔ ایک تو یہ کہ جیسے مرد ذکر اللہ کا بکثرت کرکے مغفرۃ واجراً عظیما کے انعام واکرام کا مستحق ہو سکتا ہے۔ عورتیں بھی ذکر کثیر کی برکت سے اس انعام کی مستحق ہو سکتی ہیں۔ علاوہ اس کے نماز اور قرآن مجید کی تلاوت مستورات کو ایام معینہ میں معاف ہوتی ہے۔ مگر یہ ذکر جو مشائخ طریقت میں مروج ہے۔ ان دنوں میں بھی منع نہیں آیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ ذکر کثیر اسی کو فرمایا گیا کہ کسی حال میں بھی ذکر اللہ سے غافل نہ رہو۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے تجھے اپنا برگزیدہ ومقبول بنایا۔ اور تم مع اپنے بھائی کے ہماری آیات بینات لے کر فرعون کے پاس جاؤ۔ اور اسے اچھی و نرم کلام سے سمجھاؤ شائد وہ سوچ سمجھ کر راہ راست پر آجاوے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے مولا میں تن تنہا اور تیرا ایک فقیر بندہ۔ وہ فرعون سرکش اور بڑی افواج والا بادشاہ۔ تو اللہ کریم نے فرمایا۔ ولا تنیا فی ذکری۔ یعنی تم اور ہارون دونو میرے ذکر میں سستی وغفلت نہ کرنا۔ لا تخافا اننی معکما اسمع وادیٰ۔ نہ ڈرو تم میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سنتا ہوں تمہاری باتوں کو اور دیکھتا ہوں تمہاری حالت کو۔ تو یہاں ذکر میں ہوشیار رہنے کو

ارشاد فرمایا۔ اس میں نکتہ یہی ہے۔ کہ ذاکر کو اللہ تعالےٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ تو جس کو اللہ تعالےٰ کی معیت حاصل ہو جائے۔ اس کے مقابلہ میں ایک فرعون نہیں بلکہ بیسیوں فرعون جیسے اور فرعون بھی ہوں تو کیا کر سکتے ہیں۔ یہ معیت بغیر ذکر الٰہی حاصل نہیں ہوتی۔ اسی طرح جب آقائے نامدار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بوقت ہجرت بمعیت حضرت صدیق اکبر مکہ شریف سے چلکر غار ثور میں قیام پذیر ہوئے۔ اور کفار مکہ خاص غار کے منہ پر پہنچ گئے۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ اگر یہ کفار اپنے پاؤں پر بیٹھ کر غار کے اندر نگاہ کریں۔ تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا۔ یعنی اے پیارے فدائی و شیدائی صدیق اکبر فکر نہ کیجئے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ معیت الٰہی محض ذکر اللہ کے باعث تھی۔ اے دوستو اگر تم چاہتے ہو کہ یہ معیت الٰہی تمہیں بھی میسر ہو تو ہمہ تن بکمال ہمت ذکر الٰہی میں مشغول و مصروف رہا کرو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ کہ ذاکر کو مذکور کی معیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس نعمت سے محروم نہ چھوڑے۔

نیز فرمایا۔ کہ حق تعالےٰ ذاکرین کو خوشخبری اور بشارت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ بشارت دو ان نرم دل لوگوں کو کہ جب وہ ذکر اللہ کرتے ہیں۔ تو ان کے قلوب اشتیاق اور فرط محبت سے تھرتھراتے ہیں۔ کہ یہ ذکر الٰہی ان کے لئے دارین میں باعث خیر و برکت ہے۔ ایک دوسری آیت مجید میں بھی ذکر کی فضیلت آئی ہے۔ یہاں تک کہ ذاکر کو ہدایت یافتہ کہا گیا۔ اور علی الاعلان فرمایا کہ یہی ذاکر اللہ تعالےٰ کی ہدایت پر ہیں۔ ارشاد ہوا ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ یعنی ان کے اجسام و قلوب ذکر اللہ پر نرم ہوتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت ہے۔ یونہی ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ در اصل ہدایت اسی میں ہے۔ کہ انسان اپنے خالق کے ذکر میں ہر گھڑی اور ہر لمحہ مصروف رہے۔ اللہ تعالےٰ کو ذکر نہایت ہی پسند و مرغوب ہے۔ اسی لئے بار بار بتاکید ذکر کے لئے ارشاد فرمایا گیا۔ جیسے واذکر اسم ربک

و تبتل الیہ تبتیلاً ۔ یعنی تمام ماسوا سے دل کو فارغ کرا ور اپنے خالق کے اسم پاک کا ذکر کر۔
ذکر کے فضائل بیشمار ہیں۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے۔ کہ تم ان مخالفین ذکر اللہ اور دنیائے دوں میں
مستغرق لوگوں کو لہو و لعب میں رہنے دو۔ اور اللہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہو۔ قل اللہ ثم
ذرھم فی خوضہم یلعبون ۔ اس کی برکت سے خواہ کیسا ہی گنہگار اور ظالم انسان ہو۔ جب
ذکر اللہ میں مصروف ہو کر خداوند کریم سے بخشش چاہے ۔ وہ خداوند کریم و رحیم ذکر اللہ کے
طفیل تمام قصور اور گناہ بخش دیتا ہے۔ جس پر قرآن مجید کی یہ آیت مجید شاہد و دال ہے۔
والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم ؕ
(یہاں تک وہ فضائل جو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے بحوالہ
قرآن مجید سماع میں آئے تحریر کئے گئے ہیں۔ اب وہ فضائل جو حضور عالی کی زبان حقائق
بیان سے بحوالہ احادیث یا بحوالہ اقوال اولیائے امت مرحومہ سماع میں آئے ہیں۔ تحریر
کرتا ہوں۔)

فرمایا حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہر ایک
عبادت محدود ہے۔ اور بامر مجبوری بعذر مسموع مگر ذکر اللہ تعالیٰ کا نہ محدود نہ بعذر مسموع۔
بلکہ ہر حال ہر وقت ہر لحہ ہر آن میں مطلوب و محمود ہے۔ ترغیب میں آیا ہے۔ کہ حضرت یحییٰ
علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے ایک ذکر کثیر ہے۔

ذکر کے فضائل میں حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اذکروا اللہ حتیٰ یقال انکم مجنون ۔
یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو۔ کہ لوگ تم کو مجنون کہیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ سے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے حضور میں تو ذکر سے
افضل و محبوب تر اور کوئی شے پیش نہیں کر سکتی۔ اور بہشت میں جنتیوں کو کسی بات کی حسرت
نہ ہوگی۔ مگر دنیا میں جو وقت بغیر ذکر گزرا ہوگا اس کی انہیں وہاں جنت میں بھی حسرت ہوگی

فرمایا حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ میں اپنے بندے

کے گمان کے نزدیک ہوں۔ اور میں اس کے ساتھ ہوں۔ جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر وہ
ذکر اپنے دل میں کرتا ہے۔ تو میں بھی اس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجلس میں
بیٹھ کر ذکر کرتا ہے۔ تو میں اس کی مجلس سے بہتر مجلس میں اس کو یاد کرتا ہوں اگر بندہ میری طرف
ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے۔ تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ ایک
ہاتھ میری طرف آتا ہے۔ تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ چل کر میری طرف آتا
ہے۔ تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ اس حدیث کو مسلم بخاری۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن
ماجہ سب نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے علاوہ فضیلت ذکر کئی اور فوائد بھی حاصل
ہوتے ہیں۔ سب سے اول اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ ذاکر کے ہمراہ رہتا ہے۔ یہی
مضمون ایک دوسری حدیث میں بھی آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میں اپنے بندے کے ہمراہ ہوں۔ جب
تک وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اور اس کے دونوں ہونٹ میری یاد میں ہلتے ہیں۔ اس کو ابن ماجہ نے
بھی روایت کیا ہے۔ اور ابن حبان نے صحیح کہا۔ پس جب اللہ تعالےٰ ساتھ ہوا تو اور کیا چاہئے
سارے کام دین و دنیا کے بن گئے۔ اور جو شخص خداوند کریم کا ذکر نہیں کرتا۔ اللہ تعالےٰ بھی
اس سے دور رہتا ہے۔ بھلا بتاؤ پھر کون اس کا یار و مددگار بن سکتا ہے۔ اسی حدیث سے
یہ فائدہ بھی مستفاد ہوا۔ کہ ذکر اللہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ذکر قلبی اور ذکر لسانی۔ یہ مسلمہ امر ہے
یاد رکھو۔ کہ ذکر قلبی کا اثر بہت قوی اور بزرگترین ہے۔ اسی کو ذکر خفی بھی کہتے ہیں۔ یہ بھی حدیث
شریف میں آیا ہے۔ کہ ذکر لسانی سے ذکر خفی ستر درجہ افضل ہے۔ یہ ایسا ذکر ہے جس کو
فرشتے اعمال نویس بھی نہیں سُن سکتے۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالےٰ مخلوق کو جمع
کریگا۔ اس وقت اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے لاویں گے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا یا سنا
ہوگا۔ وہ اعمال ناموں میں لکھا ہوگا۔ اور حضور خداوندی میں پیش کریں گے۔ اللہ تعالےٰ پوچھیگا۔
کہ اُس کے واسطے کچھ باقی رہا ہے یعنی کوئی ایسا عمل رہ تو نہیں گیا۔ جو بندہ نے کیا اور لکھا نہ
گیا ہو۔ فرشتے عرض کریں گے بار الٰہ ہم نے جو کچھ دیکھا اور سنا سب اس اعمال نامہ میں درج کیا
کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ اس وقت حق تعالےٰ بندے کو مخاطب کرکے فرمائیگا۔ کہ تحقیق تیرے لئے

میرے پاس ایک نیکی ہے۔ جس کو تو نہیں جانتا۔ اور میں تجھ کو اس کا بدلہ دوں گا۔ وہ ذکر خفی ہے۔ ذکر کیا اس کو علامہ جلال الدین سیوطی اور حضرت ملا علی قاری صاحبان نے، اور یہی ہمارے مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ کے لئے ایک بڑی حجت و دلیل ہے۔

نیز اسی ذکر کی تعلیم کے لئے اللہ کریم نے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واذکر ربک فی نفسک۔ یعنی ذکر کرو اللہ تعالےٰ کا اپنے دل میں۔ تیسرا فائدہ جو اس حدیث شریف مذکورہ سے نکلا وہ یہ ہے۔ کہ لوگوں میں بیٹھ کر ذکر کرنا بھی موجب اجر عظیم ہے۔ ذکر زبانی کا یہ فائدہ ہے۔ کہ جب کوئی گناہ سامنے آتا ہے تو بندہ خداوند کریم سے ڈر کر اس کو یاد کر کے اس سے کنارہ کرتا ہے۔ اور باز رہتا ہے۔ ایسے ذاکر کی زبان سے کوئی بُری بات نہیں نکلتی۔ اس کو اس بات کا خیال ہوتا ہے۔ کہ جس منہ سے میں خدا کا نام لیتا ہوں۔ اسی منہ اور زبان سے فحش کلام اور بے حیائی و سخن ناہموار کیسے نکالوں۔ وہ اس بات سے بھی شرم کرتا ہے۔ کہ میں اب کسی شخص کی غیبت کیوں اور کیسے کروں کس طرح جھوٹ بولوں۔ سو یہ ذکر ہر مصیبت ظاہری و باطنی سے بچاتا ہے۔ اور آخرت میں نجات دلاتا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب اور سعادتمند ہے۔ جس کو حق تعالےٰ نے اپنے ذکر و فکر کی توفیق عنایت فرمائی ہو۔ اور اس سے بڑھ کر بدبخت اور روسیاہ کوئی نہیں جس کا تمام وقت واہیات باتوں اور نکمے کاموں میں گذر جاتا ہو۔ نہ کبھی ذکر کیا ہو نہ فکر۔ ایسے شخص کے خاتمہ کا خدا ہی حافظ ہے۔ فرمایا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عبد اللہ بن بشر روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکام اسلام اور قسم نوافل اس قدر ہیں۔ کہ ان کے ادا کرنے سے عاجز ہوں۔ مجھے کوئی ایسا ورد یا عمل فرمائیے۔ کہ کرنے میں آسان ہو۔ اور اجر و ثواب میں بہت ہو۔ اور کسی وقت یا جگہ اور کسی حالت پر موقوف بھی نہ ہو۔ تاکہ میں اس پر عمل پیرا ہوں۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر اللہ سے ہر دم اور ہمہ آن اپنی زبان کو تر و تازہ رکھو۔ اور ہمیشہ اس میں شاغل رہ۔ اس حدیث میں جو زبان کا لفظ ہے۔ مضمون اس بات پر صاف دلالت کرتا ہے۔ کہ زبان و قلب ہر دو سے مراد ہے۔ کیونکہ ہر آن

اور ہمیشہ کا عمل بغیر قلب ناممکن ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ آخری بات جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی وہ یہ تھی۔ کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ومرغوب ہے۔ تو ارشاد فرمایا کہ تیرا مرنا اسحالت میں ہو کہ تیری زبان ذکر اللہ سے تر ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے۔ لکل شئ صقالة وصقالة القلوب ذکر الله۔ یعنی ہر چیز کی صفائی کے لئے ایک صقالہ ہوتا ہے۔ دلوں کی صفائی کے لئے اللہ تعالےٰ کا ذکر صقالہ ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کوئی چیز اللہ تعالےٰ کے عذاب اور قہر سے نجات دینے والی اللہ تعالےٰ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ کیا فی سبیل اللہ جہاد بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اگرچہ مجاہد فی سبیل اللہ اتنا لڑے کہ اس کی تلوار ٹوٹ جاوے۔ مکرر فرمایا کہ اگر غازی اپنی تلوار یہاں تک کفار اور مشرکین پر چلاوے کہ ٹوٹ جاوے۔ اور خون سے لتھڑ جاوے۔ تو بھی ذاکر درجہ میں افضل وارفع واعلےٰ ہیں۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ وہ ہی حدیث جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس میں ذکر کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خداوند تعالےٰ کا ذکر اس کثرت سے کرو۔ کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔ اسی حدیث کو حضرات احمد وابو یعلیٰ وابن حبان وحاکم رحمہم اللہ تعالےٰ نے بھی صحیح اسناد سے بیان کیا ہے۔ پس دوستو ضروری اور لازمی جانو ذکر اللہ کو۔ اور لوگوں کے کہنے اور طعنہ زنی پر نہ جاؤ۔ اپنے مالک خالق کے ذکر میں بذوق وشوق مصروف رہو۔ لوگ دیوانہ کہیں تو کہنے دو۔ ریاکار کہیں تو کہنے دو۔ تم اپنی نیت کو خالص رکھو۔ اور کسی کے کہنے کی پرواہ نہ جانو۔ اس میں شک نہیں کہ ذاکرین کے ساتھ اکثر ایسے لوگ رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی تا قیامت یہ فرقہ ساتھ ہی رہیگا۔ ان کی باتوں سے دل تنگ نہ ہو۔ اور ذکر اللہ کو نہ چھوڑو۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی اس قسم کے لوگ موجود تھے۔ جو ذاکرین اللہ کو مضحکہ واستہزا سے پیش آیا کرتے اور ان کو ریاکار کہا کرتے تھے اس امر کا ثبوت یہ حدیث شریف دے رہی ہے۔ جو ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ فرمایا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اذکروا الله ذکرا حتیٰ یقول

المنافقون انكم مراؤن۔ یعنی تم اللہ تعالےٰ کا ایسا ذکر کرو۔ کہ منافق لوگ تم کو ریا کار کہیں۔ اس حدیث کو طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بھی آیا ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر ایک شخص اللہ تعالےٰ کے راستہ میں درہم بانٹتا ہو۔ اور دوسرا ذکر میں لگا ہو۔ تو وہ ذاکر جو ذکر الٰہی میں معروف ہے۔ اس درہم بانٹنے والے سے بہتر و افضل ہے۔ بہر حال ذکر اللہ تعالےٰ کا تمام عبادتوں سے بہت بڑا ہے۔

عبداللہ بن عمر راوی ہیں۔ کہ فرمایا جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اللہ تعالےٰ کے ذکر کے بہت کلام نہ کیا کرو۔ کیونکہ بہت کلام کرنا بغیر ذکر اللہ کے دل کی سختی اور قساوت کا سبب ہے۔ اور ایسا شخص اللہ تعالےٰ سے بہت دور ہے۔ ترمذی میں بھی یونہی آیا ہے۔

اس ارشاد نبوی میں واہیات اور بیہودہ باتوں سے منع کیا گیا ہے۔ اور ذکر اللہ کی ترغیب فرمائی گئی۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب تنبیہ الغافلین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت لائے ہیں۔ جو بوجہ طوالت تمام چھوڑ کر صرف ذکر کی فضیلت کے متعلق جو حصہ ہے سناتا ہوں۔ کہ جب حضرت یحیٰی علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا تو ان کو جن پانچ امور کے بجالانے کا حکم ہوا تھا۔ ان میں سے ایک ذکر اللہ تھا۔ حکم ہوا کہ ذکر اللہ بہت کثرت سے کیا کرو۔ اور اس پر مثال بیان فرمائی۔ کہ جیسے ایک قوم کے واسطے ایک قلعہ ہو اور ان کے قریب ہی ان کا دشمن ہو۔ پس دشمن حملہ کرنے کو آجاوے۔ تو وہ قوم اپنے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کرلے۔ پس جس طرح یہ قوم اپنے دشمن سے بچ گئی اسی طرح ذاکر اپنے دشمن شیطان لعین سے بچ جاتا ہے۔ ذاکر گویا ذکر اللہ کے قلعہ میں آجاتا ہے۔ جہاں نہ شیطان کی پیش جاتی ہے۔ ذکسی اور کی۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ ذکر کے فضائل لاتعد و لاتحصےٰ ہیں۔ یہ ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اگر انسان سوئے تو ذکر کرتے سوجائے تو جب تک سویا ہوا ہے۔ ذاکروں میں شمار کیا جائیگا۔ اس کا ایسی حالت

میں سونا بھی ذکر ہی ہو جائیگا حدیث قدسی میں بھی ایسے ہی آیا ہے۔ مَامِنْ عَبْدٍ یَضَعُ جَنْبَہٗ عَلَی الْفِرَاشِ فَیَذْکُرُ اللّٰہَ تَعَالٰی فَیُدْرِکُہُ النَّوْمُ وَھُوَ کَذٰلِکَ اِلَّا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ ذَاکِرًا اِلٰی اَنْ یَّسْتَیْقِظَ۔ یعنی اگر کوئی بندہ بستر پر سوتے وقت اللہ کے ذکر میں سو جاوے تو جاگنے تک اللہ تعالٰی اس کو ذاکر لکھتا ہے۔ کس قدر اس خالق کی مہربانی و شفقت ہے۔ کہ بندہ تو سو رہا ہے۔ مگر مولا کریم اس کو ذکر کرنے والوں میں شمار فرما رہا ہے۔
حضرت فضیل ابن عیاض فرمایا کرتے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اور جس حال میں بھی ہو۔ بکثرت اللہ تعالٰی کے ذکر میں مصروف رہا کرو۔ تاکہ ہر قسم کی برائیوں سے بچے رہو۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر ہے۔ کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ دنیا کی باتیں کر رہا ہے۔ ٹھہر گئے۔ اور فرمایا۔ کہ کیا تو اس بات سے بےخوف ہے۔ کہ اس کلام کے سبب تجھ پر عذاب ہو۔ اس شخص نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ تو ایسی کلام کیوں کرتا ہے۔ جس میں ثواب کی امید بھی نہیں۔ اور عذاب سے بے خوفی بھی نہیں علیک بذکر اللّٰہ یعنی تجھ پر اللہ کا ذکر کرنا واجب ہے کسی اللہ والے نے انہی حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کی کہ اے معلم خیر۔ مجھے کچھ نیک ہدایت فرمایئے۔ حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا الخیر کلہ فی ذکر مولاک والشر کلہ فی حب دنیاک یعنی سب بھلائی اور نیکی تیرے مولائے کریم کے ذکر میں ہے۔ اور تمام برائی و بدی دنیا کی محبت میں ہے۔ اللہ تعالٰی فقیر کو بمعہ تمام یاران طریقت اپنے ذکر و فکر میں شاغل رہنے کی توفیق رفیق کرے۔ اور حب دنیا اور اس کی تمام برائیوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین۔

ذکر کی فضیلت میں یہ بھی فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ذاکر کو اللہ تعالٰی بغیر طلب اور بن مانگے وہ نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ جو سائلین سے بہت بڑھ کر ہوتی ہیں۔ مَنْ شَغَلَہٗ ذِکْرِیْ عَنْ مَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ فَوْقَ مَا اُعْطِی السَّائِلِیْنَ۔ یعنی جس شخص کو میرے ذکر نے اس بات سے روک رکھا۔ کہ وہ مجھ سے کچھ سوال کرے۔ تو میں اس کو سائلوں سے بڑھ کر عطا کرتا ہوں۔ الغرض ذکر اللہ تعالٰی کا بہت بڑی اور اعلٰی اور افضل عبادت ہے۔ باقی تمام عبادات کا وقت اور مقدار مقرر ہے۔ مگر ذکر اللہ کا نہ تو کوئی

وقت مقرر ہے اور نہ ہی مقدار۔ ذکر اللہ میں ہر آن مصروف رہنا اور بکثرت ذکر کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ رات دن خشکی میں سمندر میں سفر میں حضر میں اور غنا و فقر میں بیماری و صحت اور پوشیدہ و ظاہر۔ الغرض ہر حال ہر آن ہر جگہ جیسے بھی اور جہاں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے رہو۔ مسلم و بخاری میں ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مَثَلُ الذی یذکر ربہٗ والذی لایذکر مثل الحی والمیتِ۔ مثال اس شخص کی جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس شخص کی جو اپنے رب کا ذکر نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی ہے یعنی ذاکر بمنزلہ زندہ کے ہے۔ اور غافل ذکر الٰہی سے بمنزلہ میّت ہے۔ اگرچہ دنیاوی رسم و رواج کے مطابق دونوں زندہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر وہ زندگی جو حیات ابدی و حقیقی ہے۔ بغیر ذکر الٰہی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ذکر ہی وہ چیز ہے جو مردہ اور غافل دلوں کو زندہ و بیدار کر سکتی ہے۔ اور معرفت حق سبحانہٗ کا سبب ہے۔ اور ذکر ہی میں یہ اثر ہے۔ کہ جنت کی ابدی و دائمی حیاتی کے لائق بنا سکتا ہے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے۔ ؎

زندگانی نتوان گفت حیاتے کہ مراست — زندہ آن است کہ با دوست وصالے دارد

فرمایا جناب قبلہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ انسان کی بزرگی اور شرافت و فضیلت کہ جس کی وجہ سے یہ حضرت انسان تمام مخلوق پر فائق ہے۔ معرفت الٰہی ہے۔ معرفت الٰہی کی استعداد کا تعلق دل سے ہے۔ دوسرے اعضا کے ساتھ اسکا کچھ تعلق نہیں۔ دیگر تمام اعضا دل کے تابع ہیں۔ اور دل بمنزلہ بادشاہ اور دیگر تمام اعضاء رعیّت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور دل کا اطمینان و تسکین اور استعداد معرفت الٰہی تمام تر ذکر اللہ پر منحصر ہے اس میں کچھ شک وشبہ نہیں۔ قرآن پاک اس پر شاہد ہے۔ پس جو شخص اس شرافت و فضیلت انسانی کا خواہشمند ہے۔ اس کے لئے نہایت ضروری و لابدی امر ہے۔ کہ ذکر اللہ میں کوتاہی نہ کرے۔ اور ہر وقت اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رکھے۔ ؎

اوقات ہماں بود کہ با یار بسر رفت — باقی ہمہ بے حاصلی و بے خبری بود

مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو تشریف لے جارہے تھے۔ کہ آپ کا گزر جمدان پہاڑ پر ہوا جو مدینہ منورہ سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیز تیز چلو اب جمدان پہاڑ نزدیک آگیا ہے۔ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ قالوا وما المفردون یا رسول اللہ۔ قال الذاکرون اللہ کثیراً والذاکرات۔ یعنی آدمیوں میں سے اپنے آپ کو جدا کرنے والے اور اکیلے چلنے والے آگے بڑھ گئے۔ یاروں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لوگ کون ہیں۔ اور مفردون سے کیا مراد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ مرد اور عورتیں ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کا ذکر بکثرت کرتے ہیں یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو خاص خدا ہی کی عبادت اور ذکر کے واسطے خالص کر لیا ہے۔ اور خداوند کریم کی یاد کے لئے لوگوں سے خلوت اور تنہائی اختیار کر لی ہے۔ اور خلق سے گوشہ پکڑ لیا اور ماسوائے حق کو چھوڑ دیا ہے۔ دوستوں اور خویش واقارب کی محبت اور شہوت کے تمام اسباب چھوڑ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے ہیں۔ یہی مقام تفرید ہے۔ جس کے متعلق خالق کا ارشاد ہے۔ وتبتل الیہ تبتیلاً۔ از ہمہ بگسل و با و بپیوند رسب سے منہ موڑ اور اپنے خالق سے رشتہ جوڑ۔ مگر افسوس ہماری حالتوں پر کہ بات بات میں نفس و شیطان کے مکروفریب میں جکڑے ہوئے اور نفس کی رضامندی حاصل کرنے کے واسطے اللہ کریم کے ذکر وفکر سے منہ موڑ کر خواب غفلت میں ایسے سوئے ہیں۔ کہ جگانے پر جاگتے ہی نہیں کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎

بقول دشمنے پیمان دوست بشکستی   ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

یعنی شیطان اور نفس کے کہنے پر عمل کر کے تو نے اپنے حقیقی دوست یعنی حق تعالےٰ کے وعدۂ حق کو توڑ دیا۔ اے انسان نادان ذرا دیکھ اور سوچ تو سہی۔ کہ کس سے تو نے تعلق توڑا۔ اور کس کے ساتھ جا دوستی گانٹھی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ مفردون وہ ہیں۔ جو غیر خدا کو جانتے ہی نہیں ایک ہی کہتے ایک ہی جانتے۔ ایک ہی دیکھتے ہیں۔ ہمہ تن ذکر ہی کے لئے خالص ہوتے ہیں۔ مشارق میں لکھا ہے۔ کہ فرد از جلّ اس وقت بولتے ہیں۔ جب آدمی

اپنے تمام مال واسباب اور جائداد کو راہ خدا میں خرچ کردے۔ اور پھر مخلوق سے گوشۂ
خلوت اختیار کرے۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے۔ قاموس میں بھی یہی معنی لکھے ہیں۔
ترمذی کی روایت میں المفردون کی جگہ اَلْمُسْتَهْتَرُوْنَ يَضَعُ الذِّكْرُ عَنْهُمْ اَثْقَالَهُمْ
فَيَاْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِفَافًا۔ آیا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو ذکر اللہ میں فریفتہ و شیدا
اور عاشق ہیں۔ اس کی یاد کے سوا بات نہیں کرتے۔ اور نہ کسی اور کو سوا اس کے یاد کرتے
ہیں۔ ذکر الٰہی ان کے گناہوں کے بھاری بوجھوں کو ان کے جسم سے اتار دیتا ہے۔ اور
قیامت کے روز وہ لوگ گناہوں سے پاک وصاف ہلکے پھلکے اور بے تعلق ہو کر آویں گے۔

فرمایا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ذکر کی فضیلت میں حضرت
امام مالک واحمد و ترمذی ابن ماجہ وغیرہ نے ایک حدیث ابی درداء رضی اللہ عنہ سے
روائیت کی ہے۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں
جو تمام اعمال سے اچھا اور افضل ہو۔ اور تمہارے شہنشاہ خداوند کریم جل وعلیٰ کے
نزدیک تمہارے تمام عملوں سے زیادہ پاکیزہ تر اور پسندیدہ و مرغوب ہے۔ اور تمہارے
درجات کو تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں سونا چاندی
خرچ کرنے سے بھی بہتر و اچھا ہے۔ اور وہ بہتر ہے تمہارے لئے اس سے بھی کہ جہاد فی سبیل
اللہ میں تم دشمنوں کا مقابلہ کرو۔ پھر تم ان کی گردنیں مارو۔ اور وہ تمہاری گردنیں ماریں اصحاب
رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عمل ہمیں ضرور
بتلائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اب اس حدیث
سے ثابت ہوا کہ ذکر اللہ کی فضیلت اتنی ہے۔ جو صدقہ اور جہاد فی سبیل اللہ اور دیگر تمام
عبادات پر فوقیت رکھتی ہے۔ غور و خوض کرو دوستو۔ اور اس وقت و فرصت کو غنیمت
جانو اور لو حصہ اپنا۔ مسند احمد و ترمذی میں عبد اللہ ابن بسر رضی اللہ عنہ سے روائیت ہے
کہ ایک اعرابی جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور
عرض کی یا رسول اللہ لوگوں میں سے کون اچھا آدمی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا۔ خوشخبری اور مبارک ہے اس آدمی کے لئے جس کی عمر طویل اور اعمال صالحہ کثیر

ہوئے۔ اعرابی نے پھر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب عملوں سے زیادہ بہتر اور افضل کونسا عمل ہے۔ تو فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ اچھا عمل یہ ہے۔ کہ اس دنیائے دوں سے جدا ہوتے وقت تو ایسے حال میں جاوے۔ کہ تیری زبان اللہ تعالےٰ کے ذکر سے تر ہو۔ یعنی ایسا ذکر جاری ہو جو مرتے دم تک غفلت پاس نہ پھٹکے۔ اور تو یاد الٰہی میں ہنستے ہنستے کوچ کرے۔ ہر خوشی عالم عقبیٰ کا راہ لے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے۔ سہ

یاد داری کہ وقت زادن تو — ہمہ خنداں بُدند تو گریاں

آنچناں زی کہ وقتِ مُردن تو — ہمہ گریاں بُوند و تو خنداں

یعنی جب تو پیدا ہوا تھا۔ تو تمام خوش تھے۔ مگر تو نالاں و گریاں تھا۔ اب زندگی ایسے حال میں گزار کہ مرتے وقت تو خنداں جاوے اور سب تجھے رووین۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ام حبیبہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی ہر ایک کلام جو اس کے منہ سے نکلتی ہے۔ سوائے امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے اس کے واسطے وبال اور عذاب و موجب ندامت و حسرت ہوگی۔ لہٰذا بہت ضروری اور لازمی امر ہے۔ کہ انسان اپنی قیمتی اور تھوڑی سی عمر کو بیہودہ امور میں ضائع و برباد نہ کرے فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے احمد و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا کہ کہا انھوں نے ہم ایک مرتبہ سفر میں جناب سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آیت مجید والذین یکنزون الذھب والفضۃ نازل ہوئی۔ بعض صحابہ نے کہا یہ آیت سونا اور چاندی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کاش کہ ہمیں معلوم ہوتا کہ کونسا مال افضل اور بہتر ہے۔ تاکہ ہم اس کو لیتے اور ایسی وعید کے مستحق نہ بنتے یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ سب مالوں سے اچھا مال زبان ذاکر اور دل شاکر اور ایماندار بیوی ہے۔ جو اپنے خاوند کو ایمان اور خدا یادی میں مدد دے۔

بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے شیطان انسان کے دل پر بیٹھنے اور اس کے ساتھ چمٹنے والا ہے۔ جس وقت انسان اللہ تعالیٰ
کا ذکر کرتا ہے تو شیطان وہ بھاگ جاتا ہے۔ اور نزدیک نہیں آسکتا جس وقت انسان ذکر الٰہی سے
غافل ہوتا ہے۔ تو اس کے دل میں بُرے بُرے وساوس ڈالتا ہے۔ اس لئے جو شخص شیطان اور
اس کے وساوس سے بچنا اور محفوظ رہنا چاہے۔ وہ ہر وقت ذکر الٰہی میں ہوشیار و بیدار رہنے کی
کوشش میں لگا رہے۔ ذکر اللہ کی فضیلت میں ایک اور بہت عمدہ حدیث شریف آئی ہے۔
حضرت مالک رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ حدیث مجھے پہنچی ہے کہ جناب سید المرسلین صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہوتا ہے۔ جیسے کہ جہاد فی سبیل اللہ
میں کچھ جمعیت بھاگ جائے۔ مگر بعض دلیر اور شجاع نہایت دلیرانہ مقابلہ میں ڈٹے رہیں۔ اور غافلوں
میں ذکر کرنے والا خشک درخت میں سرسبز اور شاداب شاخ کی مانند ہے۔ بلکہ ایک روایت
میں آیا ہے۔ بہت سے خشک درختوں میں ایک سبز اور ہاتہ ور درخت کی طرح ہے۔ اور غافلوں
میں ذکر کرنے والا اندھیرے گھر میں چراغ کی طرح ہے۔ غافلوں میں ذکر کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ اسکی زندگی
میں اس کی جگہ جنت میں دکھا دیتا ہے۔ غافلوں میں ذکر کرنے والے کے گناہ ہر بولنے والے اور
نہ بولنے والے جاندار کے شمار جتنے بخشے جاتے ہیں۔ اس حدیث میں ذاکر کی بے شمار فضیلتیں
آئی ہیں۔

ایک تو مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ۔ دوسرے سرسبز اور بار آور درخت کی مثال کہ ہر وقت
خوش وخرم رہتا ہے۔ تیسرے اس کا قلب نور معرفت سے روشن اور لبریز رہتا ہے۔ چوتھے
یہ کہ ذاکر اپنی جگہ جنت میں اس دنیاوی زندگی کے اندر ہی دیکھ لیتا ہے۔ پانچویں یہ کہ اس کے
گناہ انسانوں اور حیوانوں جتنے بھی ہوں تو بخشے جاتے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ
عنہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ
کا ذکر ایمان کی نشانی ہے۔ اور نفاق سے برات ہے۔ شیطان سے بچنے کے لئے قلعہ
ہے۔ اور دوزخ کی آگ سے بچاؤ ہے۔ سبحان اللہ وہ دل کیا ہی خوش نصیب ہے جس
میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری ہے۔ اور کیا ہی نیک بخت وہ آنکھ ہے۔ جو شوق لقا و دیدار
میں گریاں ہے۔

بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سات آدمی ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ بروز قیامت عرش مجید کے سایہ میں جگہ دے گا۔ اول امام عادل۔ دوم وہ جوان جس نے اپنی جوانی اطاعت وعبادت الٰہی میں بسر کی ہو۔ سوم وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجدوں میں لگا رہے۔ چہارم وہ جنہوں نے محض اللہ ہی کے واسطے ایک دوسرے سے محبت اختیار کی ہو۔ اسی محبت میں جمع ہوویں۔ اور اسی پر الگ ہو جاویں۔ پنجم وہ آدمی جسے کوئی خوبصورت ومالدار عورت اپنی طرف زنا کے لئے راغب کرے۔ اور وہ آدمی کہدے کہ میں خالق سے ڈرتا ہوں۔ اور اس فعل بد سے بچ جائے ششم وہ آدمی جو پوشیدہ صدقہ دے۔ ہفتم وہ مرد خدا جس نے خلوت میں اللہ تعالےٰ کا ذکر کیا۔ اور پھر وفور محبت یا غلبۂ خوف کے باعث رو پڑا۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ عرفات پر تشریف فرما تھے۔ میں بھی ان کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ آپ نے دوگانہ نماز ادا کی اور رُو بقبلہ بیٹھ گئے۔ اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ آپ کی زبان مبارک پر جاری تھا۔ اور آپ کی ہر دو چشم سے سیل اشک رواں۔ ایسے کہ ریش اور سینہ مبارک سے بہتے ہوئے زانوے مبارک پر گر کر زمین پر جاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھ کر مجھ سے بھی نہ رہا گیا۔ اور میں بھی زار زار رونے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ خاموش ہو گئے۔ اور میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے انس میں تیری آنکھوں کو تر دیکھتا ہوں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا رونا دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں بھی بے اختیار رونے لگا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا انس طُوبیٰ لِمَن تحرّک لسانہٗ بذکر اللہ وَفاضت عینا ہُ۔ مبارکبادی اور خوشخبری ہے واسطے اس شخص کے جس کی زبان اللہ تعالےٰ کے ذکر سے حرکت کرے اور اس کی آنکھوں سے اشک رواں ہوں ذکر کی حالت میں رونا دو ہی وجہ سے ہوتا ہے۔ اول تو غلبۂ شوق دیدار الٰہی دل میں جوش مارتا ہے۔ اور ذاکر کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ یا بوجہ خوف الٰہی گریہ کی حالت غالب ہو جاتی ہے جیسے کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ذکر کی حالت میں رو رہے تھے۔ یاروں نے عرض کیا۔ اور سبب رونے کا پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا میں اس خوف کے مارے روتا ہوں۔ کہ اللہ

اعلم درگاہ الٰہی میں میرے اس ذکر کی کچھ قدر بھی ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں دل کی غفلت پر روتا ہوں۔ کہ زبان تو اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مصروف و شاغل ہے۔ اور دل خواب غفلت میں محو اور غافل ہے۔ ایسے شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ وَیْلٌ لِّمَنْ ذَکَرَ اللّٰہَ بِلِسَانِہٖ وَقَلْبُہٗ غَافِلٌ عَمَّا قَالَ یعنی ہلاکت ہے اس آدمی کے لئے جس کی زبان تو ذکر کرے اور دل غافل ہو۔ اس سے جس کا ذکر کر رہا ہے۔ اللہ کریم ایسے غافلوں سے بچنے کے لئے تاکید فرماتے ہیں۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا۔ یعنے ایسے آدمی کی اطاعت مت کرو۔ اور اس کے پاس مت بیٹھو۔ جس کا دل ہمارے ذکر سے غافل ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ڈرنے والوں کا ذکر بیقراری و بے چینی پیدا کرتا ہے۔ اور رجوع کرنے والوں کا ذکر طلب شوق اور دیدار کو بڑھاتا ہے۔ مجنون اور عاشق کا ذکر طرب و خوشی پیدا کرتا ہے انسان کو لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے قلب کو خدا کی یاد سے ہردم تر و تازہ رکھے تاکہ سرور جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہو جائے۔

ذکر کی فضیلت میں فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ترغیب میں ذکر آیا ہے کہ کسی شخص نے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَیُّ الْمُجَاھِدِیْنَ اَعْظَمُ اَجْرًا۔ یعنی مجاہدین میں سے بڑے اجر والا کون ہے۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ اَکْثَرُھُمْ لِلّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ذِکْرًا۔ یعنی جو اللہ تعالےٰ کا بہت ذکر کرنے والا ہے۔ پھر سائل نے پوچھا اَیُّ الصّالحین اعظم اجرًا۔ جواب ملا۔ اکثرھم للّٰہ تبارک وتعالیٰ ذکرًا۔ اس کے بعد سائل نے نماز پڑھنے والوں۔ زکوٰۃ دینے والوں۔ حج کرنے والوں۔ اور صدقہ و خیرات دینے والوں کے متعلق بتدریج سوال کئے۔ تمام کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اکثرھم للّٰہ تبارک وتعالیٰ ذکرًا۔ یعنی ان میں سے جو اللہ تعالےٰ کا ذکر بکثرت کرنے والا ہے۔ وہی بڑے اجر والا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا یا اباحفص ذھب الذاکرون بکل خیر۔ یعنی اے اباحفص اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والے سب کی سب بھلائی و بہتری لے گئے یعنی ہر کار خیر میں انہی کو فضیلت ہوئی۔ یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک

انہی یعنی ذاکرین کو فضیلت ہوئی۔ اس سے معلوم ہؤا۔ کہ بکثرت ذکر اللہ کرنے والا بڑے اجر کا مستحق ہؤا۔

ذکر کے فضائل کے متعلق فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے سنا ہے۔ کہ حق تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اے ابن آدم تو مجھے ایک ساعت صبح اور ایک ساعت عصر کے بعد یاد کر لیا کر میں تجھے ان دونوں کے درمیان کفایت کرونگا۔ اور بعض علمائے ربانی کا قول ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ جس بندے کے دل پر مطلع ہو کر میں دیکھ لیتا ہوں کہ میرے ذکر سے تمسک کرنا اس پر غالب ہے۔ تو میں اس کے تمام انتظام و اہتمام کا کفیل ہوتا ہوں۔ اس کا ہمکلام اور انیس و ہم جلیس ہوتا ہوں۔ یہ بھی آیا ہے۔ کہ اس دنیائے دوں سے تمام نفوس پیاسے اور تشنہ لب نکلینگے۔ بجز ذاکرین اللہ کے۔ سو دوستو قبل اس وقت کے کہ تم یہاں سے کوچ کرو۔ ایسے عمل میں کوشاں رہو۔ کہ تم پیاس اور تشنگی کی حالت میں نہ جاؤ۔ بلکہ تر و تازہ اور خوش بخوش و خنداں کوچ کرو۔ اور اللہ تعالےٰ تمہارا جلیس و انیس اور دوست ہو۔ جس پر انا جلیس من ذکرنی یعنی جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوں۔ اور من اکثر ذکر اللہ فقد احبہُ اللہ۔ جو شخص بکثرت اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتا ہے۔ حق تعالےٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔ احادیث قدسی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی فضیلت نہیں۔ اسی ذکر سے انسان کا گندہ وجود پاک ہوتا ہے۔ ؎

ذکر گو ذکر تا ترا جان است ۔۔۔ پاکئی دل ز ذکر رحمٰن است

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دربارہ فضیلت ذکر اللہ۔ کہ ایک بزرگ متخلص بخاقانی ہوئے ہیں۔ انہوں نے صرف چند لفظوں میں کیا عمدہ بات کہی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی ۔۔۔ کہ یکدم با اللہ بودن بہ از ملک سلیمانی

علاوہ ازیں حضرت مولانائے روم رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب نصیحت فرمائی ہے۔ اور ذکر کی ترغیب دی ہے۔ کہ یہ تیرا گندہ وجود کسی کام کا نہیں۔ اگر اس کو کام کا بنانا ہے۔ تو حق تعالےٰ

کے ذکر کی مشک وخوشبو اپنے دل کو لگا یعنی ذکر اللہ میں مشغول رہو۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ کہ مولانا صاحب کیسی حکمت اور دانائی سے سمجھاتے ہیں۔ ؎

در زمین دیگراں خانہ مکن — کار خود کن کار بیگانہ مکن
کیست بیگانہ تن خاکئی تو — کز برائے اوست غمناکئی تو
تا تو تن را چرب و شیریں میدہی — جوہر جاں را نہ بینی فربہی
گر میان مشک تن را جا شود — روز مردن گند او پیدا شود
مشک را بر تن مزن بر دل بمال — مشک چہ بود اسم پاک ذوالجلال

حقیقت ہی یہی ہے۔ اور یہ مسلمہ و متفقہ امر ہے۔ کہ تزکیہ نفس بغیر ذکر اللہ تعالےٰ کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ذکر کی فضیلت میں حضرت مولٰنا عبد الصمد صاحب خلیفہ جناب حضرت شاہ نامدار رحمہم اللہ تعالےٰ نے کیا خوب لکھا ہے۔ ؎

یاد کر تو یاد کر تو یاد کر — غفلت اپنی یاد سے آزاد کر
دیکھ فرماتے ہیں کیا وہ اہل شوق — ذکر سے حاصل ہے جن کے دل کو ذوق
حق چہ باشد یاد آں یزدان پاک — کے بداند قدر او ایں مشت خاک
سب عبادتوں سے بہتر ذکر حق — یہ حدیث مصطفٰے سے پڑھ سبق
دیکھ کیا لکھتے ہیں وہ اے نیک نام — جو کہ گزرے دین میں عالی مقام
یادِ او سرمایۂ ایماں بود — ہر گدا از یادِ او سلطان بود
چیست سلطانی و درویشی بداں — یادِ آں جاں آفرین انس و جاں
یادِ او گر مونس جانت بود — ہر دو عالم زیر فرمانت بود
دی فضیلت حق نے ذاکر کو تمام — یہ حدیث مصطفٰے ہے نیک نام
مدح ذاکر خود کرے وہ ذوالجلال — انبیا بھی سب کریں اے خوشخصال
اولیا سب کرتے ہیں یہ التجا — مولوی یہ دل سے دیتے ہیں ندا
ہر کسے کو مائل یادِ خدا است — خاک راہش طوطیائے چشم ما ست
انبیا کرتے ہیں غبطہ اے پسر — رتبۂ ذاکر سے سُن تو یہ خبر

جستجو کرتے ہیں ان کی سب ملک — ذاکروں کی بر زمین و بر فلک

ہر کہ با ذاکر نشیند یک دمے — روز فردا او کجا دارد غمے

عمرہا خواہان ایں دولت شدند — سالہا مشتاق ایں صحبت شدند

صحبت ذاکر اگر باشد نصیب — دولت جاوید یابی اے حبیب

صحبت شاں خاک را اکسیر کرد — لطف شاں در ہر دلے تاثیر کرد

سبز مے سازند چوب خشک را — بوے می بخشند رنگ مشک را

ذاکران حق کا یہ ہے مرتبا — معصیت نیکی سے بدلے ہے خدا

خود خدا کرتا ہے ذکرِ ذاکراں — جس طرح کرتے ہیں ذاکر اے جواں

ذاکروں کے ساتھ رب ذوالجلال — یہ ہے رتبہ دیکھ تو اے باکمال

شمس کی ہے روشنی اس خاک پر — ذاکروں کی روشنی افلاک پر

ذکر حق سے یہ فضیلت اے پسر — مولوی کے قول پر کر تو نظر

بس بزرگی ہاست اندر یاد او — یاد او کن یاد او کن یاد او

مطمئن کو پڑھ ذرا دل سے جواں — یہ حقیقت ذاکروں کی بیگماں

لفظ کرمنا کو پڑھ اے خوبرو — کیوں بنا جاتا ہے خود نوزشت خو

تو تو وہ شہباز ہے سدرہ نشیں — آشیانہ ہے ترا عرش بریں

دیتے ہیں تجھ کو صفیریں بر فلک — ڈھونڈتے پھرتے ہیں تجھ کو سب ملک

علم پڑھ کر حق سے غافل جو بشر — وہ سگِ دنیائے دُوں ہے اے پسر

کیونکہ شیطاں ساتھ اسکے بالیقین — جو کہ غافل حق سے ہو اے مرد دیں

دل جو خالی یاد حق سے اے جواں — خانۂ شیطاں ہے وہ دل بیگماں

پر حذر ہو غافلوں سے اے پسر — دشمن ذاکر ہیں یہ سب سربسر

صحبت غافل تجھے غافل کرے — صحبت شاغل تجھے شاغل کرے

جو ہے غافل وہ ہے مردہ اے جواں — جو ہے شاغل وہ ہے زندہ بیگماں

وہ مرا ہے دست شیطاں سے حرام — یہ ہے زندہ نام حق سے اے کرام

یادِ حق سے گر ہے غافل اے جواں | زندگی ہے موت تیری بیگماں
بلکہ بدتر موت سے یہ زندگی | کیونکہ حاصل اس سے ہے شرمندگی
اک نفس گر یاد سے جاوے جواں | ہے بتر سو موت سے وہ بیگماں
دیکھ فرماتے ہیں ذاکر مولوی | مثنوی میں اس طرح پر اے اخی
غفلت از تو یک زماں صد مرگ داں | زندگی یادست نزد عارفاں
لیک جو ہیں کور و کر اور خود پسند | وہ ہیں غافل ذکرِ حق سے ہوشمند
ورنہ ذاکر ہیں زمین و آسماں | دمبدم ہیں ذکر سے یہ تر زباں
لیک سنتے ہیں انہوں سے اہلِ دل | وہ نہیں سنتے جو خود ہیں آب و گل

فرمایا حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ذکر ایسی نعمت ہے۔ کہ اس کے فضائل کما حقہٗ بیان کرنا طاقت بشری سے باہر ہیں۔ مختصر یہ کہ ہر صاحب بصیرت اور اہل دل نے یہی نصیحت فرمائی کہ غفلت میں زندگی بسر کرو۔ ذکر میں شاغل رہو۔ حضرت بابا سعدی شیرازی کیا عمدہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر مردگان کو طاقت گویائی حاصل ہوتی۔ تو وہ دوہائیاں دے دے کر کہتے کہ اے پسماندگان جب تک زندہ رہو ذکر الٰہی میں مصروف رہو۔ مُردوں کی طرح لب بند نہ رکھو۔ وہو ہذا۔

اگر مردہ مسکین زباں داشتے | بفریاد زاری فغاں داشتے
کہ اے زندہ چوں ہست امکانِ گفت | لب از ذکر چوں مردہ برہم مخفت
چو مارا بغفلت بشد روزگار | تو بارے دمے چند فرصت شمار

ذکر کے فضائل جو اکثر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سننے میں آئے۔ تمام تحریر میں نہیں آسکے بطوالت کتاب کا بھی خیال ہے۔ اور علاوہ ازیں سعید الطبع اور ماننے والوں کے لئے یہی کافی اور وافی ہیں۔ وفی الطبع قاسیۃ القلوب اور منکرین کے لئے سو فاتر بھی بیکار ہیں۔

(ضروری نوٹ)

ہمارے طریقہ انیقہ نقشبندیہ عُلیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے تمام طریقوں

سے بوجوہات کثیرہ نہایت اعلےٰ و ارفع اور ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ اس
بزرگ اور افضل ترین طریق کے سر حلقہ جناب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو بعد
از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام بنی نوع آدم میں سے افضل البشر ہیں۔ اور جن کی نسبت
خاص حضور و آگاہی ہے۔ جو تمام نسبتوں سے افضل ترین ہے۔ نیز اس طریقہ علیہ میں نہایت
کو ابتداء میں رکھا ہے۔ اور ابتداء سلوک کی جذبہ سے کی ہے۔ اور سیر کی ابتدا عالم امر سے
کی ہے۔ بخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کی سیر عالم خلق سے شروع ہوتی ہے۔
اس طریق میں سلوک کی تمام منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں ہی قطع ہو جاتی
ہے۔ اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں ہی بالتبع میسر ہو جاتا ہے۔ اس طریق میں زیادہ
تر افادہ خاموشی میں ہے۔ اور ان حضرات کی توجہ ابتداہی سے احدیت مجردہ کی طرف سے
ہے۔ چونکہ ذکر خفی کو ذکر جہر پر بہت زیادہ فضیلت ہے۔ مذکورہ بالا وجوہات کی بنا
پر ہمارے خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کرام نے مجرد اثبات یعنی اسم ذات کے ذکر
کو اختیار فرمایا۔ کیونکہ یہ جذبہ کے لئے نہایت ہی مفید بلکہ بمنزلہ اکسیر ہے۔ اور یہی انتہا ہے۔
اسی لئے اس کو مقدم رکھا گیا ہے۔ اور اس کے کرنے کا طریق اس طرح ہے۔ کہ منہ بند کر کے
زبان تالو سے لگالے۔ آنکھیں بند کر لے۔ اور قلب کی طرف متوجہ ہو کر نہایت شد و مد کے
ساتھ زیر ناف سے اسم اللہ کو کھینچ کر دماغ تک لے جاوے۔ اور جو سانس باہر آتا ہے۔
اس سے خوب زور کے ساتھ **ھُوْ** کی ضرب دل پر لگائے۔ اللہ تعالےٰ کی ذات بیچون
و بے مانند و بے مثال کا حضور ملحوظ رکھے۔ اور اپنے شیخ مقتدا کا تصور رکھے۔ ذکر کرتے
وقت سانس کا روکنا نہایت لطف پیدا کرتا ہے۔ اور شرح صدر کے لئے بہت مفید
ہے۔ اس طریق سے بہت جلد اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔ اور تمام خطرات و وساوس
دل سے محو ہو جاتے ہیں۔ اور اسی پر مداومت و مواظبت کرنے سے تمام منازل بآسانی
طے ہو جاتے ہیں یہی وہ طریقہ ہے جس کے متعلق حضرت غوث صمدانی قطب ربانی مجدد الف
ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ میرے نزدیک اس طریقہ علیہ میں ایک قدم چلنا دوسرے
طریقوں میں ہزار قدم چلنے کے برابر ہے۔ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ تمام یاران

طریقت کو اسی طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اور یہی طریق مروج ہے۔

بعض مشائخ نقشبندیہ نے نفی اثبات اور مجرد اثبات ہر دو طرح کا ذکر اختیار کیا ہے۔ بلکہ خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو راقم نے دیکھا کہ ہر دو طرح کے اذکار پر کاربند تھے۔ مگر طالبین کو وہی طریق بتلایا اور تلقین فرمایا کرتے جو اوپر درج کیا گیا ہے اور اسی کو سب سے افضل واقرب اور سہل فرمایا کرتے تھے۔ ایک وقت تھا۔ کہ کچھ لوگ وہابی اور مخالفین و مانعین ذکر اللہ پیدا و ظاہر ہو گئے تھے۔ جو یا رسول اللہ کہنے والے کو مشرک اور یا رسول اللہ کہنا شرک کہتے اور ذکر اللہ کو بدعت بتلاتے۔ اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو آواز سے پڑھنا تو گویا ان کو توپ کا گولہ لگ جانے کے مترادف تھا مصلحت وقت کی بنا پر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ گاہ بگاہ کلمہ طیبہ کے فضائل بیان فرمایا کرتے تھے یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے رسالہ تجویز الرحمٰن ان تذکرہ بالسر والاعلان ذکر جہر کے جواز میں مرتب فرمایا تھا۔

چونکہ یہ فضائل کلمہ طیبہ کے حضرت صاحب رحمتہ اللہ کی زبان معارف بیان سے نکلے ہوئے تھے اسلئے مجھے بہت محبوب و مرغوب ہیں۔ اس میں کوئی شک اور کلام نہیں۔ کہ جو ذکر زبان سے ہو اور دل کا بھی اس میں تعلق اور موافقت ہو۔ بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا نزاع اور خلاف نہیں۔ اور محض دوستوں کو معلوم کرانے کی خاطر درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے دوست یہ نہ سمجھ لیں۔ کہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اسم ذات کے شغل باطنی کی تلقین کو ترک فرما کر اس کو اختیار کر لیا تھا۔ اتنا جتلانے اور ظاہر کرنے کے بعد اب میں وہ فضائل جو وقتاً فوقتاً آپ سے سُنے۔ تحریر کرتا ہوں۔

ذکر نفی اثبات یعنی کلمہ طیبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ

کے فضائل جو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بمائے ترغیب و تشویق یاران طریقت بیان فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ذکر الہٰی کی فضیلت میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ لا الہ الا اللہ بھی ذکر ہے۔ لیکن بعض وہ لوگ جو بموجب ارشاد باری تعالےٰ اذا ذکر اللہ وحدہٗ اشمأزت قلوب الذین لا یؤمنون بالاخرۃ واذا ذکر الذین من دونہٖ اذا ھم یستبشرون۔ یعنی جب اللہ تعالےٰ کا ذکر وحدت کے ساتھ یعنی اکیلے کیا جاتا ہے۔ تو ان لوگوں کے دل متنفر ہو جاتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے۔ اور جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالےٰ کے سوائے اوروں کا تبھی وہ لوگ خوش ہوتے ہیں۔ جن کے دلوں میں اس قسم کی بیماری اور مرض ہے وہ ہمیشہ متوحش اور متنفر ہی رہتے ہیں۔ للہذا چند خصوصی فضائل کلمہ شریف کے بھی بیان کرتا ہوں تاکہ منکرین اور مخالفین کے لئے اتمام حجت کا موجب ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بارگاہ رب العالمین میں شرف تکلم حاصل تھا۔ ایک دن عرض کی کہ اے میرے مولیٰ۔ مجھے کوئی ایسا وظیفہ عطا فرمایا جاوے جس کے ساتھ میں تیرا ذکر کروں اور تجھ سے دعا مانگوں۔ ارشاد ہوا قل لا الہ الا اللہ یعنی لا الہ الا اللہ کا ورد کیا کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ کہ اے میرے مالک کُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُونَ هٰذَا۔ یعنی تیرے تمام بندے یہ وظیفہ پڑھتے ہیں۔ پھر دوبارہ ارشاد ہوا۔ کہ اے موسیٰ پڑھ لا الہ الا اللہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی۔ کہ اے میرے مالک میں تو چاہتا ہوں۔ کہ مجھے کوئی خاص الخاص وظیفہ عنایت ہو۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے

موسیٰ (علیہ السلام) اگر ساتوں آسمان اور زمین ترازو کے ایک پلہ میں رکھے جاویں۔ اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلہ میں تو لا الٰہ الا اللہ والا پلہ بھاری ہوگا۔ اس حدیث کو محدثین نے صحیح فرمایا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے۔ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ۔ کہ تمام ذکروں سے افضل ذکر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اس حدیث کو ابن ماجہ۔ ترمذی۔ ابن حبان اور نسائی وغیرہم نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح دوسری روایت میں آیا ہے۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعا الحمد للہ یعنی سب ذکروں سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اور سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد للہ ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے۔ جددوا ایمانکم بقول لا الٰہ الا اللہ یعنی تم ہر وقت اور ہر دم کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے پڑھنے سے اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہو۔ تو معلوم ہوا کہ اس افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کے پڑھنے سے ایمان تازہ اور قلب روشن ہوتا ہے۔ ترمذی میں روایت ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ کوئی آدمی لا الٰہ الا اللہ نہیں کہتا۔ مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جاتا ہے۔ جب تک کہ کبائر سے بچا رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص دن رات کی کسی ساعت میں لا الٰہ الا اللہ کہے گا۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کے اعمال نامہ سے تمام برائیاں محو کر دیگا۔ معلوم ہوا کہ لا الٰہ الا اللہ کی کثرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عین منشا مبارک ہے۔ اور یہی وہ ذکر ہے۔ جس کے متعلق جناب سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ بند کر کے اس ذکر کا امر فرمایا۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت صوفیائے کرام و ارباب طریقت کثرہم اللہ میں یہ وظیفہ بکثرت معمول ہے۔ جیسے کہ روایت شداد بن اوس ترغیب میں آیا۔ کہ ایک دن ہم رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہارے درمیان کوئی اہل
کتاب ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ تو آپ نے دروازہ بند کرنے کا حکم فرمایا۔ اور دروازہ
بند کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو فرمایا ہاتھ اٹھاؤ۔ اور کہو لا الٰہ الا
اللہ۔ صحابہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے ایک ساعت ہاتھ اٹھائے اور لا الٰہ الا اللہ کہتے رہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحمد للہ۔ اللّٰھم انک بعثتنی بھٰذہٖ
الکلمۃ وامرتنی بھا ووعدتنی علیھا الجنۃ وانت لا تخلف المیعادط
پھر فرمایا۔ ابشروا فان اللہ قد غفر لکم۔ یعنی اے خدا تو نے مجھے اس کلمہ طیبہ کے
ساتھ مبعوث فرمایا اور مجھے اس کا امر کیا اور اس پر جنت کا میرے ساتھ وعدہ کیا۔ اور تو
وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ اے لوگو۔ خوش ہو کہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں بخشدیا۔ اس حدیث
کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

چونکہ قرآن کریم اور احادیث رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر الٰہی کی بالعموم اور کلمہ
طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی بالخصوص بہت فضیلت آئی ہے۔ لہٰذا مقبولان بارگاہ رب
العالمین ہمیشہ یاد الٰہی میں مستغرق و مشغول رہتے ہیں۔ انہیں تجارت خرید و فروخت
وغیرہ امور دنیوی حق تعالےٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا اصل
مدعا اور مقصد اعلیٰ اسی ذکر الٰہی کو سمجھا ہوا ہے۔ اور اسی میں لگے رہتے ہیں۔ خاموش بیٹھتے
ہیں۔ تو اسی کے ذکر و فکر میں بات کرتے ہیں۔ تو اسی کی دھن میں۔ چلتے۔ پھرتے۔ اٹھتے۔
بیٹھتے سوتے۔ جاگتے۔ خلوت وجلوت۔ سفر و حضر۔ بر و بحر۔ شام و سحر اسی کی یاد اور
ذکر میں مست اور سرشار رہتے ہیں۔ کسی کی مدح و ذم کی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کا
مقصود و مطلوب رضائے خالق ہوتا ہے۔

فقیر کو بعض اوقات تعجب اور افسوس ان مدعیان عمل بالحدیث وذی علم وفضل
اشخاص پر آتا ہے۔ جو بزعم خود علمائے کرام کے زمرہ میں داخل ہیں۔ اور جس ذکر کو جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل فرما دیں۔ جس ذکر کو پروردگار عالم اپنے خاص برگزیدہ
پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استدعا وعرض اور طلب ذکر خصوصی بہ کمال مہربانی اور

شفقت سے پڑھنے کو ارشاد فرماویں۔ اور اس کی فضیلت بیان کریں۔ آج اسی ذکر کو
یہ حضرات سننا گوارا نہیں کرتے۔ بلکہ بدعت اور شرک کہتے ہیں۔ حق تعالےٰ ایسے لوگوں
کو سمجھ عطا فرماوے۔ اور حقیقت و اصلیت ان پر ظاہر کر دے۔ آمین۔ مانعین ذکر لا
الٰہ الا اللہ کے لئے وعید شدید ہے۔ کہ حکم الٰہی سے روکتے ہیں۔ شرح مصفا میں مذکور
ہے۔ کہ حضرت سیدنا امام الہمام نعمان بن ثابت امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت
کیا گیا ان لوگوں کے متعلق جو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے باآواز بلند پڑھنے سے منع
اور بند کرتے ہیں بعد ادائے نماز کے۔ پس فرمایا سیدنا امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے کہ وہ رافضی
ہیں اس لئے کہ اس قول میں مخالفت ہے۔ فعل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے
اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ بعد ادائے
نماز فریضہ ساتھ کلمہ طیبہ کے جہر فرمایا کرتے تھے۔ یعنی باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا کرتے تھے اس
سے ذکر جہر کا جواز اور ثبوت بھی ظاہر ہو گیا۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ نسیان کثیر کے حجاب اور اس مرض
کے تمام آفات ذکر کثیر ہی کے علاج سے دور ہو سکتے ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کا اختصاص
ظاہری تو ارشاد نبوی افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ سے ہے۔ مگر باطنی طور پر بھی اس
میں ایک حکمت ہے۔ ایک دن فقیر قرآن مجید تلاوت کر رہا تھا۔ جب آیت الیہ یصعد
الکلم الطیب پر پہنچا۔ تو اس میں کچھ غور و فکر کیا۔ کہ وہ کلمات طیبات جو اس کی طرف
صعود کرتے ہیں۔ کیا ہیں۔ تھوڑی دیر غور و تدبر اور تفکر کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ کلمہ
طیب لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اسی کلمہ طیبہ کو بارگاہ الٰہی کی طرف راہ حاصل ہے۔ نسیان
عن ذکر اللہ کی مرض اور بیماری کو بغیر معجون نفی اثبات اور کوئی دوائی دور نہیں کر سکتی۔

لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت میں فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ جس
نے خلوص قلب اور صدق نیت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھا وہ جنت میں جائیگا۔ اگر اس
کے گناہ زمین کی خاک کے برابر کثرت سے ہوں تو بھی جب وہ صدق و خلوص سے لا الٰہ
الا اللہ پڑھے گا بخشدیا جاویگا۔

کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے متعلق جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الم ترکیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃً طیبۃً کشجرۃٍ طیبۃٍ اصلہا ثابتٌ وفرعہا فی السماء تؤتی اکلہا کل حینٍ باذن ربہا الخ بوساطت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم امت کو خطاب ہے۔ کہ کیا نہیں دیکھا کہ حق تعالےٰ جل شانہ کیسی عمدہ مثال بیان فرماتا ہے۔ کلمہ طیبہ کی مثال ایک ایسے ہونہار درخت کی ہے۔ جس کی جڑ مضبوط اور قائم ہے ایسی کہ ہرگز اکھڑ نہیں سکتی۔ یہ کلمہ طیبہ ایک ایسی حق مسلم اور مدلل شی ہے کہ کسی کے ہٹائے ہٹ نہیں سکتی۔ کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتی۔ شاخیں اس کی آسمان پر ہیں۔ ہر جگہ اس کی شان بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ ہمیشہ حق کا سر بلند اور دلیل غالب ہوا کرتی ہے۔ اس کی مثال اس درخت کی طرح ہے جو ہر موسم اور ہر فصل بلکہ ہر وقت پھل دے۔ ویسے ہی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا فائدہ بھی ہر لحظہ و ہر آن جاری وساری ہے۔ دنیا میں بھی اور قبر میں بھی۔ آخرت میں بھی۔ ایکدفعہ ایک شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی۔ کہ جناب۔ مالدار اور اغنیا بہت ثواب لے گئے۔ کیونکہ صدقات وخیرات بہت کچھ کرتے رہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ بھلا بتا تو سہی کہ اگر تمام دنیا کا مال واسباب اوپر تلے رکھا جاوے۔ تو آسمان تک پہنچ جائے گا۔ خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ میں تجھے ایسا عمل بتادوں جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان پر ہیں۔ اور پھر فرمایا کہو لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔

فرمایا کہ درمنثور میں من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہترین حسنہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے ایک نیکی میں ویسی ہی دس نیکیوں کا تو عام وعدہ ہے۔ باتفاق مسلم ہے۔ کہ کوئی نیکی رضا ومحبت الٰہی سے افضل نہیں۔ پھر جو اپنے آپ کو فانی اور حق تعالےٰ کو باقی سمجھ چکے ہیں۔ اور خالق کی رضاء پر نثار اور اس کی لقا پر فدا ہو رہے ہیں۔ انہیں یقیناً امیدوار رہنا چاہئے۔ کہ حضرت رب العالمین محبوب بے نیاز کم از کم دس حصے ان سے زیادہ ان کی لقا اور خوشنودی کا مشتاق ہے۔ پس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کو بدرجہ اولیٰ یہ یقین ہوتا ہے کہ اسی ذات وحدہ لاشریک لہٗ کو بقا ہے۔ اور اسی کی لقا ورضا مقصود ومطلوب ہوتی ہے۔ کتاب ہدیۃ الحرمین میں بحوالہ

عمدۃ الابرار فتاوی سمرقندی اور شرح لوادر البرہانی باب الاذکار میں آیا ہے کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے متعلق متصل بعد ادائے نماز فریضہ پڑھنے کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جب نماز پڑھنے کے بعد متصل ایک بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ نمازی کہتا ہے۔ تو اللہ تعالٰے اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ دوسری مرتبہ پڑھنے پر ثواب ملائکہ کا عطا فرماتا ہے۔ یہاں سے علاوہ فضائل کلمہ طیبہ کے جواز بالجہر بھی ثابت ہے۔ بعض مفسرین نے آیۂ قل اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام مخلوق کو کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب نے فرمادیا ہے کہ انصاف کرو۔ یعنی توحید کرو جو کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا کہنا ہے۔ اور اپنا منہ سیدھا قبلہ رو کرو یعنی دل اللہ تعالٰے سے لگاؤ۔ اور پکارو اللہ تعالٰے کو۔ اس طرح کہ سوائے اس کے دوسرا ملحوظ و مقصود نہ ہو۔ دین خالص اسی کے لئے ہو۔ اور یہ بھی اسی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ ضحاک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسط بمعنی توحید ہے۔ اس لئے کہ انصاف یہی ہے کہ حق کہیں۔ اور کلمۃ الحق یہی توحید کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے ایسے ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ۔ یعنی یہاں پر بھی اللہ تعالٰے اور فرشتے اور صاحبان علم کی شہادت اسی توحید کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے متعلق ہے۔

نیز آیت میں ادعوہ مخلصین لہ الدین جو آیا ہے۔ تو خلوص ضروری امر ہے۔ خلوص اور اس کے درجات و مراتب متفاوت ہیں۔ خلوص در عمل تمام افعال غیر مشروع کے لگاؤ سے پاک شرک کفر بدعت و معاصی سے دور رہنا ہے۔ اور یہ مقام تقوٰی ہے۔ خلوص اہل یعنی سوائے خداوند کریم کے نہ کسی سے نفع کی امید نہ ضرر کا خوف۔ یہ مقام طالبین ہے۔ خلوص قصد نفس باغی ہو یا منقاد۔ مگر غیر خدا نہ مقصود ہو۔ نہ مراد۔ یہ شیوۂ مجاہدین ہے۔ خلوص قلب یہ کہ دل ہی کسی طرف نہ جھکے یہ شان عاشقین ہے۔ خلوص محض غیر کا ذکر و لحاظ ہی نہ آئے۔ اثر سے بحث و قبول سے غرض نہ اس کے عدم سے تعلق نہ وجود سے کام بمصداق۔ ؎

بدیدار جاناں زجہاں مشتغل   بذکر حبیب از جہاں مشتغل

نہ پروائے کس شاں نہ سودائے کس   نہ در کنج توحید شاں جائے کس

اور یہ مقام خاص الخاص صدیقین کا ہے۔ خیر ذکر تو کلمہ طیبہ کے فضائل کے متعلق تھا۔ اسی ضمن میں کچھ خلوص کا بھی بیان آگیا۔ کلمہ طیبہ لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہ کی فضیلت کے متعلق ترمذی میں بروایت عمرو بن شعیب آیا ہے۔ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ افضل ماقلت انا والنبیون من قبلی یعنی جو کچھ میں نے اور مجھ سے پیشتر انبیا علیہم السلام نے کہا ہے۔ اس میں سے افضل یہ قول لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ نیز فرمایا کہ جو کوئی ہر روز سو بار لا اِلٰہَ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر کہے گا۔ اس کے لئے دس بردے آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔ اور سو نیکیاں اس کے واسطے لکھی جاویں گی۔ سو بُرائیاں اس کی دور کی جاویں گی۔ اور اس روز شام تک وہ شیطان سے پناہ میں رہیگا۔ اور اس کے عمل سے بڑھ کر اور کسی کا عمل نہ ہوگا ابو یعلی وطبرانی اور بیہقی میں بروایت ابن عمر آیا۔ کہ فرمایا جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لا اِلٰہَ الا اللّٰہ کہنے والے کو نہ قبر میں وحشت ہوگی۔ اور نہ قبر سے اٹھتے وقت۔ گویا کہ میں انکو دیکھ رہا ہوں۔ کہ نفخ صور کے وقت اپنے سروں سے مٹی جھاڑ رہے اور منہ سر صاف کر رہے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ الحمد للّٰہ الذی اذھب عنّا الحُزنَ ان ربنا لغفور شکور یعنی حق تعالےٰ کا حمد و احسان اور شکر ہے۔ کہ جس نے ہم سے حزن وغم دور کیا۔ بیشک ہمارا رب بخشنے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ علاوہ اس کے کلمہ طیبہ لا اِلٰہ الا اللّٰہ کی فضیلت کے بارہ میں بروایت ابوسعید رضی اللہ عنہ مروی ہے۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہ اے ابوہریرہ جو نیکی تم کروگے۔ وہ قیامت کے دن میزان میں وزن کی جائے گی۔ مگر کلمہ طیبہ لا اِلٰہَ الا اللّٰہ کو اس کے لئے ترازو نہیں رکھی جائے گی۔ بدیں وجہ کہ اگر یہ کلمہ طیبہ ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جاوے۔ اور دوسرے پلہ میں ساتوں آسمان وزمینیں اور مافیہا رکھے جاویں تب بھی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ والا پلہ بھاری رہے گا۔ کس قدر فضیلت اور بزرگی ہے۔ ایک حدیث شریف ابو منصور از مسند فردوس اور ابویعلی بروایت حضرت

انس لائے ہیں۔ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اے ابی ہریرہ جو شخص قریب المرگ ہو۔ اور اس پر نزع کے آثار طاری ہوں۔ اس کو کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ کہ وہ گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مرنے والوں کے لئے ہے۔ زندوں کے لئے کیا صورت ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان کے حق میں یعنی زندوں کے لئے زیادہ تر پاک کرنے والا ہے گناہوں اور برائیوں سے۔ ایک اور حدیث شریف جس کو بخاری نے بروایت ابو ہریرہ اور حاکم نے بروایت ابو امامہ بیان کیا ہے۔ اس میں بھی فضیلت کلمہ طیبہ کی بہت آئی ہے۔ اور مانعین و غافلین کے لئے وعید بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ بیشک تم سب جنت میں جاؤ گے۔ مگر جو شخص بالکل سرکش آوے۔ اور اللہ تعالےٰ سے ایسا بدکے جیسے اونٹ اپنے مالک سے بدل جاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ سے با انکار کون پیش آتا ہے۔ فرمایا کہ جو لا الٰہ الا اللہ نہ کہے۔ پس تم لا الٰہ الا اللہ کہنے کی کثرت کرو پیشتر اس سے کہ تم میں اور اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ میں آڑ کر دی جائے۔ کیونکہ یہی کلمہ توحید اور کلمہ اخلاص اور کلمہ تقویٰ اور کلمہ طیبہ اور دعوۃ الحق اور عروۃ الوثقیٰ ہے۔ اور جنت کی قیمت اور دام بھی یہی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے۔

ایک دن فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ہمارے سید و آقا حضرت غوث صمدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ کہ سب سے بڑھ کر عبادت کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ یعنی ذکر نفی و اثبات ہے۔ کیونکر افضل و راجح نہ ہو جب کہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوائے حق یعنی آسمانوں زمینوں اور عرش و کرسی و لوح و قلم اور عالم و آدم کی نفی کرتا ہے۔ اور اس کا دوسرا کلمہ معبود برحق کا اثبات کرتا ہے۔ جو زمین و آسمان و مافیہا کے پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے غضب کو دور اور رفع کرنے کے لئے اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ سے بڑھ کر زیادہ فائدہ مند اور کوئی چیز نہیں۔ خیال کرو اور سوچو کہ جب یہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ دوزخ میں داخل ہونے کے غضب کو تسکین کر دیتا ہے۔ تو اور تمام غضب

اس سے کم درجہ کے ہیں۔ ان کے متعلق بطریق اولیٰ و انسب تسکین کر دیتا ہے۔ اور پھر تسکین یہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کیوں نہ کرے۔ جب بندہ اس کلمہ طیبہ کے تکرار سے ماسوائے حق کی نفی کرتا ہے۔ اور تمام اطراف سے منہ پھیر کر اپنی توجہ کا قبلہ معبود حقیقی کو گردانتا ہے۔ تو خالق کا غضب مبدل بہ رحمت و شفقت ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ مختلف تعلقات اور توجہات ہی غضب کا باعث ہوتے ہیں۔ جن میں بندہ مبتلا ہوتا ہے۔ جب وہ نہ رہیں۔ تو غضب بھی نہ رہا۔ مثلاً جب مالک و آقا اپنے بندہ و غلام پر ناراض و غضبناک ہو جاوے تو غلام اپنی حسن فطرت سے اپنی تمام توجہ کو سب اطراف سے پھیر کر پورے طور پر اپنے آپ کو مالک و آقا کی طرف متوجہ کرلے۔ اور اس کے در پر گرا رہے۔ تو مالک کو اپنے اس غلام و بندہ پر ضرور بالضرور شفقت و مرحمت آجائیگی۔ اور غضب و غصہ دور ہو جاوے گا۔ ویسے ہی اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کو کہنے والا حق تعالےٰ جل شانہٗ کے غضب و غصہ سے دور اور اس کی مرحمت و شفقت کے قریب ہو جاتا ہے۔ سیدنا و مولٰنا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کو رحمت کے ننانوے حصوں کے خزانہ کی کنجی جانتا ہوں رجو آخرت کے لئے ذخیرہ فرمائے ہیں۔ اور یقین رکھتا ہوں۔ کہ کفر کی تمام ظلمتوں اور شرک کی کدورتوں کو دور کرنے کے لئے اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ سے بڑھ کر زیادہ اور کوئی کلمہ شفیع نہیں ہے۔ جس شخص نے اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی تصدیق کی اور ذرہ بھر بھی ایمان حاصل کرلیا۔ اور پھر منہیات و معاصی میں بھی مبتلا ہوا۔ تو امید ہے کہ اس کلمہ طیبہ کی شفاعت سے اس کا عذاب دور ہو جائیگا۔ اور دوزخ کے دائمی عذاب سے اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے طفیل نجات پائے گا۔ اس کلمہ طیبہ کی شفاعت ایسے ہی سود مند ہوگی۔ جیسے کہ اس امت مرحومہ کے تمام کبیرہ گناہوں کے عذاب دور کرنے میں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نافع اور فائدہ مند ہوگی۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کلمہ طیبہ کی فضیلت بیان فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص معترض ہوا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ۔ تو پھر جس نے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا۔ وہ تو جنت میں داخل ہو جائیگا۔ باقی یہ اعمال نماز

روزہ اور ذکر و مراقبہ وغیرہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس پر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ تصدیق قلبی اور خلوص سے کہنے والا بیشک داخل جنت ہوگا۔ اور جو شخص خلوص اور
تصدیق قلبی سے کہے گا۔ تو اس کے کہنے کا نتیجہ بھی یہی بر آمد ہوگا۔ کہ وہ مکمل طور پر پابند
شریعت بن جائیگا۔ افسوس ہے۔ کہ اکثر کوتاہ نظر اور کج فہم لوگ تعجب کرتے ہیں۔ کہ ایک
بار کلمہ طیبہ کہنے سے جنت میں داخل ہونا کیسے ہوسکتا ہے۔ یہ آنکھوں کے اندھے اس
کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے فیوض و برکات سے واقف نہیں۔ اسی پر حضرت سیدنا و مولٰنا
مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ مجھے ایسا محسوس ہوا ہے۔ کہ اگر تمام جہان کو اس
کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ایک بار کہنے سے بخش دیں۔ تو بھی ممکن ہے۔ نیز یہ بھی مشہود ہوتا
ہے۔ کہ اگر اس کلمہ پاک لا الٰہ الا اللہ کے برکات کو تمام جہان میں تقسیم کریں۔ تو ہمیشہ کے
لئے سب کو کفایت کرے اور سب کو سیراب کردے۔ اے مولا۔ اے خالق تو ہم کو اس کلمہ
طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے فیوض و برکات اور اسرار و نکات سے محروم نہ رکھ۔ اور ہم کو اس
پر اور اس کی تصدیق پر ثابت قدم رکھ۔ اور ہم کو کل بروز قیامت اس کی تصدیق کرنے والوں
کے ساتھ اٹھا۔ اور اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ اور اس کے پہنچانے والوں کی سفارش ہمارے
حق میں قبول فرما۔ اور ان کے طفیل ہم سب کو جنت میں داخل کرکے اپنے لقا کی نعمت نصیب
فرما۔ آمین۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت میں جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے
فرمایا کہ جب ولی اللہ کی نظر سیر فی اللہ میں رہ جاتی ہے۔ اور ہمت کے پر و بال جواب دے
بیٹھتے ہیں۔ غیب کے ساتھ معاملہ پڑتا ہے۔ تو اس منزل و مقام پر یہی کلمہ طیبہ لا الٰہ
الا اللہ رہنمائی کرسکتا ہے۔ یہ منزل سوائے اس کلمہ طیبہ کے پاؤں کے طے نہیں ہوسکتی۔
وہاں اسی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی امداد و اعانت سے مسافت قطع کی جاتی ہے۔ یہی
حضرات سلف صالحین کا بنایا ہوا علاج ہے۔ بلکہ اس کلمہ طیبہ کی فضیلت اس سے معلوم
کرو۔ کہ سیدنا و مولٰنا حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ دنیا میں اب اس
آرزو کے بغیر اور کوئی خواہش نہیں کہ کنج تنہائی میں بیٹھ کر کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر سے
محفوظ اور متلذذ ہوتا رہوں۔ مگر کیا کروں کہ تمام خواہشیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اور

خلقت کے خلط ملط سے چارہ نہیں۔ خیال کرو کہ ایسی برگزیدہ خدا و پسندیدۂ رسول خدا عظیم الشان ہستی جس ذکر کے متعلق اتنی فضیلت جانے۔ وہاں ہم جیسے ضعیف و عاجز انسانوں کو کہاں یارا۔ کہ اس کی فضیلت کما حقہٗ بیان کر سکیں۔ المختصر یہ کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ شریعت طریقت و حقیقت کا جامع ہے۔ اسی سے نفس امارہ نفس مطمئنہ ہو کر پاک و صاف بنتا ہے۔ اور ولائیت کے تمام کمالات اسی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ لہذا انسان کو لازم ہے۔ کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے ذکر سے اپنے اوقات کو آباد رکھے۔ اور کسی سے کچھ تعلق نہ رکھے اس کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے تکرار سے تمام خواہشات کو سینہ کے میدان سے نکال کر صاف کر دے تاکہ سوائے ایک کے اور کچھ مقصود و مطلوب اور محبوب نہ ہو۔ اگر دل ذکر کرنے سے تھک جاوے تو زبان کے ساتھ پوشیدہ طور پر شروع کر دے۔ اور ذکر میں لگا رہے۔ غافل نہیں ہونا چاہئے۔ کہ بزرگوں نے فرمایا ہے جو دم غافل سو دم کافر۔

کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت میں فرمایا حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ سالک کے لئے اس سے بہتر اور کوئی ذکر نہیں۔ سوائے اس کے اور کسی ذکر سے قلب کی صفائی تمام خطرات کا رفع ہونا حضور قلب اور ذوق و شوق میں اضافہ حاصل نہیں ہوتا۔ سالک کے لئے بڑا ضروری بلکہ لازم ہے کہ شب و روز لا الٰہ الا اللہ کے ذکر میں شاغل رہے۔ تاکہ اس کے تکرار اور بار بار پڑھنے سے توحید کی صورت دل میں جم جاوے۔ اور ماسوا و غیر اللہ کی گرفت سے آزادی حاصل ہو جاوے۔ مندرجہ ذیل حدیث شریف کے ترجمہ سے ہوش رسا اور سننے والے کان رکھنے والے احباب اس ذکر کی فضیلت کا اندازہ لگائیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا طریقہ عمل ارشاد فرمائیے۔ جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک و قریب کرنے والا ہو۔ اور اس کے حضور میں بہت ہی بزرگ ہو۔ اور بندوں کے لئے زیادہ آسان ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ آپ کو خبر ہے۔ کہ کس چیز کے ذریعہ سے میں خدا تک پہنچا ہوں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کہا۔ اے اللہ کے رسول فضیلت ذکر فی الحقیقت ایسی

ہی ہے۔ حالانکہ سب لوگ ذکر ہی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روئے زمین پر جب تک کوئی اللہ اللہ کرنے والا رہیگا۔ قیامت برپا نہ ہوگی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیونکر ذکر کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے سُن۔ یہاں تک کہ میں متواتر اس کو تین مرتبہ پڑھوں۔ پھر تم اس کو تین مرتبہ پڑھو۔ اور میں سنوں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اس کے بعد اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔

یہ اسی کلمہ طیبہ کی برکت وفضیلت ہے۔ کہ ہزار برس کا کافر ایک بار بصدق دل پڑھنے سے دوزخ کی آگ سے نجات پا جاتا ہے۔ اور بہشت کا مستحق بن جاتا ہے۔ یہی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دردمندوں کے زخموں کی مرہم اور مسکینوں کے دکھ کی دوا ہے۔ اور یہی عاشقان صادقان کا شغل اور مشتاقوں کا غمگسار ہے۔ یہی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ نے ہے۔ جو اپنے پڑھنے والوں کے لئے فرش زمین سے لے کر عرش بریں تک نورٌ علی نور کردیتا ہے۔ اور ان کو مقام اعلیٰ علیین تک پہنچا دیتا ہے۔ مگر دوستو یاد رکھو ہر ایک عمل میں جس قدر صدق اخلاص اور محبت ہوں گے۔ اسی قدر اس پر ثمرات و درجات مترتب ہونگے۔ جتنا زیادہ اخلاص ہوگا۔ اسی قدر زیادہ قبولیّت ہوگی۔ اور اسی قدر زیادہ روحانی سرور اور غیبی فتوحات میں اضافہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے پُوچھا۔ کہ حق تعالےٰ نے آپ کے کون سے فعل وعمل کو سب سے زیادہ پسند فرمایا جس کے طفیل آپ کو غیبی علوم سے واقف کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں نے جو عمل کیا۔ اس کے اجر کا طمع نہیں رکھا۔ آخر کار اس بے مثل و بے نیاز نے اتنی نعمت عطا فرمائی۔ کہ وہ ہرگز ہرگز گنتی میں نہیں آسکتی۔ سو دوستو۔ اخلاص و محبت کو اپنا وتیرہ بناؤ۔ اب فضائل ذکر کو بوجہ طوالت ختم کرتا ہوں۔ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے جو فضائل ذکر سننے میں وقتاً فوقتاً آتے رہے وہ تمام لکھنے سے یہی باب فضائل ذکر ایک کتاب بن جائیگی۔ اور اصلی مطلب بہت دور جا پڑے گا۔ ان فضائل کے درج کرنے سے

بہت سے فائدے تھے جن کی بنا پر ایسا کیا گیا۔ اول تو یہ کہ سیدی ومولائی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث واقوال بزرگان ہی ہیں جن کے متعلق خود ہی حضور فرمایا کرتے تھے۔ بھائی میں خود اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا۔ جو کچھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا بزرگان دین نے کہا وہی کہتا ہوں۔ پیشوا کے فرمائے ہوئے کلمات طیبات پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالمشافہ فرما رہے ہیں۔

دوسرے جب ذکر کی فضیلت معلوم ہوگی۔ تو طالب کے دل میں ذوق وشوق اور ولولہ وجذبہ پیدا ہوں گے۔ جو اس راہ میں عمدہ ترین معاون ہیں۔ اور ذاکر فضیلت معلوم کرکے قوی ہمت ہو جاویں گے۔ اور ان کی طلب ومحبت میں اضافہ وزیادتی ہوگی۔ بدیں وجہ تمام مومنین ومسلمین بالعموم اور یاران طریقت بالخصوص اس بیان کو ہفتہ عشرہ میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ تاکہ ذوق وشوق اور رغبت ذکر الٰہی کی ہر دم تازہ رہیں۔ ؎

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

فضائل حلقہ ذکر اور اس مبارک مجلس کے اور ختم خواجگان رحمہم اللہ کے متعلق جو حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ وہ کیفیت حلقہ ذکر کے بعد درج کئے جاویں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اب کیفیت حلقہ ذکر درج کی جاتی ہے۔ وھو ہذا۔

جب تمام یاران طریقت واحباب مخلصین مجلس مبارک میں حاضر وجمع ہوتے۔ تو خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ بحیثیت صدر مجلس۔ جیسے کہ مشائخ عظام کا قاعدہ ہے۔ تشریف فرما ہوتے۔ اور تمام معتقدین ومریدین اور حاضرین کو باادب دوزانو بیٹھ جانے کو ارشاد فرماتے۔ پھر قرآن مجید کی آیات طیبات ام الکتاب تلاوت فرماتے۔ اور درود شریف واستغفار خود بھی پڑھتے۔ دوستوں کو بھی پڑھنے کا حکم فرماتے۔ اور تمام حاضرین وسامعین کو مخاطب کرکے فرماتے۔ اپنی ارادت کو صادق بناؤ۔ اپنے قلوب کو وساوس اور خطرات غیر سے صاف کرو۔ اور حضور قلب سے ذکر الٰہی میں شاغل ہو۔ گزشتہ گناہوں اور غفلت پر بتضرع وزاری کناں عفو وکرم طلب کرو۔ اور آئندہ گناہوں اور غفلت سے

پہنچنے کی ہمت و توفیق طلب کرو۔ دنیائے دوں اور اس کے عوایق و علایق کو دلوں سے نکال کر ہمہ تن خالق کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور غور و خوض سے سنو۔ اس کے بعد جس دوست کو آپ ارشاد فرماتے۔ وہ حکایات الصالحین یا فیوض یزدانی سے حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے مواعظ حسنہ یا کسی اور تصوف کی کتاب سے باآواز بلند پڑھتا تاکہ تمام مجلس سنکر مستفیض و مستفید ہو سکے۔ جہاں جہاں رقت عبادت اور حال ہوتا وہ خود شرح فرماتے جاتے۔ ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ تک یہ درس جاری رہتا تو پھر حلقہ ذکر ہوتا۔ دوستوں کو ارشاد فرماتے۔ دل کی طرف متوجہ ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔ موت اور قبر کو یاد کرو۔ دنیائے دوں سے متنفر کرنے اور خالق کی یاد و محبت پر ابھارنے والے اشعار اور کلمات طیبات موقع بموقع ارشاد فرماتے جاتے۔ اور ایسی توجہ حاضرین پر مبذول فرماتے کہ جس کے اثر سے اہل مجلس تو درکنار ایسا معلوم و محسوس ہوتا کہ در و دیوار بھی جذبہ اور وجد کی حالت میں ہیں۔ حاضرین مجلس پر ایسا اثر ہوتا کہ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ کیفیت قلبی اور حال کو احاطہ تحریر میں لانا اور کما حقہ بیان کرنا ناممکن نہ ہو تو محال ضرور ہے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ مخالفین و معترضین امتحاناً آئے اور سچے دل سے معتقد ہو کر گئے۔ اور بزبان و دل مقر ہوئے کہ واقعی اہل دل کی نظر اکسیر ہے۔ کہ جس پر پڑتی ہے کام کر جاتی ہے۔ مردہ دل آکر بیٹھے اور زندہ دل ہو کر اٹھے بقول شاعرؔ

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس انکی — الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

بحالت حلقہ ذکر اکثر آپ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے یہ اشعار پڑھتے

ہر روز باشی صائما ہر لیل باشی قائما — در ذکر باشی دائما مشغول شو در ذکر ھُو

چونکہ یہ اشعار جمعتہ المبارک کے بعد حلقہ ذکر کی کیفیت میں درج ہو چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

جب جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ توجہ دیتے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔ آپ کی توجہ میں کیا برقی تاثیر تھی۔ کہ حاضرین مجلس کے قلوب سے ماسوائے اللہ کے نقوش کو ایک ہی توجہ میں صاف و پاک کر دیتی تھی۔ اور حاضرین مجلس نسبت باطنی کے کوالف اور فیوض و فوائد

حاصل کر کے جاتے تھے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وہ برجستہ کلمات طیبات
اور باموقع اشعار سن کر باطنی صفائی اور اطمینان قلبی کی نعمتیں میسر ہو جاتی تھیں۔ آپ
کے پُر از محبت اور ولولہ انگیز مذکورات باطنی تغیر کا موجب ہو کر آنکھوں سے ذوق و شوق
کے آنسو بے اختیارانہ رواں اور جاری کر دیا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس اس قدر برکات
و فیوض سے پُر ہوتی تھی۔ کہ ایک مرتبہ کی حاضری سے بھی تصفیہ و تزکیہ نصیب ہو جاتا۔ اور
طاعت الٰہی میں لذت و حلاوت اور بدعات و عصیان سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔ بہت
سے سعادت مند لوگ۔ جو قادریہ و چشتیہ خاندانوں سے تعلق رکھنے والے آپ کی مجلس مبارک
میں آکر حاضر ہوتے تھے۔ وہ علی الاعلان کہتے کہ جو ظاہری و باطنی آداب و انوار۔ برکات
و تہذیب اور تزکیہ نفوس جناب حضرت صاحب کی صحبت اور مجلس میں حاصل اور نصیب
ہوتے ہیں۔ فی زمانہ اور کہیں نظر نہیں آتے۔

جب حلقہ ذکر ختم ہوتا۔ دعا فرماتے۔ پھر کوئی ایک دوست اٹھ کر حمد و نعتیہ اشعار پڑھتا
اس کے بعد حافظ صاحب کو ارشاد ہوتا وہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔ اور بعد تلاوت قرآن
مجید دعائے خیر ہوتی۔ اور تمام دوستوں کو رخصت کی اجازت فرماتے۔ اور دوست روانہ ہو جاتے
خداوند کریم و علیم نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت باطنی کے القا
و ارشاد کی قوت بدرجہ اتم و اکمل عنایت فرمائی ہوئی تھی۔ طالبان راہ سلوک دور و دراز
رہنے والے آپ کی غائبانہ توجہات سے بھی مستفیض و مستفید ہو کر ترقی کر کے درجہ کمال کو
پہنچے ہیں۔ اور جیسے فیوضات حاضرین خدمت کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ
علیہ کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوتے تھے۔ انہیں دور و دراز فاصلے پر رہ کر بھی حاصل ہو
جاتے تھے۔ جیسا کہ برما اور شان ریاست کے چند احباب جو بوجہ نہایت بُعد مسافت
حاضر خدمت نہیں ہو سکے۔ آپکی توجہات باطنیہ سے وہاں فائز المرام ہوئے ہیں۔ بالخصوص
حاجی رحمت اللہ صاحب جو بوجہ بہت دُور رہنے کے اکثر آپ کی توجہات سے بہرہ ور
ہو کر بامراد ہوئے ہیں۔ الغرض آپ کی ہمت عالی اور بلیغ سعی سعید اسی امر میں مصروف
رہی۔ کہ ہر وقت طریقہ انیقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کو جہان میں ترقی و فروغ ہو۔ اور اس کے

انوار سے جہان کو منور کر دیا جاوے۔

سو الحمد للہ کہ بفضل خداوند کریم و رحیم جس طرف بھی نگاہ اٹھا کر دیکھا جاوے ادھر ہی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وابستگان دامن کے انوار ہی انوار نظر آ رہے ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ختم الحمد للہ واللھم زد فزد۔ اب میں وہ فضائل مجلس اہل اللہ و محبت فی اللہ اور حلقہ ذکر تحریر کرتا ہوں۔ جو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ برائے ترغیب و تحریص دوستان گاہ بگاہ بیان فرمایا کرتے تھے۔

فرمایا کہ حق تعالے ارشاد فرماتے ہیں۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ یعنی اے ایمان والو ڈرو اللہ تعالے سے یعنی پرہیزگار اور نیکوکار بن جاؤ۔ اور صادقین سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ ان کی معیت و صحبت اختیار کرو۔ مفسرین نے اس آیت مجید کے نکات میں بیان فرمایا ہے۔ کہ اس میں اشارہ ہے۔ کہ شیخ کامل اور اہل اللہ کی مجالست و موانست اور صحبت کو اختیار کرو۔ اور ان کی محبت و تعشق اور ان پر جان نثاری کو لازم پکڑو تا کہ حق تعالے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی فیوض اور انعامات و کرامات مزید مبذول ہوتے رہیں۔ اس میں اس قدر فوائد ہیں۔ کہ کچھ شمار نہیں۔ فی اللہ دوستوں۔ پیر بھائیوں اور یاران طریقت کا آپس میں ملنا جمع ہونا موجب ازدیاد محبت الہی اور اضافۂ ذوق و شوق ہوتا ہے۔ جو لوگ اپنی آرام طلبی کو بالائے طاق رکھ کر جسمانی اور مالی مشقت اور تکلیف برداشت کر کے فقرا و اہل اللہ کے بزرگ و سترگ گروہ کی مجالس میں حاضر ہوتے ہیں۔ در اصل وہی لوگ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کے ارشاد پاک اور مژدہ و مبارکباد کے مستحق ہوں گے۔ اور یہ کوئی معمولی مرتبہ نہیں۔ بلکہ مرتبۂ عبودیت و عبدیت آخر مراتب اور اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ جو کہ بعد حصول اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور اطمینان بغیر محبت و عقیدت اور بالخصوص صحبت و مجلس اہل اللہ کے ہرگز میسر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے بعد حصول اطمینان حکم دخول عبودیت فرمایا گیا۔ ؎

لفظ کونوا دیکھ لے قرآن میں حق نے فرمایا ہے ان کی شان میں

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ مفسرین نے کونوا مع الصادقین کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اصبحوا مع اللہ فان لم تطیقوا ثم من یصحب مع اللہ۔ کہ تم اللہ تعالےٰ کے ساتھ صحبت رکھو۔ اگر یہ طاقت نہیں۔ تو پھر ان لوگوں سے صحبت رکھو۔ جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں یعنی ان کو معیت اللہ حاصل ہے مفسرین وشارحین رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی ہے۔ کہ یہاں اہل اللہ کی صحبت ومجلس کی طرف اشارہ ہے۔ میرے پیارے دوستو۔ اگر اس بات کے خواہشمند ہو۔ کہ اہل دل بن جاؤ۔ تو اہل دل درویشوں اور اہل ذکر فقرا کی مجالس میں بیٹھو۔ تاکہ وہ اپنے انوار باطنی سے تمہیں بھی اہل دل بنا دیں۔ سوائے اس برگزیدہ گروہ کی مجلس وصحبت اور ہمنشینی کے صاحبدل ہونا بہت دشوار ہے۔ یقین جانو۔ کہ کوئی علم وعمل اور ریاضت ومجاہدہ اور خلوت اللہ تعالےٰ کے مقبول و برگزیدہ بندوں کی صحبت ومجلس سے بہتر نہیں۔ ان کی مجلس وصحبت کے متعلق حضرت مولنا صاحب نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔ ؎

ہر کہ با او شاں نشیند یک دمے — روز فردا او کجا دارد غمے
عمرہا خواہانِ ایں دولت شدند — سالہا مشتاق ایں صحبت شدند
صحبتِ نیکاں اگر باشد نصیب — دولتِ جاوید یابی اے حبیب
صحبت شاں خاک را اکسیر کرد — لطف شاں در ہر دمے تاثیر کرد
سبزہ ہا ازند چوبے خشک را — بوے مے بخشند رنگ مشک را

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ایک مرتبہ کچھ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکٹھے بیٹھ کر حلقہ ذکر کر رہے تھے۔ کہ اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ان پر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ یہاں کس لئے بیٹھے ہو۔ اصحاب کرام نے عرض کیا کہ ہم ذکر اللہ کر رہے ہیں۔ اور اس کی تعریف کر رہے ہیں۔ اور اس خالقِ کون ومکان کا شکریہ کر رہے ہیں۔ کہ ہم کو اسلام کے لئے ہدایت بخشی۔ اور ہم پر اس کے ساتھ بہت بڑا انعام فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم دیگر دوبارہ فرمایا کہ کیا تم کو اسی بات نے بٹھایا یعنی ذکر اللہ اور خداوند کریم کی حمد وثنا نے۔ انہوں نے عرض کیا

اللہ کی قسم ہم کو نہیں بیٹھایا مگر اسی نے۔ یعنی جو کچھ پہلے عرض و بیان کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ خبردار خیال رہے میں نے تم کو از روئے تہمت اور جھوٹ کے قسم نہیں دی۔ بلکہ میرے پاس حضرت جبرائیل آمین آئے اور انہوں نے مجھے خبر دی کہ تحقیق اللہ تعالےٰ تمہیں فرشتوں میں فخر سے یاد فرماتا ہے۔ اس حدیث شریف میں اللہ تعالےٰ کے ذکر اور مجلس ذکر کی شمولیت کی فضیلت جو بیان ہوئی ہے کس قدر ہے۔ خیال کرو اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں جس کو حضرت ابی ہریرہ و ابی سعید رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اس طرح آیا ہے۔ کہ جب کوئی جماعت اللہ تعالےٰ کے ذکر کے لئے جمع ہو کر بیٹھتی ہے تو اللہ تعالےٰ کے فرشتے اس جماعت کے گرد احاطہ کر لیتے ہیں۔ اور ان کو گھیر لیتے ہیں۔ خدا کی رحمت کے آثار و انوار اس جماعت کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور ان پر تسکین اور حضور کا نزول ہوتا ہے۔ اس وقت جو نورانیت اور اطمینان قلبی اور حضور دلجمعی اور ذوق و شوق ان کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے۔ حق تعالےٰ ایسے لوگوں کو اپنے ملائکہ میں یاد کرتا ہے۔ اور اپنے بندگان کی بڑائی و بزرگی اور فخر بیان فرماتا ہے اور اپنے بندوں کا فضل و کرامت فرشتوں پر ظاہر کرتا ہے۔ جو اپنے واسطے پرہیزگاری پاکیزگی اور تسبیح و تقدیس کے مدعی تھے۔ اور انسانوں پر فتنہ و فساد اور خونریزی کا الزام دھرتے تھے۔ ایک اور حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالےٰ نے کچھ فرشتے مقرر فرمائے ہوئے ہیں۔ کہ اہل ذکر کی مجالس کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب کسی اللہ والوں کی مجلس کو دیکھتے ہیں۔ کہ وہ جمع ہو کر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں ھلموا الی حاجتکم کہ جلدی اپنی حاجت کی طرف آؤ۔ کون سی حاجت ہے معلوم ہو کہ ذکر کرنے والوں کی ملاقات اور ذکر کا سننا ان کی حاجت ہوتی ہے۔ پھر فرشتے آکر اپنے پروں سے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ جب اہل مجلس منتفرق ہو جاتے ہیں وہ فرشتے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ میرے

بندے کیا کہتے تھے۔ عرض کرتے ہیں خدایا وہ تیری تسبیح و تقدیس۔ اور بزرگی و بڑائی بیان کرتے تھے۔ تیرا ذکر کرتے تھے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر کیا کریں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اگر وہ دیکھ لیں تو تیری عبادت اور تسبیح و تمجید اور ذکر میں کثرت کریں۔ پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وہ کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ کہ نہیں۔ اگر وہ جنت کو دیکھ لیں تو اس کی حرص و طلب اور رغبت میں لگے رہیں۔ پھر اللہ کریم فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے۔ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے۔ ارشاد ہوتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ نہیں۔ اگر تیرے بندے دوزخ کو دیکھ لیتے تو اس سے بہت بھاگتے اور ڈرتے۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے۔ کہ میں تمہیں گواہ رکھتا ہوں۔ کہ میں نے ان کو بخشدیا۔ تو ایک فرشتہ ان میں سے عرض کرتا ہے۔ کہ فلاں شخص ان میں سے نہیں وہ کسی اور غرض و حاجت کے لئے آیا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وہ تو ایسی قوم یعنی مجلس ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی برا نہیں ہے۔ یعنی میں نے ان کے طفیل اس کو بھی بخش دیا ہے۔ اس حدیث شریف میں مجلس ذکر اور ذاکرین کی کس قدر فضیلت ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی اگرچہ ذکر میں شرکت کی نیت سے نہیں آیا۔ مگر اللہ کریم کے فضل و کرم اور ذاکرین کی صحبت کی برکت سے بخشش کا مستحق ہو گیا۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ جو قوم محض خدا کا ذکر کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو۔ اور بجز رضاء الٰہی ان کا اور کوئی مقصد و مطلب نہ ہو۔ تو اُن کے لئے ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے۔ کہ اٹھو تمہارے گناہ بخشے گئے۔ اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل گئیں۔ اسی حدیث کو امام احمد صاحب نے بھی روایت کیا ہے۔ الحمد للہ کہ جیسے اس فقیر کے دوست محض حق تعالےٰ کی رضا و خوشنودی

کے لئے اتوار اور جمعہ کے دن حلقہ ذکر کی شمولیت کے لئے دور دور سے آجاتے ہیں
اس حدیث سے اس قسم کے یاران طریقت کے ایک جگہ اکٹھے ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول
ہونے کا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ کہ اللہ کریم ان کی تمام خطائیں معاف فرماتا ہے۔ اور
جب ذکر کی مجلس سے اٹھتے ہیں۔ تو گناہوں سے پاک ہو کر اٹھتے ہیں۔ یہ خاص کر
صوفیائے کرام اور فقرائے عظام کے لئے ہی اللہ کریم کا فضل و احسان ہے۔ کہ انہی کے
ملنے والے ذکر الٰہی کی خاطر جمع ہوتے ہیں۔ اور یہی گروہ ذکر کے حلقے کرتا ہے۔ اور یہی
ارباب طریقت کا گروہ ہے۔ کہ ہمیشہ ان کی مجالس ذکر الٰہی کی مجالس ہوتی ہیں۔ خداوند
کریم فقیر کے دوستوں کو زیادہ زیادہ توفیق عطا فرماوے۔ کہ اس قسم کی مجالس کی برکات
وفیوضات سے بہرہ ور ہوتے رہیں۔ مجلس ذکر میں شرکت وشمولیت کی فضیلت کا
اندازہ اس سے لگاؤ۔ کہ صرف ان کا ہمنشین بھی بفضل خدا کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔
لا یشقی جلیسہم۔

جناب قبلہ عالم سیدی و مولائی جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فی اللہ
محبت کے متعلق فرمایا۔ کہ استاذ المفسرین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی
رحمتہ اللہ علیہ نے سورہ دہر کی تفسیر میں لکھا ہے۔ کہ حدیث قدسی میں یوں آیا ہے المتحابون
فی اللہ لھم منابر من نور یغبطھم النبیون والشھداء۔ کہ جو لوگ اس دنیا میں
محض لوجہ اللہ آپس میں دوستی اور محبت رکھتے ہیں۔ ان کے لئے کل بروز قیامت نور
کے منبر ہوں گے۔ جن پر وہ جلوہ افروز ہوں گے۔ وہ منابر ایسی عظمت اور بزرگی والے
ہوں گے کہ انبیاء و شہداء بھی دیکھ کر غبط فرماویں گے۔ اس روز انبیاء و شہدا کو امت پر
گواہی دیگران کو موقف سے اور اس دن کے ہول سے رہا کرانے کی فکر ہوگی۔ اور
المتحابون فی اللہ کو اس سے کوئی علاقہ نہ ہونے کی وجہ سے فراغت کلی ہوگی۔ یہ تمام بزرگی
اور عظمت فی اللہ محبت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔ ایک اور حدیث شریف جس کے راوی حضرت
ابو داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس مضمون کی تائید اور تصدیق کرتی ہے وہ یہ ہے
لَیَبْعَثَنَّ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فِیْ وُجُوْھِھِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ

يَغْبِطُهُمُ النَّاسُ بِنَسْءِ ابِ الْأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ قَالَ فَجَثَا اَعْرَابِيٌّ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ حَلِّهِمْ لَنَا نَعْرِفُهُمْ قَالَ هُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِي اللهِ مِنْ قَبَائِلِ شَتّٰى وَبِلَادٍ شَتّٰى يَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى ذِكْرِ اللهِ يَذْكُرُوْنَهٗ ۔ یعنی حق تعالےٰ قیامت کے دن ایسی قومیں پیدا و ظاہر فرمادیگا جن کے منہ اور چہروں پر نور ہوگا موتیوں کے منبروں پر ہوں گے ۔ لوگ ان کا غبطہ کرینگے ۔ وہ نہ نبی ہوں گے نہ شہید۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ایک بدوی نے اپنے گھٹنوں کے بل ہو کر عرض گزاری یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمائیے تاکہ ہم ان کو پہچان لیں۔ فرمایا وہ لوگ محض اللہ کی راہ میں محبت کرنے والے ہوں گے ۔ جو مختلف قبائل واقوام اور شہروں سے محض حق تعالےٰ کے ذکر کی خاطر ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کریم کا ذکر کرتے ہیں۔ اس حدیث شریف میں غور وخوض کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام فضیلت بھی فقراء اہل اللہ اور ان کے محبین و مخلصین ہی کا خاص حصہ ہے۔ کیونکہ اس طریق پر جیسا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ۔ سوائے صوفیائے کرام کے اور کبھی کسی فرقہ میں ایسی مجلس نظر نہیں آئی ۔ اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر اور احسان ہے ۔ کہ اس فقیر ضعیف کے دوستوں کو اس فضیلت کا شرف حاصل ہے۔ مقامی یاران طریقت روزانہ اور قرب وجوار و مضافات کے دوست ہفتہ میں ایک دو مرتبہ اور دور و دراز کے فی اللہ مخلص دوست کم از کم سال میں ایک مرتبہ عرس شریف کے موقعہ پر اس مبارک مجلس کی شمولیت سے فیوض و برکات حاصل کرتے اور اس بڑی بھاری فضیلت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ مجلس ذکر کے بے انتہا فضائل ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ۔ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ حِلَقُ الذِّكْرِ یعنی جب تم جنت کے باغوں میں پہونچو تو چرو ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کی۔ کہ جنت کے باغ کیا ہیں۔ فرمایا ذکر کے حلقے ۔ فقیر کہتا ہے ۔ کہ ذکر کا حلقہ یا ذکر کی مجلس ایک ہی چیز ہے ۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ ذکر کی مجالس جنت میں پہنچانے والی ہیں اور ذکر اللہ

کی مجالس میں جو ذوق حاصل ہوتا ہے وہ بھی جنت کی نعمتوں کے ذوق کا نمونہ ہے ایک حکیم نے کہا کہ خداوند کریم نے اس دنیا میں ایک جنت بنایا ہوا ہے۔ جو کوئی اس میں داخل ہو گیا۔ اس کی دوجہان کی زندگی پاک وصاف ہوگئی۔ لوگوں نے پوچھا وہ بہشت کونسی ہے اس نے کہا ذکر کی مجلس۔ جس مجلس کی یہ فضیلت ہو۔ اس سے محروم رہنا بڑی بدنصیبی اور سیاہ بختی اور نادانی ہے۔ ذاکرین کی مجلس وصحبت کے متعلق جناب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انہ قال مجلس للصالح یکفر عن المؤمن الفی الف مجلس من مجالس السّوءِ۔ یعنی کہ ایک نیک مجلس یا نیک آدمی کی مجلس مومن سے بیس لاکھ بری مجلس کا کفارہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی مومن بیس لاکھ بری مجالس میں بیٹھا ہو اور اس کے بعد ایک دفعہ کسی صالح بزرگ آدمی کی مجلس میں بیٹھے تو وہ تمام برائیاں دور ہو جاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیک اور صالح ہمنشین کی مثال کستوری رکھنے والے کی طرح ہے۔ اگر وہ کستوری نہ بھی دے۔ تو اس کی خوشبو سے ضرور تیری طبیعت فائدہ اٹھاویگی۔ اور برا ہمنشین مانند لوہار کی بھٹی کے ہے۔ کہ اگرچہ تیرے کپڑے نہ بھی جلیں پھر بھی اس کے دھوئیں سے تکلیف ضرور پہونچیگی۔ ایسے ہی حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی۔ کہ جب تو کسی جگہ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے دیکھے تو تو بھی ان میں ضرور شامل ہو جا۔ اگر تو عالم ہوگا تو تیرا علم تجھے نفع دیگا۔ اور اگر تو جاہل ہوگا۔ تو وہ اہل مجلس کی صحبت تجھے علم سکھاوے گی۔ جب اللہ کریم اپنی رحمت سے ذاکرین کی طرف متوجہ ہوگا۔ تو ان کی مجلس کے طفیل تجھ کو بھی اپنی رحمت وسیع میں ڈھانپ لے گا۔ اور جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے۔ جو ذکر نہیں کرتے تو ان میں مت بیٹھ۔ کیونکہ اگر تو عالم ہوگا۔ تو تجھے علم نفع نہ دے گا۔ اور اگر تو جاہل ہوگا۔ تو تیری جہالت وگمراہی اور زیادہ بڑھ جائیگی۔ اور شاید کہ اللہ تعالےٰ ان پر اپنا غضب اور قہر نازل کرے۔ اور ان کی صحبت کی وجہ سے تو بھی غضب الٰہی میں گرفتار ہو جاوے۔ کعب احبار رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے بھی اللہ والوں کی مجلس وصحبت کی بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ تحقیق حق تعالےٰ نے خلقت کے پیدا کرنے سے پہلے عرش کے نیچے دو کلمے یعنی دو امر لکھے ہیں جن کا علم فرشتوں کو بھی نہیں۔ اور میں ان کو جانتا ہوں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم وہ دو باتیں کونسی ہیں۔ فرمایا اے ابو اسحاق ایک تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے لکھا ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی تمام صالحین کے کام کرے۔ اور اس کی صحبت ومجلس فاجروں اور بدکاروں سے ہو۔ اس کو کل قیامت کے دن فاجروں اور بدکاروں کے ساتھ اٹھاؤنگا۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ اگر کوئی آدمی تمام بدکاروں کے اعمال کرے۔ اور پھر اس کی صحبت ومجلس صالحین اور نیک آدمیوں سے ہو۔ اور ان کو دوست رکھتا ہو۔ تو میں ان کی صحبت ومجلس کے باعث اس کے گناہوں کو بھی نیکیاں بنا دیتا ہوں۔ اور قیامت کے دن میں اس کو نیکوں اور ابرار کے ساتھ اٹھاؤنگا۔ اس حدیث شریف میں اہل اللہ اور ان کی صحبت ومجلس کی نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے ؎

آنچہ زرمے شود از پرتو آں قلب سیاہ کیمیاست کہ در صحبت درویشان است

جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک زمانہ تھا کہ کچھ لوگ مسجد شریف میں بیٹھے ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار کی طرف جانکلے۔ اور لوگوں کو کہا۔ کہ تم اس جگہ بیٹھے ہو اور مسجد میں جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے مسجد کا رخ کیا۔ اور بازار کو چھوڑ گئے تھوڑی دیر کے بعد واپس آگئے۔ اور کہنے لگے اے ابو ہریرہ ہم نے تو کوئی میراث مسجد میں تقسیم ہوتی نہیں دیکھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر وہاں مسجد میں کیا دیکھا لوگوں نے کہا ہم نے کچھ لوگ وہاں اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے دیکھے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پس یہی جناب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔ حضرت فقیہہ ابو اللیث سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی آٹھ قسم کے آدمیوں کے ساتھ صحبت ومجالست رکھے اسکو خداوند کریم آٹھ چیزیں زیادہ کرتا ہے (۱) دولتمندوں کی صحبت سے دنیا کی محبت ورغبت (۲) فقرا کی صحبت سے شکر ورضا (۳) بادشاہوں اور امرا کی صحبت سے تکبر اور قساوت قلبی (۴) عورتوں کی صحبت سے جہالت اور شہوت (۵) لڑکوں کی صحبت سے کھیل وکود کی رغبت (۶) فاسقوں کی صحبت سے گناہوں پر دلیری اور توبہ کرنے میں دیری (۷) صالحین کی صحبت سے طاعت کی رغبت اور محبت (۸) علمائے ربانی کی صحبت

سے علم و پرہیزگاری اللہ تعالےٰ زیادہ کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جو شخص علمائے ربانی کی صحبت میں جا کر بیٹھے اور کوئی علم کی بات محفوظ اور یاد نہ رکھ سکے۔ اس کو بھی بفضل خداوند کریم سات کرامتیں عطا ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ متعلموں اور شاگردوں کا رتبہ پاتا ہے۔ (۲) جب تک ان کی صحبت میں رہے گا خطاؤں اور گناہوں سے بچا رہے گا (۳) جب گھر سے نکل کر علمائے ربانی کی طرف جاتا ہے تو اس پر اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے (۴) جتنی دیر علمائے ربانی یعنی کسی صاحب دل کی خدمت میں بیٹھا رہے تو جب اللہ تعالےٰ کی رحمت اس بزرگ پر نازل ہوتی ہے۔ تو اس بزرگ ہستی کی صحبت کے سبب سے اس کو بھی اللہ کی رحمت گھیر لیتی ہے۔ (۵) جب تک اس کی کلام کو سنتا رہے گا۔ نیکیاں اس کے نام لکھی جاویں گی۔ (۶) رحمت کے فرشتے پروں کے نیچے اس بزرگ کو اور اس کے طفیل صحبت و مجلس میں بیٹھنے والے کو بھی ڈھانپ لیتے ہیں (۷) جو قدم اس راہ میں اٹھاتا ہے۔ وہ گناہوں کا کفارہ اور نیکیوں کو زیادہ کرنے والا ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد حق تعالےٰ چھ کرامتیں اور عطا فرماتا ہے۔ اول یہ کہ علمائے ربانی یعنی فقراء و اہل اللہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی وجہ سے عزت و حرمت بڑھ جاتی ہے۔ دوئم۔ جتنے لوگ اس کی پیروی کریں گے اس کے نام میں ان سب کے اجروں جتنے اجر لکھے جاویں گے۔ بغیر اس امر کے کہ ان کے اجر کچھ کم ہوں۔ سوئم۔ یہ کہ اگر ان سے ایک بھی بخشا گیا۔ تو وہ باقیوں کے واسطے شفاعت کریگا۔ چہارم یہ کہ اس کا دل فاسقوں اور بدکاروں کی صحبت و مجلس سے سرد ہو جاتا ہے۔ پنجم یہ کہ وہ متعلمین اور صالحین کے طریق میں داخل ہو جاتا ہے ششم۔ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے امر کو قائم رکھنے والا ہو جاتا ہے۔ یہ کرامتیں اور بخششیں تو اس کے واسطے ہیں۔ جس کو علم کی باتیں یاد نہ رہ سکیں۔ لیکن وہ آدمی جو یاد رکھ کر اس پر عمل کرے۔ اور دوسروں کو بتائے۔ اس کو کئی گنا زیادہ فضائل حاصل ہوتے ہیں۔ اور بڑا ثواب ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جمع ہو کر ذکر کی مجلس کرنے والوں پر شیطان اور دنیا کا ہرگز قابو نہیں چل سکتا۔ یہ مسلمہ اور متفقہ فیصلہ ہے۔ یہ تمام انعام و اکرام انہی کے لئے ہیں۔ جو فی اللہ نسب اور محض لوجہ اللہ مخلص دوست ہوں۔ اور جن میں صرف خدا ہی کے لئے برادری کا تعلق ہو۔ میرے دوستو اس وقت کو ہاتھ سے نہ دو۔ اور للہ دوستی اور برادری اختیار کرو۔ کہ بہترین عبادت اور بزرگترین درجات سے ہے جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا ارشاد پاک ہے۔ کہ خالق جس پر مہربانی فرماتا اور جس کی بھلائی چاہتا ہے۔ اس کو اچھے اور مخلص دوست عنایت فرماتا ہے۔ سو فی زمانہ سوائے صوفیائے کرام اور اہل اللہ بزرگوں کے اور کون اچھا دوست ہو سکتا ہے۔ یہی وہ اعلیٰ گروہ ہے۔ کہ جن کے محبین و مصاحبین کے متعلق یہ خوشخبری آئی ہے۔ کہ جو لوگ خدا کے واسطے باہم محبت مجالست اور موانست رکھتے ہیں۔ ان کی خاطر یاقوت سرخ کا ایک ستون کھڑا کریں گے۔ اس کی چوٹی پر ستر ہزار دریچے ہونگے۔ ان پر سے وہ اہل جنت کا نظارہ کریں گے۔ اور ان کے چہروں کا نور اہل جنت پر اس طرح پڑے گا جیسے آفتاب کا نور اس دنیا پر ہے۔ اہل جنت کہیں گے کہ چلو ان کو دیکھیں۔ ان لوگوں کے بدن میں سندس کا سبز لباس ہو گا۔ اور ان کی پیشانیوں پر لکھا ہو گا۔

اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ

یہ وہ لوگ ہیں۔ جو محض خداوند کریم کے لئے ایک دوسرے سے دوستی رکھتے تھے۔ ایک بزرگ نے کہا ہے۔ کہ فی اللہ دوستی کرنے والے جب ایک دوسرے کو دیکھکر خوش ہوتے ہیں۔ تو محض فی اللہ دوستی کے طفیل ان سے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درخت سے پتے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی۔ کہ صرف فی اللہ دوست کو محبت اور خوشی سے دیکھنے سے ہی تمام گناہوں کی بخشش اور معافی ہو گئی۔ اور صحبت و مجلس اور جمع ہو کر ذکر الٰہی کرنا ابھی بعد میں آئیگا۔ جب صرف دیکھنے پر اتنی کرامت ہوئی تو مجالست و موانست پر کیا کیا انعام ہونگے۔ اور خاص کر ہمارے اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگواروں کا اکثر مدار صحبت اور مجلس پر ہے۔ صرف کہنے اور سننے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسے تو طلب میں سستی اور کاہلی پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے سلسلہ کے بزرگوں کا ارشاد ہے۔ کہ اول اول مرید میں کم ہمتی اور خست کے باعث حق تعالیٰ کی جناب پاک کے ساتھ بہت کم مناسبت ہوتی ہے اس لئے دونو طرفوں کے درمیان ایک واسطہ کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اور وہ شیخ و مقتدا کامل مکمل کی ذات گرامی ہے۔ اور مبتدی کو اوائل میں اپنے شیخ کی صحبت بمنزلہ اکسیر ہوتی ہے ہمارے طریقہ عالیہ کی بزرگی و فضیلت جو مسلمہ ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی صحبت و مجلس ہے۔ بعینہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی مجلس و صحبت کو اپنے او پر مُقدم کر لیا ہوا تھا۔ اور اُن حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور پُر منفعت صحبت کی برکات سے وہ کچھ حاصل تھا۔ کہ آج اس زمانہ میں امت مرحومہ کے اولیاء کو اس کمال سے تھوڑا سا حصہ بھی بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ مجلس اور صحبت کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی اسلام لانے کے بعد صرف ایک ہی دفعہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہُوا۔ اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو خیر التابعین میں سے افضل و بہتر ہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و مجلس سے مشرف نہ ہو سکے۔ وحشی کو صرف ایکمرتبہ آپکی مجلس مبارک کی شمولیت کے باعث وہ خصوصیت اور فضیلت حاصل ہو گئی۔ جو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو میسر نہ ہو سکی۔ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے دریافت کیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ یا عمرو بن عبد العزیز۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔ کہ وہ غبار جو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں امیر معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا۔ وہ بھی عمرو بن عبد العزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالست و صحبت میسر تھی۔ یہی وجہ فضیلت ہے اور کچھ نہیں۔ دوستو۔ ارباب جمعیت کی صحبت اور مجلس کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ یہ ایک بڑا بھاری اور ضروری امر ہے۔ اپنی چند روزہ حیات مستعارہ کو اور اس تھوڑی سی فرصت کو اہل اللہ کی مجلس و صحبت میں بسر کر کے اپنے مقصود کے حاصل کرنے میں ہمہ تن کوشاں رہو۔

ایک دن فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ اللہ والوں کی صحبت و مجلس بڑی نعمت ہے۔ اور خالق نے اس میں بڑا اثر رکھا ہے۔ طالب صادق اور مخلص کو اپنے شیخ و مقتدا کے دیکھنے سے ہی وہ کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ جو برسوں کی ریاضت و مجاہدہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایسی مجلس میں وہی لوگ حاضر ہو سکتے ہیں۔ کہ اللہ کی رحمت جن کے شامل حال ہو۔ ؎

سکندر را نمے بخشند آبے   بزور و زر میسر نیست ایں کار

فرمایا کہ دولتمندوں اور اہل دنیا کی مجالس سے بچو کہ اس کا نتیجہ خسر الدنیا والآخرہ ہے فقراء و اہل اللہ اور صوفیائے کرام کی صحبت و مجلس اختیار کرو۔ ان کے ذرکی خاک رہی

دولتمندوں کی صدر نشینی سے ہزار ہا درجہ ارفع و اعلیٰ اور افضل ہے۔ آج اگر کسی کی سمجھ میں یہ بات نہ آوے تو آخر ایک دن ضرور سمجھ آجاویگی۔ مگر وقت گذر جانے پر سمجھ آئی۔ تو پھر کس کام اور کیا فائدہ۔ دانا اور سعادتمند وہی ہے۔ جو آج ہی اپنے مقصد کا فکر کرے۔ اور جو کچھ حق تعالےٰ کی راہ میں مانع ہو۔ اس سے کوسوں دور بھاگے۔ اور جو خالق کی طرف راغب کرنے والا ہو۔ اس کے دامن کو مضبوط و مستحکم پکڑے۔ یہ مسلمہ امر ہے۔ کہ صوفیائے کرام اور ارباب طریقت کی صحبت و محبت اور مجلس ہی کے نتائج اور اثرات ہیں۔ جو انسان کو اپنے خالق کی طرف راغب و ساجع کرنے والے ہیں۔ حق تعالےٰ فقیر کو اور فقیر کے جملہ فی اللہ دوستوں کو اہل اللہ و اولیائے کرام کی صحبت و عقیدت پر بحرمت جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ثابت قدم رکھے۔ اور اس باقی رہنے والی نعمت عظمےٰ کو دن بدن زیادہ کرے۔ ان حضرات کی نسبت نیازمندی کو ہمارے لئے سرمایہ روزگار بناوے۔ یہ اللہ والوں کا ایسا بزرگ گروہ ہے۔ کہ ان کا محب و مصاحب اور مجلسی بفضل خداوند کریم کبھی بدبخت نہیں ہوتا۔ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اجسام کے قرب کو قلوب کے قرب پر بڑی تاثیر ہے۔ یہی وجہ اور سبب ہے۔ کہ کوئی ولی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا کہ ان حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب جسمی حاصل تھا۔ صحبت اور مجلس میں بڑی تاثیر ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔ کہ ہمارے طریق کا دار و مدار صحبت اور مجلس پر ہے۔ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام کی فضیلت تمام امّت پر صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس و صحبت کے باعث ہے۔ اسی وجہ سے بعض بزرگ حق تعالےٰ سے ہمیشہ ذاکرین اللہ و اولیائے کرام اہل اللہ اور ارباب جمعیت کی صحبت و مجلس کی شمولیت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ہم چند درویش ایک مرتبہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس ساعت کی نسبت جو جمعہ کے روز میں دعا کی قبولیت کے لئے مقرر ہے آپس میں گفتگو شروع ہوئی۔ کہ اگر میسر ہو جائے تو اس وقت حق تعالےٰ سے کیا طلب کرنا چاہئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ جب میری باری آئی۔ تو میں نے کہا کہ ارباب جمعیت یعنی اہل اللہ کی صحبت و مجلس طلب کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس میں دین و دنیا کی تمام سعادتیں حاصل ہوتی ہیں

واقعی اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ کہ ان حضرات کی مجالس دینا و عقبیٰ کی سعادتوں کا سرمایہ ہیں۔ اور انہی حضرات کی محبت و صحبت کا نتیجہ ہے۔ کہ احکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق و ہمت حاصل ہو جاتی ہے۔ نیز باطنی جمعیت حاصل کرنے کا اس سے بڑھ کر اور کوئی آسان طریق نہیں کہ ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی صحبت و مجلس سے اکتساب فیض کیا جاوے۔ ہمارے سید و سردار آقائے نامدار حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ اگر تمام جہان جتنی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گر ا دیں۔ لیکن اس فی اللہ محبت اور اللہ والوں کی صحبت سے محروم نہ رکھیں۔ تو ایک ذرہ برابر غم نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اس محبت و صحبت کے طفیل امیدوار رہنا چاہئے۔ اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و احوال کو باطن میں زیادہ کر دیں لیکن اس فی اللہ محبت سے اور اللہ والوں کی صحبت سے بال برابر بھی دور کر دیں تو سوائے خرابی کے اور کچھ نہ جاننا چاہئے۔ اور اس کو استدراج شمار کرنا اور اس سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ دوستو یہ تو ان حضرات کا حال ہے۔ کہ جن کے ہم آج نام لیوا ہیں۔ وہ کیسی مقتدر اور خدا رسیدہ ہستیاں تھیں۔ آج اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ دو چیزوں کی محافظت بڑی لازمی اور اشد ضروری ہے۔ اول شریعت حقہ کی پابندی اور دوسرے اپنے شیخ و مقتدا کی عقیدت محبت اخلاص اور صحبت۔ ان دو امور کے ساتھ جو کچھ دیدیں تمام نعمت ہی نعمت ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ دیں۔ لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں۔ تو پھر کچھ غم نہیں۔ آخر ایک دن دینگے۔ اور اگر نعوذ باللہ ان ہر دو میں سے کسی ایک میں بھی خلل واقع ہو جاوے۔ تو پھر سراسر ہلاکت و بربادی اور خرابی و نامرادی سمجھنی چاہیئے حقیقت میں استقامت کا طریق یہی ہے۔ کہ جو لوگ دینی علوم سے کما حقہ تعلق رکھتے یعنی شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے طور پر پابند ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے ظاہر و باطن کو نیک و صالحہ اعمال سے آراستہ و پیراستہ کر لیا ہوا ہے۔ ان کی صحبت و مجلس کو دو جہان کی سعادت جان کر کبھی ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے۔ ان کی صحبت و مجلس کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی دوستی کی رغبت اور حق تعالےٰ کے ذکر کا ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ دل نیک بختی کے راستہ کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ گویا کہ ان کی مجلس و صحبت کے طفیل دل میں

شوق و محبت کا بیج بویا جاتا ہے۔ نفسانی عیبوں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ کے منازل و مقامات سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ دل ماسوائے اللہ کی محبت سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ ذاکرین کی مجالس اور ارباب جمعیت کی صحبت کی برکت سے تمام بشری کدورتیں اور نفسانی خواہشیں اور قلبی قساوتیں دور ہو جاتی ہیں۔ ذکر کی مجلس میں جب خاکرین اللہ کے قلوب پر فیض وارد ہوتا ہے۔ تو تمام اہل مجلس اور ہمنشین لوگ بھی اپنی اپنی عقیدت و محبت کے موافق اس فیض الٰہی سے حصہ پاتے ہیں۔ جیسے کہ تیل کو خوشبودار پھولوں کی صحبت سے یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ پھولوں کی خوشبو تیل میں آمیز ہو کر اپنے جیسا بنا دیتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی مجلس اپنے ہمنشینوں کی جان کے مغز کو ذکر اللہ کی خوشبو سے معطر بنا دیتی ہے۔ ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا — گو نشیں اندر حضور اولیا

ہمنشینی مقبلاں خود کیمیاست — چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست

در حقیقت اولیائے کرام اور ذاکرین اللہ العظام کی ہمنشینی اور محبت اللہ تعالیٰ کی ہمنشینی اور محبت ہے۔ جو ان سے دور رہا وہ گویا خدا سے دور رہا۔ خاصکر مبتدیوں اور نئے دوستوں کے لئے اپنے شیخ اور مخلص یاران طریقت کی صحبت و مجلس از بس ضروری ہے۔ بلکہ یہ مجلس مبتدی کے لئے نوافل سے افضل و بہتر ہے۔ کیونکہ ان کی مجلس و صحبت میں طریقت کے آداب سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ بعض دوست مجلس و صحبت کے آداب سے قطعی ناواقف ہوتے ہیں۔ اگرچہ مجلس میں شمولیت کے باعث ثواب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ مگر جو انعام و اکرام و مراتب مودب شخص پا سکتا ہے۔ وہ غیر مودب کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور طریقت میں بمصداق الطریقۃ کلہ ادب۔ تمام ادب ہی ادب ہے مولانائے روم کیا خوش فرماتے ہیں۔ ؎

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم ماند از لطف رب

بڑا ضروری امر ہے۔ کہ مجلس و صحبت میں آداب کو بڑی احتیاط سے مدنظر رکھا جاوے مجلس کے آداب تو بہت ہیں۔ جن میں سے چند ایک جو بہت ضروری ہیں۔ وہ یہ ہیں

کہ نہایت ادب سے بیٹھے۔ اپنی حیثیت سے برتر جگہ بیٹھنے کا قصد نہ کرے۔ اپنے آپ کو سب سے کمترین و عاجز جانے۔ دیگر دوستوں میں سے کسی کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ اور نہ ہی کسی سے تکبر کے ساتھ پیش آوے۔ اور ایسی مبارک و پاک مجلس میں لغو و بیہودہ کلام نہ کرے۔ اور کسی ایسی حرکت کا ہرگز مرتکب نہ ہو۔ کہ جو دوسروں کی ناپسندیدگی کا موجب ہو۔ مجلس میں بغیر وضو نہ جائے۔ اور نہ ہی اہل مجلس پر فوقیت و بڑائی چاہے فروتنی و شکستگی کی حالت کا اظہار چاہئے۔ جب صاحب صدر مجلس کچھ فرمائے۔ تو نہایت غور اور دل سے کان لگا کر سنے۔ کیونکہ اللہ والوں کی باتیں اور کلمات طیبات فائدہ اور حکمت سے پُر و لبریز ہوتے ہیں۔ اور بالخصوص اہل اللہ کی زبان تو گویا اللہ کریم کے اسرار کا مخزن ہوا کرتی ہے۔ اور انہی بزرگواروں کا فیضان صحبت اپنے ہمنشینوں کو بھی خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ اور انہی کے فیضان صحبت سے اللہ تعالےٰ کی محبت غالب آتی ہے۔ اور یہی اصلی مقصود و مطلوب ہے۔ اگر حاصل و میسر ہو جاوے تو زہے نصیب و خوش قسمت فضائل مجالس قسم کی مبارک مجالس کے متعلق جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زبان حقیقت بیان سے وقتاً فوقتاً سننے میں آیا کرتے تھے اگر تمام لکھے جاویں تو صرف انہی فضائل کی ایک ضخیم کتاب بن جاوے گی۔ یہاں اختصار مدنظر ہے۔ لہٰذا صرف ایک بات لکھ کر اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ فرمایا جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ ذکر کی مجلس میں دور سے چل کر آنا بھی بہت ثواب کا موجب ہے۔ اس کے ایک ایک قدم پر جو خالق نے ثواب رکھا ہے اسی کا حساب و شمار نہیں۔ آپ نے وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ کی آیت مجید پڑھ کر فرمایا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاک زمانہ میں بنو سلمہ ایک قبیلہ تھا۔ جو مدینہ منورہ کے اطراف میں مسجد نبوی سے بہت فاصلہ پر رہتے تھے۔ اور اپنی جگہ منتقل کر کے مسجد کے قریب آنا چاہتے تھے۔ تو یہ آیت مجید نازل ہوئی۔ کہ تمہارے نشان قدم جو مسجد نبوی تک آنے میں پڑتے ہیں۔ سب لکھے جاتے ہیں۔ جس قدر دور سے آؤ گے۔ اسی قدر زیادہ ثواب کے مستحق ہوگے۔ سو فقیر کہتا ہے کہ ذکر کی مجلس میں دور سے آکر شامل ہونا

بھی اسی قبیل سے ہے۔ کوشش کرو۔ تاکہ تمہارا شمار ان لوگوں سے ہو۔ جن کے متعلق حق تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ میری محبت ان لوگوں کے لئے ثابت ہے۔ جو محض میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہیں۔ میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے۔ جو محض میرے واسطے ایک دوسرے سے محبت والفت کرتے ہیں۔ میری محبت ان لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ جو میرے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ اور میری محبت ان لوگوں کے لئے ہے۔ جو ایک دوسرے کی محض میری خاطر مدد کرتے ہیں۔ دوستو یہ وقت ہے کوشش اور ہمت کرو۔ تاکہ تمہارا شمار اس مبارک زمرہ میں ہو۔ کہ جس کی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت میں حق تعالےٰ کے ملائکہ پھرتے ہیں۔ اور ایسا تبھی ہو سکتا ہے۔ کہ محض رضائے الٰہی کی خاطر ذکر کی مجالس میں شمولیت کرو۔ اب میں فضائل مجلس کو ختم کرتا ہوں مخلصین ومحبین کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اور بس۔

اسکے بعد تلاوت قرآن مجید، ختم خواجگان قدس سرہم و عرس شریف یعنی ذکر الٰہی کی سالانہ مجلس جو آپ کے معمولات سے ہیں۔ بالاختصار ذکر کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ ورنہ آپ محرم الحرام اور صفر اور ربیع الاول اور رجب شعبان وغیرہ ہر ایک ماہ کے خاص خاص ایام میں بطریق مسنونہ جو عمل فرماتے ابھی بہت ہیں۔ جو کچھ آپ کے معمولات سے لکھا گیا۔ اگر عامل اسی پر کاربند ہو جائے تو بڑی بہادری اور مردمی ہے۔

تلاوت قرآن مجید

جناب قبلہ عالم خواجہ خواجگان مقبول نبی رحمٰن حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی قرآن خوانی وتلاوت کا مختصر حال لکھنے سے قبل چند ایک فضائل جو خود حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زبان فیض ترجمان سے سننے میں آئے تحریر کرتا ہوں۔ وہ یہ ہیں۔

فرمایا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی محبت ہر مومن کی جان ایمان ہے۔ اگر بندوں کو اپنے مولائے کریم سے ہمکلامی اور تقرب کا ذریعہ ہے۔ تو یہی قرآن مجید ہے

راہبر حق نما اور مشیر صائب الرائے ہے تو یہی کتاب اللہ ہے۔ جب کوئی مشکل آپڑے تو اس کا حل اسی قرآن مجید سے ڈھونڈو۔ فقیر کا اپنا تجربہ ہے۔ بفضل خدا کوئی امر ایسا نہیں جس کا حل تم کو قرآن مجید سے نہ مل سکے جمیع علوم کا مخزن ومنبع ہے۔ اخلاق۔ تصوف۔ معارف تفقہ، معاد، معاش۔ سیاست وتمدن جس کی ضرورت ہو۔ اس کتاب اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس میں پاؤ گے۔ خود یہی کتاب اس امر کی مدعی ہے کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب۔ یہ خاص قرآن پاک کا اعجاز و انداز ہے۔ کہ ہر زمانہ ہر وقت۔ ہر شہر۔ ہر ملک۔ ہر طبیعت اور ہر فن کا آدمی اپنے ذوق وسمجھ کے موافق مستفیض ومستفید ہو سکتا ہے۔ اس پر طرفہ اور لطف یہ کہ جس ایک آیت پاک کو لے لیجئے۔ دنیا ودین کی بہتری وبہبودی کے لئے صرف اسی قدر بس اور کافی ہے۔ کسی نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔ ؎

زفرق تابقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

یہ جو کچھ ہے قرآن پاک کا بین معجزہ ہے۔ جو اور کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ قرآن پاک کی فضیلت کے متعلق جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ قرآن شریف الکریم کو زمین وآسمان ومافیہا سے پیارا اور عزیز ہے۔ اور اس کو تمام کلاموں پر ایسی ہی فضیلت و بزرگی اور فوقیت ہے۔ جیسے حق تعالےٰ کو اپنی تمام مخلوق پر فوقیت وبزرگی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر فضیلت کیا ہو سکتی ہے۔ اور پھر ایسی کلام پاک کی فضیلت تحریر یا بیان کرنے کی چنداں ضرورت بھی نہ تھی۔ لیکن بقول مالا یدرک کلہ لا یترک کلہٗ۔ کچھ نہ کچھ بیان کرنا ضروری ہے۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تلاوت قرآن مجید کی بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ فقیر کی بھی دلی خواہش ہے۔ کہ فقیر کے جملہ دوست اسی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کر کے اس نعمت عظمےٰ سے بہرہ ور ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان پر ذخیرہ ہے۔ فقیر اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ ہمارے سردار وآقائے نامدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوں ہی ارشاد ہے۔ کہ میری امت کی افضل ترین عبادت قرآن مجید

کا پڑھنا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ظاہر پڑھنے والا گویا کھلے طور پر صدقہ دینے والا ہے۔ اور خفیہ پڑھنے والا پوشیدہ طور پر صدقہ دینے والا ہے۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے پڑھنے پڑھانے کی بڑی شدت کے ساتھ رغبت دیا کرتے تھے۔ اور خود بھی اس پر عمل فرماتے۔ اور قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے متعلق جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بشارت آمیز سنایا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنی سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔ جب ایک آیت پڑھنے کا اتنا ثواب ہے۔ تو زیادہ پڑھنے کا اندازہ اسی سے لگا لو۔ فرمایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے بیٹے کو قرآن مجید کا حافظ بناتا ہے اسے جنت میں ایک تاج پہنایا جائیگا۔ راقم الحروف نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ایسا عامل دیکھا کہ جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت صاحب کے فرزند اکبر تھے قرآن مجید اور اس کے مطالب وحقائق میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ اور تفسیر کے درس کے وقت اکثر حقائق ومعارف اور نکات بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولٰنا مولوی عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو آنجناب کے فرزند اصغر تھے۔ بہت اچھی طرز سے قرأت پڑھا کرتے تھے بالخصوص زبدۃ العارفین وقدوۃ السالکین حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا وبالفضل اولٰنا جناب صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سجادہ نشین فی زمان الحاضر اطال اللہ عمرہ ودامت برکاتہ وفیوضہ جو ظاہری وباطنی علوم میں اکمل ہیں اور ہمیشہ قرآن مجید کی تفسیر کا درس دیتے ہیں اور اسرار قرآنی وحقائق ومعارف کلام ربانی میں وہ خوش بیانی فرماتے ہیں جس کے اظہار کے لئے مجھ جیسے مسکین کو الفاظ نہیں مل سکتے۔ اکثر احباب نے دیکھا۔ اور اپنے کانوں سے بارہا سنا ہوگا۔ علاوہ اس کے صاحبزادہ صاحب مذکور کی دختر مرحومہ مسمات ممتاز بیگم صاحبہ جو بعمر چودہ برس اس دار فانی سے رحلت کر گئیں قرآن مجید بامعنی بارہا پڑھا اور روزانہ بلاناغہ اپنی منزل قرآن مجید بہت اشتیاق ومحبت سے پڑھا کرتی تھیں۔

صاحبزادہ منظور الٰہی صاحب جن کی عمر اس وقت سولہ سال ہے۔ اور چھوٹے حضرت

محبوب الرحمٰن صاحب جن کی عمر اس وقت دس سال ہے۔ قرآن مجید بہت اچھی طرح پڑھتے ہیں۔

یہ تمام واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر جان و دل سے عمل پیرا ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کا کتنا شوق تھا۔ یہ تو اپنی اولاد کو قرآن مجید سکھانے کا حال تھا۔ علاوہ اس کے تمام دوست جو آپکی خدمت میں حاضر ہوتے محض لوجہ اللہ ان کو قرآن مجید کا درس دیا جاتا اور تفسیر بیان کی جاتی۔ اب میں اس پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے فرمائے ہوئے کلمات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ فرمایا حضرت صاحب نے کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے قرآن مجید پڑھتا ہے۔ اسے فزع اکبر سے کوئی خوف نہ ہوگا۔ اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی جائیگی۔ اور جس شخص نے اپنی اولاد کو قرآن مجید کا حافظ بنایا۔ کل بروز قیامت اس کو ایسا تاج پہنایا جائیگا جس کی چمک و روشنی سورج کی چمک و روشنی پر فائق ہوگی۔

فرمایا حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کہ فقیر کو بڑا افسوس آتا ہے کہ آج ہم مسلمان بدنام کنندہ نکو نامے چند کے مصداق ہیں۔ قرآن مجید گھروں میں طاقوں پر رکھے ہیں مدتیں گزر جاتی ہیں۔ اور ان پر گرد و غبار بے شمار جمع ہو جاتا ہے۔ کبھی ہمت نہیں پڑتی۔ کہ تھوڑا بہت پڑھ لیں۔ ایسے بند کر کے قرآن مجید رکھنا کچھ نفع نہ دیگا۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو تلاوت قرآن مجید سے بڑی محبت تھی۔ اور اس قدر شغف اور اشتیاق تھا۔ کہ آخری وقت تک دن بدن ترقی پر رہا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی اور کتاب ایک مرتبہ پڑھ لی جائے تو دوبارہ پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر یہ قرآن مجید جیسے جیسے پڑھو ایک نیا ہی لطف اور حظ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور جب پڑھو تو نئے اسرار و معارف کا انکشاف ہوتا ہے۔ ایسا جذبہ پیدا کرتا رہے۔ کہ جب پڑھتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اب ہی پڑھا ہے۔ جب تلاوت شروع فرماتے۔ باوضو انتہائی رجوع قلبی کے ساتھ رو بقبلہ ہو کر بیٹھتے۔ اور بوقت تلاوت خشوع و خضوع اور خوف و رجا اور گریہ و بکا اور تدبر و تامل ہے

ایسے متمتع ہوتے کہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ تلاوت قرآن پاک فرماتے وقت اور کسی جانب ہرگز التفات نہ فرماتے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ جو اس راقم الحروف کی موجودگی میں پیش آیا۔ وہ یہ کہ ملک التجار حاجی محمد افضل خان کابلی جو سفر حج میں جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ کے ہمراہ چند روز رہے۔ اور پھر کابل سے یہاں ملاقات کے لئے آئے تھے۔ دو تین یوم رہے۔ حسب معمول ان کی خوب تواضع کی۔ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلاوت فرما رہے تھے وہ تین چار مرتبہ اوپر آئے اور پھر نیچے اتر گئے۔ راقم نے اس کو بوجہ ایک مہمان ہونے کے آہستگی سے سمجھایا بھی کہ آپ تلاوت فرما رہے ہیں۔ ذرا آہستگی سے اور صبر سے کام لو کہ مباد آپ خفا ہی نہ ہو جاویں۔ مگر وہ صاحب رہ نہ سکے۔ اور دروازہ کھول کر تلاوت میں خلل انداز ہوئے۔ جس پر آپ نے بہت سا اظہار ناراضگی فرمایا۔ اور بزبان فارسی اس کو ایسا ڈانٹا کہ وہ بیچارہ بہت پشیمان و حیران ہوا۔ آپ نے فرمایا تجھے اتنا شعور نہیں کہ تلاوت قرآن مجید کیا مرتبہ رکھتی ہے۔ گویا انسان اپنے مولائے کریم سے ہمکلام ہوتا ہے۔ تو نے میری تمام لذت گنوادی۔ راقم نے اس بیچارے کے لئے عرض کی کہ جناب نووارد اور ناواقف ہونے کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ لہٰذا اس کو معاف فرمادیں۔ خیر آپ نے اس کو کچھ تلاوت قرآن مجید کے متعلق ہدایات فرما کر اس کی دلداری کر دی۔ اور اٹھ کر پھر از سر نو وضو تازہ فرما کر باقی منزل پوری فرمائی۔ بعد فراغت راقم الحروف نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور نے وضو پھر تازہ فرمایا اس میں کیا نکتہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ نکتہ وغیرہ کیا تھا۔ فقیر کی توجہ و التفات کو حاجی محمد افضل صاحب نے منتشر کر دیا جس کی وجہ سے کچھ رنج و ملال بھی آگیا۔ تازہ وضو سے یہ بھی رفع ہو جاتا ہے۔ اور علاوہ ازیں کتاب اللہ کی عظمت و بزرگی کے لئے ایک ظاہری ادب بھی ہے۔ کہ بوقت تلاوت توجہ و التفات دوسری جانب ہو گئی تھی۔ ورنہ اس شہنشاہ حقیقی کے دربار کی حضوری کا ادب حقیقی تو کچھ اور ہی ہے۔ کہ ذرا سے تمام خیالات ماسوائے دور رہوں اور قاری ہمہ تن کمال عبودیت میں مستغرق ہو۔ اور انتہائی محبت سے قلب لبریز ہو۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس خالق حقیقی نے لحن داؤدی عطا فرمایا ہوا تھا۔ اور

قرآن مجید ایک ایسے لب و لہجہ اور خوش الحانی سے بالترتیل تلاوت فرماتے۔ کہ حرف بحرف صاف صاف اور واضح جس میں سامعین کو بھی ذرہ برابر شک و شبہ نہ رہتا تھا۔ اور حضور کی آواز ایسی دلکش تھی۔ کہ سامعین کے قلوب متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ بعض اوقات اوائل عمر میں بحالت نماز مقتدیوں کو آپ کی قرآن خوانی سے جذبہ ہو جاتا تھا۔ قرآن مجید کو صاف اور واضح پڑھنے کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ اور کہتے کہ ایک سورۃ صاف حرف بحرف سوچ سمجھ کر پڑھنی جلدی جلدی سارا قرآن پڑھ جانے سے بہتر ہے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تلاوت قرآن پاک کے وقت جن آیات میں اسرار و مظاہر قدرت کا بیان ہوتا توقف فرماتے۔ اور بعض وقت اس کو مکرر سہ کرر پڑھتے۔ جب ایک آیت سے فراغت نہ ہوتی۔ آگے نہ پڑھتے۔ کمال عجز و عبودیت و شوق حضور کا استغراق ہوتا۔ لذت تلاوت و قرأت میں انعودرگی قابل دید ہوتی۔ جس کی کیفیت احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ زبان مبارک قرأت سے۔ گوش مبارک سماعت سے۔ آنکھیں مشاہدہ سے۔ قلب مبارک فیضان حقیقی سے لذت پذیر ہوتے۔ ہر آیت زجر پر جسم مبارک لرز جاتا۔ ہر انعام پر بتضرع دعا اور اس کی اجابت کے امیدوار اور عہد عبودیت پر قائم رہنے کی توفیق اور دوام ثبات و استقامت کے لئے التجا و دعا فرماتے قصص و امثال کے نتائج سے بڑی عبرت حاصل کرتے کمال قدرت و صنائع کا بیان آتا۔ تو آپ پر ایک حیرت و ہیبت طاری ہو جاتی قصہ کوتاہ کہ آپ کو بوقت تلاوت بارہا دیکھا کہ چشم مبارک سے اشک رواں۔ چہرہ مبارک پر ایک خوف طاری جسم مبارک کے رونگٹے کھڑے ہیں۔ رگ رگ میں جوش۔ علاوہ اس کے کبھی خوف کبھی رجا اور اس پر عذر اور پھر دعا۔ الغرض مجسم کیف عبدیت کے مظہر ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت صاحب نے فرمایا۔ قرآن مجید کی تلاوت کا لطف اور حظ جب ہی میسر ہو سکتا ہے۔ کہ انسان اس میں غور و خوض اور تدبر کرے۔ قرآن مجید کی تلاوت پر بڑا ثواب ہے کہ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔ خواہ انسان معانی سمجھے یا نہ۔ مگر خالق کا ارشاد ہے کہ تم اس میں تدبر کیا کرو۔ اسی لئے حق تعالےٰ نے فرمایا۔ افلا یتدبرون القرآن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دوسروں سے بھی قرآن مجید سننے کا بڑا اشتیاق تھا ہمیشہ حلقہ ذکر

قرآن مجید کی تلاوت کے بعد شروع ہوتا۔ اور اختتام پر بھی قرآن مجید سنتے۔ بلکہ نہایت ضعف اور پیرانہ سالی میں حافظ محمد عبداللہ صاحب سے نوافل میں ایک شب کے اندر سارا قرآن مجید سماعت فرمایا۔ اور تمام دوستوں کے ساتھ مقتدیوں کی صف میں رات بھر قیام کیا۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ تلاوت قرآن پاک میں اس قدر کثرت فرماتے۔ کہ حیرانی آتی تھی ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ جناب قرآن مجید کی کتنی منزل روزانہ پڑھنی چاہئے۔ آپ نے فرمایا تم نے ایسا مسئلہ پوچھا ہے۔ جس پر سب کے لئے ایک اندازہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ کسی کو اتنی فراغت ہوتی ہے۔ کہ مہینہ میں دو مرتبہ قرآن مجید ختم کر سکتا ہے۔ کوئی مہینہ میں ایک مرتبہ۔ اور جن کو زیادہ فراغت و محبت ہوتی ہے۔ وہ روزانہ ایک منزل تلاوت کر کے سات دن میں ختم کر لیتے ہیں۔ اور اس پر اکثر صلحائے عظام اور اولیائے کرام کاربند رہے ہیں۔ بندہ نے عرض کی۔ کہ حضور اکثر تلاوت قرآن مجید میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اندازہ مقرر نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ فقیر کا خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی مقصود نہیں۔ اور اس کتاب اللہ کے بغیر کوئی انیس نہیں۔ میں اولیائے کرام کا ایک ادنے غلام ہوں۔ اللہ تعالے کے بندوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں۔ انکو ملکہ روحانی کی حرکت اور توفیق رحمانی کی اعانت ہر وقت مضطر و بیقرار رکھتی ہے۔ ورنہ بشر کی یہ کہاں طاقت کہ ایک دن میں ایک ختم بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زیادہ تلاوت کر سکے۔ اس میں ایک اور بھی لطف ہے۔ وہ یہ کہ عوام الناس بوجہ عجلت تلاوت جن محذورات سے بچ نہیں سکتے۔ حضرات اولیاء اللہ ان تمام سے بری ہوتے ہیں۔ ان حضرات کے لئے حجاب رفع اور انوار مشاہدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی زبان کی حرکت بمقتضائے حرکت قلب ہوتی ہے۔ اور تلفظ صدور معانی کا عکس۔ یہ حالت اولیاء اللہ کی ہوتی ہے۔ میں اگرچہ اپنے آپ کو اس بزرگ گروہ زمرہ کا ایک ادنے غلام جانتا ہوں تاہم ان کی متابعت کیوجہ سے ایسا ہو جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کتاب اللہ سے بڑھ کر اور کوئی انیس بھی نہیں۔ لہذا جب موقع پاتا ہوں۔ تلاوت میں مصروف ہو جاتا ہوں پہلے پہلے ایک منزل روز پڑھ لیتا تھا۔ بعد میں جیسے جیسے اشتیاق بڑھتا گیا۔ وہ ترتیب رہ گئی۔ اور تلاوت کا کام بغیر تقرر و حساب ہو گیا۔ ہر جمعہ کو سورہ کہف تلاوت فرمایا کرتے۔ اور

دن رات میں سورہ یٰسین کو کئی مرتبہ تلاوت فرماتے۔ اور سورہ مزمل کو بھی اور ان کے متعلق بہت فضائل بیان فرمایا کرتے۔ روزانہ بوقت سحر بغیر مصحف تلاوت فرماتے۔ اور فجر کی نماز کے بعد سورہ یٰسین، مزمل اور درود و وظائف۔ مراقبہ و نوافل اشراق کے بعد مصحف لے کر تلاوت فرماتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر مصحف لے کر تلاوت فرماتے۔ اور ہمیشہ بعد نماز عشاء تفسیر کا درس سنتے۔ اور حسب ضرورت بعض جگہ معارف و اسرار بیان فرماتے۔ یہ حال تو علاوہ نماز کے تھا۔ آپ کی نماز بھی ایسی تھی۔ جس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ کہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو قرآن مجید سے کس قدر شغف اور تلاوت کا اشتیاق تھا۔ صبح کی نماز میں آپ کم از کم پانچ چھ رکوع پڑھا کرتے۔ اول رکعت میں سورۂ توبہ کے تیرھویں رکوع ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ سے لے کر آخر سورت تک اکثر پڑھا کرتے۔ اور دوسری رکعت میں سورہ نمل کے دوسرے رکوع ولقد اٰتینا داؤد وسلیمٰن علما وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علیٰ کثیرٍ من عبادہ المومنین سے شروع فرماتے۔ اور چھ رکوع تک پڑھ جاتے۔ مذکورہ بالا حوالہ دینے سے در اصل غرض یہ ہے۔ کہ ان سورتوں سے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو کچھ ایسی دلچسپی تھی۔ اور آپ کو ایسا حظ و لطف حاصل ہوتا تھا۔ کہ ہفتہ میں دو مرتبہ ضرور خود بھی نماز میں ان کی قرات سے محظوظ ہوتے اور سامعین کو بھی مستفید فرماتے۔

دوستوں کو بھی قرآن مجید کی تلاوت روزانہ مقرر کرنے کو فرماتے کسی کسی کو اڑھائی پارے روز کسی کو سوا پارہ۔ اور جو تکلف کے ساتھ پڑھنے والے دوست ہوتے۔ ان کو ایک پاؤ پارہ پڑھنے کو فرماتے۔ اور تاکید کرتے کہ ناغہ نہ ہو۔ اگر زیادہ نہ ہو سکے تو تھوڑا ہی سہی۔ بلکہ یہاں تک فرماتے کہ قرآن مجید کے حروف پر نگاہ ڈالنا بھی عبادت ہے۔ نیز فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت چھوڑ دینے پر بڑی سخت وعید ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھٰذا القراٰن مھجورا۔ کہ جناب سید المرسلین حضور رحمتہ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں شکایتاً بارگاہ رب العالمین میں عرض کرینگے۔ کہ اے میرے رب میری قوم یعنی امت نے اس قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا۔ یہ ایک عجیب اور خاص امر قابل غور و

تفکر ہے۔ کہ جس وجود باجود سراپا رحمت وہمہ تن زبان سفارش کا ہی سہارا اوڑھا رس ہو۔ جب وہی شاکی ہونگے۔ تو بھلا پھر بتاؤ ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ حالانکہ آپ سے کسی گناہ پر بھی شکایت منقول نہیں۔ مگر قرآن مجید کے ترک پر صاف قرآن مجید ہی میں آیا ہے۔ کہ آپ شکایت فرماوینگے۔ بہرحال اہتمام شان قرآن اور اس کی تلاوت اور اس پر عمل اور تدبر وفکر وغور و تدبر اہم ضروریات دین سے ہیں۔ اس میں کوشش کرنی چاہئے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری ارشاد بھی ہے۔ کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ ایک قرآن مجید۔ دوسری اپنی آل اگر ان سے تمسک کئے رہوگے۔ تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے تنزل وادبار کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ آج ہم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔ اور اس کے چھوڑنے سے مورد آلام ومصائب ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل بالقرآن عطا فرماوے آمین۔

قرآن مجید کی عزّت وعظمت

قرآن مجید کی آپ نہایت تعظیم وتوقیر فرماتے۔ تلاوت کے لئے قرآن مجید ہمیشہ آپ جہاں تشریف فرما ہوتے تھے پاس رکھا رہتا۔ ایک مرتبہ کسی دوست نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں تصوف کی کوئی دوسری کتاب پڑھ کر قرآن مجید کے اوپر رکھدی۔ آپ جب تشریف لائے۔ تو آتے ہی کتاب اٹھا کر دوسری جگہ رکھی اور دریافت فرمانے لگے۔ کہ یہ کتاب یہاں کس نے رکھی ہے۔ راقم موجود تھا۔ عرض کیا حضور پتہ نہیں شائد کسی دوست نے رکھی ہوگی فرمایا بڑی غلطی کی۔ یہ قرآن مجید ہے اس خالق کون ومکان کا کلام ہے۔ جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ ایسا کرنا سخت بے ادبی ہے۔ ہمیشہ قرآن مجید کو دوسری تمام کتابوں کے اوپر رکھا کرو۔

کابل کا بادشاہ ایوب خاں جب راولپنڈی مقیم تھا۔ بلکہ ان کا تمام شاہی خاندان ان دنوں راولپنڈی ہی مقیم تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تمام خاندان شاہی کو انتہائی عقیدت ومحبت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لحن داؤدی عطا فرمایا ہوا تھا۔ اور اس پر قرأت مصری اور عربی لہجہ۔ آپ کی خوش آوازی اور قرآن خوانی کا شہرہ جو ایوب خان نے سُنا

تو اس بات کا متمنی ہوا کہ حضرت صاحب کو گھر بلا کر آپ سے قرآن مجید سنوں کسی بہانہ سے حضرت صاحب کو گھر لے گئے سردار پلنگ پر بیٹھا تھا۔ آپ کی تعظیم کے لئے اٹھا جب آپ اسی پلنگ پر بیٹھ گئے۔ تو وہ بھی بیٹھا۔ کچھ دیر خیر و عافیت۔ اور ادھر ادھر کی باتوں میں وقت گزار کر اپنی استدعا کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ اس کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے تم پلنگ کی پائنتی کی طرف بیٹھو۔ اور فقیر سرہانے کی طرف بیٹھ کر محض لوجہ اللہ کچھ سناویگا۔ بادشاہ کابل ایوب خاں نے فوراً آپ کے ارشاد کی تعمیل کی جس وقت آپ نے قرأت شروع فرمائی۔ اس قدر موثر ہوئی۔ کہ بادشاہ اور تمام سامعین زار زار روتے تھے۔ آپ نے صرف ایک رکوع پڑھ کر بس کر دی۔ بادشاہ نے التجا کی کہ حضور اور بھی تلاوت فرمایئے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ اس وقت اتنا ہی کافی ہے۔ اس قصہ کے بیان کرنے سے اصلی غرض یہ ہے۔ کہ ایک جلیل القدر بادشاہ کی پرواہ نہ کی اور صاف فرما دیا۔ کہ یہ کلام الٰہی کی عظمت کے خلاف ہے۔ کہ تو سرہانے بیٹھے۔ اور قاری قرآن پاؤں کی طرف جناب قبلہ عالم حضرت صاحب فرماتے کہ جب اللہ تعالے نے اتنا گوارا نہیں فرمایا۔ کہ قرآن مجید کو بغیر طہارت اور وضو مس بھی کرو۔ تو اس کی عظمت کا مرتبہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ کس قدر تعظیم کے لائق ہے +

خان بہادر حاجی ڈاکٹر محمد عظیم خان ریٹائرڈ سول سرجن ساکن گوجرانوالہ جو اسلامیہ کالج پشاور میں میڈیکل آفیسر مقرر تھے۔ ان کو یہاں راولپنڈی شریف میں ایک دفعہ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ حاجی محمد علی صاحب کے رشتہ داروں سے ہیں۔ صبح کی نماز جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی اقتدا میں پڑھی۔ سورہ نمل کے دوسرے رکوع سے قرأت شروع ہوئی۔ نماز تمام ہونے پر دعا ہوئی۔ اور سب دوست چلے گئے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف بھی پشاور تشریف لے گئے۔ وہاں سے جا کر حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا۔ کہ فلاں تاریخ میں نے صبح کی نماز آپ کے پیچھے پڑھی تھی۔ آپ کی قرأت سے دل بہت خوش ہوا۔ مگر فلاں فلاں جگہ میرے خیال میں آپ نے یوں پڑھی ہے۔ اور ہونی ایسے چاہیئے تھی۔ خط پڑھ کر آپ نے جواب میں لکھا۔ کہ جیسا آپ نے لکھا ہے۔ کہ اس طرح پڑھنا چاہیئے فقیر نے اسی طرح پڑھا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ آپ کی سماعت میں فرق آیا ہو۔ میں آپ کا بڑا ممنون

ومشکور ہوں۔ کہ آپ نے واضح طور پر لکھ کر تسلی کر لی۔ ہاں اس بات کا افسوس ہے۔ کہ یہ اعزاز
شان قرآن سے بعید ہے۔ کہ اس مالک الجبار اور صاحب عزو وقار کے کلام پاک میں بوقت
تلاوت قاری کی غلطی کا احتمال اور پھر اس پر اتنا انتظار کہ پشاور سے جا کر خط لکھا۔ اگر آپ
امام ہوتے اور فقیر مقتدی اور ایسا شک آجاتا تو وہیں بعد نماز تصفیہ کر کے اٹھتا۔ فقیر اس پر
بھی آپ کا احسانمند ہے کہ شک کو رفع کر لیا۔ مگر اس کی عظمت و بزرگی یہ چاہتی ہے۔ کہ
فی الفور شک کو رفع کر لیا ہوتا۔

جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ تلاوت قرآن مجید کے وقت بعض سورتوں کے اخیر
پر بعض کلمات پڑھا کرتے تھے۔ جو یہ ہیں۔

سورہ فاتحہ کے بعد ہمیشہ آمین کہتے۔ سورہ بقر کے ختم پر اللھم ربنا لک الحمد دس مرتبہ
پڑھتے۔ بعد سورہ بنی اسرائیل اللہ اکبر۔ سورہ قیامہ کے بعد بلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ۔
سورہ ملک کے ختم پر اللہ یاتینا بہ وھو رب العالمین پڑھتے۔ سورہ مرسلات کے بعد
آمنا باللہ رب العالمین۔ سورہ والتین کے بعد بلیٰ وانا علیٰ ذالک من الشاھدین
فرماتے۔ سورہ سبح باسم کی آیت سبح اسم ربک الاعلیٰ پر سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے۔
سورہ واقعہ میں آیت ام نحن الخالقون وام نحن الزارعون وام نحن المنزلون۔
وام نحن المنشئون۔ ہر چہار جگہ بل انت یارب، پڑھتے۔ ایسے ہی آیت شھد اللہ
انہ لا الٰہ الا ھو پر انا اشھد بہ فرماتے۔ اور اسی طرح سورہ نمل کے پانچویں رکوع
آیت آاللہ خیر اما یشرکون پر بل اللہ خیر وابقیٰ واجل واکرم فرمایا کرتے بعض
مقامات پر دعائیں بھی فرمایا کرتے۔ مگر وہ دعائیں اور مقامات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نہیں
لکھے جا سکے۔ قرآن مجید پڑھنے پڑھانے اور اس پر عمل کرنے کی بڑی شدت سے تاکید فرمایا
کرتے۔ قرآن مجید کی ترغیب میں چند اشعار جو مولوی اصغر علی صاحب رُوحی نے کہے ہیں آپ
کو بہت پسند تھے۔ اور گاہ بگاہ آپ پڑھا کرتے تھے۔ یہ ایک ظاہر باہر اور کھلی آپ کی
کرامت تھی۔ کہ دو تین مرتبہ پڑھنے اور زبانی کہنے سے آپ کو اس قسم کے اشعار یا مضمون
حفظ یاد ہو جاتے تھے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

الا اے آنکہ از غفلت ز قرآن بے خبر ماندی — ہمہ عمرت بعلم رسمیاں بگذشت و نادانی
علوم رسمیاں با علم قرآں تا چہ مے ارزد — کزیں حیرت بیفزاید وزاں عرفان ربانی
چہ جائے علم رسمی پیش علم احمد مرسل — خمہ ے خروار جو خواہد کریمے خوان نورانی
بخورشید درخشاں کرمک شب تاب ہمائی — تفو بر دانشت اے ناسزاوار مسلمانی
مرنج از حرف تلخ من اگر صبر است و گر حنظل — خوشا نیش رگ جانے کہ نوشش کرد درمانی
بنور حکمت قرآں حریم دل منور کن — کہ محتاجی بتاریکی سوئے شمع شبستانی
کسے کز حضرت قرآں بروں افتد برو افتد — بگیرندش بنعل واژگوں روز پشیمانی
ز بام چرخ مے آید صلا در گوش جاں ہر دم — کہ خوان پہن گستردیم عالم را بمہمانی
حصار استوار احمد مرسل کہ یزدانش — بگیتی برفشاندش بر سریر قطع برہانی
سعادت از شقاوت باز داں بارے چہ می سنجد — دم باد سر بوجہل با انفاس سلمانی
منور شد در و بام جہاں از آفتاب ما — اگر شپرنۂ بیروں شو از زندان ظلمانی

اب آپ کا ایک ارشاد قرآن مجید کے متعلق لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ فرمایا کہ قرآن مجید کی تلاوت موجب صفائی قلب اور کمال عرفان کے حصول کا باعث اور باب مقصود کی کنجی ہے۔ اس کی تلاوت میں کوتاہی و تساہل نہ کیا کرو۔ اللہ تعالٰے حضور عالی رحمتہ اللہ علیہ کے اس ارشاد پاک پر عمل پیرا ہونے کی ہم تمام وابستگان دامن کو بالخصوص اور تمام مومنین و مسلمین کو بالعموم دائمی توفیق و ہمت عطا فرماوے۔ آمین

ختم خواجگان قدس اللہ اسرارہم

جب سے جناب حضرت باباجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو خلعت خلافت سے مشرف فرمایا۔ ساتھ ہی ختم خواجگان رحمہم اللہ تعالٰے کے پڑھنے کا بھی ارشاد ہوا۔ اور جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس پر ایسی مداومت و مواظبت فرمائی۔ کہ آج تک کبھی سفر و حضر۔ رنج و راحت۔ غرضیکہ کسی حالت میں بھی بفضل خداوند کریم ناغہ نہیں ہوا۔ بلکہ

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے تمام خلفائے عظام میں بھی اس ختم خواجگان قدس سرہم کا معمول جاری وساری ہے۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خواجگان وبزرگان سلف رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔ کہ جو شخص ہر رات کو ہزار بار سورہ اخلاص پڑھے۔ اس کی برکت سے امید رکھ کہ عالم خواب میں حقتعالیٰ کی رویت سے مشرف ہو نیز ختم خواجگان سے صعب ترین دشمن سے حفظ وامن نصیب ہوتا ہے۔ نفس امارہ اور شیطان سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کوئی صعب ترین دشمن نہیں۔ اگر ان ہر دو دشمنوں سے پناہ مل جائے تو پھر کچھ خوف وخطر نہیں۔ نیز فرمایا کرتے۔ کہ سورۂ اخلاص کے فضائل وخواص میں سے ہے۔ کہ جو شخص اسے دس مرتبہ پڑھے۔ حق تعالیٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ جبکہ ختم شریف میں ایک ہزار مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔ تو بہت زیادہ بخشش الٰہی کی امید رکھنی چاہئے۔ اور ختم خواجگان قدس سرہم کی برکت سے اللہ کریم سوائے اپنے ہر کسی کی محتاجی سے بچاتا ہے۔ الغرض برائے رفع حاجات ومہمات کلی وجزئی وبرائے دفع کرنے دشمن وبلا اور قحط ووبا اور بالخصوص برائے کشائش باطنی نہایت موثر ہے اور ہزارہا حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔ مشکل سے مشکل مہمات وحاجات کے لئے تین روز متواتر ختم خواجگان پڑھ کر دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ مشکلات ومہمات کو حل فرماتے ہیں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ ختم شریف پڑھنے کے بعد ان کا ثواب حضرات خواجگان قدس سرہم کی ارواحِ مقدسہ کو بخشے اور ان کے توسل سے امداد واعانت اللہ تعالیٰ سے چاہے نہایت مفید اور موثر ہے۔ جو بارہا کا مجرب وآزمودہ ہے۔

صبح کا ختم

ختم خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے علاوہ بعد ادائے تہجد قبل از نماز صبح جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ وہ ختم شریف بلاناغہ پڑھا کرتے تھے۔ جو حاضری وزیارت مدینہ منورہ روضۂ اطہر کے وقت جناب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو پڑھنے کے

لئے ارشاد فرمایا تھا۔ خداوند کریم کا ہزار ہزار اور بے شمار شکر اور حمد و احسان ہے۔ کہ مدینہ منورہ کے قیام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک سے آج تک یہ ختم شریف بھی بفضلہ جاری و ساری ہے۔ اور کبھی سفر و حضر میں ناغہ نہیں ہوا۔ ختم خواجگان قدس اللہ اسرارہم تو مشہور و معروف ہے۔ اور یہ صحیح والا ختم شریف بھی ہدایت الانسان الی سبیل العرفان میں درج ہے۔ جس کو ضرورت ہو وہاں سے دیکھ سکتا ہے۔ اس ختم شریف کے فضائل و خواص بے شمار ہیں۔ جو کہ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے سننے میں آئے ان میں سے چند یہاں درج کرتا ہوں۔ تاکہ فی اللہ دوستوں کی رغبت و شوق کے اضافہ و زیادتی کا موجب ہوں۔ اور وہ یہ ہیں۔ کہ اس ختم شریف کا جو وقت ہے اسی کے متعلق اکثر آپ فرمایا کرتے۔ کہ دن اور رات کے تمام اوقات پر اس سحری کے وقت کو اسی طرح بزرگی اور شرف حاصل ہے۔ جیسے کہ تمام سال کے ایام میں سے یوم عرفہ کو مہینوں میں رمضان شریف کو اور ہفتہ کے دنوں میں سے یوم جمعتہ المبارک کو عظمت و بزرگی ہے۔ نیز فرماتے کہ حدیث شریف میں جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ہر شب کو رات کے آخری حصہ میں آسمان دنیا پر نزول اجلال فرما کر ارشاد فرماتا ہے۔ کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے تاکہ میں قبول کروں۔ اور کوئی ہے جو مجھ سے طلب کرے میں اس کو عطا کروں۔ کوئی ہے۔ جو مجھ سے مغفرت چاہے تاکہ میں اس کو بخشدوں۔ وغیرہ۔ جب اس مبارک وقت کے متعلق خود منعم حقیقی غفار الذنوب و ستار العیوب ارشاد فرمائے۔ تو اس وقت خاص کے لئے یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ حق تعالےٰ کی بارگاہ معلیٰ سے بے حد عنایات و کرامات حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس وقت کے کلمات بارگاہ الٰہی میں یقیناً قبولیت کے خلعت سے مشرف فرمائے جاتے ہیں۔ اس ختم شریف میں پہلے چونکہ تسبیح و تحمید اور استغفار شریف پڑھا جاتا ہے ایسی ہی لوگوں کے لئے حق تعالےٰ بھی تعریف فرماتے ہیں۔ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔ یعنی سحر کے وقت طلب استغفار کرتے ہیں۔ یہ آیت مجید انہی لوگوں پر صادق آتی ہے۔ جو سعی و جہد کر کے اس وقت خاص کو طلب مغفرت میں گزاریں۔ اس وقت خاص میں اور بھی بہت سے نکات ہیں۔ ایک یہ کہ ملائکہ شب و ملائکہ روز کے جمع ہونے کا وقت ہے۔ دوسرا یہ

کہ شب کا اختتام ختم شریف کی سعادت میں اور دن کا افتتاح بھی ختم شریف کی مشغولیت میں ہو۔ تیسرا یہ کہ شب وقت سکون اور دن وقت معاش ہے۔ ہر دو اوقات ذکر الٰہی سے یاد اور معمور و مسرور رہیں۔ یہ ختم شریف خاص شب بیداروں کا حصہ ہے۔ اور شب بیداری مردان حق کا کام ہے۔ اور محبان مطلق کا میدان ہے۔ یہ وقت بہت بڑی فضیلت اس لئے رکھتا ہے کہ گرم اور نرم بستر کو جو کہ نفس کو بڑا پسند و مرغوب ہوتا ہے۔ چھوڑ کر محض اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لئے عملی طور پر بامید رضا و قرب و نعم و ثواب میدان عمل میں آنا پڑتا ہے۔ جو نفس کے لئے بہت دشوار اور گراں ہوتا ہے۔ اس ختم شریف کے فضائل کا بیان کرنا محال ہے۔ جو کہ خود اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ یعنی وہ لوگ کہ علیحدہ رہتی ہیں کروٹیں ان کی خوابگاہ سے پکارتے ہیں رب اپنے کو خوف اور امید میں۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ یعنی پس نہیں جانتا کوئی نفس اسے کہ مخفی رکھا گیا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک سے یعنی اجر و ثواب۔ بدلہ ہے اس کا کہ وہ عمل کرتے تھے۔ جبکہ خود خالق کون و مکان کا ارشاد پاک ہے کہ ان کے اعمال خیر کے عوض جو نعمتیں آنکھوں کو ٹھنڈک دینے والی مخفی رکھی گئی ہیں۔ ان کو کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ وہ انسانی شعور و ادراک سے بہت بلند و بالاتر ہیں۔ تو پھر بھلا انسان ضعیف البنیان کی کیا ہمت و بساط ہے۔ کہ وہ اس وقت اور اس ختم شریف کے فضائل کو بیان کر سکے۔ یہ کس قدر عظیم الشان بشارت ہے جو کلام الٰہی سے ثابت ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی اور فضیلت ہو سکتی ہے۔

شجرہ شریف حضرات خواجگان رحمہم اللہ تعالےٰ

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ معمول رہا۔ کہ صبح ختم شریف کے بعد اور شام کو ختم خواجگان رحمہم اللہ کے بعد دونوں وقت شجرہ طیبہ خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ پڑھا جاتا اور دوستوں میں سے کسی خوش الحان دوست کو پڑھنے کے لئے ارشاد فرماتے۔ اس میں

کبھی ناغہ نہ فرماتے۔ بلکہ اکثر دوستوں کو تاکید فرماتے کہ شجرہ شریف ضرور ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔ تاکہ ان انعام واکرام سے کہ جو حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے عطا ہوں۔ درجہ بدرجہ پیران عظام کے توسل سے مستفیض و مستفید ہوتے رہیں۔ شجرہ شریف کی خاصیت ہے۔ کہ مانند زنجیر کے اس کے ایک سرے کی حرکت دوسرے سرے تک پہونچتی ہے۔ شجرہ شریف کے پڑھنے سے بھی اپنے شیخ ومقتدیٰ سے لیکر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام حضرات کی توجہ باطنی شامل حال ہو جاتی ہے۔ سلسلہ کے بزرگوں کو نام بنام یاد کرنے سے ہر ایک ظاہری و باطنی مشکل ومصیبت رفع ہو جاتی ہے۔ ان حضرات کو وسیلہ دواسطہ گردانے سے جو مراد مانگی جاوے قبولیت حاصل کرتی ہے۔ روزمرہ بلاناغہ شجرہ شریف پڑھنے کی برکت سے دل روشن اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ طبیعت میں ذوق وشوق اور تازگی رہتی ہے۔ ایمان کو قوت پہونچتی ہے۔ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حاصل ہوتی ہے بزرگوں کی ارواح طیبہ متوجہ ہوتی ہیں۔ رزق۔ عمر۔ اولاد۔ میں برکت۔ اعمال صالحہ میں ترقی ہوتی ہے۔ بلا ومصیبت سے نجات اور اعداء ظاہری و باطنی پر فتح نصیب ہوتی ہے۔ الغرض کہ مرید صادق کے لئے اپنے پیران عظام کا شجرہ شریف پڑھنے یا سننے میں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ لہٰذا دوستوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ بھی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے اس معمول پر قائم رہ کر ہمیشہ مستفیض ہوتے رہیں۔

عرس شریف

جناب حضرت باباجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے موجب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عرس شریف کا انعقاد بھی عیدگاہ میں تجویز فرمایا۔ جو اب بھی ہر سال ۸۔ جون کے روز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کی شمسی تاریخ ہے بڑی رونق کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس میں دور دراز سے نیک وصالح علمائے کرام وفضلائے عظام کا اجتماع ہوتا ہے

قرآن مجید کے بہت سے ختم کئے جاتے ہیں۔ درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ شب و روز ذکر
الہٰی میں بسر ہوتے ہیں۔ طعام عمدہ اور نفیس پکایا جاتا ہے۔ اور ان سب کا ثواب جناب
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک اور آپ کے طفیل جمیع انبیاء علیہم السلام و جملہ
اولیائے کرام و مشائخ عظام قدس اللہ اسرارہم کے ارواح طیبہ کو بطور ہدیہ بخشا جاتا ہے۔
رات دن وعظ و نصیحت اور ذکر اذکار میں گذرتے ہیں۔ اور کسی قسم کا کوئی غیر شرع کام اور
بدعت جیسے کہ دوسرے میلوں اور عرسوں پر ہوتے ہیں ظہور میں نہیں آتے۔ ہر حیثیت سے
حقیقی مجلس ذکر الہٰی کی جو سال بعد دوستوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کی شان ظاہر
ہوتی ہے۔ الحمد للہ کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ و مقتدا کے
ارشاد پاک کو کما حقہ اپنا معمول بناکر خوب نباہا۔ اب کچھ فوائد عرس شریف کی مجلس
کے دوستوں کی خاطر لکھ کر اس مضمون معمولات کو ختم کرتا ہوں۔

عرس شریف کے فوائد

عرس شریف عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی شادی کے ہیں۔ دراصل
اس کی ابتداء یوں ہوئی۔ کہ پرانے زمانہ میں ذرائع آمد و رفت بہت محدود اور دشوار گزار
تھے۔ پیشوایان دین اور پیران طریقت بڑی بڑی جانکاہ مصائب کے بعد اپنے مسترشدین
مخلصین کے پاس پہنچ کر ان کو روحانی تربیت اور مذہبی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس طرح ان
بزرگواروں کو دشوار گزار راستوں میں بڑی صعوبتیں اٹھانی پڑتی تھیں۔ آخرکار مخلص اور
عقیدت مند جاں نثار مریدوں نے مشورہ کیا کہ ان پیشوایان دین کی اس تکلیف کو رفع کرنے
کے لئے ہم خود ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوا کریں۔ اس طریقہ سے فرداً فرداً عقیدت
مندوں کا اپنے پیران طریقت کی خدمت میں حاضر ہونا بھی تمام سال مہمان نوازی کی تکلیف
ثابت ہوا۔ بالآخر یہ تجویز نکالی گئی کہ سال میں ایک مرتبہ کسی خاص مقررہ جگہ و مقام اور
کسی خاص مقررہ تاریخ پر حاضر ہوا کریں۔ اور پند و نصائح سے شرفیابی حاصل کیا کریں۔

ایک وقت تمام فی اللہ پیر بھائیوں کا جمع ہونا محبت فی اللہ میں ترقی وعروج کا موجب ہوتا ہے۔ دوست ایک دوسرے کے دیدار وزیارت سے مسرت اندوز ہو سکتے ہیں۔ منشائے قدرت بھی فی اللہ اجتماع کا حامی ہے۔ مذہبی تقریبوں کا مل کر ادا کرنا بھی اس امر کی تائید کرتا ہے۔ یک جا جمع ہونے سے تبادلۂ خیالات ہو جاتا ہے۔ اور باہمی مشاورت سے بہت سے بہترین امور حل ہو سکتے ہیں۔ اور اس اجتماع کے لئے ایک خاص دن معین کیا جانا ضروری امر ہے انبیاء علیہم السلام و اولیائے عظام کا اپنے خالق سے جا ملنا۔ اور اس دار بلیات سے دار سرور کی طرف انتقال کرنا ان کے لئے ایک خاص خوشی کا وقت ہوتا ہے۔ اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ مومن کو قبر میں ارشاد کیا جاتا ہے " نم کنومۃ العروس " دلہن کی مانند خوشی سے سو جاؤ۔ اسی بنا پر اس دن کے اجتماع کو عرس سے موسوم کیا گیا۔ الغرض کہ انسانی مدارج کو اوج بلندی پر پہنچانے کا نہایت بہترین ذریعہ ہے۔ فی اللہ دوستوں کی ملاقات سے جذبۂ ایثار بدرجہ کمال پیدا ہوتا ہے۔ روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ سفر کر کے عرس شریف میں حاضر ہونے سے سفر کی تکالیف سے آشنائی ہوتی ہے۔ مسافروں کو آرام پہنچانے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ مہمان نوازی کا شوق بڑھتا ہے۔ بہت سے ظفر کے وسائل حاصل ہوتے ہیں۔ نیک مجلس سے نیک خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ قصہ کوتاہ کہ فی اللہ پیر بھائیوں کی سالانہ عید ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص محض لوجہ اللہ ایسی مبارک مجلس کی شمولیت کی غرض سے آئے جتنا دور و دراز سے آئے گا۔ زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور اس کا یہ آنا کبھی ضائع نہ جائیگا جس پر " و نکتب ما قدموا و آثارھم و کل شیئ احصیناہ فی امام مبین " کی نص صریح شاہد اور بین دلیل و ثبوت ہے۔ آخر میں دعا ہے۔ کہ حق تعالےٰ فی اللہ اور مخلص احباب کو ایسی مبارک مجلس کی شمولیت اور اس کے فیوض و برکات ظاہری و باطنی سے مدام متمتع ہونے کی ہمت و توفیق بخشے۔ آمین۔ فقط۔ وما علینا الا البلاغ۔

باب چہارم

انتقال

مئی ۱۹۳۲ء کا واقعہ ہے کہ جناب قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول نماز تہجد کے لئے اُٹھے۔ جب سقف مکان سے نیچے اترنے لگے تو کسی زہریلے جانور نے پاؤں مبارک پر نیش زنی کی اندھیری رات تھی۔ نظر کچھ نہ آیا۔ معمولی درد ہوتا رہا مگر آپنے گھر میں کسی سے بھی ذکر نہ کیا۔ وضو فرما کر تہجد کے نوافل ادا کر چکے۔ اور بعد مراقبہ کے صبح کا ختم شریف مقامی دوستوں کی معیت میں پڑھا گیا۔ ختم شریف پڑھ لینے کے بعد آپنے دوستوں میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے اب غنودگی زیادہ آرہی ہے صبح کی نماز آپنے پڑھائی۔ بعد فراغت نماز دوستونکو بھی آپکی حالت دیکھکر فکر لاحق ہوا۔ اور گمان غالب ہوا کہ مبادا سانپ نے کاٹا ہو۔ کہ غنودگی کا آنا اسی کے زہر کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔ بھلاوہ جو کسی درخت کا نہایت زہریلا پھل ہوتا ہے۔ اور سانپ کے زہر کو زائل کرنے میں تریاق کا حکم رکھتا ہے۔ آپ کے پاؤں مبارک پر جہاں کسی چیز نے کاٹا تھا لگایا گیا جس کے لگانے سے آپ کے پاؤں مبارک پر بڑا ورم ہو گیا۔ اور جلن وسوزش بھی پیدا ہوگئی۔ ساق اور ران پر بھی ورم کا اثر جا پہنچا۔ چار پانچ ماہ تک اس عارضہ سے آپ کو تکلیف رہی علاج بھی ساتھ ساتھ ہوتے رہے۔ اللہ تعالےٰ شافئی مطلق نے اپنے فضل وکرم سے صحت عطا فرمائی اور آہستہ آہستہ ورم اور سوزش وغیرہ بھی دور ہو گئے۔ اور بالکل آرام آگیا +

مذکورہ بالا واقعہ گزرنے کے بعد پھر اسی موسم یعنی ماہ مئی ۱۹۳۳ء میں آپکو از سر نو تکلیف شروع ہوگئی۔ اور پیشاب کیساتھ آپکو خون آنا شروع ہوگیا۔ حتیٰ کہ عرس شریف کا موقعہ آگیا۔ باوجود علاج جاری رکھنے کے کچھ آرام نہ آیا۔ بلکہ مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔ بار بار پیشاب کی حاجت محسوس ہوتی۔ آپنے بڑی ہمت واستقلال سے اس تکلیف کو برداشت کیا۔ اور عرس شریف کی مبارک مجلس میں حاضر وشامل رہے۔ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی بجائے پیشاب کے خون خارج ہوتا۔ اور آپ تازہ وضو فرماتے۔ آپکی یہ حالت دیکھکر مخلص دوستونکو بھی بڑی بے چینی تھی۔ مولانا حاجی محمد شریف وحاجی حکیم غلام علی صاحبان اور حافظ حکیم نور محمد صاحب نے مشورہ کرکے دوائی تجویز کی جسکے استعمال سے فائدہ اور آرام ہو گیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ آرام رہا۔

چار پانچ ماہ گذرنے کے بعد پھر عارضہ شروع ہوگیا پھر وہی دوائی استعمال کرائی گئی۔ عارضی طور پر چندے آرام اور صحت ہوتی۔ اور کچھ دن گزرنے کے بعد مرض عود کر آتا۔ گویا کہ مرض نے ایک دورہ کی صورت اختیار کر لی چونکہ بجائے پیشاب کے خالص خون خارج ہوتا تھا۔ اس وجہ سے آپکی طبیعت مبارک دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ سنہ ۱۹۳۷ء کے آغاز میں ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ آپ کی طبیعت اسی عارضہ کے باعث ناساز تھی۔ باہر ڈیوڑھی میں آپ پلنگ پر تشریف فرما تھے۔ حاجی محمد زمان صاحب اور حاجی لعب دین صاحب حاضر خدمت تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹا میں نے اسی عارضہ میں اس دار فانی سے جانا ہے۔ یہ بات سن کر حاجی لعب دین صاحب رونے لگے۔ اور کہنے لگے۔ کہ حضور۔ خالق آپ کا غم نہ دکھائے۔ اور آپ کی موجودگی میں ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔ تاکہ ہمیں زندگی میں آپ کی مفارقت کا داغ نصیب نہ ہو۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ خالق کو یونہی منظور ہے۔ کل نفس ذائقۃ الموت کسی نفس کو موت بغیر چارہ نہیں۔ صبر و استقلال سے رہنا ضروری ہے مولوی صاحب (یعنی قبلہ عالم جناب حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا و بالفضل اولانا صاحب زادہ عبد الرحمن سلمہ المنان الی یوم المیزان) کی خدمت کو میری خدمت اور ان کے وجود کو میرا وجود تصور کرنا۔ اور سمجھنا اور دوستوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور سلوک رکھنا۔ نیز فرمایا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ، تم سب کے بھائی ہیں۔ (یہ از روئے شفقت و مہربانی تھا ورنہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک) ہر معاملہ میں ان کے ساتھ شامل و شریک رہنا۔ اور ان کی فرمانبرداری و تابعداری کو میری فرمانبرداری و تابعداری جاننا۔ یہی سعادت دارین کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اور اس پر نہایت ہمت اور استقلال سے ثابت قدم اور قائم رہنا یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ اتنے میں اندر سے جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ تشریف لے آئے اور ان کو دیکھ کر سلسلہ گفتگو جو شروع تھا۔ بند کر کے دیگر باتیں شروع کر دی گئیں۔ تاکہ جناب صاحبزادہ صاحب کو جو پیشتر باتیں ہو رہی تھیں ان کا احساس نہ ہو۔ غرض اس عرصہ میں آپ کو صحت مستقل طور پر نہ ہوئی۔ عارضی طور پر چند یوم آرام سے گزرتے اور پھر چند یوم بعد تکلیف ہو جاتی۔ جون سنہ ۱۹۳۷ء کے عرس شریف پر بھی تکلیف بدستور تھی۔ مگر باوجود تکلیف اور کمزوری طبع مبارک کے آپ شب و روز مجلس مبارک میں شامل و حاضر رہے۔ اور للہ دوستوں

کی خاطر جو محض لوجہ اللہ تھی ۔ آپ نے اپنی جسمانی تکلیف کی کچھ پرواہ نہ کی ۔ اس کے بعد پھر شافی مطلق نے آرام وصحت عطا فرمائی ۔ اور کسی قسم کی شکایت نہ رہی ۔

موسم سرما آگیا ۔ اور آپ کی طبیعت بھی اچھی ہو گئی ۔ دوستوں نے سیر وسیاحت کے لئے بڑا اصرار کیا ۔ آپ نے معذرت فرمائی ۔ کہ اب پیرانہ سالی ہے ۔ اور اس پر اس طویل علالت کی وجہ سے طبیعت بڑی کمزور ہو گئی ہے ۔ فقیر اس لائق نہیں کہ سفر کی تکلیف برداشت کر سکے ۔ مگر دوستوں کو بڑا اشتیاق تھا ۔ بار بار عرضیں کرتے ۔ کہ جناب فی اللہ دوست بڑے خواہشمند ہیں ۔ اور منتظر وچشم براہ ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی طبیعت مبارک بوجہ لمبی بیماری کے بہت کمزور ہے ۔ مگر اب حالت رو بصحت ہے ۔ اور انشاء اللہ تعالے سفر میں کوئی تکلیف نہ ہوگی ۔ بہت سے غریب اور مفلس دوست یہاں نہیں پہنچ سکتے حضور تشریف لے چلیں گے ۔ تو سب دوستوں کو آپ کی زیارت وملاقات سے مشرف ہونے کا موقعہ مل جائیگا ۔ دوستوں کے بار بار اصرار وتکرار اور منت وزاری نے آپ کو سفر پر آمادہ کر ہی لیا ۔ یہ آپ کا آخری سفر تھا ۔ اثناء سفر میں حسب معمول ہر مقام پر دوست ملاقات وزیارت کے لئے حاضر خدمت ہو کر مستفیض ومستفید ہوتے تھے ۔ جب آپ امرتسر رونق افروز ہوئے ۔ تو پھر وہی سابقہ مرض کا عارضہ لاحق ہوا ۔ بدیں وجہ آپ امرتسر سے ہی براہ راست راولپنڈی شریف واپس تشریف لے آئے ۔ اب سلسلۂ علالت مستقل طور پر قائم ہو گیا ۔ کبھی دو چار دن عارضی طور پر آرام ہوا بھی تو پھر تکلیف بدستور شروع ہو گئی ۔ پیرانہ سالی اور اس پر مزید یہ کہ اس عارضہ کے باعث خون کا اخراج بکثرت ۔ جس کی وجہ سے ضعف قلب کا مرض قائم ہو گیا ۔ یہ کیفیت مندرجہ بالا ۱۹۳۴ء کے آخر اور ۱۹۳۵ء کے آغاز کی تھی ۔ اس علالت کے علاوہ ۳۰ رمئی ۱۹۳۵ء کوئٹہ کے حادثہ فاجعہ اور بالخصوص سید غلام شبیر صاحب بی ۔ اے ای ۔ اے ۔ سی کی اچانک شہادت کے صدمہ عظیمہ نے آپ کی طبیعت پر بہت بڑا اثر کیا چونکہ سید صاحب مرحوم ومغفور آپ کے بڑے مخلص اور شیدائی دوستوں میں سے تھے ۔ آپ کی بھی ان پر بڑی نظر شفقت تھی ۔ اور اُن سے کمال محبت تھی ۔ جس دن کوئٹہ کے حادثہ کے متعلق اطلاع ملی تو پہلے تار دی گئی ۔ مگر تار کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا ۔ کوئی جواب نہ ملا ۔

خطوط میں لکھے گئے۔ آخر کار تیسرے دن اخباروں کے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ کہ سید غلام شبیر صاحب اسی حادثہ فاجعہ میں جام شہادت نوش فرماکر عالم جاودانی کو رحلت کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سید غلام شبیر صاحب جیسے حقیقی عاشق اور تحقیقی صادق کی وفات حسرت آیات کے صدمہ اور رنج وغم والم کیوجہ سے آپ کے قلب پر ضعف کا گہرا اثر پڑا عرس شریف بھی قریب آگیا تھا۔ اور آپ کی طبیعت بہت کمزور اور نڈھال ہو چکی تھی۔ ۸ر جون ۱۹۳۵ء عرس شریف کے دن صبح خاص ختم شریف کی مجلس میں آپ بصد مشکل شامل ہوئے۔ اور رات کی مجلس میں شامل نہ ہو سکے۔ مرض میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا گیا۔ عرس شریف کے بعد بھی آپ بدستور بیمار رہے۔ ساتھ ہی آپ کی پوتی حضرۃ ممتاز بیگم صاحبہ مرحومہ ومغفورہ بھی بعارضہ بخار بیمار ہوگئیں۔ اولاد قدرتاً و فطرتاً بھی بڑی پیاری ہوتی ہے۔ مگر خاص کر ایسی نیک اور فرمانبردار سعادت شعار اولاد ہو۔ تو پھر اس کی محبت کا کیا کہنا۔ عزیزہ مرحومہ ومغفورہ کے ساتھ خاص کر اس کے دینی شغف اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا اپنے والد ماجد سے قرآن مجید کے ترجمہ اور اس کی تفسیر میں حیرت انگیز کمال حاصل کرنے کی وجہ سے حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو انتہائی محبت و پیار تھا۔ علاوہ ازیں آپ کی بہت سی خوش افزا امیدیں مرحومہ کی ذات سے آئندہ کے لئے وابستہ تھیں۔ مگر رضا و قضا الٰہی پر صابر و شاکر رہے بغیر چارہ ہی کیا ہے۔ عزیزہ مرحومہ ومغفورہ کچھ عرصہ بیمار رہ کر مورخہ ۲۷ر ستمبر ۱۹۳۵ء کو اس دار فانی سے عالم بقا کو رحلت کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی اس بے وقت وفات حسرت آیات نے تمام دلی امیدوں اور آرزوؤں کو یکسر فنا کر کے آپ کے قلب پر ایک ایسی ناقابل برداشت چوٹ لگائی کہ جس کا بیان کرنا محال ہے۔ اللہ تعالےٰ کے مقبول و برگزیدہ بندگان ہمیشہ قضائے الٰہی پر صابر و شاکر رہے۔ مگر وہ محبت جو نیک دیندار اور خوش اطوار فرمانبردار اور ہونہار اولاد کی خالق نے والدین کے قلوب میں ودیعت رکھی ہے وہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس واقعہ جانکاہ کے اثر سے ضعف قلب کا مرض مستقل طور پر قائم ہو گیا پیشتر ازیں موسم سرما میں صحت رہتی تھی۔ مگر امسال ۱۹۳۵ء کے آخیر میں تکلیف بہت

زیادہ ہوتی اور بڑھتی گئی۔ باوجود اس قدر طویل علالت اور تکلیف کے بھی فرائض پنجگانہ اور نوافل تہجد و اوابین اور دیگر اوراد و وظائف میں بھی بفضل خداوند کریم بدستور مصروف رہے۔ اور کبھی ناغہ نہ فرمایا۔ ہاں کبھی کبھی آپ زبان مبارک سے فرماتے۔ کہ اب وہ لطف و حظ نہیں رہا۔ بوجہ علالت اور پیرانہ سالی دیر تک مراقبہ میں نہیں بیٹھا جا سکتا۔ اور بوجہ کمزوری عبادت خانہ کی سیڑھیوں پر آنے جانے میں بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ دوستوں نے عرض کیا۔ کہ جناب ایسی حالت میں فرائض بھی اگر ادا ہوتے رہیں تو غنیمت ہے۔ آپ کی اس تکلیف کو دیکھ کر بڑا رنج پہنچتا ہے۔ اپنے بس اور اختیار کی بات نہیں۔ ورنہ یہ آپ کی تکلیف ہم آپ کے غلام لے لیں۔ آپ باوجود اتنی تکلیف کے پھر اتنی ہمت فرماتے ہیں۔ کہ نوافل تک ادا کرنے کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ کہ فکر نہ کرو جتنی تکلیف کا تم کو گمان ہے۔ اتنی تکلیف مجھے نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو دنیا کی لذت و الم دو قسم ہیں جسمانی و روحانی۔ جس چیز میں جسم کی لذت ہے۔ اس میں روح کا رنج ہے۔ اور جس چیز سے جسم کو رنج پہونچے۔ اس میں روح کی لذت ہوتی ہے۔ مگر عوام الناس کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ کے بندوں پر لازم ہے۔ کہ وہ جسمانی رنج و مصائب میں بھی اپنے خالق و مالک کے ساتھ خوش و خرم زندگانی بسر کریں۔ کسی صاحب دل نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

از برائے عیش و عشرت ساختن   صد ہزاراں جان ببا ید باختن

میرے دوستو۔ جاودانی آسائش و راحت کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے۔ فقر کے لئے اس قسم کا دکھ درد اکثر لازم رہتا ہے۔ اور یہ محبت کے لوازم سے ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ماسوا اللہ سے پورے اور کلی طور پر انقطاع حاصل ہو جاوے۔ یہ راہ ہی عجیب و غریب ہے۔ اس راہ میں آرام بے آرامی ہی میں ہے۔ اور قرار بیقراری میں۔ اس مقام میں آرام و راحت طلب کرنا اپنے آپ کو رنج و دکھ میں ڈالنا ہے۔ بہر حال اپنے آپ کو اس محبوب حقیقی کے سپرد کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ جو کچھ اس کی طرف سے آئے۔ برضا و رغبت نہایت خوشی سے قبول و منظور کرنا چاہئے۔ اور ہرگز گھبرانا یا سر پھیرنا نہیں چاہئے۔ اللہ تعالے سے اس پر ثبات و استقامت طلب کرنی چاہئے۔

شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ کی پندرھویں شب مبارک تھی۔ آپ عبدگاہ میں رونق افروز تھے۔ مقامی

دوست جیسے کہ ہمیشہ اس رات کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جمع ہو گئے۔ کہ شب بیداری میں گذاریں گے۔ آپ تو لبفضل خدا کسی لمحہ ذکر الٰہی سے خالی نہ رہتے تھے۔ باوجود علیل ہونے کے اس مبارک شب میں بھی نوافل پڑھے۔ صبح ہوئی۔ تو چند دوست آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ آپ فرمانے لگے۔ کہ کوئی آرزو ایسی نہیں۔ جو خالق نے پوری نہ فرمائی ہو۔ مگر عیدگاہ کے وسیع کرنے کا مدت سے خیال تھا۔ خواہش تھی۔ کہ یہ کام بھی فقیر ہی کے ہاتھوں اللہ تعالےٰ کرا دیتا۔ اس کے متعلق کوشش بھی بڑی کی گئی۔ اور امید بھی پختہ تھی۔ مگر کوئی صورت نہ بنی۔ یہ ایک آرزو رہ گئی ہے۔ اگر وہ مسبب الاسباب کوئی سبب بنا دیتا۔ تو یہ آرزو بھی پوری ہو جاتی۔ نماز کے بعد دوست رخصت ہو گئے۔

اب دیکھئے۔ اللہ تعالےٰ اپنے ایک برگزیدہ ولی کی آرزو پوری کرنے کی خاطر کیا اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ اور کتنی جلدی یہ آرزو پوری کر دی جاتی ہے۔ عیدگاہ کے مغرب میں جن کی زمین تھی۔ باوجود کوشش بلیغ کے اور ان کی منہ مانگی قیمت دینے پر بھی وہ زمین دینے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ مندرجہ بالا آرزو کے اظہار پر ایک دو یوم ہی گزرے تھے۔ کہ مالک زمین نے ایک آدمی کو بھیجا۔ جو یہ پیغام لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ عید گاہ کے ساتھ ملحقہ زمین اگر لینی ہے تو لے لو۔ مالک زمین کو روپیہ کی سخت ضرورت پڑ گئی۔ قیمت کا تصفیہ ہو گیا۔ اور سودا حضرت قبلہ عالم کی منشاء کے مطابق طے ہو گیا۔ اور آٹھ ہزار روپیہ میں زمین کی رجسٹری کرا لی گئی۔ جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہم نے رجسٹری کرانے کے بعد دوسرے دن ہی تعمیر کا کام شروع کرا دیا۔ اور پندرہ رمضان المبارک کو عیدگاہ کی تعمیر مکمل طور پر ہو گئی۔ عید الفطر کے دن خود حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ موٹر پر بیٹھ کر عیدگاہ میں تشریف لے گئے۔ اور عیدگاہ کی توسیع کا کام بحسن و خوبی سرانجام ہوا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکریہ بجا لائے۔ لوگ جو عید الفطر کی نماز پڑھنے کے لئے آئے تھے۔ عیدگاہ کی وسعت دیکھ کر حیران ہوئے۔ کہ ابھی چند دن ہوئے پہلے عیدگاہ کی اور صورت تھی۔ اب کچھ اور نقشہ بنا ہوا ہے۔ شہر کے چند معززین نے جملہ مسلمانوں کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کیا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ فقیر اس اظہار کو پسند نہیں کرتا۔ شکریہ اس خالق و مالک کا چاہئے۔ جس کے فضل و کرم سے یہ کام بھی حسب منشا ہو گیا ہے۔

ان ایام علالت میں باوجود اس قدر تکلیف جسمانی اور انتہائی کمزوری اور ضعف قلب کے بھی

آپ نے اپنا معمول اوراد و وظائف نہ چھوڑے تہجد کی نماز کے لئے جیسے ہمیشہ سب دوستوں سے اول اٹھتے تھے۔ اسی طرح ان ایام میں بھی تمام دوستوں سے پہلے ہی تشریف فرما ہوتے تھے۔ بعد نوفل ختم شریف میں بھی شمولیت فرماتے۔ اور انوار کی مجلس میں بھی رونق افروز ہوکر اپنے دیدار فیض آثار اور کلمات طیبات و اعظ حسنہ سے محبین و مخلصین کو مسرور اور اپنی توجہات سے حاضرین کے قلوب کو معمور فرماتے رہے۔

آخری چند ماہ کی علالت

آغاز علالت سے ہی اپنے مخلص دوستوں نے جو حکیم و ڈاکٹر ہیں علاج معالجہ میں اپنی استعداد کے مطابق کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا۔ عارضی طور پر قدرے فائدہ و آرام ہوجاتا۔ رات کو آرام رہا۔ تو دن کو تکلیف ہوگئی۔ اور دن آرام سے گزرا تو رات کو تکلیف ہوگئی۔ اس حالت میں اکثر آپ فرمایا کرتے۔ کہ مجھے دوائیاں دینی بند کردو۔ میری طبیعت نہیں چاہتی۔ اور یہ شعر بھی پڑھا کرتے۔ ؎

مریض عشق پر رحمت خدا کی   مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کچھ دن یونہی گزرنے کے بعد ایک دن آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے پیشتر بھی تمہیں کہا ہے کہ مجھے دوائی دینی بند کردو۔ اب پھر کہتا ہوں۔ کہ دوائی پلانی چھوڑ دو۔ میری طبیعت دوائی کھانے سے نفرت کرتی ہے۔ آپ کے اس طرح فرمانے کے بعد حاجی محمد علی و حاجی محمد زمان صاحبان نے گزارش کی۔ کہ جناب دوائی ضرور استعمال کرنی چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ شاید حضور دوائی کے استعمال کرنے میں پوری پوری احتیاط اور پابندی نہیں فرماتے۔ اسی وجہ سے آرام نہیں آتا۔ اگر حضور مقررہ اوقات پر دوائی استعمال فرمایا کریں۔ تو امید واثق ہے۔ کہ بفضل خداوند کریم بہت جلدی صحت و شفا حاصل ہوجاوے دوستوں کی اس عرض و گزارش پر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم دوا میں شفا سمجھے بیٹھے ہو میں اللہ تعالے کو شافی جانتا اور یقین رکھتا ہوں۔ ہاں اس میں شک نہیں۔ کہ مسنون طریقہ ہے۔ اور کتنا عرصہ ہوا کہ متواتر دوائیاں باقاعدہ بڑی پابندی سے استعمال کرتا رہا ہوں۔ اب بھی دوائی استعمال کرنے کے مخالف نہیں ہوں۔ مگر اس قدر طویل عرصہ دوائیاں استعمال کرنے سے طبیعت متنفر ہوگئی ہے۔ اصلی بات بھی تم کو سمجھا دیتا ہوں۔ کہ جتنی چیزیں

اپنے اسباب وعلل پر مرتب ہوتی ہیں۔ چشم بصیرت کے نور سے محروم لوگ ان اشیاء کا سرزد ہونا
اسی سبب وعلت کے باعث جانتے ہیں۔ اور اسی کو فاعل حقیقی اور موجد سمجھ لیتے ہیں۔ مگر جن کو خلق
نے بصیرت کا نور عطا فرمایا ہوا ہو۔ ان کی نگاہ حق بین ان تمام اسباب وعلل کے پیدا کرنے والے
پر ہوتی ہے۔ اور وہ سب کچھ اسی فاعل حقیقی سے جانتے ہیں۔ جیسا کہ ما رمیت اذ رمیت
ولکن اللہ رمی۔ سے ظاہر ہے۔ کسی بندۂ خدا نے کیا عمدہ کہا ہے۔ ؎

گر گزندت رسد ز خلق مرنج   کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خدا دان خلاف دشمن و دوست   کہ دل ہر دو در تصرف اوست

گرچہ تیر از کمان ہمے گزرد   از کماندار بیند اہل خرد

فرمایا کہ میرا معاملہ ... ہے۔ میری نگاہ اس شافیٔ مطلق اور خالق کون ومکان پر ہے۔
جو اپنے بندوں کو کھلاتا پلاتا ... جب وہ بیمار ہوتے ہیں۔ انہیں شفا عطا فرماتا ہے۔ وہو
یطعمنی ویسقینی واذا مرضت فہو یشفینی۔ آپ کی مرضی کے خلاف کرنا کسی کو جرأت
نہ تھی۔ سوائے سر تسلیم خم کرنے کے اور کیا چارہ تھا۔ دوائیاں کھلانی پلانی چھوڑ دیں۔ ڈاکٹر کے
مشورہ کے مطابق ضعف قلب کے لئے انجکشن کرائے جاتے۔ جن سے ضعف قلب کا عارضی طور
پر کچھ افاقہ رہتا۔ آخر کار وہ بھی آپ نے بند فرما دیئے۔ چار و ناچار آپ کا حکم ماننا پڑتا۔
اثناء علالت میں آپ کے تمام خلفائے عظام اور مخلص دوست وقتاً فوقتاً حاضر خدمت ہوتے
رہے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ حضرات حاجی مولوی ثناء اللہ صاحب۔ حاجی مولوی محمد شریف صاحب
حاجی حکیم خادم علی صاحب۔ اور خلیفہ سلطان احمد صاحب۔ و بابو غلام نبی صاحب پنشنر تشریف
لائے۔ اور جس وقت جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ اور زیارت
سے مشرف ہوئے۔ تو وفور محبت سے زار و قطار رونے لگے۔ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ
بھی اس محبت وشفقت کے مارے جو کہ آپ کو اپنے فی اللہ دوستوں سے تھی۔ رونے لگے۔ اور
فرمایا کہ مجھے ان دوستوں کی محبت فی اللہ نے رولایا۔ ورنہ اور کچھ دکھ درد نہیں اور نہ ہی کوئی تکلیف
ہے۔ اب آخری ملاقات ہے۔ پھر انشاء اللہ روحانی ملاقاتیں ہونگی۔ اور عاقبت میں میل و ملاقات
ہوگا۔ یہ سن کر دوست اور زیادہ رونے لگے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت صاحب خود ہی تسلی وتشفی

فرمانے لگے۔

چند دنوں بعد راقم الحروف مسکین بھی باوجود خود بیمار ہونے کے آپ کی زیارت وملاقات اور عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ دوستوں میں سے کسی نے خاکسار سے دریافت کیا۔ کہ آپ کو کیا تکلیف تھی۔ بندہ نے کہا کہ مجھے بھی یہی بول کا عارضہ تھا۔ اب بھی پوری صحت نہیں ہوئی۔ مگر قدرے افاقہ و آرام ہے۔ جناب حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ کمال رابطۂ اتحادی کا اثر ہے۔ کہ جو عارضہ مجھے ہے کمال محبت کے باعث وہی عارضہ آپ کو بھی لاحق ہوگیا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو شفائے کلی بخشے۔ کہ آپ نے ابھی بہت کام کرنے ہیں۔ میں نے جو کام کرنا تھا۔ کر چکا ہوں۔ جمعہ کا دن ہے۔ میرا خیال ہے کہ جمعہ اب عیدگاہ والی مسجد میں پڑھا کریں۔ اور کئی ایک دوستوں نے بھی یہی خواہش ظاہر کی ہے۔ آج آپ بھی آئے ہوئے ہو۔ عیدگاہ والی مسجد میں جمعتہ المبارک کا افتتاح ہی کرا جاؤ۔ خاکسار کو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ عیدگاہ والی مسجد میں چل کر وعظ کرو۔ اور آج سے تمام دوستوں کو بھی کہدو۔ کہ آیندہ ہمیشہ جمعہ کی نماز عیدگاہ والی اپنی مسجد میں پڑھا کریں گے۔ بس آپ کے ارشاد کے مطابق اسی دن سے اب ہمیشہ جمعتہ المبارک کی نماز وہیں پڑھی جاتی ہے۔ اور بفضل خداوندکریم بڑی رونق ہوتی ہے۔

مخلصم میاں محمد عبداللطیف صاحب جج جب آپکی ملاقات وزیارت کے لئے تشریف لائے اس سے ایک روز قبل کا واقعہ ہے۔ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر بوجہ ضعف قلب کچھ حالت غشی کی سی طاری ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے تمام اہل خانہ بھی گھبرا گئے تھے لیکن تھوڑی دیر بعد پھر آپ کی طبیعت سنبھل گئی۔ جس سے سب کو تشفی ہوگئی۔ دوسرے دن جب مخلصم جج صاحب تشریف لائے۔ اور زیارت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو بعد ملاقات آپ نے فرمایا کہ میاں صاحب۔ کل تو میں نے یہ خیال کیا تھا۔ کہ میرا آخری وقت آگیا ہے۔ کچھ نازک سی حالت ہوگئی تھی لیکن جب میں نے غور کیا۔ کہ نہ تو ابھی تک وہ ملائکہ دکھائی دئے ہیں۔ جو مجھے لے جانے والے ہیں۔ اور نہ ہی وہ ارواح طیبہ دیکھی ہیں۔ جو میرے ساتھ جانے والی ہیں۔ اور نہ ہی مجھے ابھی تک وہ مقام دکھایا گیا ہے۔ جہاں میں نے جانا ہے۔ جب تک یہ تینوں امور متحقق نہ ہوں میں دنیا

سے جا نہیں سکتا۔ چنانچہ آخری ایام میں یہ سب امور یکے بعد دیگرے ظہور میں آکر متحقق ہوئے۔ اور آپ کی زبان حقیقت بیان سے حاضرین سنتے رہے۔

علاوہ ان حضرات کے اور بے شمار احباب تشریف لاتے رہے۔ اور زیارت سے مشرف ہو ردعاؤں سے مستفیض ہوتے رہے۔ ۱۹ر مارچ ۱۹۳۶ء کو حاجی محمد زمان صاحب اور حاجی محمد علی صاحب کو خدمت عالیہ میں طلب فرما کر ارشاد ہوا کہ تم دونو دن کے وقت اپنی اپنی نوکری پر چلے جاتے ہو۔ اس لئے صبح نوکری پر جانے سے قبل اور بوقت عصر واپس آتے ہی دونو وقت ضرور مل جایا کرو۔ تاکید مزید فرمائی۔ نیز فرمایا کہ بیٹا اب فقیر کا آخری وقت ہے۔ عنقریب اس دنیا سے جانے والا ہوں۔ میرے بعد جناب مولوی صاحب (حضرت قبلہ عالم حاجی الحرمین الشریفین مولٰنا صاحبزادہ عبدالرحمٰن سلمہ المنان الی یوم المیزان) میرے حقیقی جانشین موجود ہیں۔ ان کی دلجوئی کرنا۔ بفضل خداوند کریم ان کا فیض ظاہری و باطنی بہت پھیلیگا۔ جو میرے نام کو بھی تازہ و روشن رکھے گا میرا وجود ہی ان کے فیض کی رکاوٹ کا موجب تھا۔ میرے دنیاوی رشتہ دار اور رسم و رواج والی برادری بھی موجود ہے۔ جن کے ساتھ میں نے اپنی زندگی میں صلہ رحمی کرنے میں فرق نہیں رکھا اگر جو تعلقات اور محبت فی اللہ دوستوں اور اللہ والی برادری سے رکھے ہیں۔ وہ بہت اعلےٰ رہے۔ اور یہ بڑی نعمت ہے۔ اس کو معمولی بات نہ سمجھنا جس دن کوئی برادری کسی کے کام نہ آوے گی۔ اور نہ ہی اس دن ہر کوئی برادری ہوگی۔ اس دن بھی یہ اللہ والی برادری قائم رہے گی۔ اور اسی برادری والے وہاں بھی ایک دوسرے پر دل وجان سے قربان و نثار ہونے کے لئے تیار ہوں گے۔ میرے فی اللہ دوست مجھے بہت پیارے ہیں۔ بلکہ جان سے بھی عزیز تر ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں اُن سے حتی الامکان اچھا نباہ کیا ہے۔ تم بھی میرے بعد دوستوں کے ساتھ وہی برتاؤ و سلوک رکھنا۔ جو فقیر نے رکھا ہے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو فی اللہ دوستوں کے تعلقات مجھ سے بھی بڑھا کر رکھنا۔ آپ کے اس ارشاد فرمانے کے جواب میں عرض کیا گیا۔ کہ حضور۔ انشاء اللہ تعالےٰ ایسا ہی کیا جاوے گا۔ پھر جناب حضرت مولٰنا و بالفضل اولٰنا قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹا۔ جناب سید المرسلین و خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع مبارک کو لازم پکڑنا میرے مسلک پر قائم رہنا۔ اس کو نہ چھوڑنا۔ اور نہایت ہمت و استقلال سے رہنا۔ میرے چلے جانے کے بعد ہرگز گھبرانا نہیں۔ ہر کام میں مقصود رضاء

الٰہی رکھنا۔ اللہ تعالےٰ کی معیت و امداد اور نصرت الٰہی ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوگی۔

حسب ارشاد جناب حضرت صاحب مندرجہ بالا ہر دو خادمان روزانہ بلاناغہ دونوں وقت حاضر خدمت عالیہ ہوتے رہے۔ اور اس عرصہ میں بہت کچھ نصائح اور وصایا آپ نے فرمائے۔ جو طوالت کتاب کے خوف سے نہ درج کرنے مناسب سمجھ کر چھوڑے جاتے ہیں۔ اور جن کا تعلق بھی چنداں عام دوستوں سے نہیں۔ ایک دن حسب ارشاد حاضر ہوئے۔ تو جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر حالت جذبہ طاری تھی۔ اسی حالت میں فرمانے لگے۔ کہ میں کہاں ہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضور اپنے گھر میں ہیں۔ فرمایا بھلا گھر میں دریا ہوتے ہیں۔ ہم تو بغداد شریف میں ہیں۔ دیکھو یہ دریائے دجلہ بہ رہا ہے۔ اور عین برلب دریا جناب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ مصلےٰ بچھا کر بیٹھے ہیں۔ اور ہمیں بھی بلا رہے ہیں۔ اور بڑی شفقت اور پیار فرماتے ہیں اسی طرح ایک وقت فرمایا۔ کہ میں آج مدینہ منورہ جناب سید المرسلین وخاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ بہت سے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک مجلس تھی۔ میں جب پہنچا۔ تو مرحبا مرحبا کی آوازیں آئیں۔ جس پر میں بڑا نادم و شرمندہ ہوا۔ کہ میں تو ایک ادنے غلاموں کا غلام ہوں۔ اس شرمندگی کی وجہ سے میں نے اپنا سر جھکایا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں ایک طرف سے جناب غوث صمدانی قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اور مجھے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے جا کر پیش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شفقت و عنایت اور مہربانی فرمائی کہ جس کا میں اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ میری طبیعت اب اس جگہ یعنی دنیا میں رہنے کو پسند نہیں کرتی۔ بلکہ یہاں رہنے سے گھبراتی ہے۔ دل چاہتا ہے۔ کہ اب مجھے یہاں سے حق تعالےٰ آزاد کر دے۔ مجھے مدینہ منورہ کی مجلس کا اشتیاق بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ اور یہی دل کہتا ہے۔ کہ ہر وقت ایسی مجلس میں حاضر رہوں۔

ایک دن عصر کے وقت فرمانے لگے۔ کہ مجھے عیدگاہ لے چلو۔ گھر سے سب اہل خانہ نے باری باری گذارش کی کہ آپکی حالت بہت کمزور ہے ایسی حالت میں عیدگاہ لے جانا مناسب نہیں مگر آپ بار بار اصرار فرماتے۔ آخر کار آپکی چارپائی اندر سے اٹھا کر باہر ڈیوڑھی میں لائی گئی۔

اندر سے مائی صاحبہ کا پیغام آیا۔ کہ آپ عیدگاہ لے چلنے کو فرماتے ہیں۔ بہت دفعہ گذارش کی گئی ہے۔ کہ آپ کی طبیعت بڑی کمزور ہے۔ مگر آپ نے نہیں مانا۔ دوست بھی آپ کی خدمت میں عرض کریں کہ ایسی حالت میں عیدگاہ جانا بہتر نہیں معلوم ہوتا۔ دوستوں نے بھی عرض کی۔ جس کی وجہ سے آپ کو ذرا ناگوار معلوم ہوا۔ ایک دوست کو عیدگاہ بھیجدیا کہ وہاں سے دیگر دوستوں کو بھی بلا لاوے۔ تاکہ آپ کی چارپائی اٹھا کر عیدگاہ لے چلیں۔ شام کا وقت قریب ہوگیا۔ دوستوں نے شام کی نماز پڑھی۔ آپ نے بھی بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ اتنے میں عیدگاہ والے دوست بھی آگئے۔ اور مکرر مائی صاحبہ سلمہا اللہ کا ارشاد پہونچا کہ آپ کی خدمت میں عرض کرو۔ کہ عیدگاہ نہ جاویں۔ مگر یہ عرضیں تو پہلے ہو چکی تھیں۔ آپ کی خدمت میں یوں عرض کی گئی۔ کہ اندرون خانہ سے بھی سب آپ کے ساتھ عیدگاہ چلنے کو تیار ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں وہ آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ سن کر جناب حضرت صاحب خاموش ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اچھا عیدگاہ والے دوستوں کو واپس بھیجدو۔ عیدگاہ والے دوست واپس چلے گئے۔ اور آپ کی چارپائی باہر سے اٹھا کر پھر اندر لے جا کر رکھی گئی۔ دوسرے روز بوقت صبح جب آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو بعد سلام و نیاز اور دست بوسی آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا بھائی تم سب نے مل جل کر عیدگاہ تو نہ جانے دیا۔ مگر مجھے اللہ تعالے نے خوب سیر کرائی۔ بہت سا وقت جناب حضرت پیرانِ پیر غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں گذرا۔ اور آپ نے اس عاجز فقیر کے حال پر بڑی نوازشات فرمائیں۔ اور آئندہ بھی بڑی مہربانیوں اور کرمفرمائیوں کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد اور بہت سے اولیائے کرام کی زیارتیں و ملاقاتیں ہوئیں۔ جن میں سے بعض کو تو پیشتر بھی دیکھا ہوا تھا۔ اور کئی ایسے بزرگ ملے۔ جن کو آج ہی دیکھا۔ اور پہلی مرتبہ ان کی زیارت و ملاقات ہوئی۔ مگر سب حضرات نہایت اشتیاق اور محبت سے ملے ہیں۔

آخری ایام علالت میں جبکہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے سب دوستوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ باوجود اس قدر ضعف و کمزوری کے حیا اس قدر دامنگیر تھا۔ کہ جب رفع حاجت کے لئے آپ کو اٹھا کر بٹھلایا جاتا۔ پھر کسی کو بھی پاس ٹھہرنے نہ دیتے اور فرماتے کہ ہٹ جاؤ۔ اور پردہ کرلو۔

آخری ایام میں جسمانی کمزوری اور ضعف بدنی اس قدر ہوگیا تھا۔ کہ پلنگ پر بھی بغیر دوسرے آدمی کے اٹھا کر بٹھانے اور سہارا دینے کے بیٹھا نہیں جاتا تھا۔ ایسی نازک حالت میں بھی حیا و پردہ اور فرائض کا اتنا خیال تھا۔ کہ ایک دن عصر کے وقت حاجی محمد علی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ میری طبیعت اندر تنگ ہے۔ مجھے باہر ڈیوڑھی میں لے چلو۔ انہوں نے فی الفور جمال الدین محمد صادق اور عبد الغنی کو بلایا اور آپ کی چارپائی اندر سے اٹھا کر باہر ڈیوڑھی میں لے آئے۔ باقی تینوں دوستوں کو آپ نے رخصت کر دیا۔ حاجی محمد علی صاحب کو آپ نے فرمایا۔ مجھے رفع حاجت کے لئے اٹھاؤ انہوں نے کموڈ وغیرہ درست کر کے پاس رکھا۔ اور سہارا دیکر آپ کو چارپائی پر بٹھایا جب بٹھا چکے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یا تو باہر چلے جاؤ۔ یا پردہ کر لو۔ حاجی محمد علی نے عرض کی۔ کہ جناب ایسی کمزوری کی حالت میں خطرہ ہے۔ کہ کہیں آپ گر نہ پڑیں۔ اور پھر تکلیف زیادہ ہو جائے آپ نے تسلی دی کہ نہیں۔ میں چارپائی کو پکڑ کر سہارا لے لونگا۔ تم فکر نہ کرو۔ بعد فراغت قضائے حاجت پانی طلب فرمایا۔ اور استنجا کیا۔ اس کے بعد حاجی محمد علی صاحب نے آپ کو وضو کرایا۔ اور آپ نے بیٹھ کر فریضۂ عصر ادا کیا۔ الغرض آخری وقت تک اتنی احتیاط حیا و شرم اور ادائیگی فرائض کی رکھی کہ وہ آپ کا ہی حصہ تھا۔

اثنائے علالت میں شہر کے تمام دوست اکثر حاضر ہوتے رہے۔ خاصکر جمعۃ المبارک کے روز بعد نماز جمعہ اکثر دوست شہر اور مضافات کے حاضر ہو کر زیارت سے مشرف اور ملاقات سے باریاب اور فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے تھے۔ آپ کو بھی فی اللہ دوستوں کا بڑا خیال رہتا اور ان کی خاطر کو بڑا ملحوظ رکھتے تھے۔ انتہائی درجہ کی کمزوری و نقاہت میں بھی جبکہ مریض بات کرنی بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ بار بار دوستوں کے متعلق دریافت فرماتے۔ اور ان کی خاطر مدارات و کھانا کھلانے وغیرہ کے لئے تاکید مزید فرماتے۔ عام لوگوں کے ساتھ بھی کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے۔ کسی قسم کے رنج و افسوس اور گھبراہٹ وغیرہ کے آثار آپ میں بالکل نہیں پائے جاتے تھے۔ جب حاجی محمد زمان اور حاجی محمد علی صاحبان حاضر خدمت ہوتے اور جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب بھی موجود ہوتے۔ تو اکثر دوستوں کا تذکرہ شروع کر دیتے اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کی بار بار بڑی شدت کے ساتھ تاکید فرماتے۔ ایک دن جناب صاحبزادہ

صاحب کو مخاطب کر کے **فرمایا** بیٹا۔ زمانہ کی حالت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی۔ میرا زمانہ گزر گیا۔ اور میرے متعلق جو کام تھا۔ میں نے پورا کر دیا۔ اس رب العالمین ایزدمنان نے بیشمار احسان فرمائے جن کا شمار نہیں یہ سب اس کا فضل و کرم ہے۔ مجھے خاص طور پر جو دو انعام عطا ہوئے ان میں مجھے کمال اشتیاق بھی دیا گیا۔ ایک تو اپنے شیخ و مقتدا رحمتہ اللہ علیہ کا دوسرے طالبان خدا یعنی جو فی اللہ مخلص دوست ہیں۔ ان کی محبت واشتیاق۔ میرا مدعا خاص طور پر ہمیشہ رضائے الٰہی اور خوشنودی رب العالمین رہا۔ بیٹا میرے طریق سلوک پر جان و دل سے قائم رہنا۔ توکل اور تسلیم کو اپنا شیوہ بنانا صبر و قناعت پر استوار رہنا۔ علمائے ربانی و صلحائے عظام کی محبت رکھنا۔ یہ باتیں سن کر جناب صاحبزادہ صاحب ضبط نہ فرما سکے! ور آپ کے آنسو جاری ہو گئے۔ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا۔ اتنی سی بات پر کیوں غمگین ہوتے ہو۔ عالم فاضل ہو۔ سب کچھ جانتے ہو۔ کسی نفس کو موت بغیر چارہ نہیں۔ اور پھر یہ دنیا تو ایک مسافر خانہ ہے ؎

جہاں اے پسر ملک جاوید نیست	ز دنیا وفاداری امید نیست
نہ بر باد رفتے سحرگاہ و شام	سریر سلیمان علیہ السلام
باخر نہ دیدی کہ برباد رفت	خنک آنکہ با دانش و داد رفت

اس کے بعد **فرمایا** احکام شریعت کی پابندی کو لازم رکھنا اور فرائض بجا لانے میں کسل و تساہل کو نزدیک نہ آنے دینا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بفضل خدا و ندکریم ہمیشہ خوش و خرم اور شاد و بامراد رہو گے۔ میری تجہیز و تکفین بالکل شریعت حقہ کے مطابق کرنا کالی کملی جو اثنار سفر بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ میں میرے ہمراہ تھی۔ میری قبر میں میرے نیچے بچھا دینا۔ اور میری قبر کو اندر سے پختہ نہ کرنا۔ اس کے بعد چارپائی باہر ڈیوڑھی میں لائی گئی۔ بہت سے دوست زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔ بعد ملاقات دوستوں کو رخصت کی اجازت فرماتے۔ اور وہ روانہ ہوتے جاتے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب دل اس دنیا کے قید خانہ سے آزادی چاہتا ہے۔ یہاں رہنے کو جی نہیں کرتا۔ فقیر کے متعلق جو کام تھا وہ پورا ہو چکا ہے۔ وصال سے چند یوم قبل کئی مرتبہ یہی فرمایا کہ اب آزادی چاہتا ہوں۔ میرا جو کام تھا۔ وہ پورا کر چکا ہوں۔ عرض کی گئی۔ کہ جناب بفضل خدا ہر طرح سے آزادی حاصل ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی آزادی ہے۔ فرمایا یہ آزادی نہیں بلکہ

دنیاوی علائق وعوائق سے کلی طور پر انقطاع کر کے مقصود و مطلوب حقیقی کو پالینے کا نام آزادی ہے۔ حافظ دین محمد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا۔ فقیر عنقریب جانے والا ہے۔ فقیر کی رحلت کے بعد آپ عیدگاہ میں مقیم رہنا مسجد میں نمازیں پڑھانا۔ عیدگاہ کے دوستوں کو درس وغیرہ بھی دیتے رہنا تاکید مزید ہے۔ آپ کی یہ کلام سن کر تمام دوست جو آپ کی خدمت میں حاضر وموجود تھے زار وقطار رونے لگے۔ تھوڑی دیر سکوت فرما کر آپ نے دریافت فرمایا کہ کیوں روتے ہو۔ حاجی محمد زمان صاحب نے عرض کی جناب آپ کے وجود پاک اور ذات والاصفات سے ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد ہمارا کیا حال ہوگا۔ ہم کدھر جائینگے۔ کوئی ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالے ہمارا خاتمہ بخیر و باایمان فرمائے۔ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تسلی رکھو بفضل خداوند کریم تم سب کا خاتمہ بخیر ہوگا۔ اور سب کے ساتھ بہت اچھا سلوک و معاملہ ہوگا۔ میرے جانے کے بعد غمگین نہ ہونا میرے بعد مولوی صاحب (یعنی جناب قبلہ صاحبزادہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب) موجود ہیں۔ ان کی صحبت ومعیت کو میری ہی صحبت ومعیت جاننا۔ ان کا وجود میرا ہی وجود ہے۔ انشاء اللہ وہ بھی میری طرح تم سب سے بہترین سلوک وبرتاؤ رکھیں گے۔

آخری ایام میں جب حاجی محمد زمان وحاجی محمد علی صاحب صبح وشام حاضر خدمت ہو کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ یا ان مقررہ اوقات کے علاوہ کسی وقت بھی حاضر خدمت ہونے کا موقعہ ملتا۔ ہر وقت یا قدوس یا قدوس کا ذکر آپ کی ورد زبان ہوتا۔ اور گاہ بگاہ یہ دعا بھی پڑھتے رہتے۔ اللھم اجعل فی قلبی نورًا وفی سمعی نورًا وفی بصری نورًا ومن تحتی نورًا ومن فوقی نورًا ومن خلفی نورًا وامامی نورًا وفی لسانی نورًا وفی لحمی نورًا وفی دمی نورًا۔ اور یہ دعا بھی بکثرت ورد زبان رہتی اللھم اغفر لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللھم تجاوز عن امۃ محمد۔ اللھم ارحم لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسم یا قدوس کے متعلق تھوڑی سی وضاحت۔ اسم پاک قدوس کا لفظ بھی اوزان مبالغہ سے ہے۔ یعنی وہ پاک اور منزہ ہے اپنی ذات میں علامات نقصان سے۔ پس جب عارف

باللہ حقیقی طور پر حق تعالےٰ کو مالک اعتقاد کرتا اور جانتا ہے۔ کہ وہ ذات سب سے مستغنی ہے۔ اور کل مخلوق اپنے وجود اور بقا میں اسی کی محتاج ہے۔ اور اسی کے حکم و قضا کی مسخر ہے۔ تو عارف تمام ماسوائے اللہ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ اور صرف اپنی ملک خاص میں جو قلب اور قالب ہے۔ تصرف کرتا ہے۔ اور اپنے لشکر و رعایا پر کہ جو قویٰ اور اعضا میں تسلط کرتا ہے اور ان کو ان امور میں معروف و مشاغل رکھتا ہے۔ جن میں دونو جہان کی فلاح و بہبودی ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ کہ جو شخص اپنے نفس کا مالک ہو۔ وہ حُرّ اور آزاد ہے۔ اور جو نفس کی ہوا و ہوس میں مبتلا ہے۔ وہی غلام اور مقید ہے حق تعالےٰ کو وہی عارف قدوس جان سکتا ہے جس کی بلند ہمت اور عالی حوصلہ انتہائی درجہ کو پہنچا ہو۔ یہاں تک کہ اس کو اللہ تعالےٰ اس کے عیبوں اور آفتوں سے بچاتا اور پاک کر دیتا ہے۔ اور گناہوں سے اس کو ہر حال میں محفوظ رکھتا ہے۔ اسم یا قدوس کے فیوض و برکات سے عارف تمام کدورات سے اپنے اوقات کو صاف کر لیتا ہے اور ہر وقت اللہ تعالےٰ سے رجوع کر کے اسی سے مدد چاہتا ہے۔ اس اسم پاک کی برکت سے عارف کے زبان و دل کو اللہ تعالےٰ غیبت سے پاک کر دیتا ہے۔ اسی طرح اللھم اغفر لامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر خاص و عام کی دعا نہیں بلکہ خاص الخاص برگزیدہ رب العالمین ہستیوں کا حصہ ہے۔

۱۶ مئی ۱۹۳۶ء کو پہلے صاحبزادہ منظور الٰہی سلمہ اللہ تعالےٰ کو اپنے پاس بلایا۔ محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور ان کے حال پر بڑی توجہ مبذول فرمائی۔ ان کے حق میں دعا فرمائی۔ کہ حق تعالےٰ صراط مستقیم پر استقامت بخشے اور اس پر فتن زمانہ کی گوناگون نیرنگیوں سے بچاوے۔ اس کے بعد محبوب الرحمن و حبیب الرحمن سلمہم اللہ تعالےٰ اور دونو چھوٹی لڑکیوں کو بھی طلب فرمایا۔ اور سب کے ساتھ پیار و محبت فرماتے رہے۔ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کے حق میں نیک و بہترین دعائیں بھی فرماتے رہے۔ مرض میں بہت کچھ افاقہ تھا۔ البتہ نقاہت و کمزوری ضرور تھی۔ حالت تشویشناک نہ تھی۔ بلکہ بہت کچھ امید افزا آثار نظر آتے تھے۔ مگر یہ حالت اور نقشہ چھوٹے بچوں کو بلا کر ان سے پیار و محبت کرنا اور ان کے حق میں بہترین دعائیں فرمانا ظاہر کر رہا تھا۔ کہ آپ سفر آخرت کیلئے عنقریب تیار ہیں۔ اور اپنے تمام متعلقین کو فرداً فرداً مل کر الوداعی سلام و پیام

دے رہے ہیں۔

۱۷ مئی ۱۹۳۶ء بروز اتوار تمام دوست حسب معمول مجلس اور حلقہ ذکر کی شمولیت کے لئے حاضر و جمع ہو گئے۔ بعد فراغت مجلس تمام احباب آپ کی خدمت میں زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ حالت بہت اچھی تھی۔ دوست زیارت سے مشرف ہو کر اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

۱۸ – ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء کو آپ کی حالت بہ نسبت پہلے کے بہت اچھی رہی۔ کمزوری ضرور تھی مگر بیماری کے کوئی آثار باقی نہ رہے آخر وقت تک قوت باصرہ و سامعہ بدستور صحیح و سالم رہیں۔ بلکہ ان دنوں میں خود بنفس نفیس قضائے حاجت وغیرہ کے لئے اٹھتے رہے۔

۱۹ مئی ۱۹۳۶ء کو شام کے بعد آپ پر ایک عجیب خوشی و فرحت کی کیفیت طاری تھی۔ اسی حال میں اپنا دایاں ہاتھ مبارک سر کے برابر پھراتے اور فرماتے۔ ع

اُڑ بھمبیری ساون آیا

ان الفاظ کو مکرر سہ کرر فرمایا۔ یہ الفاظ سن کر اور کیفیت دیکھ کر جناب صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا۔ قبلہ طبیعت مبارک کا کیا حال ہے۔ آپ نے ذرا سکوت فرما کر نہایت متانت و سنجیدگی سے فرمایا کہ مولوی صاحب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے طبیعت بالکل درست ہے۔ کوئی فکر نہ کرو۔ طبیعت اب آزادی چاہتی ہے۔ میرا جو کام تھا وہ تو پورا ہو چکا ہے۔ اب اور کوئی کام نہیں۔ جو میرے متعلق باقی رہتا ہو۔ یہ سن کر جناب صاحبزادہ صاحب نے با دل حزین جناب مائی صاحبہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آج قبلہ عالم حضرت صاحب کچھ عجیب ہی گفتگو فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد پھر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا۔ آج کیا دن ہے۔ عرض کیا گیا۔ ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہے۔ آج ۲۷ صفر گزر گیا صبح کو صفر کی ۲۸ تاریخ ہو گی۔ آپ نے فرمایا بڑا مبارک دن ہے۔ اسی دن جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل علالت کے بعد غسل صحت فرمایا تھا۔ ہمارے قافلہ سالار جناب غوث صمدانی قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال با حق بھی اسی تاریخ کو ہوا تھا۔ اور انبالہ والے سائیں توکل شاہ صاحب کا وصال بھی چہار شنبہ ہی کو ہوا تھا۔ یہ باتیں کرنے کے بعد آپ کی طبیعت بڑی خوش اور ہشاش بشاش تھی۔

اس معشوق و مطلوب حقیقی کے دیدار کے انتظار میں بے اختیار ر ولولہ آمیز اور پُر اشتیاق گفتگو فرمانے لگے جس کے مطلب و ماحصل کو مندرجہ ذیل اشعار واضح کر رہے ہیں۔ ؎

اے صبا نکہتے از خاک در یار بیار — بُبر اندوہِ دل و مژدۂ دلدار بیار
نکتۂ روح افزا از دہن یار بگوی — نامۂ خوش خبر از عالم اسرار بیار
تا معطر کنم از لطف نسیم تو مشام — شمۂ از نفحات نفس یار بیار

ہر چند پیر و خستہ دل و ناتوان شدم — ہر گہ کہ یاد روی تو کردم جوان شدم
شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا — بر منتہائے مطلب خود کامراں شدم
در شاہراہ دولت سرمد بہ تخت بخت — با جام مے بکام دل دوستاں شدم

وصال

اس کے بعد تمام اہل خانہ کو بڑی تسلی دی اور فرمایا۔ کہ رات زیادہ گذر گئی ہے۔ پھر سب کو سویرے اٹھنا ہے۔ آرام کرو۔ اور سو جاؤ۔ مگر آپ کی رازدارانہ اور پر اسرار گفتگو اور سرور بھری کلام جو آج سے پیشتر کبھی سننے میں نہیں آئی تھی۔ صاف بتلا رہی تھی۔ کہ یہ عاشق اور دریائے وحدت کی شناور ہستی جو بار بار آزادی کے گیت گا رہی ہے۔ اور اپنے مطلوب حقیقی کے وصل کا اشتیاق جتا رہی ہے۔ ملائکہ رحمت اور ارواح طیبہ سے ملاقات و ہمکلامی فرما رہی ہے۔ عنقریب اس جسم عنصری کی قید سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو کر ہم سب کو دائمی داغ مفارقت دینے والی ہے۔ پھر فرمانے لگے۔ میری طبیعت بالکل درست ہے۔ اور دل بھی خوش ہے۔ کوئی فکر نہ کرو۔ ویسے ظاہری آثار بھی اچھے معلوم ہوتے تھے۔ رات کے گیارہ بجے کا وقت ہو گیا تھا مائی صاحبہ نے صاحبزادہ صاحب و دیگر اہل خانہ کو کہا کہ واقعی رات بہت گذر گئی ہے۔ تھوڑی دیر آرام کر لو۔ مائی صاحبہ اور دونوں ہمشیرگان و بڑی بھاوج صاحبہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر و موجود رہیں۔ رات نہایت آرام سے گذری۔ کسی قسم کی تکلیف یا بے چینی و اضطراب نہ ہوا۔ جب تین بجے سحر کا وقت ہوا۔ تو جناب حضرت صاحب فرمانے لگے۔

کہ مجھے ایسا گمان ہوتا ہے۔ کہ شائید بے خبری کی حالت میں پیشاب نکل گیا ہے جس سے تہبند
ناپاک ہوگیا ہے۔ لہذا میرے کپڑے بدل دو۔ مائی صاحبہ نے آپ کا بستر اور تہبند بڑے غور سے
دیکھا۔ اور عرض کیا کہ جناب بالکل کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ خیر نہ
سہی۔ دل میں شک سا پڑ گیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ مجھے نئے کپڑے نکال دو۔ مائی صاحبہ نے
نئے کپڑے پیش کر دیئے۔ آپ نے وضو فرمایا۔ پھر نئے کپڑے زیب بدن فرمائے۔ جناب صاحبزادہ صاحب
بھی موجود وحاضر تھے۔ حضرت صاحب نے وقت کے متعلق دریافت فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب نے
عرض کیا۔ کہ جناب عنقریب چار بجنے والے ہیں۔ آپ پلنگ پر قبلہ رو ہو کر بیٹھے تھے۔ اور سامنے
تکیہ لگا کر سجدہ کے لئے جگہ بنائی ہوئی تھی۔ جیسا کہ نماز ادا کرنے کے لئے معذوری کے ایام میں کرتے
تھے پہلے تو کچھ دیر خفیہ طور پر پڑھتے رہے۔ بعد ازاں ہاتھ مبارک جیسا کہ دعا کے لئے اٹھایا
کرتے تھے اٹھائے۔ اور تین مرتبہ باآواز جہر یا قدوس یا قدوس اور اسی طرح تین مرتبہ
اللھم الرفیق الاعلےٰ پڑھا تیسری مرتبہ آپ کے ہاتھ مبارک خود بخود ہی نیچے ہوتے چلے گئے۔
اور سر مبارک سامنے سجدہ گاہ پر جا رہا۔ اتنے میں مائی صاحبہ یا ہمشیرہ صاحبہ میں سے کسی نے
کہا کہ جناب حضرت صاحب گئے۔ بڑی حاجی صاحبہ اور جناب صاحبزادہ صاحب فرمانے لگے۔
کہ صبر کرو۔ اور دیکھو۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سر مبارک کو سجدہ گاہ سے اٹھا کر لٹا دیا
مگر آپ کی روح پر فتوح اس قفس عنصری سے نجات وآزادی حاصل کر کے اپنے معشوق و
مطلوب اور محبوب حقیقی سے واصل ہو چکی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پس جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سنتے ہی تمام دوست فی الفور جمع ہو
گئے۔ اور اندر جانے کی اجازت طلب کی گئی۔ جناب صاحبزادہ صاحب نے مائی صاحبہ وہمشیرگان
کو پس پردہ کر دیا۔ اور تمام دوست اندر گئے۔ جا کر زیارت کی چہرہ مبارک چمک رہا
تھا۔ اور جسم آپ کا گرم تھا۔ لب مبارک تبسم کناں تھے۔ احتمال گذرا کہ شائد غشی کی حالت ہو
بلکہ حاجی محمد علی صاحب نے کہا بھی کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو غشی آگئی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب
نے فرمایا کہ غشی نہیں۔ آپ کا تو وصال باحق ہو چکا ہے۔ اس وقت عجیب وغریب کیفیت دیکھی
گئی۔ مکان گویا بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ اور قدرتی ریحان کی خوشبو سے تمام صحن معطر تھا جس کا

احساس کچھ دیر تک وہاں موجود تمام دوستوں کو ہوا۔ بزرگوں سے سنا ہوا تھا کہ اولیاء اللہ اور مقربین الٰہی اس دنیا سے جدا نہیں ہوتے۔ تا وقتیکہ ان کے پاس ریحان جنت نہیں لایا جاتا۔ جس کی خوشبو سے معطر ہو کر ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد پاک فاما ان کان من المقربین فروحٌ وریحانٌ وجنتُ نعیم بھی اس پر نص صریح شاہد و دال ہے۔ اور اس روز آپ کے وصال کے وقت یہ امر ظاہر باہر متحقق ہوا اور دیکھا گیا ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اس میں شک نہیں کہ الا ان اولیاء اللہ لاخوفٌ علیھم ولا ھم یحزنون۔ کے مطابق جناب قدوۃ السالکین زبدۃ الصالحین سلطان العارفین حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ تو نہایت شاداں و فرحاں تشریف لیگئے بگر ہم پسماندگان اور وابستگان دامن عالیہ کی یہ حالت تھی۔ کہ

اے جان جہان جہاں ناخوش بے تو	ماجملہ پریشان و مشوش بے تو
رفتی تو و من بے تو بماندم فریاد	تو در وصل حق و من در آتش بے تو

دوستوں پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ کوئی تو عالم حیرانی و پریشانی میں کھڑا تھا۔ کوئی جوش محبت میں محو ہو کر نقش دیوار سا بنا ہوا تھا۔ اکثر دوستوں سے بے اختیارانہ و مضطربانہ حرکات سرزد ہونے لگیں چنانچہ بعض دوستوں کی حالت فرط محبت سے دگرگوں ہو گئی تھی۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ کے اشک رواں تھے۔ مگر صبر و استقلال اور ضبط آہ و فغاں کا یہ حال تھا۔ کہ تمام احباب کو بتاکید شدید صبر کی تلقین فرماتے تھے۔ اور یہ ارشاد باری تعالےٰ سناتے تھے۔ یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔ اور وبشر الصٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولٰئک علیھم صلوٰت من ربھم ورحمۃ واولٰئک ھم المھتدون دوستو۔ یاد رکھو کہ صبر تمام فتوحات کی کنجی ہے۔ اور ان اللہ مع الصابرین سے قرب اس مبداء فیاض کا نصیب ہونا صابرین کے لئے ثابت ہے۔ اور اس قرب کے اثر صحبت سے تمام کام دین و دنیا کے بحسن و خوبی سرانجام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ دولت صبر کے نتائج اور

فوائد سے بہرہ ور فرمائیے۔ اور اس دولت صبر کے نیک ثمرات سے متمتع ہونے کی توفیق بخشئے۔
آپ تمام دوستوں نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو حین حیات اچھی طرح دیکھا۔ کہ اکثر اوقات گوناگون مصائب پیش آئے۔ نقصان مالی وجانی یعنی مرگ اولاد وغیرہ سے آزمائے گئے۔ مگر آپ بفضل باری تعالے ہر امتحان میں کامیاب نکلے۔ اور حسب ارشاد خداوندی صبر واستقلال پر ثابت قدم رہے بسو میرے اور آپ تمام فی اللہ دوستوں کے لئے ضروری ولازمی امر ہے کہ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے لائحہ عمل کو بکمال ہمت اختیار کریں۔ کہ اس میں حیات جاودانی اور دنیا میں بھی ہر طرح کی ظفر وکامرانی ہے۔ جناب صاحبزادہ صاحب کا یہ فرمانا تھا۔ کہ جس نے دوستوں کے دلوں پر اس قدر گہرا اثر کیا کہ جزع فزع اور واویلا جس کا عوام الناس میں عموماً رواج ہے۔ بالکل نہیں ہونے پایا۔ اور تمام اوقات کیا مردوں میں اور کیا مستورات میں ذکر اذکار تلاوت وغیرہ میں گذرے اور جناب صاحبزادہ صاحب کی اس تلقین صبر سے بڑی تسلی ہوئی۔ اور ایک ڈھارس بندھ گئی۔

الغرض وہ دن رحلت فرما جانے والے مقبول رب العالمین وپسندیدۂ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ عالم جناب حضرت صاحب کی عالیشان ہستی کے لئے کئی ایک وجوہات کی بنا پر بہت بڑا مبارک تھا۔ ان وجوہات کا ذکر انشاء اللہ تعالے بعد میں کسی جگہ مجمل طور پر کر دیا جاوے گا۔ مگر محبین ومخلصین اور متعلقین کے لئے بڑا ہی بلاخیز اور غم آمیز و پر آشوب دن تھا۔ جناب قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی تلقین صبر اور ممانعت آہ وبکا اور فغاں پر سب دوست بڑی ہمت واستقلال سے کاربند رہے۔ مگر دل نالاں اور چشم گریاں تھے۔ اس وقت کی حالت کا نقشہ الفاظ و تحریر میں کما حقہ کھینچنا میرے جیسے مسکین کی استعداد سے بالا تر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

وقت کے افسوں سے تھمتا نالۂ ماتم نہیں	وقت زخم تیغ فرقت کا کوئی مرہم نہیں
سر پہ آجاتی ہے جب کوئی مصیبت ناگہاں	اشک پیہم دیدۂ انسان سے ہوتے ہیں رواں
ربط ہو جاتا ہے دل کو نالہ وفریاد سے	خون دل بہتا ہے آنکھوں کی سرشک آباد سے
آدمی تاب شکیبائی سے گو محروم ہے	اس کی فطرت میں یہ اک احساس نا معلوم ہے
جوہر انسان عدم سے آشنا ہوتا نہیں	آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

پھر یہ انساں آں سوئے افلاک ہے جس کی نظر — قدسیوں سے بھی مقاصد میں ہے جو پاکیزہ تر

سردیٔ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں — خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

پھول بن کر اپنی تربت سے نکل آتا ہے یہ — موت سے گویا قبائے زندگی پاتا ہے یہ

موت تجدیدِ مذاقِ زندگی کا نام ہے — خواب کے پردے میں بیداری کا اک پیغام ہے

خوگرِ پرواز کو پرواز میں ڈر کچھ نہیں — موت اس گلشن میں جز سنجیدنِ پر کچھ نہیں

صبح کی نماز کا وقت قریب تھا۔ حسب معمول صبح کا ختم شریف پڑھا گیا اور نماز فجر بجماعت ادا کی گئی۔ حضرت صاحب کے وصال کی خبر آناً فاناً تمام شہر میں پھیل گئی تھی صبح سے ہی لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ تعزیتِ و زیارت کے لئے مستورات کا تانتا بندھ گیا۔ تمام دوست جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی معیت میں نماز فجر سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس حادثہ جانکاہ کے صدمۂ عظیمہ کی وجہ سے کچھ سوجھتا نہ تھا۔ مکرمہ و معظمہ جناب مائی صاحبہ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ باہر کے تمام دوستوں کو بذریعہ تار اطلاع کر دو۔ فوراً تعمیل کی گئی جہلم گوجرانوالہ سیالکوٹ۔ کوٹلی لوہاراں۔ بھیرہ۔ شیخوپورہ۔ شاہدرہ۔ لاہور۔ امرتسر۔ ملتان بہاولپور لکھنؤ۔ ہوڑہ۔ کلکتہ۔ رنگون۔ ایبٹ آباد۔ کوئٹہ۔ پشاور وغیرہ وغیرہ مقامات میں تاریں دی گئیں بلکہ بعض بعض شہروں میں دو دو تاریں دی گئیں۔ اور بہت سے مقامات میں مثلاً حسن ابدال۔ کیمبل پور۔ نوشہرہ۔ گوجرخان۔ لالہ موسیٰ۔ وزیرآباد وغیرہ بذریعہ ٹیلی فون اطلاع کی گئی۔ راولپنڈی اور مضافات میں تو قدرتی طور پر جیسے کہ غیب کی منادی نے سب کو مطلع کر دیا ہے۔ سب کو آپ کے وصال کی خبر ہو گئی تھی۔ اور لوگ آپ کے جنازہ کی شمولیت کے لئے آنے شروع ہو گئے۔

نماز جنازہ کے لئے چھ بجے نماز عصر کے بعد کا وقت مقرر کیا گیا۔

اللہ تعالےٰ کی طرف سے آثار رحمت و کرامت

سخت گرمی کا موسم تھا۔ اور اس قدر ہجوم میں گرمی کے باعث سخت تکلیف کا احتمال اور خوف تھا۔ مگر خالق کون و مکان نے اپنے افضال و اکرام بیکراں سے ٹھنڈک کا سامان پیدا کر دیا۔ آسمان ابر آلود ہو گیا۔ ٹھنڈی ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ موسم نہایت ہی خوشگوار اور

اخذ ہو گیا اور کسی فرد بشر کو گرمی کا احساس تک بھی نہ ہوا۔ یہ تھا اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم جس کو اپنے خاص بندوں پر اپنی مہربانی سے مبذول فرماتا ہے۔

ایک اور بڑا عجیب و غریب واقعہ ظہور میں آیا۔ بوقت صبح چار بجے سے کچھ تھوڑی دیر پہلے جبکہ آپکی روح پر فتوح اس جسد عنصری سے آزاد ہو کر اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر رہی تھی۔ مسماۃ حجن کریمہ بانو جو محلہ کمہاراں متصل باغ سرداراں میں رہتی ہے۔ عالم رویا میں کیا دیکھتی ہے کہ آسمان سے روشنی جیسے کہ مشعل جل رہی ہے نازل ہو رہی ہے۔ اور وہ روشنی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مکان میں اتر رہی ہے۔ اسی اثناء میں اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے پاس ہی اس کی ہمشیرہ تھی سائیں نے اپنی خواب کا تمام ماجرا اپنی ہمشیرہ سے بیان کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ مجھے یہ خواب جو آئی ہے۔ اس پر کچھ ایسا یقین ہے کہ گویا میں عالم بیداری میں دیکھ رہی ہوں۔ چار بج چکے تھے۔ وہ اپنے گھر سے اٹھ کر فی الفور جناب حضرت صاحب کے مکان شریف کی طرف چل پڑی کہ دریافت کر دں یہ کیا معاملہ ہے۔ جب آپ کے دراقدس پر پہنچی تو اُسے معلوم ہوا کہ جناب حضرت صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس واقعہ سے اس کے دل پر اتنا گہرا اثر ہوا۔ اور جناب حضرت صاحب کی ولایت کے کمال کا اتنا محکم یقین ہوا۔ کہ وہ بیچاری دست تاسف و حسرت ملتی اور کہتی ہے۔ کہ افسوس آپکی زندگی میں آپکی قدر نہ معلوم ہوئی۔ آپکو ایک معزز فرد ہی خیال کرتی اور جانتی رہی۔ اور کبھی حاضر خدمت ہو کر فیض حاصل نہ کیا۔ کاش کہ یہ حقیقت پہلے مجھ پر منکشف ہوتی تو آپ کی زندگی میں آپ کی خدمت اور مجلس سے فیضان حاصل کرتی۔ اب آپ کے وصال کے بعد اکثر آپ کے مزار مقدس پر حاضر ہوتی اور اپنی دعاؤں میں آپ کو وسیلہ گردانتی ہے۔ اللہ کریم اس کی جملہ مرادیں آپ کے توسل سے پوری کر دیوے۔

غسل

چونکہ نماز جنازہ کے لئے چھ بجے بعد عصر وقت مقرر ہو چکا تھا۔ اس لئے غسل کا انتظام چار بجے شروع کیا گیا۔ ہر ایک دوست کی یہی خواہش تھی۔ کہ میں بھی غسل دینے میں شریک ہو

سکوں۔ بابو اللہ بخش صاحب کو اندر بھیجا گیا تاکہ مستورات کو کہدیں کہ پردہ کرلیں اور دوست
آکر غسل دے سکیں۔ چنانچہ بابو اللہ بخش صاحب نے مناسب انتظام کرکے اطلاع دی۔ جناب
صاحبزادہ صاحب نے پہلے ہی چند دوست غسل دینے کے لئے منتخب فرما دیئے تھے۔ جو کہ پہلے
ہی منتظر بیٹھے تھے۔ جب وہ منتخب شدہ دوست اندر گئے تو عام دوستوں نے ہجوم کر لیا اور وہ
بھی غسل دینے میں شرکت و شمولیت کی خاطر اندر آنے شروع ہو گئے۔ دوستوں کو بہتیرا سمجھایا
گیا۔ مگر اس قدر ہجوم میں کون سنتا تھا۔ آخر کار مجبوراً دروازہ بند کرنا پڑا۔ بابو اللہ بخش مولوی
فضل احمد راجہ ولی محمد خاں۔ شیخ فضل الٰہی بزاز۔ حاجی محمد علی۔ حاجی لعل دین۔ حاجی محمد زمان
غلام محمد۔ عطا محمد۔ احمد دین مولوی شیر زمان۔ بابو فضل الٰہی حاجی محمد حسین حاجی اللہ دین موجود
تھے۔ حافظ محمد اعظم صاحب جو اپنے محلہ کی مسجد کے پیش امام ہیں۔ اور بڑے نیک و متقی اور پرہیزگار
ہیں۔ اور جناب حضرت صاحب سے کمال محبت اور عقیدت تامہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے غسل
دینا شروع کیا۔ بڑی محبت و ادب سے بطریق مسنون غسل دیا گیا۔ موجودہ دوستوں میں سے بعض
نے تو پردہ کا کام سنبھالا ہوا تھا بعض پانی وغیرہ ڈالنے اور دینے میں مصروف تھے۔ غرضیکہ سب
دوست بڑی محبت سے اپنے اپنے کام میں مصروف رہے۔ اور مل جل کر بہت اچھی طرح غسل دینے
کے کام کو سرانجام دیا۔ اور اس کام میں مساوی طور پر شرکت و شمولیت کر لی۔ حاجی محمد علی صاحب
نے کفنی پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور کلمہ طیبہ لکھا۔ بعد فراغت غسل سنت طریق پر
آپ کو کفن پہنایا گیا۔ اور بیت اللہ شریف کے غلاف مبارک کا دو گز لمبا ٹکڑا بطور تبرک بعد
تکفین اوپر ڈالا گیا۔ اور خوشبو و مشک و عنبر سے معطر کیا گیا۔ جب تکفین کا کام مکمل ہو چکا۔ تو
سب دوست سوائے بابو اللہ بخش صاحب کے باہر آ گئے۔ اور مستورات کو کہا گیا کہ زیارت کر
کے رخصت ہوتی جاویں۔ مستورات زیارت کرکے رخصت ہوتی جاتی تھیں۔ بہت بڑا ہجوم تھا۔
اندر صحن اور مکان اور دوسری منزل بلکہ آخری چھت پر اور بابو محمد علی صاحب والے مکانات
کی طرف بھی بے شمار مستورات تھیں۔ بہت سا وقت گزر گیا۔ تو بعض اشخاص کہنے لگے کہ یہ
مستورات کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اور دیر ہوتی جا رہی ہے۔ اب چارپائی نماز جنازہ
کے لئے اٹھانی چاہئے۔ بابو اللہ بخش صاحب کو پھر اندر بھیجا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ مائی صاحبہ اور

ہمشیرگان نے ابھی آخری زیارت کرنی ہے۔مستورات بہت سی زیارت کر کے جا چکی تھیں۔
تاہم بھی ہجوم وا نبوہ ویسے کا ویسا ہی تھا۔اور مائی صاحبہ وہمشیرگان کو راستہ ہی نہ ملتا تھا کہ آخری
زیارت کر لیں مستورات کو سمجھایا گیا۔اور مائی صاحبہ وہمشیرگان کو بابو الہ بخش صاحب نے بلایا۔کہ
آخری زیارت کر لیں تاکہ چارپائی اٹھائی جاوے۔سب اہل خانہ آئے اور آپکی زیارت کی۔مائی
صاحبہ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔فی امان اللہ۔الوداع۔بحوالۂ خداد ساڑھے پانچ بج چکے تھے
چارپائی نماز جنازہ کے لئے اندر سے اٹھائی گئی اور باہر ڈیوڑھی میں لاکر رکھی گئی پیشتر سے
ہی انتظام کیا ہوا تھا کیونکہ ایسے موقعہ پر ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے۔کہ میں بھی جنازہ اٹھانے
میں حصہ لوں۔ہر شخص کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے چارپائی کے دونو طرف لمبے بانس
باندھ دئے جاویں۔تاکہ اٹھانے والے احباب کو بھی سہولت رہے۔اور تمام لوگ بھی جنازہ اٹھانے
میں شرکت کر سکیں۔مگر اس قدر جم غفیر اور ہجوم کثیر میں کون سنتا تھا معتقدین مخلصین اور محبین
نے جب چارپائی ڈیوڑھی پر پہنچی ہوئی دیکھی۔تو ایک دم لوٹ پڑے۔اور چارپائی ہاتھوں ہاتھ اٹھا
لی۔بہتیرا کہا گیا کہ صبر کرو۔ابھی چارپائی کے ساتھ بانس وغیرہ باندھنے ہیں مگر اس قدر اجتماع
عظیم میں کون سنتا اور کس کو سنائی دیتا تھا۔لوگ چارپائی اٹھانے کی خاطر ایسے ٹوٹ کر پڑتے
تھے۔جیسے شمع کے اوپر پروانہ گرتا ہے۔بانس جو باندھنے کے لئے لائے گئے تھے۔اور رسیاں
وغیرہ بھی وہیں کے وہیں دھرے رہ گئے۔

میونسپل کمیٹی کی طرف سے راستہ کی صفائی اور پانی کے چھڑکاؤ وغیرہ کا انتظام خاص طور
پر ہو چکا تھا مخلوق خدا جو نماز جنازہ کی شمولیت کی خاطر صبح سے ہی جمع ہو رہی تھی اس قدر بیشمار
اور کثیر تعداد میں تھی کہ جس کا صحیح اندازہ اور شمار اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ہر شخص کی یہی آرزو تھی۔
کہ میں بھی آپ کا جنازہ اٹھانے کا شرف حاصل کروں۔مگر اس قدر ہجوم میں باوجود بڑی کوشش
اور سعی فرید کے بھی کچھ پیش نہ جاتی تھی۔گھر سے لے کر عیدگاہ تک مسلسل مخلوقات کے ہجوم سے
سڑک پر تھی۔اور کہیں تل رکھنے کی جگہ خالی نہ تھی۔پورے چھ بجے عیدگاہ میں جنازہ پہنچایا گیا۔
اس سے پیشتر آج تک کبھی کسی موقعہ پر بھی اتنی مخلوقات کا اجتماع عیدگاہ میں نہیں دیکھا گیا۔حالانکہ
اسی سال آپ ہی کی سعی جمیلہ سے عیدگاہ پہلے سے دوگنی وسیع بھی ہو چکی تھی۔عیدگاہ کا تمام

وسیع میدان مخلوقات سے پُر تھا۔ نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے صفیں بنانے کا اعلان کیا گیا صفیں درست ہوگئیں۔ اور آپ کے حقیقی جانشین حضرت صاحبزادہ مولانا مولوی حاجی عبدالرحمٰن صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ لاہور تا۔۔۔ کے دوست نمازِ جنازہ میں شامل ہوگئے تھے علاوہ ازیں ایسے لوگ جو کبھی بھی حاضرِ خدمت نہ ہوئے تھے تمام آپ کے جنازہ کی نماز میں شریک تھے۔ عربی لوگ اور بعض ایسے اشخاص بھی دیکھنے میں آئے جن کو پہلے کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا یہی لوگ رجال الغیب کہلاتے ہیں۔ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی میں ایک مرتبہ ایسا واقعہ گزر چکا ہے۔۔ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ آپ کے عاشق صادق مخلص باللہ حاجی نظام الدین مرحوم و مغفور ساکن موضع کنٹاریاں متصل نور پور شاہاں نے اس دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی تھی۔ اور آپ بمعہ چند دوستوں کے حاجی صاحب مرحوم کا جنازہ پڑھنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ وہاں اتنا ہجوم نہ تھا۔ بلکہ معمولی جماعت تھی۔ دو شخص عربی بھی نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے۔ نمازِ جنازہ سے فارغ ہوکر اور لوگ تو حاجی صاحب مذکور کی تدفین میں مصروف ہوئے۔ اور وہ دونو عربی شخص مسجد میں جا کر داخل ہوئے۔ جن کو مسجد میں داخل ہوتے تمام لوگوں نے جو وہاں موجود تھے دیکھا چند آدمیوں کا خیال ہوا۔ کہ بعد فراغت تدفین ان سے ملاقات کریں گے۔ جب فارغ ہوکر ملاقات کے لئے آدمی مسجد میں پہنچے تو دیکھا کہ مسجد میں تو آدمیوں کا نام ونشان بھی نہیں۔ جناب حضرت صاحب سے ذکر کیا گیا۔ کہ وہ دو تو عربی شخص جو نمازِ جنازہ میں شامل ہوئے تھے۔ اور اس کے بعد مسجد میں آ گئے تھے۔ جن کو مسجد میں داخل ہوتے ہم سب نے دیکھا۔ مگر اب کوئی نظر نہیں آتے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ دونو شخص رجال الغیب میں سے تھے۔ اور حاجی نظام الدین صاحب مرحوم کے دوست تھے جس زمانہ میں حاجی صاحب بیت اللہ شریف میں مقیم تھے۔ یہ عربی اکثر اوقات حاجی صاحب سے ملتے رہتے تھے۔ انہی کو رجال الغیب اور طی الارض بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ تھوڑے سے وقفہ میں باذن اللہ بڑی بڑی دور تک پہنچ جاتے ہیں۔ بلکہ آن کی آن میں کہیں سے کہیں جا پہنچتے ہیں۔ واقعہ مذکورہ بالا کی طرح جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے جنازہ میں بھی ایسے لوگوں کی شرکت و شمولیت دیکھی گئی۔ اور یہی ان کی شمولیت حاجی نظام الدین صاحب کے تذکرہ کا موجب

ہوئی۔ علاوہ ازیں غیر مسلم اقوام کے لوگ بکثرت ساتھ شامل و موجود تھے۔
جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی نے ایک کثیر رقم نقدی کی اور بہت سے قرآن مجید غرباء و مساکین اور دینی طالبا ہیں فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے لئے حاجی محمد زمان صاحب کے حوالہ کئے۔ جو بھائی غلام قادر صاحب ساکن موضع کوری اور بابو فضل الٰہی صاحب دلوانہ سٹیشن ماسٹر نے ملکر مستحقین میں سب کچھ تقسیم کر دیا۔ اللہ تعالےٰ اپنی جناب میں قبول و منظور فرما کر اپنی رضا و خوشنودی کا موجب بنا دے۔ آمین۔
نماز جنازہ کے بعد مخلوقات نے آخری زیارت فیض بشارت اور دیدار پرانوار سے مشرف ہونے کی خواہش و کوشش کی۔ چارپائی عیدگاہ کے شمال مشرقی تھڑے پر رکھی گئی۔ جہاں آپ اکثر مراقبہ و ذکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ لوگ آتے اور زیارت سے مشرف ہو ہو کر نکلتے جاتے تھے۔ ایک بات جس کو اپنے محل پر بیان کرنا بھول گیا ہوں اس کا یہاں پر بالاختصار تذکرہ کئے دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ بوجہ طویل علالت اور اس پیرانہ سالی کے چہرہ مبارک سے قدرے احساس ہوتا تھا کہ آپ بیماری کی وجہ سے کمزور اور ضعیف ہو گئے ہیں۔ نیز بعد وصال تھوڑی دیر تک سکرات الموت کے نشان جو کہ انبیاء علیہم السلام جیسی ہستیوں پر بھی وارد ہوتے رہے ہیں ظاہر رہے ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد عجیب حالت اور کیفیت تھی۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ رخ انور پرانوار ربانی کا اس قدر ورود و نزول تھا۔ کہ چہرہ مبارک فیوض و برکات سبحانی سے بدر منیر کی مانند چمک دمک رہا تھا۔ لب مبارک تبسم کناں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا۔ کہ گویا ابھی حقائق و معارف کا بیان فرمانے لگے ہیں۔ چہرہ مبارک اور رخسار ایسے کہ جس طرح عین عالم شباب میں بھرے ہوئے تھے۔ دیکھ کر ضمیر یہ باور نہیں کرتا تھا کہ آپ ایک دن بھی بیمار رہے ہوں۔ اور چہرہ مبارک سے ایسی خوشی و سرور ترشح ہو رہے تھے۔ کہ جیسے کسی بہت بڑی نعمت کے حصول یا بڑی بھاری کامیابی کے وقت پر خوشی ہوتی ہے مجھ جیسے ہیچمدان کو ایسے الفاظ نہیں ملتے کہ اس وقت کی کیفیت کو کما حقہ احاطۂ تحریر میں لا کر بیان کر سکوں۔ لہٰذا اتنے پر ہی اکتفا کر کے پھر اصلی بات کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ساڑھے سات بجے کا وقت ہو گیا۔ مگر زائرین کا ہجوم ویسے کا ویسا ہی تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ آپ کی چارپائی عیدگاہ کے تھڑے پر رکھی رہی۔ جو لوگ زیارت

کر کے نکلتے گئے۔ وہ تو نکل گئے جو باقی رہے اُن سے کہا گیا۔ کہ اب وقت شام کا قریب آرہا ہے لہذا اب چارپائی اٹھانے دو۔ تاکہ تدفین کا کام بھی وقت پر ہو جاوے۔ مگر زیارت کرنے والے کہاں ملتے اور وہ سکتے تھے۔ فرط محبت سے لوگوں نے خود ہی چارپائی اٹھالی۔ اور خوب زیارت و دیدار فرحت آثار سے سیر ہوئے۔ ایک جماعت آتی اور آپ کی چارپائی کو تبرکاً اٹھاتی اور پھر زیارت کر کے نکل جاتی۔ اسی طرح کئی لوگ آئے اور اپنی آرزوئیں پوری کیں۔ آخر کار بکرر سہ کرر زائرین کو کہا گیا۔ تب کہیں جا کر لوگوں نے طوعاً کرہاً آپ کی چارپائی اٹھانے دی اور آٹھ بجے شام کے وقت آپ کا جسد مبارک آپ کی وصیت کے مطابق خاص اس مقام میں جو کہ ۱۹۱۱ء کے حج بیت اللہ شریف کے بعد قیام مدینہ منورہ کے اثنار میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کو جتلایا اور بتلایا گیا تھا۔ اور جس جگہ آپ نے ۱۹۱۵ء میں راقم الحروف کے ہاتھوں نشان لگوا کر ایک چبوترہ بنوا دیا تھا جس پر مدتوں نمازیں بھی پڑھتے رہے۔ اور حضرت مولنا جناب مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم و مغفور نے بھی قبل از وفات اسی جگہ اپنی قبر بنوانے کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں استدعا و التجا کی تھی۔ جو کہ آپ نے بڑی خوشی سے قبول و منظور فرما کر ان کی قبر بھی وہیں بنانے کی اجازت فرمادی تھی۔ اور حضرت مولنا مرحوم و مغفور کے وصال کے بعد ان کی تربت مبارک پر ایک عالی شان روضہ بھی تعمیر کرا دیا گیا ہے۔ آپ کی قبر تیار کر کے اور وہ کالی کملی جو اثنار سفر حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ اطہر جناب سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پاس تھی۔ اور جس کے متعلق خاص طور پر وصیت تھی۔ بموجب وصیت قبر میں بچھا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

بہت سے دوست جو دور دراز سے آنے والے تھے۔ کوئی تو رات کے دس بجے والی گاڑی میں پہنچے۔ کوئی دوسرے دن صبح چار بجے والی گاڑی اور کوئی دن کے نو بجے والی ٹرین میں پہنچے بعض احباب جو بعد میں پہنچے انہوں نے گلہ و شکوہ بھی کیا۔ کہ جنازہ کی نماز میں تعجیل کی گئی۔ اور اگر نماز جنازہ کے لئے انتظار نہیں کیا گیا تھا۔ تو آپ کی تربت مبارک ہی دوسرے دن تک کھلی رکھی جاتی۔ تاکہ ہم سب جو بعد میں پہنچے ہیں۔ زیارت کا شرف حاصل کر لیتے۔ مگر تقدیر کے آگے تدبیر کچھ کارگر نہیں ہوتی۔ کل امر مرھون باوقاتہا۔ خواہش تو ہماری

اپنی بھی یہی تھی۔ مگر کیا کیا جاتا۔ ٥

گفتم کہ خطا کردی وتدبیر نہ ایں بود　　گفتا چہ توان کرد کہ تقدیر چنیں بود
گفتم کہ نہ وقت سفرت بود چنیں زود　　گفتا کہ مگر مصلحت وقت ہمیں بود

الغرض کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بحساب قمری اکانوے سال اور بحساب شمسی اٹھاسی سال کی عمر میں مورخہ ۲۸ رصفر المظفر ۱۳۵۵ھ ہجری المقدس مطابق ۲۰ رمئی ۱۹۳۶ء کو بروز آخری چہار شنبہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما گئے۔ اس مبارک یوم کی عظمت بزرگی کے لئے اتنا اظہار کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسی صفر کے آخری چہار شنبہ کو جناب سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل علالت کے بعد غسل صحت فرمایا تھا جس کی یاد میں آج تک اکثر مسلمان اس آخری چہار شنبہ کو نفلی روزہ رکھتے ہیں۔ صفر کے مہینے کی اسی تاریخ کو حضرت امام حسن علیہ السلام نے رحلت فرمائی تھی۔ اور یہی مہینہ تھا۔ اور یہی تاریخ تھی۔ جبکہ غوث صمدانی قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا اسی روز حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی کی رحلت ہوئی تھی۔ اور یہی مبارک دن آپ کو بھی نصیب ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ٥

قبلۂ عالم جناب حافظ عبد الکریم　　حامل حکم شریعت صاحب خلق عظیم
آشنائے سرحق دانائے رمز لا الٰہ　　واقف راہ حقیقت فقر کی جائے پناہ
رحمتِ حق نے بلا کرلے لیا آغوش میں　　جا رہے فردوسیوں کے عالم خاموش میں

اولیاء اللہ کو حیات جاودانی

آخیر میں اتنا اور اظہار کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس قسم کے بزرگ مقبول اولیاء اللہ کے متعلق فیصلہ شدہ امر ہے۔ کہ عوام الناس کی طرح مردہ نہیں کہلائے جا سکتے۔ بلکہ ارشاد خداوندی کے مطابق زندہ ہیں۔ اور ایک گھر سے دوسرے کی جانب انتقال فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالےٰ کا قرآن مجید میں ارشاد محکم بنیاد ہے۔ کہ جو لوگ میری راہ میری محبت میری الفت میری عبادت میری یاد میں جان دیں۔ انہیں مرا ہوا نہ کہو۔ جیسا کہ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاءٌ ولکن لا تشعرُونَ کی نص صریح شاہد ودال ہے۔ ایک دوسری آیت میں

آیا ہے۔ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ کے انعام و اکرام اور عطیات پر شادماں اور مرزوق ہونا بھی ان حضرات کی حیات کو ثابت کر رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس موت کی گھاٹی سے تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کو گذرنے کے بغیر چارہ نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کسی کو ہو سکتا ہے۔ لیکن آیات مذکورہ ثابت کر رہی ہیں کہ حضرات اولیاء اللہ اس دار فانی سے رحلت کر جانے کے بعد بھی بوجہ مرزوق و شادماں ہونے کے اور دیگر وجوہات کثیرہ کی بنا پر حکم حیات کا رکھتے ہیں۔ اور حیات جاوید کے لئے مختص کئے جاتے ہیں۔ مگر ان کی اس حیاتِ جاودانی کو یہ آنکھیں اور یہ حواس نہیں محسوس کر سکتے۔ جو اجسام کثیفہ کے احساس کے لئے مخصوص ہیں۔ وہ بندگانِ خدا جو اولیاء اللہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ اور جن کی تمام عمریں مجاہدات وافرہ و ریاضتہائے متکاثرہ میں بسر ہوئیں۔ اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی دولت حاصل کرنے میں مجاہدانہ زندگیاں بسر کر گئے۔ وہ اس حدیث شریف کے مطابق جس کا مفہوم یہ ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کہ ہم رجوع کرتے ہیں جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف۔ تو بموجب ارشاد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حقیقتاً مجاہدین اکبر یہی لوگ ہیں۔ اولیاء اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کو یقیناً حیات جاوید حاصل ہوتی ہے۔ اور ان کے اعمال کا ثواب بھی الی یوم القیامۃ جاری و ساری رہتا ہے۔ اسی کے متعلق کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اسی کی تائید میں یہ شعر بھی کسی صاحبدل نے خوب فرمایا ہے۔ ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را ہر زماں از غیب جانے دیگر است

انہی برگزیدہ حضرت اولیاء اللہ کے متعلق ارشاد ہے۔ ان اولیاء اللّٰہ لا یموتون یعنی تحقیق اللہ تعالےٰ کے ولی مرا نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو حیاتِ جاوید عطا فرمائی جاتی ہے۔ نیز عوام الناس کی طرح ان حضرات اولیاء اللہ اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے فیوض و برکات اور اعمال حسنہ کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ جس کی تائید احادیث مندرجہ ذیل کر رہی ہیں۔ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ کل ابن آدم یختم عملہ اذا مات الا المجاھد فی سبیل اللہ فانہ ینمی لہ عملہ الی یوم القیامۃ دوسری حدیث صحاح ستہ میں یوں ارشاد ہے۔ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا عَنْ ثَلٰثٍ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْ عِلْمٍ یُنْتَفَعُ

بِہٖ اَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْلَہٗ۔ پہلی حدیث شریف کا بھی یہی مطلب ہے کہ جس وقت بنی آدم اس دار فانی سے رحلت کر جاتا ہے۔ تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر مجاہد فی سبیل اللہ کہ تحقیق اس کے اعمال باقیات الصالحات کے ثواب کو قیامت تک بڑھایا جاتا ہے۔ سو جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک حیات پر نگاہ ڈالنے سے یہ حقیقت ظاہر و آشکارا ہو جاتی ہے۔ کہ آپ حقیقی طور پر ہر پہلو سے ایک اعلیٰ درجہ کے اولوالعزم مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔

دوسری حدیث شریف جس میں آیا ہے۔ کہ انسان جب اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کر جاتا ہے۔ تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی باقیات الصالحات ہیں۔ کہ جن کا ثواب ہمیشہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اول صدقہ جاریہ دوم علم نافع کہ جس سے دیگر مخلوقات بھی منتفع ہو۔ سوم اولاد نیک و صالح بہترین دعائیں کرنے والی۔ اللہ تعالےٰ کا شکر اور اس کی حمد و ثنا ہے۔ کہ یہ تینوں امور بھی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عالیشان ہستی کے لئے روز روشن کی طرح متحقق ہیں۔ صدقہ جاریہ کے متعلق مجملاً اتنا اظہار کافی ہے۔ کہ دو کنوئیں تو عیدگاہ میں آپ کے باقیات الصالحات سے موجود ہیں۔ اور دو ہی مسجدیں۔ ایک تو عیدگاہ کے سامنے برلب سڑک واقع ہے۔ اور دوسری مسجد راولپنڈی شریف کے غربی جانب ریلوے لائن جو پشاور کو جاتی ہے۔ اس کے متصل تعمیر کرائی۔ علاوہ ازیں عیدگاہ کو خاطر خواہ وسعت دیکر از سر نو تعمیر کرایا۔ دوم علم نافع آپ کی ذات سے مخلوقات خدا نے وہ علم حاصل کیا۔ جو بفضل خداوند کریم جب تک یہ دنیا قائم رہیگی۔ سلسلہ بسلسلہ اس علم سے مخلوقات خدا منتفع ہوتی رہیگی۔ کوئی شہر اور کوئی قریہ خالی نہیں جہاں آپ کے علم کا فیض اور نفع نہ پہنچا ہو۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہاں نفع و فیض پہنچا۔ بلکہ ہر جگہ آپ کے اس علمی فیض کا سلسلہ جاری ہے۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ بھی جاری و ساری رہیگا۔ جس سے آئندہ نسلیں بھی منتفع و مستفیض ہوتی رہیں گی باقی رہی نیک صالح اولاد۔ تو اس کے متعلق کچھ لکھنا میرے جیسے کم فہم کی استعداد سے بہت بلند و بالاتر معاملہ ہے۔ صرف اسی مشہور و معروف مثل پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

اولیاء اللہ کے لئے دائمی زندگی اور حیات جاوید اور دیگر اس قسم کے مراتب و درجات اور تصرفات متفقہ طور پر مسلمہ امور سے ہیں۔ جو کہ انہی حضرات کے لئے مختص ہوتے ہیں۔ اور ان حضرات

رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے فیوض و برکات اور تصرفات روحانیہ ہمیشہ جاری رہتے ہیں
بلکہ اس دار فنا سے انتقال کرکے جب اپنے محبوب سے جا واصل ہوتے ہیں۔ تو ان کے
تصرفات بہ نسبت دنیاوی زندگی کے بہت زیادہ اور ارفع و اعلیٰ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اولیاء اللہ
کو حق تعالےٰ نے حصول مقاصد دینی و دنیاوی کے لئے واسطہ گردانا ہے۔ بلکہ قیام و انتظام عالم
انہی حضرات کے وجود ہائے باجودت وابستہ ہے۔ پس کوئی مطلب و مقصد دینی یا دنیاوی
ہو۔ بغیر ان کے وسیلہ کے نہیں مل سکتا۔ ؎

بے عنایتِ حق و ہم خاصانِ حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

اور وسیلہ کے طلب کرنے کا حکم وابتغوا الیہ الوسیلۃ سے عیاں و ظاہر ہے۔ اصل
غرض اس وسیلہ کی طلب سے وصول الی اللہ ہے۔ کہ اعلیٰ مقاصد دینی کا ہے۔ اور طلب انکی عام
ہے اس سے کہ وہ اس عالم ظاہر میں زندہ و موجود ہوں۔ یا اس عالم سے رحلت و انتقال فرماگئے
ہوں۔ اس لئے کہ وصول فیضان الٰہی میں ان کا واسطہ ہونا صرف حیات دنیوی پر ہی موقوف
نہیں ہوتا۔ کیونکہ حیات اخروی اس حیات دنیوی سے بوجوہات ارفع و افضل ہے۔ بلکہ کاملین
کی توجہ عالم تجرد میں زیادہ اور قوی ہوتی ہے۔ اور یہ امر بھی متحقق ہو چکا ہے۔ کہ مراد وسیلہ سے
اولیاء اللہ ہیں۔ اور ان کی طلب مامور بہ ہے۔ ؏ خاص کند بندۂ مصلحت عام را
بلکہ صاحب تفسیر بیضاوی نے لکھا ہے۔ ا رصفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ
فانما تنزع عن الابدان نزعًا ای نزعًا شدیدًا فتنشط الی عالم الملکوت
وتسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدس فتصیر بشرفہا وقوتہا من المدبرات
اس سے واضح ہوا کہ اصفیاء و اولیاء اللہ کی ارواح مقدسہ اور نفوس زکیہ کو حق تعالےٰ نے یہ شرف
و اعزاز بخشا ہے۔ کہ عالم کی تدبیر میں ان کو دخل دیا ہے۔ کہ وہ جس طرح اس دنیا کی زندگی میں
اپنے مریدین و مخلصین اور غیر مریدین اور غیر مخلصین کی تربیت اور انتظام ظاہراً و باطناً غائباً
و حاضراً فرماتے ہیں۔ بلکہ عالم کی ہر شئی ان سے فیضیاب ہوتی ہے۔ اسی طرح بعد انتقال وصال
کے بھی ہمیشہ ان حضرات کے فیوض و برکات اپنے متوسلین کے لئے خصوصاً اور تمام عالم کے لئے
عموماً جاری و ساری رہتے ہیں۔ اور ان کے مزارات پر حاضری اور ان کے توسل سے دعا
ابتغائے فضل الٰہی ہے۔ حضرت مولانا جناب قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی جن کو

حضرت قبلہ میرزا مظہر جانجاناں قدس سرہٗ بوجہ کمال تبحر علمی بیہقی ثانی فرمایا کرتے تھے۔ کتاب تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ حق تعالےٰ درحق شہدا میفرماید بل احیاءٌ عندَ ربھم قول مراد آں باشد کہ حق تعالےٰ ارواح شانرا قوت اجساد می دہد ہر جا کہ خواہند سیر کنند وایں حکم مخصوص بشہدا نیست انبیا وصدیقاں از شہدا افضل اند واصفیا واولیا ہم در حکم شہدا اند کہ جہاد بانفس کردہ اند کہ جہاد اکبرست رجعنا من جہاد الاصغر الی جہاد الاکبر ازاں کنایت است ولہذا اکثر اولیاء اللہ گفتہ اند ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا یعنی ارواح ما کار اجساد می کنند وگاہے اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح مے برآیند ورسول خدارا سایہ نبود صلی اللہ علیہ وسلم ارواح ایشاں در زمین وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند میروند ودوستان ومعتقدان را در دنیا وآخرت مددگاری می فرمایند۔ ودشمناں را ہلاک می نمایند وازارواح شاں بطریق اویسیہ فیض باطنی میرسد وبسبب ہمیں حیات اجساد آنہارا در قبر ہا خاک نمے خورد۔ بلکہ کفن ہم مے ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت کردہ۔ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند مراد از مومنین کاملین اند حق تعالےٰ وسبحانہ اجساد ایشانرا قوت ارواح مید ہد کہ در قبور نماز میخوانند وذکر میکنند۔ وقرآن میخوانند۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرمودہ کہ حق تعالےٰ بعضے اولیاء را جسم موہوب مید ہد وایں حکم درحق شہدا از حدیث ثابت است۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ فرمودہ۔ تفسیر فتح العزیز میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر بہت عمدہ اور نہایت واضح لکھا ہے۔ جو بوجہ طوالت چھوڑ دیا گیا ہے ان کا صرف ایک کلمہ جو کافی اور وافی معلوم ہوتا ہے۔ لکھدیا جاتا ہے۔ مزارات اولیاء اللہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ مظہر عون الہٰی ہیں۔ پس جب کاملین کے واسطے حیات حقیقی بطریق اولیٰ بدلالت النص ثابت ہوئی تو جس طرح زندہ اولیاء سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح اُن کے انتقال ووصال کے بعد بھی۔ نیز جیسا کہ مرشد کامل کے آستانہ عالیہ پر حاضری اور اس کا حصول موجب حصول سعادت وفیض وانوار وبرکات اور دفع نقمات ومصیبات ہے۔ ویسے ہی مزار مقدس پر حاضری مقاصد دارین اور مطالب کونین کے حصول کا سبب وذریعہ ہے۔ اللہ کریم تمام محبین ومخلصین کو اس حاضری اور توسل کے باعث بیش از بیش انعام واکرام سے سرفراز وبہرہ مند فرماوے۔ آمین۔

دردِ دل

جذباتِ غم بروفاتِ حسرت آیات شمس العارفین بدر السالکین واصل الی اللہ متخلق باخلاق اللہ معدنِ تواضع و مروت مخزنِ علم و مروت قدوہ محترم پیشوائے معظم مرشدی و مولائی الحافظ الحاج حضرت محمد عبد الکریم صاحب قدس سرہٗ۔

(از خلوم آستانہ شیخ حسن الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ تالیف و طبع انجمنِ حمایتِ اسلام۔ لاہور)

نہ بھائی تجھکو مری محفل نشاط و سرور
فلک نہ بھائی، نہ بھائی تجھے، یہ بزمِ حضور

وہ بزم، بزمِ محبت، وہ بزم جام و سبو
نہ بھائی پیرِ فلک تجھکو محفل خوش بو

نہ بھائی، آہ نہ بھائی وہ مجالس مسعود
جو طالبانِ حقیقت کا تھی درِ مقصود

کہاں ہے اب مرا ساقیِ بادہ عرفاں
کہاں ہے خلدِ محبت کا مالک و رضواں

وُہ شیخ، شیخِ طریقت، مربیِ انساں
وہ جن کے فیض کے چشمے جہاں تہاں تھے رواں

وہ جس کے سایۂ شفقت میں تھے خوش و خرم
الم کشیدہ، ستم دیدہ، زخم خوردۂ غم

اکیلا چھوڑ کر ہم کو چلے گئے ہیں حضور
نہ کیوں ہو، ماہیِ بے آب یہ دل رنجور

پہنچ گئے ہو تم اپنے مقامِ اعلےٰ پر
مگر بتاؤ کہ ہم اب کھٹکھٹائیں کس کا دَر

جدائی، آہ جدائی، جدائیِ محبوب
کہاں سے ڈھونڈ کے لائے تجھے دلِ محجوب

پھڑک رہی ہیں نگاہیں تڑپ رہا ہے دل
بدن میں جان ہے یا کوئی طائرِ بسمل

وہ میٹھی میٹھی تیری باتیں یاد آتی ہیں
نگاہیں لطف و کرم کی ہمیں رُلاتی ہیں

کہاں میں جاؤں؟ جو جاؤں کہ ڈھونڈ کر لاؤں
میں تیرے پاؤں پڑوں اگر کہیں تجھے پاؤں

تھی زندگی سے تری زندگی مری خرم
تری حیات مرے زخمِ دل کا تھی مرہم

نصیب ہوتا تھا جس وقت بھی ترا دیدار
مری نگاہوں میں ہوتا تھا کیف باغ و بہار

کسے خبر تھی کہ ہو گی وُہ زیرِ خاکِ نہاں
لٹا جو کرتی تھی ہر روز دولتِ عرفاں

جسے سمجھے ہو تم شیخ معرفت کا مزار
ہے میری آرزوؤں کا لگا ہوا انبار

یہ قبر، آہ! یہ ہے میری حسرتوں کی قبر
یہ قبر، آہ! یہ میری مسرتوں کی قبر!

یہ میرے پیر، مرے دستگیر کا ہے مزار
کیا گیا ہے یہیں دفن میرا صبر و قرار

سکونِ دل ہے یہاں راحتیں ہیں دفن یہاں
دبے پڑے ہیں، اسی قبر میں مرے ارماں

مَیں نذر اس پہ چڑھایا کروں گا اشکِ خون
یہ سالِ حزن و الم بسال تیرہ سو پچپن
مئی کی بیس تھی ماہ صفر کی اٹھائیس
وہ وقت، وقتِ مبارک سحر کے چار بجے
جوارِ رحمتِ حق میں پہنچ گئے ہیں حضور
ہمیشہ خاص توجہ تھی جس طرح سے یہاں
نہیں ہیں ہم میں بظاہر اگرچہ خود موجود
وہیں سے آپ جو تھوڑا سا مسکرا دیں گے

سر مزار یہ سنایا کروں گا حالِ زبون
چہار شنبہ کا دن اور سن تھا ہجری سن
تھا سالِ عیسوی کا سن انیس سو چھتیس
نہ کچھ کہا نہ سنا ہو گئے وداع ہم سے
نگاہِ لطف و کرم سے نہ رکھیو ہم کو دور
نہ بھول جائیے للہ خادموں کو وہاں
فیوض آپ کے ہم سے مگر نہیں مفقود
حسینؔ کے غنچۂ پژمردہ کو کھلا دیں گے

قطعات تاریخ و سن وصال قبلہ عالم جناب حضرت صاحب نور اللہ مرقدہٗ

بعض محب و مخلص احباب نے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر قطعات تاریخ و سن وصال لکھے تھے۔ جن میں سے چند ایک یہاں درج کر دیئے جاتے ہیں۔

قطعات از علامۂ دہر وحید العصر محدث و مفسر فقیہ اعظم حضرت ابو یوسف حاجی مولوی محمد شریف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تاریخ وصال زاہد۔ بے مثال مبارک طلعت۔ مظہر حیا نکو صورت۔ جناب خواجہ عبد الکریم برگزیدہ جہاں۔ حسین زمان سجادہ نشین خاندان نقشبندیہ

اعجاز بیان نور اللہ مضجعہٗ

قطعہ تاریخ سنہ ۱۳۵۵ھ

قبلۂ دین و کعبۂ ایماں ٭ ناصرِ دین مذہب نعماں
وارثِ علم و دین مصطفوی ٭ قطبِ اقطاب و غوث زماں
چشمۂ فیض و عارف کامل ٭ مطلع نور و معدن عرفاں
یعنی شیخ الشیوخ عبد کریم ٭ واقفِ علم و حافظِ قرآں
در شب بستمیں بماہ مئی ٭ گشت از چشمہای ما پنہاں
ہاتفم بہر سالِ رحلتِ او ٭ گفت پیرِ عظیم زیب جناں

ایضاً عیسوی

حامی یار رفتاز دنیای دوں ٭ خواجۂ ما دستگیر بیکساں
زبدۂ اہل کرم اہل تقی ٭ واقفِ اسرار حق شیریں بیاں
یعنی حضرت رہبر اہل ہدیٰ ٭ خواجہ عبد الکریم خوش بیاں
عارفِ کامل محب اللہ بود ٭ در طریقت بود فخر دو جہاں
در کلامش بود تاثیری چنیں ٭ مردم گشتند ازو دستگیر دلاں
نزد او ہر وقت بود مجتمع ٭ حاتم اہل ارادت بیکراں
از شنیدن شعر مثنوی ٭ روز انبستہ نمودے غیاں
از کلام شاہ جیلانی مدام ٭ شاد و خوش میشدے ہمہ پیر و جواں

تاریخ وفات

از کلام آں غزالی پیر حق ✽ کرشمہ اسرار تصوف آبیاں
فتح ربانی کلام غوث پاک ✽ زیر نظرے بحرے در نہاں
روز و شب میماند او دریا دحق ✽ مستفیض از نت شد خود بکلاں
صدر بہ بار گاہ احد رحلتش ✽ در غرا تش شہر زوال فارغاں

از شرافت نسبت ذیل سال اصال ۱۳۵۵ھ شد فنا ذی شان گشت از نہاں

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ اَصْحَابٌ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

اَوْلِیَاءُ اللّٰہِ اَمْثَلُ جُوْدٍ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ۔

قطعہ عربی ایضاً

۱۳۵۵ھ

قلبی بغصۃ شیخنا محزون ✽ والشیخ فی جنانۃ مسرورا
فسألت عنہ بدا من قبر ارخہ ✽ فاجابنی ھو ذا احد مغفور

ایک عدد ساس الم سے لیعنی الم کا سر الف ہے۔ اس کا عدد ایک ہے۔

ایضاً

چوں زبدۃ ولیاں آں پیر و مُرشد ما ✽ رخت اقامت خود ز اہل جہاں بہ بستند
سال وفات حضرت پرسیدم از سروشے ✽ آمد ندا کہ۔ آہ آہ والا صفات رفتند

۱۳۵۵ھ

قطعہ سنہ عیسوی

چو آں خواجہ رہنمائے غریباں ✽ نہاں شد زما رفت در باغ جنت
پئے سال او چوں شدم سرنگوں من ✽ ندا شد کہ۔ برسید در باغ جنت

قطعہ سن وصال از مسکین مؤلف

حافظ عبد الکریم با کمال بے مثال ✽ کرد رحلت سوئے جنت چوں بہ حکم ذوالجلال
بندۂ مسکین عاجز گفت از رنج و ملال ✽ قطب اعظم کعبۂ کونین۔ تاریخ وصال

۱۳۵۵ھ

قطعۂ تاریخ از کوثر صاحب

میرے ہادی میرے مرشد حافظ عبد الکریم ✽ جنت الفردوس میں اب ہو گئے جا کر مقیم
بست و ہشتم تھی صفر کی اور تھا وقت سحر ✽ حق سے واصل ہو گئے سجدہ میں تھا حکم رحیم
سایۂ مرشد اٹھا ہم سب کے سر سے یک بیک ✽ مرگ حضرت کی خبر سنکر ہوا صدمہ عظیم
فکر پر تاریخ کی کوثر صدا ہاتف نے دی ✽ جوہر دین محمد با خدا عبد الکریم

۱۳۵۵ھ

از حاجی میرزا سید محمد صاحب میر منشی راولپنڈی صدر بازار

ہدیۂ تو شجاعت حاجی۔ سفر کرد المدد عزیز مو سنے ۔ احقر نواز کرد بماہ صفر سفر

۱۳۵۵ھ

سن وصال از حاجی صوفی محمد زمان صاحب عفا اللہ عنہ

بشنو تاریخ وصالش ز حقیر ز من ✽ ان المتقین فی جنت عدن

۱۳۵۵ھ

حُلیہ شریف

جن احباب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا انکیلئے یہ حلیہ بیان کرنیکی چنداں ضرورت نہ تھی۔ مگر وہ احباب جن کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا موقع نہیں ملا ان کے لئے یا آئندہ نسلوں کے لئے نہایت اختصار کے ساتھ درج کیا جاتا ہے آپ میانہ قد نہایت موزون۔ جسم بھاری اور خوب بھرا ہوا فربہ اندام۔ رنگ گندمی سفیدی مائل۔ سر مبارک بڑا۔ سینہ کشادہ۔ دست و پا مضبوط۔ قوی ہیکل۔ صاحب رعب داب چہرہ مبارک سے شجاعت ترشح۔ موئے سر مبارک سیدھے نصف سیاہ نصف سفید لمبے لٹکے نرمۂ گوش تک دراز رہتے۔ ریش مبارک گنجان اور بھاری موئے ریش مبارک سفید و چمکیلے ابرو خمدار بصورت ہلال۔ پیشانی فراخ اور نور عرفان سے روشن۔ رخسارہ مبارک پُر گوشت اور نرم بینی بڑی بچی ہوئی بطور سیف۔ آنکھیں بڑی سیاہ و حیری ہر وقت جام وحدت سے مخمور۔ مونچھیں کتری ہوئیں بموجب سنت نبوی صلعم۔ بازو قوی ہتھیلیاں کشادہ۔ انگلیاں نہ بہت لمبی نہ چھوٹی متوسط اور خوشنما۔ پنڈلیاں گول اور صاف۔ پاؤں درمیانہ انداز کے تھے۔ الغرض کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوبصورت شکیل و جمیل تھے۔ دیکھنے والے کا دل یہی چاہتا تھا کہ ہر وقت دیکھتا ہی رہوں۔ ایسی پیاری اور خوبصورت ہستی کو دیکھتے دیکھتے طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی۔ لباس ہمیشہ سفید رنگ اور صاف و ستھرا پہنتے لمبا کرتہ کندھوں پر چاک اور موسم گرما میں عموماً تہ بند ہوتا اور موسم سرما میں پاجامہ پہنا کرتے سر پر عربی طرز کا عمامہ ہوتا اور عربی چغہ پہنتے۔ گرمیوں کے موسم میں سر پر عموماً لٹھہ کی ٹوپی یا پٹھے کی ٹوپی زیب سر مبارک ہوتی۔ موجودہ فیشن کا کوٹ وغیرہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر نہیں پہنا جب تک حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحت بحال رہی ہمیشہ پیدل ہی عیدگاہ تشریف لے جاتے اور بعد نماز عشاء پیدل ہی وہاں سے واپس تشریف لاتے۔ چلتے وقت ہمیشہ نظر بر قدم رکھتے ہرگز ادھر ادھر التفات نہ فرماتے۔ لب مبارک ہر آن ایسے معلوم ہوتے کہ گویا انبساط و خوشی سے تبسم فرما رہے ہیں۔ باوجود خوش خلق ہونیکے کچھ ایسا رعب اور ہیبت تھی کہ کسی شخص کو

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو خود بخود بات کرنے کی ہمت و جرأت نہ پڑتی تاوقتیکہ خود حضور دریافت فرما کر سلسلہ گفتگو نہ شروع فرماتے۔ اگر ہزاروں کے مجمع میں رونق افروز ہوتے تو بغیر کسی کے بتلائے یا جتلائے دیکھنے والا آپ کو پہچان لیتا۔ پیشانی مبارک سے نور عرفان کی شعاعیں خود بخود ہی اس امر کی شہادت دیتی تھیں۔ کہ یہ ہستی مقبول بارگاہ رب العلمین و پسندیدہ جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دن کو سوائے قیلولہ مسنونہ کے اور کسی وقت کبھی نہ لیٹتے تھے۔ الغرض کہ اس ہستی کے متعلق کیا بیان کروں۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات یا بالفاظ دیگر چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ خداوند کریم و رحیم اس اسم با مسمیٰ عبدِ کریم کی اعلیٰ و ارفع ہستی کے ظاہری و باطنی اخلاق سے مجھ جیسے روسیاہ اور دیگر احباب کو بھی بہرہ ور فرماوے۔ آمین ۔

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

آپ کو اوائل سے ہی دینی کتب کے مطالعہ کا انتہائی اشتیاق تھا۔ متعدد تفاسیر اور خاص خاص تصوف کی چیدہ اور مسلّم کتب کا مطالعہ اس کثرت سے فرمایا ہوا تھا۔ کہ گویا وہ تمام آپ کو حفظ تھیں۔ اس وسیع مطالعہ کتب دینی اور خداداد ذہانت و حکمت نے علوم ظاہری و باطنی میں ایسی وسعت پیدا کر دی تھی کہ جس کا بیان ہی نہیں ہو سکتا جب کسی موضوع پر بیان فرمایا تو آیات مجید احادیث شریف اور اقوال بزرگان دین و سلف صالحین سے دلائل و اثبات کے دریا بہا دیئے۔ اپنے فرض منصبی یعنی مخلوقِ خدا کی رُشد و ہدایت اور خدمت خلق اللہ کے اہم ترین اور عظیم الشان کام کی مصروفیت کے باعث اتنی فرصت و مہلت نہ تھی کہ تصنیفات کی طرف زیادہ توجہ فرماتے۔ مگر تاہم بھی "ھدایۃ الانسان الی سبیل العرفان" جو کہ قرآن مجید و احادیث اور کتب تصوف سے اخذ فرما کر مرتب فرمائی۔ ایسی بے بہا تصنیف ہے جس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ واقعی شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کی ہادی اور تیرہ دلوں اور گمراہوں کے لئے رہبر اور حقیقی رہنما ہے۔ کتاب ایسی مؤثر اور دلپذیر ہے کہ جس نے ایک مرتبہ پڑھی

اس کا کام بن گیا۔ اور اسکے دل میں گھر کر گئی۔ اور اپنے پڑھنے والے کو طرادمستقیم دکھا کر اس پر ایسا ثابت قدم کیا کہ تادم واپسیں سیدھے راستہ سے پلٹے استقلال وثبات نے لغزش نہ کھائی۔ چونکہ کتاب روحانی ذوق وشوق اور جذبہ وحال کی حالت میں تصنیف کی گئی اور اس کی تصنیف سے کوئی دنیاوی شہرت بھی مقصود نہ تھی بلکہ محض اصلاح قلوب کہ جس سے تعلق مع اللہ قوی اور اخلاص وصدق اور محبت ورضا بر قضا کے اوصاف حمیدہ پیدا ہوں یہ کام محض لوجہ اللہ تھا۔ اور اس میں اسی خالق کون ومکان کی رضا وخوشنودی مقصود تھی اس وجہ سے یہ کتاب نہایت ہی مفید اور سود مند ثابت ہوئی۔ اور اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ بارہا طبع ہوئی اور شائقین ومحبین نے ہاتھوں ہاتھ خرید کر حرز جاں بنائی۔ راقم الحروف کا یقین ہے کہ اس کتاب کو انسان پڑھکر اور اس پر عامل ہو کر ولی اللہ بن سکتا ہے ؛

مکتوبات شریف کا اُردو ترجمہ

جناب حضرت غوث صمدانی قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت شغف تھا۔ چونکہ مکتوبات شریف نہایت دقیق فارسی زبان میں ستھے جن کا سمجھنا تو درکنار۔ عوام الناس کے لیے صرف فارسی عبارت ہی پڑھنی صحیح طور پر محال تھی۔ خاص خاص علمائے ربانی کے سوا ایسی دقیق کتاب کا سمجھنا بہت مشکل تھا چونکہ مکتوبات شریف میں اکثر مسائل شرعیہ کی تشریح وتوضیح اور نکات بیان کئے گئے ہیں۔ اس مشکل کو رفع کرنیکے لئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمر ہمت باندھی اور ایک سرحدی مولوی صاحب سے ترجمہ کرایا۔ اور قاضی محمد حسن صاحب مرحوم ساکن موضع کالس ضلع جہلم جو کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سے تھے۔ اور ایک عالم اجل ہونیکے علاوہ بڑے خوشنویس اور کاتب تھے۔ تینوں دفتر تین ضخیم جلدوں میں بمعہ اصل فارسی اور بین السطور اُردو ترجمہ لکھوایا جو مدت مدید دربار عالیہ میں رہے۔ اور موجودہ مکتوبات

شریف کے طبع ہونے کے بعد حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کی اولاد میں سے ایک بزرگوار جو علاقہ یاغستان میں رہتے ہیں اُن کو حضرت صاحبؒ نے ہدیۃً عنایت فرمائے۔ ان کی طباعت میں جو دیر تھی اور اس دیر میں جو حکمت مضمر تھی۔ آخر کار اس کے ظہور کا وقت آ گیا۔

چونکہ قدرت کا حصہ یہ سعادت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام درج کر چکی تھی۔ بھلا پھر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بغیر کون مستحق ہو سکتا تھا۔ اس خدمت دینی پر فخر خاندان نقشبندیہ مجددیہ کا مبارک لقب پایا۔ مترجم اگرچہ راقم الحروف مسکین کو ٹھہرایا گیا۔ مگر من آنم کہ من دانم۔ یہ تمام جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر کا نتیجہ ہے بعض مقامات ایسے تھے کہ جن کا سمجھنا سوائے صاحب حال کے محال تھا جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زیر نگرانی اس مسکین سے یہ کام کرایا اور جیسا چاہا لکھوایا۔ الامر فوق الادب کے مطابق جو ارشاد ہوا۔ بندہ مسکین بجا لایا۔ الغرض کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عامۃ المسلمین پر اور بالخصوص حضرات صوفیائے کرام پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ کہ آپ نے بعد میں آنے والے طالبانِ خدا کی تشنگی کو مدِ نظر رکھ کر اور انکی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس محبوب سبحانی غوث صمدانی قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل و دماغ اور دہن فلاح معدن سے نکلے ہوئے حکمت و دانش اور اس سرچشمۂ ولایت کے آبِ شیریں کے بادلوں کو آسمان اُردو پر ایسا منضبط فرمایا کہ تا قیامت طالبانِ حق اپنی استعداد کے موافق سیراب و فیضیاب ہوتے رہیں گے۔

حضرت مولینا عین القضاۃ صاحب مرحوم و مغفور لکھنوی جو بہت بڑے عالم اور خاندان نقشبندیہ مجددیہ میں ایک کامل مرد اور ولی اللہ ہو گذرے ہیں۔ جب انہوں نے مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ مطالعہ فرمایا۔ تو غایت سرور و خوشی میں صد آفرین و مرحبا پکار اُٹھے۔ سائیں نور الحسن صاحب جو قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور لکھنؤ میں قیام رکھتے تھے جب مولینا عین القضاۃ صاحب سے ملاقات کرنے جاتے تو وہ حضرت بڑی عزت و تکریم اور انتہائی تعظیم سے پیش آتے اور فرماتے کہ مجھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے دوستوں میں سے حضرت سید نا و مولینا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو آتی اور اُن کے انوار نظر آتے ہیں۔ اور کہتے کہ میں جب مکتوبات شریف کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اور چاہتا ہوں کہ جناب حضرت صاحب رحمۃ

کی زیارت کروں جنہوں نے اس عظیم الشان کام کو اس حسن وخوبی سے سرانجام کیا اور
اور ان کو سر سے لیکر پاؤں تک چومتا چلا جاؤں۔ مکتوبات شریف کا ترجمہ کوئی معمولی کام
نہ تھا۔ اس کے مسائل اور رموز ونکات کو سمجھنا اور پھر ان کو کما حقہ بیان کرنا سوائے صاحب
حال کے بڑا محال تھا۔ الحمد للہ کہ یہ کام سیدنا ہادینا قبلۂ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کی توجہ سے بکمال سرانجام ہوا۔

دعائے حزب البحر!

کتاب کشف الظنون میں مسطور ہے۔ کہ جب حضرت سید ابوالحسن الشاذلی قدس اللہ سرہٗ
سمندر میں جہاز پر سوار ہوکر بارادہ حج بیت اللہ شریف تشریف لے جا رہے تھے اور
بادِ مخالف ایسی چلی کہ لوگوں پر مایوسی کا عالم طاری ہوگیا۔ اس وقت بحالت مراقبہ شیخ ابوالحسن
الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو جناب سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ دعا سکھائی۔ شیخ صاحب موصوف
نے خود پڑھی اور لوگوں کو سکھائی و پڑھائی۔ اس کی برکت سے ہوا موافق چلی اور تمام مسافر
منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ جہاز کا نصرانی کپتان اور دیگر غیر مذاہب کے لوگ یہ کرامت دیکھ
کر مشرف باسلام ہوئے۔ اس حزب شریف کی تمام دعائیں باستثنائے تین دعاؤں کے قریب
قریب ماثورہ ہیں جن کا ثبوت کتب احادیث سے ملتا ہے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی فرماتے تھے
وَاللّٰہِ لَقَدْ اَخَذْتُہٗ مِنْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَرْفًا بِحَرْفٍ یعنی یہ الفاظ میں نے
خود نہیں تراشے ہیں۔ بلکہ ایک ایک حرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے لیا
ہے۔ امتداد زمانہ کے باعث بعض لوگوں نے اصلی دعائے حزب البحر میں بہت کچھ افراط
وتفریط کر دی تھی۔ چونکہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ محض بفضلہ الٰہی کی خاطر اس مبارک اور مقدس
دعا کو بڑی محبت واشتیاق سے پڑھا کرتے تھے۔ آپ کو حضرت مولٰینا محمد عبداللہ صاحب
مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے سند اجازت حاصل تھی۔ اکثر بزرگ آپ کی خدمت میں اس
مبارک دعا کی اجازت کے لئے حاضر ہوتے۔ جب آپ ان سے دعائے حزب البحر سماع

فرماتے تو بہت کچھ اختلاف پاتے۔ صحیح طور پر ان کو بتایا جاتا تو وہ کہتے کہ جناب ہم نے تو کتاب دعائے حزب البحر لیکر حفظ کی ہے جب یہ اختلاف اور اکثر مقامات میں کمی بیشی دیکھی گئی تو پھر آپ نے تہیۃ کر لیا۔ کہ جیسے بھی ہو۔ صحیح نسخہ دعائے حزب البحر کہ جس میں کوئی شک نہ ہو مہیا کیا جاوے۔ چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال ہمت دُور دراز مقامات سے دعائے حزب البحر کے نسخہ جات منگائے اور ہندوستان میں سے بھی اکثر جگہوں سے دعائے مذکور منگا کر بڑی جانفشانی سے اصلی اور صحیح نسخہ مہیا کر لیا۔ جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں دعائے حزب البحر کا تذکرہ کرنے سے اصلی غرض یہ تھی کہ کسی کتاب کے مرتب کرنے میں اتنی دقت کا سامنا نہیں ہوتا۔ جتنا اُس کتاب کی تصیح میں کہ جس میں ہر ایک شخص نے اپنی مرضی کے مطابق کہیں تو کچھ بڑھا دیا ہو اور کہیں سے چھوڑ دیا ہو۔ یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا استقلال اور ہمت تھی۔ کہ مصر و بیروت اور علاوہ اس کے عرب و عجم سے نسخہ جات منگا کر اور اتنی طویل مدت کے بعد بعینہٖ حرف بحرف اصلی دعائے حزب البحر کو شائع فرمایا[1]۔ الحمد للہ کہ یہ بے مثل اور بے نظیر دعا جو متقدمین و متاخرین اولیائے عظام کے متبرک اعمال کا گنجینہ اور اسرار ربانی و انوار سبحانی کا خزینہ ہے اور تمام دینی و دنیاوی امور کے لئے تیر بہدف اور پر تاثیر و بمنزلہٗ اکسیر وظیفہ ہے جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مدت مدید کی سعی بلیغ سے بلا شک و شبہ اصل و صحیح ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

عیدگاہ

شہر راولپنڈی سے جو سڑک عیدگاہ کو جاتی ہے۔ پہلے کچی تھی۔ جا بجا گڑھے پڑے تھے۔ جناب کا معمول تھا۔ کہ اکثر عشاء کی نماز عیدگاہ میں ادا فرما کر گھر تشریف لیجاتے آجکل بھی یہی معمول ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ رات اندھیری تھی۔ بارش کے دن تھے۔ مینہ بکثرت برس چکا تھا۔ کیچڑ بہت تھا۔ گڑھوں میں پانی بھرا ہوا تھا۔ عشاء کی نماز کے وقت آپکو وضو کی حاجت ہو گئی۔ ان دنوں لئی ندی کے پانی کے سوا اور کوئی وضو کرنیکی

[1] حزب البحر کی طباعت حاجی محمد قلی صاحب کی کوشش سے ہوئی چنانچہ یہ نادر نسخہ اب بھی انہی سے مل سکتا ہے۔

جگہ تھی۔ نہ کوئی کنواں تھا جناب نے وضو کرنے کے لئے لبئی کی طرف جانے کا ارادہ کیا
اور وضو کر کے نماز عشاء ادا فرمائی بعد فراغت گھر کیطرف روانہ ہوئے سڑک کچی اور جا بجا گڑھے اس پر مزید کیچڑ
اندھیرے میں پاؤں پھسل گیا اور جناب گر پڑے کپڑے کیچڑ سے شرابور ہو گئے الغرض بمشکل گھر پہنچے۔ اور اس تکلیف
کو محسوس کر کے جناب کے دل میں خیال آیا۔ کہ اگر کمیٹی والے اس سڑک کو پختہ بنا دیں۔ تو
بہت ہی آرام ہو۔ اس خیال کو مد نظر رکھتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں آپ نے سر بسجود ہو کر
دعا کی۔ دعا کے ساتھ ہی اجابت اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوئے۔ دوسرے دن صبح کے
بعد قاضی گوہر علی صاحب مرحوم تحصیلدار (اللہ تعالٰی اُن کو بخشے) جو نہایت ہی نیک اور
نیک لوگوں کے معتقد۔ خدا یاد اور متدین آدمی تھے۔ عیدگاہ حاضر ہوئے۔ جناب نے
رات کا گذرا ہوا واقعہ بیان کیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ اگر کمیٹی والے اس سڑک کو پختہ بنا دیں
تو اس قسم کی تکلیف رفع ہو جاوے۔ قاضی صاحب نے عرض کیا۔ کہ ممبران کمیٹی ایسے
کاموں میں بالکل کوشش نہیں کرتے۔ آپ یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ دل نے کہا۔ کہ انتظار
کرنا چاہیئے۔ کہ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے دن سکرٹری میونسپل
کمیٹی کا گذر اسی طرف ہوا۔ وہ سائیکل پر سوار تھا۔ گڑھوں کی وجہ سے سائیکل سے اس
طرح گرا کہ اس کا تمام بدن اور کپڑے کیچڑ میں لتھڑ گئے۔ اور بہت سی چوٹیں بھی آئیں۔ دفتر
جا کر کمیٹی میں معاملہ رکھا۔ کہ اس سڑک کو پختہ بنوانا چاہیئے۔ کمیٹی نے منظوری دیدی۔ اور
دو چار روز کے بعد پتھر ڈالنے شروع کر دیئے۔ نبی بخش سوداگر چرم نے اس موقعہ سے
فائدہ اٹھایا۔ اور کمیٹی کا ممبر ہونے کے علاوہ آنریری مجسٹریٹ بھی تھا۔ اُس نے حکم
دیدیا۔ کہ پتھر اٹھا کر اُس سڑک پر ڈالو۔ جو اس کے گودام کی طرف جاتی تھی۔ جناب نے
بھی یہ حال دیکھا۔ دوستوں کو جو اس طرز عمل سے ناخوش تھے۔ فرمایا۔ کہ تسلی رکھو۔ کہ ہماری
سڑک ہی پختہ بنے گی۔ اس کے ایک دو روز بعد افسران کمیٹی موقعہ دیکھنے کے لئے آئے
جب پتھروں کو مقررہ سڑک کے عوض دوسری سڑک پر پڑے دیکھا۔ تو ٹھیکیدار سے
دریافت کیا۔ کہ ہم نے اس سڑک کی مرمت کے لئے حکم نہیں دیا تھا۔ ٹھیکیدار نے
عرض کیا۔ کہ شیخ صاحب نے حکم دیا تھا۔ کہ پہلے اُنکی سڑک پختہ بنے گی۔ افسر اعلیٰ نے شیخ

صاحب سے دریافت کیا۔ تو وہ تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ پتھروں کو وہاں سے پھر اُٹھواکر عیدگاہ والی سڑک پر ڈلوایا گیا۔ چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ سڑک تیار ہوگئی اور اس طرح اللہ تعالٰے نے راہ کی تکلیف کو دُور فرمایا۔ اب یہ سڑک خوب پختہ ہے۔ لوگوں کو بہت آرام ہے۔

عیدگاہ شہر راولپنڈی کے شمال میں ایک نہایت پُرفضا مقام میں واقع ہے۔ پہلے لوگوں کی آمدورفت اس طرف کم تھی۔ اب مکانات کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ وہاں قدرت نے ایسے سامان بہم پہنچا دیئے ہیں۔ کہ ذاکر کے دل کو فریفتہ اور شیدا کر دیتے ہیں۔ تمام اطراف میں سبزہ زار۔ بڑے بڑے درختوں کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھائیں۔ سرد ہوا۔ قریب ہی ندی لئی کا صاف وشفاف بہتا ہوا پانی۔ اس کے کناروں پر مختلف اقسام کے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ۔ شمال کی جانب پہاڑوں کا قطار در قطار سلسلہ واز نظر آنا۔ عجائبات قدرت کا ایک ایسا نظارہ ہے۔ کہ ذاکر وہاں پہنچتے ہی بیخود اور محو ہوجاتا ہے۔ کہ دل اُٹھنے کو نہیں چاہتا۔ جناب حضرت صاحب کو یہ مقام بہت پسند آیا وہاں ایک زمین دو زپختہ اور چونچ خلوت خانہ بنوایا۔ جس میں یاروں کی ارشاد و تکمیل سے فرصت پاکر ذکر فکر میں مشغول رہتے۔ جناب کے وہاں قیام فرمانے سے عیدگاہ کی رونق زیادہ ہوگئی۔ اور اس کا گھاس وسبزہ اور درخت عام لوگوں کے مویشیوں اور کاٹ لے جانیوالوں سے محفوظ رہنے لگا۔ اور دور ونزدیک سے گروہا گروہ لوگ بیعت ہوکر کمالات اور مُرادات حاصل کرنے لگے۔ اس حسد پر بعض جہلا اپنی کج فہمی اور ناعاقبت اندیشی کے باعث مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ اور حسد کے مارے آگ بگولہ ہوگئے۔ مگر

چراغے راکہ ایزد برفروزد کسے گرتف زند ریشش بسوزد

انہوں نے اپنے سر کی کھائی۔ اور ہر صورت میں ندامت وخجالت اٹھائی۔ ایک شخص جس کا نام لینا مناسب نہیں۔ ایسا مخالف ہوا۔ کہ جہاں بیٹھتا اور جس کسی سے ملتا۔ جناب کے خلاف بیہودہ باتیں کرتا۔ اور ہر وقت جناب کو ایذا اور تکلیف دینے کے درپے رہتا۔ اور نئے نئے مریدوں کو بھی جناب کے برخلاف اکساتا اور طریقت سے برگشتہ کرتا۔ مگر جناب

حوصلہ اور صبر سے کام لیتے۔ جب اس کی عداوت حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو جناب نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے بارہ میں دعا کی۔ اسی رات خواب میں کسی بزرگ نے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب اس کا خیال چھوڑ دو۔ جناب نے اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہی شخص جناب کا نہایت ہی معتقد ہو گیا۔ اور اس سے چند ایک قومی کام مفید انام ظہور میں آئے۔ وفات سے صرف آٹھ دن قبل حضرت صاحبؒ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور خدا سے جاملا۔

عیدگاہ میں پہلے کوئی کنواں نہ تھا۔ عرس شریف کے موقعہ پر دوستوں کو بہت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ عیدگاہ کے اندر جہاں اب کنواں ہے۔ وہاں پہلے جناب نے ایک پتھر کی سل قبلہ رُخ رکھی ہوئی تھی۔ جس پر جناب نماز ادا فرمایا کرتے۔ اور مراقبہ میں مشغول رہتے۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا۔ کہ بارش ہو چکی تھی۔ سب طرف کیچڑ ہی کیچڑ تھا جناب حسب معمول اس سل پر عشاء کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ ابھی کچھ رکعتیں باقی تھیں۔ کہ وضو کی ضرورت پڑ گئی۔ جناب ٹھگر لئی ندی کی طرف تشریف لے گئے۔ کہ وضو کر کے باقی نماز پوری کریں۔ راستہ میں کیچڑ اور اس پر رات کا اندھیرا۔ بے اختیار پاؤں پھسلا۔ کپڑوں پر چھینٹیں پڑ گئیں۔ خیر اس رات جوں توں کر کے نماز ادا فرمائی۔ اسی سل پر بیٹھے بیٹھے دل میں خیال آیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی جائے۔ امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دعا قبول فرما کر عیدگاہ میں پانی دیدیگا۔ جناب نے دعا فرمائی۔ مگر قبولیت کے آثار ظاہر نہ ہوئے۔ دوبارہ دعا کی۔ پھر بھی ایسا ہی ہوا۔ بے چین اور بیقرار ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ کہ اے نفس معلوم ہوا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ابھی تیری کوئی قدر و منزلت نہیں۔ تیری شامت اعمال سے دعا قبول نہیں ہوتی۔ دل نے پھر کہا کہ اب پھر دعا کرنی چاہیئے۔ پھر جناب اس سل پر بیٹھ گئے۔ اور دعا فرمائی۔ اب کی دفعہ اجابت اور قبولیت کے نشان دل میں ظاہر ہوئے۔ کہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ رات کو خواب میں ایسا دکھائی دیا کہ گویا جناب اپنے سکونتی مکان کے بالاخانہ پر چارپائی پر سوئے ہوئے ہیں۔ اور چارپائی کے نیچے سے ایک چشمہ صاف اور ستھرے پانی کا بہ رہا ہے۔ اور لوگ اس سے پانی پی

رہتے ہیں۔ چھت کے اوپر سے پانی کا چشمہ بہتا ہوا دیکھکر تعجب ہوا۔ مگر صبح اسکی تعبیر سے یہی معلوم ہوا۔ کہ یہ دعا کا اثر ہے۔ جناب نے کنوئیں کی جگہ پر نشان لگا دیا۔ اور یاروں کو فرمایا۔ کہ اس جگہ کنواں کھودیں۔ دوستوں نے عرض کیا۔ کہ جناب آپ کا فرمان بسر و چشم۔ مگر جناب کو معلوم ہے۔ کہ راولپنڈی کی زمین میں پانی بہت گہراؤ میں ہے۔ اور وہ بھی بہت کم۔ جو گرمیوں کے موسم میں بالکل خشک ہو جاتا ہے۔ یہاں سوائے محنت اور تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جناب نے فرمایا۔ مجھے امید ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تمہاری محنت اور کوشش کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور بہت جلدی پانی دیدیگا۔ یاروں نے کنواں کھودنا شروع کیا۔ ابھی تھوڑا ہی کھودا تھا کہ بہت کثرت سے پانی نکل آیا۔ یار بہت خوش ہوئے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی۔ ورنہ اتنے گہراؤ میں پانی کہاں۔ غرض چند دنوں میں کنواں تیار ہو گیا۔ اور اس کے پاس غسل و طہارت کے لئے جگہ تعمیر کرائی۔ اور ایک چھوٹا سا تھڑا پنجگانہ نماز کے ادا کرنے کے لئے بنوایا۔ اور کسی خاص مصلحت کے باعث زمین دوز عبادت خانہ کے دروازہ پر اینٹیں لگا کر اس کو بند کر دیا۔ اور اسکے دروازہ والی طرف بھی ویسا ہی تھڑا تیار کروایا۔ اور اس کا نشان بالکل معدوم کر دیا۔ اب تو عیدگاہ کی رونق اور بھی زیادہ ہو گئی۔ اور عید کے دنوں میں جو نمازیوں کو وضو کی تکلیف ہوا کرتی تھی وہ دُور ہو گئی۔

اس کنوئیں کا پانی نہایت ہی میٹھا ٹھنڈا اور ہاضم ہے۔ گرمیوں میں شہر کے لوگ اکثر اس کنوئیں کا پانی پیتے ہیں۔ نیز اس کا پانی بعض بیماریوں کیلئے شفا ہے۔

اگرچہ جناب نے یہ کام محض اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور رفاہ عام کی خاطر کئے۔ مگر حاسدوں کی آگ کا شعلہ اور بھی زیادہ بھڑک اٹھا۔ یہ انتظام اور سامان دیکھکر جل گئے اور کہنے لگے کہ حافظ صاحب عیدگاہ کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتے ہیں۔ جناب نے بہتیرا کہا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے۔ خدا کے لئے کیا ہے۔ یہ جگہ سب مسلمانوں کے لئے وقف ہے البتہ میں اس کا خادم ہوں۔ مگر وہ کب مانتے تھے۔ بہتیری ناجائز تدبیریں عمل میں لائے اور

فتوی پر فتوی منگائے۔ اوران پر کئی طرح کے حاشیے چڑھائے۔ مگر حق کے مقابلہ میں باطل کہاں ٹھہر سکتا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں حاسدوں کی جمعیت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور انکی وہ تدابیر اور لطائف الحیل تار عنکبوت سے بھی زیادہ سُست ہوگئیں۔ اور انہیں خسارت اور خجالت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اللہ تعالٰے نے عیدگاہ کے گرداگرد کی زمین جناب کے قبضہ میں دیدی جس میں عیدگاہ کے دروازہ کے متصل باہر کی طرف کنواں لگوایا۔ اور کچھ زمین میں ایک باغیچہ اور ایک کوٹھی دوستوں کے آرام وقیام کے لئے بنوائی۔ باقی زمین میں سبزی ترکاری اور فصل کی کاشت ہوتی ہے۔ جس کا انتظام چند ایک مخلص دوستوں کے سپرد ہے جو اپنے دینی فرائض منصبی یعنی نماز ذکر ومراقبہ کے بجالانے کے علاوہ اس کام کو نہایت خوشی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں۔ یہ دوست سب نیک سیرت اور خوش اخلاق ہیں۔ باہر سے آنے جانیوالے دوستوں کی خدمت وتواضع نہایت خلوص اور محبت سے کرتے ہیں۔ عام دوستوں کے لئے رہائش اور کھانے کا انتظام بھی انہی دوستوں کے سپرد ہے۔ جو نہایت شوق سے نباہتے ہیں۔

ایک دفعہ مولوی محمد عظیم صاحب مرحوم ساکن گکھڑ ضلع گوجرانوالہ جو قبلہ عالم حضرت سید حافظ جماعت علیشاہ صاحب علیپوری دامت برکاتہم کے اجل واکمل خلفا میں سے تھے۔ اور مولوی نظام دین صاحب لائلپوری دونوصاحبان کو قبلہ عالم جناب حضرت حافظ جی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اور ایک رات عیدگاہ میں قیام وآرام کیا۔ وہاں سے رخصت ہوجانے کے چند دن بعد دونوصاحبان سے جب کسی موقعہ پر خاکسار سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ قاضی صاحب مدت سے ہمارا ارادہ راولپنڈی شریف حاضر ہونے کا تھا۔ تاکہ جناب حافظ جی صاحبؒ کی زیارت سے مستفیض ہوں۔ سو الحمدللہ کہ ہماری مراد پوری ہوگئی۔ خاکسار نے شوق واشتیاق کے باعث کچھ مزید حالات دریافت کئے۔ فرمانے لگے۔ کہ ہم نے بہت سے پیرخانے دیکھے ہیں۔ مگر جو کچھ ہم نے راولپنڈی شریف میں جناب حافظ جی صاحبؒ کے دوستوں کا اخلاص۔ محبت۔ تہجد خوانی

عبادت۔ اتحاد۔ یک جہتی۔ خدمت و تواضع اور حسن سلوک دیکھا ہے۔ وہ کہیں نہیں دیکھا۔ یہ سب کچھ حضرت حافظ جی صاحبؒ کے اعلیٰ کمالات کی برکت کا باعث ہے۔ کیونکہ پیر کے کمالات کے لئے مریدوں کا وجود آئینہ کی طرح ہوتا ہے۔ جس سے وہ کمالات ظہور میں آتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر

عن المرءِ لا تسئل وسل عن قرینہٖ ۔۔۔ لان القرین بالمقارن یقتدی

یعنی اگر تو کسی کا حال دریافت کرنا چاہتا ہے۔ کہ وہ کیسا ہے۔ تو اس کی نسبت مت پوچھ کہ وہ کیسا ہے۔ بُرا ہے۔ یا بھلا۔ بلکہ اس کے دوستوں اور ساتھیوں کو دیکھ۔ کہ وہ کیسے ہیں۔ نیک ہیں۔ یا بد۔ کیونکہ ساتھی اپنے ساتھی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اسی کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے۔

باب پنجم

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہٗ کے فرزندان باکمال کا مختصر حال

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہٗ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ جن کے نام گرامی یہ ہیں۔ اوّل جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم۔ دوسرے مولوی عبدالحی صاحب مرحوم۔ تیسرے مولوی محمد شریف صاحب مرحوم۔ چہارم مولینا مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ پانچویں مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم۔ ان میں سے جناب مولینا مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے سوا باقی چاروں صاحبزادے جناب قبلہ حضرت صاحب کی زندگی ہی میں اپنے اپنے وقت مقررہ پر داغ جدائی دے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو

جنت میں جگہ دے۔ صاحبزادہ مولوی محمد شریف تو چار سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اور مولوی عبد الحی صاحب دس سال کی عمر میں راہی ملکِ بقا ہوئے۔ ان کی نسبت منقول ہے کہ یہ نہایت ہی ہونہار تھے اور رشد و ہدایت کے آثار ان کی پیشانی سے ظاہر تھے جب کبھی دوست انکی خدمت میں عرض کرتے۔ کہ حضرت جی ہمارے لئے دُعا فرماؤ۔ تو کہتے کہ جس روز بارش ہو گی۔ اس دن تمہارے لئے دُعا کرونگا۔ جب وہ بیمار ہوئے۔ تو جناب حضرت صاحبؒ نے سربسجود ان کی صحت کیلئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ تو اسی وقت الہام ہوا۔ کہ آپ ہمارے کام میں دخل نہ دیں۔ اتنے میں اندر سے آواز آئی۔ کہ لڑکا فوت ہو چکا ہے۔

مولانا مولوی عبد العزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ

جناب مولانا مولوی عبد العزیز صاحب مرحوم جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کے فرزند اکبر تھے۔ نہایت خوش خلق، خوبرو، نورانی چہرہ، بارعب و جلال، دل و دماغ خدا کے نور سے منور۔ دوستوں کے خیرخواہ۔ خلقِ خدا پر مہربان۔ غریبوں اور مسکینوں کے شفیق۔ غمزدوں کے مونس تھے۔ ان کے حسن خُلق نے اپنوں اور بیگانوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہوا تھا۔ ہر شخص یہی سمجھتا تھا۔ کہ ان کی محبت میرے ساتھ ہی زیادہ ہے آپ نے قرآن مجید اور ابتدائی دینی کتابیں اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ بعد ازاں مدرسہ میں داخل ہو کر انٹرنس تک تعلیم مروجہ حاصل کی۔ باوجود اس کے کہ ملازمت کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ بعض دوستوں اور محبوں کے اصرار سے راولپنڈی کے محکمہ چونگی کے ایک ممتاز اور اعلیٰ عہدہ پر ملازم ہو گئے۔ جس کو انہوں نے نہایت خوش اسلوبی اور دیانت داری سے سرانجام دیا۔ محکمہ کے اعلیٰ افسر آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔ اہل شہر جن کو وقتاً فوقتاً ان سے کام پڑتا تھا۔ ان کے حسن سلوک سے ان کے گرویدہ ہو جاتے تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ ان کا مدح خواں تھا۔ ملازمت کے کاروبار میں مصروفیت کے باوجود فرائض شریعت و طریقت یعنی نماز پنجگانہ۔ تہجد و اشراق کے نوافل۔ تلاوت قرآن مجید۔ ذکر و مراقبہ

وغیرہ میں نہایت منہمک اور مستغرق رہا کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ تہجد سے اشراق تک تنہا ہو کر مراقبہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز اور ممتاز تھے۔ ایام طفولیت میں جناب قبلہ عالم وعالمیاں خواجہ فقیر محمد صاحب قدس سرہٗ کے نظر کیمیا اثر اور ان کی دُعا و توجہ سے بھی مشرف ہوئے ہوئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کی توجہ میں برقی تاثیر تھی۔ پہلی ہی توجہ میں دوستوں کا حال متغیر ہو جاتا تھا۔ آپ تخلقوا باخلاق اللہ کا صحیح نمونہ تھے۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آیا کرتے تھے۔ کیا امیر کیا غریب سب کی نظروں میں معزز اور محبوب تھے۔ عُرس شریف کے موقعہ پر بڑے حوصلہ اور بردباری سے کام لیتے تھے ہر ادنیٰ و اعلیٰ، خاص و عام دوستوں کی نہایت حسن سلوک سے خدمت و تواضع کرتے تھے۔ چہرہ مبارک ہر وقت ہشاش بشاش رہتا تھا۔ خفگی کے آثار پیشانی سے کبھی ظاہر نہ ہوتے تھے۔ غریب محتاج اور تنگدست دوستوں کی خدمت مال اور کپڑوں سے پوشیدہ طور پر کیا کرتے تھے۔ اصلاح بین الناس میں آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ عام لوگ اپنے لڑائی جھگڑوں میں آپ کے فیصلہ کو بدل وجان تسلیم کرتے تھے۔ دینی و دنیوی امور میں نہایت ہی امین و متدین۔ پاکباز۔ متقی۔ راست گو۔ عادل۔ غرض کہ تمام ظاہری باطنی اخلاق حسنہ اور تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور آراستہ پیراستہ تھے۔

آپ نے اپنی مرض موت میں وصال سے چند دن پہلے ہی اپنی اہلیہ محترمہ کو پوشیدہ طور پر کہدیا تھا۔ کہ مجھے اسی مرض میں دار فانی سے عالم بقا کو اٹھا لینگے۔ کیونکہ عالم بالا سے میرے کانوں میں آواز آرہی ہے۔ کہ مرحبا۔ خوش آمدی۔ جلدی آؤ۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ گھر میں کسی کو اس امر کی اطلاع نہ دینی۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کے پاس جو میرا مالی حصہ ہے۔ اس سے مسجد بنائی جائے۔ تاکہ مجھے ثواب پہنچتا رہے۔ چنانچہ اس وصیت کے مطابق حضرت صاحبؒ نے عیدگاہ کے متصل ہی برلب سڑک ایک عالی شان مسجد تعمیر کرادی ہے۔ جو اپنے وصیت کرنے والے کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ جس میں عیدگاہ کے دوست اور اطراف سے آنے والے احباب نمازیں پڑھتے ہیں۔ ہر روز شام کے بعد

ختم خواجگان قدس سرہم بھی پڑھا جاتا ہے۔ جمعہ کی نماز بھی ادا کی جاتی ہے۔ جو حضرت صاحب قدس سرہٗ نے اپنی حیات ہی میں مقرر کر دیا تھا۔ جمعہ میں دوستوں اور عام خاص لوگوں کا اچھا ہجوم ہو جاتا ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد دوستوں کا حلقہ ذکر بھی ہوتا ہے۔ ان سب امور کو جناب حاجی حرمین الشریفین حضرت مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ حقیقی جانشین جناب قبلۂ عالم حضرت صاحبؒ سر انجام دیتے ہیں۔

وفات

جب آپ کے وصال کا وقت نزدیک آیا۔ اور سکرات موت اور نزع کی حالت طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ کہ راستہ چھوڑ دو۔ اور جگہ خالی کر دو۔ کہ جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اور بھی بہت سے عربی لوگ ہیں۔ اسی اثنا میں وہ جگہ خوشبو سے معطر ہو گئی۔ اور عین عالم شباب میں جبکہ آپ کی عمر چھتیس سال کی تھی۔ کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے بروز چارشنبہ ۳۰ شوال ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۲۴ء موافق ۱۰ جیٹھ ۱۹۸۱ بوقت عصر چھ بجکر پندرہ منٹ پر راہئ ملک بقا ہو گئے۔ اور اپنے والدین اور خویش و اقارب اور دوستوں کو ہمیشہ کیلئے داغ مفارقت دیگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وصال سے دوسرے دن آپ کا جنازہ دس بجے صبح عیدگاہ لایا گیا۔ جنازہ کی نماز کے وقت اہل شہر اور دیہات سے آئے ہوئے دوستوں کا بیشمار ہجوم ہو گیا۔ تمام عیدگاہ بھر گئی۔ تو صفوں میں بمشکل آدمی آسکے۔ گیارہ بجے کے قریب جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ نے خود امام ہو کر اپنے لخت جگر نورِ بصر فرزند ارجمند کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور دوپہر کے بعد بہزار حسرت و غم آپ کا جسم اطہر مرقد مبارک میں سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک کوٹھی کے پاس جو آپنے اپنی زندگی میں دوستوں کے آرام کے لئے بنوائی تھی۔ اس کے مغرب میں اور عیدگاہ کے متصل جانب شمال اس چبوترے پر واقع ہے جس کا نشان حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ کو بتایا تھا۔

جیسا کہ حج کے موقعہ پر جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ سرور کائینات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر زیارت سے سرفراز ہوئے تھے۔ اس پر جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ نے اپنی حیات ہی میں عالیشان گنبد اور برآمدہ بنوا دیا تھا۔ تاکہ زائرین اور فاتحہ خوان دوستوں کو گرمی سردی کی تکلیف نہ ہو۔

افسوس کہ آپ کی کوئی اولاد یادگار نہیں۔ صرف ایک کنواں۔ کوٹھی (مہمانسرائے) اور مسجد آپ کی یادگار ہیں۔ جب تک قائم ہیں۔ حسرت وافسوس کے ساتھ دیکھنے اور رہنے والوں میں اپنے بنانے والے کی یاد تازہ کرتی رہینگی۔ ؎

نمرد آنکہ ماند پس از وے بجا
پُل و مسجد و چاہ و مہمان سرا

مولوی عبدالرحیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ

مولوی عبدالرحیم صاحب رحمتہ اللہ علیہ جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ کے فرزند اصغر تھے۔ خوش رو۔ نیک خو۔ خدا یاد۔ جفاکش۔ متواضع۔ بردبار تھے۔ دوستوں کے ساتھ نہایت محبت سے پیش آتے اور بہت ہی مؤدب رہا کرتے تھے۔ سادہ طبیعت اور خاموشی پسند تھے۔ معمولی اردو۔ فارسی نوشت خواند کے علاوہ ضروریات دین سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ نماز۔ قرآن مجید کی تلاوت۔ ذکر و مراقبہ میں بہت مشغول رہا کرتے تھے۔

آپ نے عین عالم شباب میں بائیس[۲۲] سال کی عمر میں ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ کو اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمایا۔ آپ کا انتقال جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے انتقال سے پہلے ہوا۔ جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے نوجوان فرزندوں کے بموقعہ انتقال پر ملال سے نہایت رنج ہوا۔ مگر حضور نے اللہ تعالےٰ کی توفیق سے صبر جمیل سے کام لیا۔ اور بتلا دیا کہ اللہ والے

لوگ ایسے نازک موقعوں پر اس طرح صبر کیا کرتے ہیں۔ آپ کا مزار مبارک گنبد کے باہر جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے اور جنت میں جگہ دے۔

ان کا ایک صاحبزادہ مولوی منظور الٰہی صاحب یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز کرے۔ اور موروثی علم وفضل سے بہرہ ور فرمائے۔

قطعہ تاریخ وفات

آہ عبدالرحیم فردِ زماں | رفت از ما و زیر خاک بخفت
سال تاریخ او چو جست شریف | زاہد غمگسار ہاتف گفت

۱۳۳۸ھ

دیگر

چوں بجنت رفت آں عبدالرحیم | دُرِ معنیٰ گوہرِ علم و یقیں
خامۂ من سال تاریخش نوشت | زیب عرفاں شد بفردوس برین

۱۳۳۸ھ

حاجی حرمین الشریفین جناب مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

جناب مولانا مولوی عبدالرحمٰن صاحب جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ بروز دوشنبہ ۸ رجون ۱۸۹۶ء مطابق ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ موافق ۲۸ جیٹھ سمت ۱۹۵۳ بکرمی بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے رشد و ہدایت کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر و روشن تھے۔ آپ عالم باعمل۔ متقی۔ زاہد۔ مکارم اخلاق کا سرچشمہ ہیں۔ آپ پہلے اسلامیہ سکول راولپنڈی میں تعلیم پاتے رہے۔ اسکے بعد صرف و نحو اور دینیات کی کتابیں راولپنڈی ہی میں بعض استادوں سے پڑھیں۔ پھر لاہور مدرسہ نعمانیہ میں تعلیم حاصل کی اس

کے بعد مدرسہ دیوبند میں مولانا مولوی محمود الحسن صاحبؒ اور سید انور شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہکر فقہ وحدیث کی سند سے ممتاز اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اور بعض دوسرے استادوں سے بھی دوسرے علوم اور ادبیات کا استفادہ فرمایا۔

آپ جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ کی طرف سے اجازت اور خلافت سے بھی ممتاز اور سرفراز ہیں۔ دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جب آپ در دولت پر تشریف لائے تو حضرت صاحب قدس سرہٗ نے قرآن مجید کا درس دینے کے لئے مامور فرمایا تاکہ دوستوں کو قرآن مجید کے معانی۔ تفسیر اور فیوض و برکات سے واقفیت ہو جائے۔ اور ان کے دل قرآن مجید کے انوار سے منور اور روشن ہو جائیں۔

آپ نے قرآن مجید جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی سے پڑھا اور قرأت بھی انہی سے سیکھی۔ آپ قرآن مجید نہایت خوش آواز سے پڑھتے ہیں۔ یہی دل چاہتا ہے۔ کہ سنتے رہیں۔ جوں جوں سننے والے سنتے ہیں۔ ان کا شوق و ذوق بڑھتا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی آیات کی تفسیر میں احکام شریعت و طریقت و حقیقت اور علوم و معارف اس خوبی سے بیان فرماتے ہیں۔ کہ سننے والے نہایت ہی محظوظ اور خوش ہوتے ہیں۔ معترضین کے اعتراض و اشکال کو صاف اور سادہ الفاظ میں اسطرح ذہن نشین کرا دیتے ہیں کہ چون وچرا کی گنجائش نہیں رہتی۔ فن مناظرہ میں خاص خداداد ملکہ رکھتے ہیں۔ اکثر مقامات میں جب کبھی گفتگو اور مناظرہ کا موقعہ آیا۔ تو آپ کا پلہ غالب رہا۔ کہ حق ہمیشہ غالب رہا کرتا ہے۔

آپ کی عادت مبارک قدرتی طور پر پہلے ہی سے تنہائی پسند اور نہایت نازک واقع ہوئی ہے۔ دونوں جوان بھائیوں کے پے در پے موقعہ انتقال پر ملال کے حادثہ جانکاہ اور ناقابل برداشت صدمہ کے باعث گھر اور باہر کے ضروری امور کے انتظام کا بارگراں آپ کی ذات واحد جان پر آپڑا۔ مگر الحمد للہ کہ باوجود کثرت ہموم اور ہجوم غموم کے فرائض منصبی کو بڑی خوش اسلوبی اور تندہی سے ادا فرماتے رہے ہیں۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہٗ کا سایہ مبارک آپ کے سر پر تھا۔ ہر طرح کی بے فکری تھی۔ اب حضرت صاحب

قدس سرہٗ کا سایہ مبارک سر سے اُٹھ جانے کے بعد تمام جزوی اور کلی کاروبار کا بوجھ سر پر آپڑا۔ جو نہایت حوصلہ اور بردباری اور استقلال کے ساتھ نباہ رہے ہیں۔ بدستور سابق دوستوں کی خاطر و مدارات اور ان کی دلجوئی میں بہت کوشش سے کام لیتے ہیں۔ باوجود کثرت مشاغل کے اوقات شبانروزی میں سے اکثر حصہ ذکر و مراقبہ میں بسر کرتے ہیں حلقۂ ذکر میں دوستوں کو بڑی ہمت سے توجہ دیتے ہیں۔ آپ کی توجہ میں ایک خاص اثر ہے۔ آپ کا وعظ نہایت پُرتاثیر ہوتا ہے۔ سُننے والوں کے دلوں پر رقت اور جذب کے آثار طاری ہو جاتے ہیں۔ آپ نہایت متبع شریعت ہیں۔ بدعات سے سخت نفرت ہے۔ ولایت کے آثار آپ کے ظاہر و باطن سے نمایاں ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی آپ پر خاص نظر عنایت ہے۔

آپ باشارہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم حج اکبر اور زیارت حرمین شریفین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زادہما اللہ تعالےٰ شرفاً و کرامۃً سے بھی مشرف ہو آئے ہیں۔ نیز اس سفر حج کے دوران میں اکثر انبیائے عظام اور اصحاب کرام اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی زیارت اور ان کی باطنی اور روحانی فیوض و برکات سے فائز المرام اور مالامال ہوئے ہیں۔ جو ملک مصر۔ شام۔ عراق۔ عرب۔ بغداد۔ بصرہ۔ دمشق۔ بیت المقدس میں واقع ہیں۔ آپ کا یہ سفر ایک نمایاں حقیقت رکھتا ہے جس شہر میں نزول فرماتے وہاں کے علماء و فضلاء مور و ملخ کی طرح آپ کے مواعظ حسنہ سے مستفید ہونے کے لئے جمع ہو جاتے۔ آپ بزبان عربی ایسی فصاحت و بلاغت سے تقریر فرماتے۔ کہ تمام دنگ رہ جاتے۔ اور بیساختہ ان کی زبان سے نکل جاتا۔ ہٰذا فاضل ہندی۔ حاجی محمد علی صاحب نے جو اس سفر مبارک میں آپ کے ہمراہ تھے۔ اس سفر کا حال مفصل طور پر کتابی صورت میں شائع کر دیا ہوا ہے جس کا نام "گلدستہ ریاض الاسلام اعنی سیر العراق و الشام" رکھا ہے۔ جس کے مطالعہ سے بیشمار فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ایسے سفر کرنے والوں کو رہنما کا کام دیتی ہے۔

سفر حج سے پہلے اکثر اوقات حج کا ارادہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کا شوق دل میں جوش مارتا۔ مگر ادب اجازت نہ دیتا تھا۔ کہ اس ارادہ کو جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں

ظاہر کریں۔ نیز والدین کی زیارت اور ان کی خدمت آپ کے واسطے حج سے کم نہ تھی۔ اور اگر اس امر کا اظہار بھی کرتے تو ممکن ہے کہ حضرت صاحب قدس سرہٗ اجازت نہ فرماتے۔ کیونکہ گھر میں والدین کے نور بصر اور سرور سینہ یہی ایک وجود تھا۔ ان کی جدائی کا صدمہ ناقابل برداشت تھا۔ مگر عنایت ربانی اور فضل رحمانی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ حج پر تشریف لے جانے سے اول ایک رات جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ نے خواب میں دیکھا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم رونق افروز ہیں۔ اور اسی مجلس میں جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ کے ہمراہ مولوی صاحب موصوف بھی حاضر ہیں۔ جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑی شفقت اور مہربانی فرماکر مولانا صاحب کو فرمایا۔ کہ خوش آمدی۔ جلدی آؤ۔ اور حضرت صاحب قدس سرہٗ کو فرمایا۔ کہ ان کو ضرور بھیجدو۔ اس واقعہ کے بعد جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ نے نہایت خوشی سے روانہ فرمایا۔ جو مولوی صاحب کے لئے نہایت ترقیات ظاہری باطنی اور بیشمار کمالات کے حصول کا باعث ہوا۔ اللہ تعالے زیادہ زیادہ کمالات عطا فرماوے۔

الحمد للہ۔ کہ جس طرح قبلہ و کعبہ حضرت صاحب قدس سرہٗ کے وقت میں بیعت وانابت اور حلقہ ذکر اور جمعہ وجماعت۔ دوستوں کی خاطر و مدارات اور فیوض و برکات کا سلسلہ جاری تھا۔ اب بھی بدستور سابق جاری و ساری ہے۔ اور جملہ امور شریعت و طریقت اسی طرح رونق پر ہیں۔ اللہ تعالے آپ کی ذات بابرکات کو جمیع آفات ارضی وسماوی اور امراض جسمانی و روحانی سے محفوظ رکھے۔ اور صراط مستقیم پر استقامت فرماکر تا دیر قائم رکھے۔ اور ان کے فیوض و برکات سے اللہ تعالے اپنی مخلوق کو مالامال فرمائے۔ آمین۔ آپ کے دو صاحبزادے خردسال ہیں۔ ایک محبوب الرحمٰن صاحب دوسرے حبیب الرحمٰن صاحب۔ اللہ تعالے ان کو عمر دراز عطا فرماوے۔ اور علم و فضل کے ہنر سے آراستہ و پیراستہ کرے۔ آمین۔

دُعا

سزاوارِ ستائیش آن کریم است　　که رحمان و عزیز است و رحیم است

جنابِ پاک محبوبِ الٰہی　　حبیبِ خاص و منظورِ خدائی

بر او ہم آل و اصحابِ محمدؐ　　بود صلوات و تسلیمات بیحد

سپس این کمترین جملہ خدام　　سیہ کار و سیاہ رُو و بد انجام

دعائے میکند بعد از سلامے　　خدا دارد شمارا شاد کامے

ز عمرِ خویش برخوردار باشید　　بکار و بارِ خود ہشیار باشید

ز نورِ علم بس پُر نور باشید　　ز ابرارِ عمل مسرور باشید

طریقت را رواجے بیشتر باد　　گلستانِ حقیقت باد آباد

پیاپے چشمۂ عرفان بجوشد　　از او ہر کہتر و مہتر بنوشد

مئے توحید بارد ہمچو باران　　بود بر وے ہجوم بادہ خواران

ز آفاتِ زمان محفوظ باشید　　بالطافِ خدا محظوظ باشید

ازیں مسکین ہمدان خدایا
بفضلِ خویش بپذیر ایں دعارا

باب ششم

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام

جناب الحاج حضرت صوفی عبدالرحمن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

جناب صوفی صاحب کا اصلی مولد قصبہ لوہاری ضلع مظفر نگر ہے جو تھانہ بھون ریلوے اسٹیشن سے تین کوس مشرق کیجانب واقع ہے۔ کچھ عرصہ سے محض فی اللہ دوستوں کی سہولت کیلئے سہارنپور میں اقامت اختیار کر لی ہے۔ اوائل عمر میں بتلاش معاش راولپنڈی شریف پہنچے اور ریلوے ورکشاپ میں ملازم ہو گئے۔ قسمت نے یاوری کی اور کسی دوست کی زبانی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف و کمالات سُنے اور دل میں شوق پیدا ہوا۔ ایک دن حاضر خدمت ہو کر آپ کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گئے۔ بارہ سال تک راولپنڈی شریف میں قیام رہا۔ ہر روز کام سے فارغ ہو کر پہلے حضور عالی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ کوئی نہ کوئی سبب پیدا کر دیتا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں بوجہ بشریت انسان اس سبب کو اچھا اور بہتر نہ جانے۔ چونکہ خالق کو منظور تھا۔ کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات سے مخلوقات عامہ مستفیض و مستفید ہو۔ سبب یہ بنایا۔ کہ راولپنڈی شریف کی ریلوے ورکشاپ سے حضرت صوفی صاحب کا ذریعہ معاش منقطع ہو گیا یعنی ملازمت چھوٹ گئی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ صوفی صاحب ملک برما کی طرف چلے جاؤ حضور کی جدائی کہاں منظور تھی اور یہ صدمہ ہجر و فراق کب گوارا ہو سکتا تھا۔ عرض کرنے

لگے کہ جناب جیسے بھی گذرے گی۔ یہ چند روزہ زندگی یہیں آپ کے قدموں میں گزارونگا میرا دل نہیں چاہتا کہ میں حضور کا دروازہ چھوڑ کر دور چلا جاؤں۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس میں جو فلاح و بہبودی مضمر ہے اور جو اسرار نہاں ہیں ان کے شیریں ثمر کا آپ کو بعد میں پتہ لگیگا۔ فقیر کا دل چاہتا ہے کہ آپ ضرور برما کی طرف جاویں۔ حضور عالی کے متعدد بار فرمانے سے جناب صوفی صاحب مذکور کو بمصداق الامر فوق الادب حکم ماننا پڑا۔ اور جناب حضرت صاحبؒ کی مبارک مجلس چھوڑنی پڑی۔ جسوقت جناب حضرت صاحب نے صوفی عبدالرحمن صاحب کو روانہ فرمایا۔ اسوقت عجیب کیفیت تھی۔ ادھر صوفی صاحب موصوف زار زار روتے تھے کہ شائد زندگی میں پھر زیارت نصیب ہو یا نہ ہو۔ ادھر جناب حضرت صاحبؒ اور دیگر اہل مجلس بھی اس جدائی سے بہت متاثر تھے۔ اسی حالت میں آپ نے صوفی صاحب کو روانہ فرمایا۔ اور چند دوست چک لالہ سٹیشن تک صوفی صاحب کو وداع کرنے کیلئے گئے جب صوفی صاحب ملک برما میں پہنچے۔ تو رنگون سے نو میل کے فاصلہ پر مقام انسن ریلوے ورکشاپ میں ملازمت کے لئے کوشش کی۔ اس کارخانہ میں افسروں کا دستور تھا کہ جس مستری کو کام پر لگاتے پہلے تو اس کا امتحان لیتے اور پھر ڈیڑھ دو سو روپیہ تک رشوت بھی لیتے تب ملازمت پر لگاتے۔ مگر جناب حضرت صاحبؒ کی دعا و توجہ کا اثر تھا۔ کہ صوفی صاحب کا نہ تو کسی نے امتحان لیا اور نہ ہی رشوت طلب کی۔ کارخانہ میں حاضر ہوتے ہی افسر انچارج نے نوکری دیدی۔ پورا ایک سال نوکری کرنے کے بعد جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے نہایت خوشی سے خلعت خلافت اور بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور بذریعہ مکتوب جناب حضرت صاحبؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ کہ آپ کے وہاں برما جانے میں یہی حکمت و مصلحت مضمر تھی جس کے ظہور کا اب وقت آگیا ہے۔ کہ اس طرف کے لوگ بھی تمہارے فیض ظاہری و باطنی سے مستفیض ہوں۔ چنانچہ حضور عالی کی دعا و توجہ کی برکت سے اول اول جو دوست بیعت اور داخل طریقہ ہوئے وہ حاجی رحمت اللہ صاحب ہیں۔ اس کے بعد بفضل ایزد منان سلسلہ دن بدن بڑھتا گیا۔ حتیٰ کہ اس غرض کے لئے حضور نے بذات خود تین چار مرتبہ برما کا سفر فرمایا۔ اور مخلوق خدا کو اپنے قدوم میمنت لزوم اور فیوض و برکات سے مالامال فرمایا۔ ایک دفعہ اثناء سفر میں بمقام انسن

بوقت تہجد جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے صوفی صاحب کو فرمایا۔ کہ آپ کے یہاں برما میں آنے سے کس قدر مخلوق خدا کو فیض ہوا۔ حالانکہ جب آپ راولپنڈی سے بھیجے گئے تھے۔ تو آپ کو وہاں سے جدا ہونا کس قدر ناگوار و دشوار گذرا تھا۔ صوفی صاحب نے عرض کیا کہ یہ سب کچھ حضور ہی کی دعا و توجہ کا اثر ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

صوفی صاحب کے وجود باجود سے ریاستہائے شان اور برما و سیام ہی کے لوگ نہیں بلکہ بے شمار مخلوقات ہندوستان میں بھی مستفیض ہوئی اور ہورہی ہے۔ حق تعالیٰ ایسے با برکت وجود کو تا دیر سلامت رکھے۔ رابطہ اتحادی یہاں تک حاصل ہے۔ کہ بمصداق ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی ‌‌ ‌‌ تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آپ کی شبیہ مبارک بھی جناب حضرت صاحبؒ کے نورانی چہرہ مبارک کے مشابہ ہوگئی ہے بلکہ جس شخص نے ایک آدہ مرتبہ جناب حضرت صاحبؒ کی زیارت کی ہو۔ اگر وہ صوفی صاحب کو دیکھے تو یہی سمجھتا ہے کہ حضرت صاحبؒ یہی ہیں۔ اب ضعیف العمر ہیں اور سہارنپور میں مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے وجود سے مخلوق کو فیض عمیم بخشے۔ آمین ✲

حضرت مولٰینا الحاج صوفی وصافی مولوی ثناء اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ کامل ہیں۔ بزرگ عالی نسبت علم و فضل اور تقویٰ و حضور و صفا میں موجودہ زمانہ کے مشاہیر اولیاء دین سے اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن مقام کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ہے۔ صاحب جذبات و کرامات ہیں۔ باوجود اس کمال کے ہمیشہ اپنے آپ کو پوشیدہ اور مستور رکھتے ہیں۔ ہمیشہ سیر و سیاحت اور سفر میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم رکاب رہے طبیعت میں انکسار اس قدر ہے کہ اس دربار عالیہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلام کو بھی مخدوم جانتے اور اپنے آپ کو خادم گردانتے ہیں۔ جناب قبلہ عالم سیدی و مولائی حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا اور زیارت فیض بشارت

روضہ اطہر جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے حضرت حاجی صوفی محمد نیاز الدین صاحب اور صوفی محمد حسین صاحب ہر دو کو اگرچہ خلافت و اجازت بیعت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عطا ہوئی۔ مگر یہ دو نو حضرات جناب حاجی صوفی مولوی ثناء اللہ صاحب مذکور ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور انہی سے نسبت ارادت و انابت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اور بہت سے لوگ مولوی صاحب موصوف کی ذات سے مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ خاص کر دربار عالیہ راولپنڈی شریف کے جملہ خدام کے حال پر خاص طور سے توجہات و الطاف مبذول فرماتے رہتے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ بھی اسی طرح یہاں کے خدام کو اپنی توجہات عالیہ سے مشرف اور دل شاد فرماتے رہینگے۔ اللہ کریم آپ کو اپنے برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں بلند مراتب عطا فرماوے۔ اور آپ کی اولاد کو بھی انہی کی پیروی کرنے والے بناوے۔ آمین ؛

الحاج صوفی محمد نیاز الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

صوفی حاجی محمد نیاز الدین صاحب کا مولد و مسکن بھی مقام کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ہے۔ عرصہ سے بسلسلہ معاش بمقام ہوڑہ متصل کلکتہ مقیم ہیں۔ توبہ و انابت تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہاتھ پر کی مگر مشرف باجازت و خلافت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہیں اور بھی شرف اندوزی کا فخر حاصل ہے۔ کلکتہ اور اس کے مضافات بلکہ تمام بنگال اور دارجیلنگ وغیرہ کی طرف آپ کا نہایت ارشاد اور فیض جاری ہے۔ اس ملک کے صغیر و کبیر بڑے اخلاص و عقیدت سے آپ کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ہوڑہ میں ایک قدیم زمانہ کی مسجد جو مسمار و شہید ہو چکی ہوئی تھی۔ از سر نو وسیع پیمانہ پر نہایت عالیشان تعمیر کروائی ہے اور نام مسجد صوفیہ کریمیہ رکھا ہے۔ بکمال ہمت و استقامت شریعت و طریقت تسلیک طالبان حق جل و علا فرما رہے ہیں۔ اللھم زد فزد کی دعا ہے ؛

حضرت مولٰینا و بالفضل اولٰینا راس المفسرین استاذ المحدثین فقیہ اعظم

الحاج ابو یوسف مولوی محمد شریف صاحب سلمہ ربہ

صاحب مذکور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ اور زمانہ حاضرہ کے علما میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں حق تعالیٰ کی عنایت ازلی نے تحصیل علوم ظاہری کے بعد مولوی صاحب مذکور کو اپنی طلب کا درد عطا فرمایا اور رضائے تعالیٰ کی طلب ان کے رفیق حال ہو گئی۔ آپ نے راہ خدا کے لئے رہنما اور واقف راہ کی تلاش میں کمر ہمت باندھی۔ اور اکثر بلاد ہند میں اولیائے عظام اور فقرائے عالی مقام کی صحبت و خدمت میں حاضر ہوئے مگر آپ کا مقصود و مطلوب کسی جگہ سے حاصل نہ ہوا۔ آخر کار جذب الٰہی کی زبردست طاقت و قوت اور کشش نے جناب علامۂ دہر فہامۂ عصر طالب صادق کو آستانۂ عالیہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پہنچایا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر قلبی کی تعلیم سے ان کو مشرف فرمایا۔ اور ایسی تربیت فرمائی کہ جیسے یہ حضرت علوم ظاہری میں کمال رکھتے ہیں ویسے ہی باطنی تکمیل میں سبقت لے گئے۔ آپ کمال ذوق و شوق سے اور بڑی انکساری و عاجزی اور اطاعت گزاری کے ساتھ اکثر دربار عالیہ میں حاضر ہوتے ہیں اور از روئے سعادت جو آپ کی جبلت و خصلت میں داخل ہے عوام الناس کے علاوہ خواص کے گروہ کو بھی مستفیض فرماتے رہتے ہیں۔ آپ بہت بڑے پایہ کے محدث و مفسر اور فقیہ اعظم ہیں۔ علم مناظرہ میں خاص دسترس رکھتے ہیں۔ فرقہ ہائے باطلہ وہابیہ نجدیہ شیعہ شنیعہ اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کی تردید میں بہت سے عمدہ رسائل تصنیف فرمائے ہیں علاوہ ازیں اکثر مسائل ضروریہ اور دینی امور میں متعدد کتب آپ کی تصانیف ہیں۔ قصہ کوتاہ کہ موجودہ زمانہ میں احناف کے لئے مولوی صاحب مذکور کا وجود باجود ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جیسے صاحب قال ہیں اس سے بڑھ کر صاحب حال ہیں۔ خفتہ دلوں کو بیدار کرنے والے بہت سے قصائد عربی فارسی اور اردو میں لکھے ہیں جن میں سے اکثر گلزار نقشبندیہ میں درج ہیں۔ بالخصوص عربی قصیدہ نہایت بلیغ قابل داد اور بہت بلند پایہ ہے۔ حق تعالےٰ ان کے علوم ظاہری و باطنی سے اپنی

مخلوق کو فیضیاب فرماوے آمین۔ صاحب موصوف وممدوح اور مذکور کا مولد و مسکن کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ہے۔

حضرت الحاج مولینا مولوی حکیم خادم علی صاحب سلمہٗ ربہٗ

حکیم خادم علی صاحب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ کے خلفائے اکابر سے ہیں فضائل و کمالات ظاہری سے آراستہ اور مقامات طریقت و حقیقت سے پیراستہ ہیں آغاز جوانی میں عنایت ازلی نے فقرا اور اہل اللہ کی محبت و عقیدت دل میں پیدا کی۔ مرشد کامل کے متلاشی تھے۔ کہ اس مسبب الاسباب نے ایسا سبب بنایا۔ کہ انہی ایام میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے بمقام کوٹلی لوہاراں رونق افروز ہوئے۔ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ جمعہ ادا کرنے کی خاطر مسجد میں حاضر ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ اس وقت منبر پر رونق افروز تھے اور اپنے مواعظ حسنہ سے سامعین کو محظوظ و مستفیض فرما رہے تھے جب حکیم صاحب نے بھی حضرت صاحبؒ کا کلام معجز بیان سنا۔ جو کہ سامعین کے قلوب کو مسحور کر رہا تھا۔ تو یہ حضرت بھی فریفتہ و شیفتہ ہو گئے۔ جب وعظ ختم ہوا۔ اور جمعہ کی نماز سے فارغ ہو چکے تو حکیم صاحب موصوف صدق عقیدت اور کمال و حقیقی اخلاص کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر داخل طریقہ ہو گئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی توجہ پاک کی برکت سے قلیل ہی عرصہ میں ان کا کام تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے خلافت بھی عطا فرمائی جناب حضرت صاحبؒ کے بڑے منظور نظر ہیں شعر و شاعری سے بھی رغبت رکھتے ہیں سو وعظ فرماتے وقت تقریر ایسی برجستہ فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ موقعہ بموقعہ شعر پر شعر نہایت موزون گویا کہ شعرا کے حافظ ہیں۔ اسی وجہ سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہیں ابوالکلام کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے جناب حکیم صاحب مذکور کے اشعار دلفریب عشق و محبت حقیقی سے خمیر یافتہ اور درد و سوز سے لبریز ہوتے ہیں۔ آپ کے اکثر قصائد اور اشعار گلزار نقشبندیہ میں موجود ہیں۔ کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ آپ کا مسکن ہے۔ حکمت میں دستگاہ تامہ رکھتے ہیں۔ اور اعلیٰ

وجہ کے حکیم حاذق ہیں۔ مخلوقِ خدا کی خدمت میں شب و روز لبعی تمیل معروف رہتے ہیں۔
اور اس شعر کے پورے پورے مصداق ہیں ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست ۔۔۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

ظاہری امراض کے علاج میں جیسے ماہر ہیں۔ اس سے بڑھ کر باطنی امراض کے بھی معالج
ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے فیاض اور صادق دوستوں کو تادیر سلامت باکرامت رکھے۔
اور ان کے ذریعہ سے فیض کریمی کو دن بدن ترقی وعروج بخشے۔ آمین ؛

حضرت مولوی فضل احمد صاحب سلمہ ربہٗ

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام میں سے ہیں۔ ابتدا میں
چند کتب دینی مولوی محمد غوث صاحب سکنہ بانٹھ سے پڑھیں۔ اس کے بعد گوجر خان چلے گئے
وہاں قاضی عبد العزیز صاحب سے قرآن مجید اور دیگر چند کتب پڑھیں۔ دل میں تلاش پیر
کامل کا شوق پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی نہایت عنایت آپ کے شامل حال ہوئی اس وقت
انہیں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سوا افضل و اکمل اولیا اور کوئی نظر نہ
آیا۔ آپ کے آستان عالی شان پر حاضر ہو کر نہایت ذوق و شوق سے حلقہ غلامی میں
داخل ہو گئے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ہونہار نوجوان کو ذکر کی تعلیم
بڑی محبت و شفقت سے سکھا کر ایسی توجہ فرمائی کہ آپ کا دل دنیا سے سرد ہو گیا۔ اور
اعضا میں لرزہ اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ بیعت ہونے کے کچھ عرصہ بعد توپ خانہ
نمبر ۲ میں فوجی ملازمت اختیار کر لی۔ اس توپ خانہ میں حافظ احمد دین صاحب بڑے
متقی اور پرہیزگار امام تھے۔ اُن سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ محبت ذکر الٰہی نے یہاں تک
غلبہ کیا کہ دیوانہ وار ذکر جہر بڑے جوش و خروش سے کرتے۔ اسی حالت میں کئی مرتبہ
حضور عالی کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے اور استفادہ
حاصل کرتے رہے۔ آخر کار ذکر اللہ کی لذت اور غلبہ نے فوجی ملازمت ترک کرا دی

استعفیٰ دے کر ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس وقت اس قدر جوش تھا۔ کہ نہایت
شدت کی سردیوں میں تہجد کے وقت صرف ایک ململ کا کُرتہ پہنے مکان کی چھت پر کھڑے
ہو کر سورہ یوسف کی تلاوت فرمایا کرتے اور ان کو ذرہ برابر سردی محسوس نہ ہوتی۔ ذکر جہر
میں گھنٹوں مصروف رہتے۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نظر شفقت تھی
ورنہ اس قدر جوش وخروش میں مجذوب ہو جانے کا احتمال تھا۔ کچھ عرصہ ریاضات شاقہ
اور مجاہدات میں بسر کیا۔ بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ دربار عالیہ میں حاضر ہوتے اور فیوض
و برکات حاصل کرتے رہے۔ آخر کار جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کیمیا اثر آپ
کے حال پر مبذول ہوئی۔ اور مرتبہ کمال و تکمیل کو پہنچے خلعت خلافت عطا ہو گئی۔ علما اور صلحا
وعوام الناس میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ اور آپ کی صحبت نہایت ہی مؤثر
اور غایت درجہ مقبول ہے۔ ارشاد و تبلیغ میں اکثر مشغول رہتے ہیں اور خاص و عام میں
بڑے مشہور و معروف ہیں۔ جب کلمہ نفی اثبات کا ذکر جہر فرماتے ہیں تو غفلت شعاروں کو
بیدار اور مُردہ دلوں کو زندہ دل کر دیتے ہیں۔ گویا کہ وحدت کا دریا جوش میں آجاتا ہے
ہزار ہا نہیں بلکہ بے شمار مخلوق ان کے فیض سے فیضیاب ہو رہی ہے۔ جہلم۔ میانوالی۔
سرگودھا۔ لائل پور اور جھنگ کے اطراف میں بہت سی مخلوق نے آپ کے وسیلہ سے
ہدایت پائی اور پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات و کمالات کو دن بدن زیادہ
کرے۔ آمین۔

میاں محمد عبداللطیف صاحب سلمہٗ ربہٗ سب جج

میاں صاحب لاہور کے رہنے والے ہیں۔ اور محکمہ سول کے ایک ممتاز عہدہ سب جج
درجہ اول پر متمکن ہیں۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے۔ تو اس وقت کا ذکر ہے۔ کہ ملتان میں
متعین تھے۔ عنایت ازلی نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی عقیدت ان کے دل
میں پیدا کی۔ چند دنوں کی رخصت لیکر طلب حقیقی اور صدق عقیدت و سچی ارادت سے

ساتھ آستان عرش نشان پر حاضر ہوئے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ اُس وقت عیدگاہ اپنے باغ میں رونق افروز تھے۔ حضرت جج صاحب بھی وہاں جا پہنچے۔ سادہ لباس معمولی سا ایک فقیرانہ بستر اپنی بغل میں دبایا ہوا ایک ہاتھ میں وضو کرنے والا آفتابہ لئے تھے السلام علیکم وعلیکم السلام کے بعد جیسا کہ دستور ہے نووارد شخص سے دریافت کیا گیا کہ کہاں سے تشریف لائے اور کس مطلب اور کس غرض سے آئے ہو کہنے لگے ملتان سے آیا ہوں۔ عبداللطیف نام ہے۔ لاہور کا رہنے والا ہوں۔ بسلسلۂ ملازمت آجکل ملتان سب جج لگا ہوا ہوں۔ اور اس دربار دُربار میں یہ غرض لے کر آیا ہوں کہ میرا دل بیمار ہے آپ کے متعلق معلوم ہوا تھا۔ کہ طبیب امراض روحانی ہیں لہٰذا اپنے بیمار قلب کو لیکر پیش کر دیا اپنا کام تھا جو کر دیا۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام حقیقی طلب اور صدق عقیدت سے آئے ہوئے جوانمرد کی گفتگو کام کر گئی۔ راقم الحروف بھی اس وقت موجود تھا۔ جب جج صاحب کا عہدہ سُنا اور حالت فقیرانہ و درویشانہ دیکھی تو دل باور نہیں کرتا تھا۔ کہ اس زمانہ کا بی۔ اے تعلیم یافتہ اور عہدہ ججی پر متعین پھر طبیعت میں یہ انکساری و عاجزی جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کو اس طالب اللہ جوانمرد کی گفتگو اور غرض و غایت سے بڑی خوشی ہوئی جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ رشوت تو نہیں لیا کرتے یہ سُنکر جج صاحب کا وجود لرز گیا۔ اور عرض کرنے لگے کہ جناب میں خود تو بفضل خدا اس رشوت سے بچا ہوا ہوں۔ عملہ کی نگہداشت مشکل ہے۔ اس کے بعد جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ دل بیمار کا علاج تو انشاء اللہ تعالیٰ ہو جائیگا۔ شرط یہ ہے کہ جس طرح کہا جاویگا اس پر عمل کرنا پڑیگا۔ طالب حقیقی ارادت سے آیا ہوا کب دریغ کر سکتا تھا۔ کہنے پر عمل تو درکنار وہ تو بمصداق اس شعر کے ؎

اگر خاکے ازیں کوبسر آید   مرا بہتر ز چندیں افسر آید

جان و دل دے چکا تھا جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے جج صاحب کو داخل طریقہ فرمایا۔ جیسے مرید صحیح عقیدت اور طلب راسخ لیکر آیا تھا ویسے ہی مرشد کامل نے بھی توجہ پاک کی برکت سے بہت جلد کام بنا دیا۔ اور خلافت عطا فرمائی۔ ملتان سے تبدیل ہو کر کرنال گئے۔ وہاں کے لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے متمتع فرمایا۔ اور پھر وہاں سے تبدیل ہو کر تحصیل اونہ ضلع

ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ اللہ تعالےٰ کے مقبول بندوں کو خانۂ خدا یعنی مسجد سے اُنس و محبت ہوا کرتی ہے جیسے کہ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم نے کہ مومن شخص مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں۔ یعنی مچھلی کی زندگی پانی پر منحصر ہے۔ لہذا وہ پانی میں خوش ہوتی ہے مومن کی روحانی زندگی بھی ذکر الٰہی سے وابستہ ہے۔ اور مسجد ذکر الٰہی کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ جج صاحب مذکور بھی جب اُونہ پہنچے تو فرائض منصبی سے فراغت پاکر مسجد کی تلاش میں نکلے۔ جب دریافت کرتے ہوئے مسجد میں پہنچے تو اس کی خستہ و شکستہ حالت دیکھی۔ مدتیں گذر گئیں کہ کبھی کوئی آدمی نماز کے لئے بھی داخل نہیں ہوا تھا۔ پڑوسیوں سے جھاڑو مانگا اور مسجد صاف کی۔ وضو کیا اذان دی۔ وہاں کے لوگوں کو اپنے پند و نصائح اور مواعظ حسنہ سے بیدار کیا۔ جمعہ پڑھنا جاری کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اُونہ کے بہت سے لوگ ان کے فیضانِ صحبت سے نیک و صالح اور خدا یاد بن گئے۔ اور خواب غفلت سے بیدار و ہوشیار ہو گئے۔ کچھ عرصہ وہاں ٹھہرے پھر کانگڑہ میں تبدیل ہو گئے۔ الغرض بہت سی مخلوق جو دریائے غفلت میں مستغرق تھی۔ آپ کے ذریعہ سے ساحل دوام حضور پر پہنچی۔ اور صحرائے ضلالت کے سرگردان آپ کے توسط سے شاہراہ ہدایت و صراط مستقیم پر آ گئے۔ طبیعت میں انکسار و تواضع حد بیان سے باہر ہے باوجود ایک اعلیٰ درجہ کے حاکم ہونیکے اس درجہ غالب ہے کہ جو بمصداق "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" واقعی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ صاحب مذکور کو دیکھکر حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ کی یہ دُعا یاد آجاتی ہے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب بے ادب محروم گشت از لطف رب

اسی ادب اور تواضع کے طفیل اللہ کریم نے وہ نعمت عطا فرمائی جو اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ من تواضع للہ رفعہ اللہ۔ خدمت گذار ایسے ہیں۔ گویا انہی کا حصّہ ہے۔ اسی خدمت نے مخدوم بنا دیا ہے ؎ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ حق تعالیٰ اس جوانمرد مخلص کو اپنے برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں خاص الخاص مراتب و درجات عطا فرماوے۔ آمین

مخلص باللہ حاجی رحمت اللہ صاحب سلمہ ربہٗ

آپ کا وطن مقام او پلیٹہ ملک کاٹھیاواڑ ہے کاروباری سلسلہ میں اوائل عمر سے ہی رنگون ملک برما میں مقیم ہیں۔ وہیں کاروبار بھی کرتے ہیں اور اپنے رہائشی مکانات وغیرہ بھی وہیں بنا لئے ہیں۔ جس زمانہ میں حضرت حاجی صوفی عبدالرحمٰن صاحب کو راولپنڈی شریف سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ملک برما کو روانہ فرمایا تھا۔ اس زمانہ میں جناب صوفی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ جس وقت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے رنگون تشریف لے گئے تو جناب حاجی رحمت اللہ صاحب نے تھوڑے سے عرصہ میں جناب حضرت صاحب کی صحبت سے فوائد کثیرہ اور احوال و مقامات عظیمہ اور درجات عالیہ اپنی بلند ہمتی اور مبارک فطرت و خصلت سے حاصل کر لئے۔ اور جناب حضرت صاحب نے اپنی قوت تصرف اور توجہات وافرہ سے ان کا کام بنا دیا۔ اور خلافت و اجازت سے بھی مشرف فرمایا۔ الحمد للہ کہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی توجہات کی برکت سے حاجی رحمت اللہ صاحب شریعت و طریقت میں کمال استقامت رکھتے ہیں اور ارشاد خداوندی رجال لا تلیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ کے حقیقی مصداق ہیں حاجی صاحب مذکور کی ذات سے بہت سی مخلوق کو فیض پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ اپنے فیض کا ذریعہ بنا دے۔ آمین ؕ

حافظ دین محمد صاحب سلمہ ربہٗ

جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلفائے عظام اور مقبولین سے ہیں موضع گارڈ جو کہ راولپنڈی شریف سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ علوم دینی میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ سادگی یہاں تک کہ کسی کو گمان تک نہیں گزرتا کہ یہ عالم و فاضل ہیں۔ قرآن مجید کی تفسیر میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید بہت ہی عمدہ غو

اور دلپذیر لہجہ میں ترتیل سے پڑھتے ہیں۔ آغاز جوانی میں مرض عشق مجازی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ ان کے کسی خیرخواہ نے جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں آکر عرض کی۔ کہ ایک نوجوان حافظ قرآن کا یہ حال ہے۔ اس کے حال پر توجہ فرمائی جاوے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دعا بھی فرمائی اور ایسی توجہ کی کہ حافظ دین محمد صاحب حاضر خدمت ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ اور طریقہ عالیہ کی تعلیم حاصل کی اور سعادت قبول سے مشرف ہوئے۔ پوری کوشش کے ساتھ باطنی شغل میں مشغول ہو گئے۔ اور کمال ہمت کے ساتھ مرشد کامل کی نسبت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پرانے اور سابقہ خیالات اور احباب ہمنشینوں کو خیرباد کہا اور ان کی صحبت کو چھوڑا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی توجہ کی برکت سے درجہ کمال کو پہنچے۔ اور خلعت خلافت واجازت سے مشرف ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی ان کے حال پر بہت کچھ توجہ والتفات تھی۔ بمبئی کی طرف کئی بار سیر و سیاحت بھی کی اور اس طرف اکثر لوگوں کو خدا کا راستہ دکھایا۔ علوم دینیہ کا بہت شغف رکھتے ہیں۔ طبیعت میں سادگی اور بے تکلفی ہے۔ وعظ بہت عمدہ اور نہایت پُرتاثیر فرماتے ہیں ہو کر سامعین کو نہایت ہی مرغوب ہوتا ہے اور موثر بھی ہوتا ہے۔ اللہ کریم ان کے ذریعے سے فیض کریمی کو ترقی و فروغ بخشے۔ آمین۔

حاجی صوفی میراں بخش صاحب سلمہٗ ربہ

صوفی صاحب مذکور اکثر طالبان اللہ اور مریدوں کی ہدایت وتربیت میں مشغول رہتے ہیں۔ عالم جوانی سے طلب حق میں ساعی تھے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اکتساب علم باطن کا شرف حاصل کیا۔ اور مدت مدید بکمال صبر و استقامت اور ہمت سے جناب حضرت صاحب کے آستانہ عالیہ میں حاضر رہ کر خوب خدمت کی۔ دوسری مرتبہ جب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے اس مبارک سفر میں قبلہ عالم کی معیت اور خدمت کا فخر انکو حاصل ہے اور اسی خدمت کے طفیل حج و زیارت بیت اللہ اور زیارت روضۂ پاک جناب صاحب

لولاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی فائز اور مشرف ہوئے۔ اُمی ہیں مگر پیر و مرشد کامل کی توجہ کے طفیل خاص اثر رکھتے ہیں۔ شریعت کے بڑے پابند ہیں۔ اجازت اور خلافت کا شرف حاصل ہے کراچی اور اس کے اطراف کی بہت سی مخلوق کو انہی کے ذریعہ سے فیض پہنچا ہے عرس شریف پر تمام وقتوں کی خاص طور پر خدمت کرتے ہیں اب ضعیف ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں دیر تک سلامت با کرامت رکھے۔ اکثر سیر و سیاحت ہی میں رہتے ہیں۔

الحاج مولوی محمد یوسف صاحب میرپوری سلمہٗ ربہٗ

مولوی حاجی محمد یوسف صاحب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص مریدوں اور مقبول و منظور نظر احباب سے ہیں اور اجازت یافتہ خلیفہ ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن شہر میرپور واقع ریاست جموں ہے دلولۂ شوق اور غلبۂ عشق میں جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ مدتوں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی اطاعت میں کمر بستہ رہ کر کمالات و مقامات کا اکتساب کیا اور دولت خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ بہت فقرا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور پھرتا رہا۔ مگر اپنے درد کی دوا جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی نظر شفا بخش کے سوا کہیں نہ دیکھی۔ طبیعت مسکینی اور فقر کی دولت سے معمور رکھتے ہیں توجہ میں خاصہ اثر ہے۔ میرپور و اطراف کے لوگوں کو ان کی ذات والاصفات سے بہت فیض ہوا ہے۔

الحاج مولوی دیوان علی صاحب سلمہٗ ربہٗ

حاجی مولوی دیوان علی صاحب قصبہ موہری تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ ابتدا میں فوجی ملازم تھے۔ جناب حضرت صاحبؒ کے بہترین اور مخلصین مریدوں سے ہیں سعادت ازلی نے رہنمائی کی اور جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت عالیہ تک رسائی ہو گئی۔ نہایت

خلوص و محبت اور عقیدت سے داخل طریقت ہو کر قبولیت سے مشرف ہوئے نہایت متشرع اور صاحب استقامت ہیں. حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بدعائے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ فائز ہو آئے ہیں. جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تعلیم طریقت سکھانے کے لئے موذون ہیں. اکثر خواب غفلت میں سرشار لوگوں کو دعوت الی الحق دیکر بیدار و ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔

حافظ مولوی محمد اکبر صاحب سلمہٗ ربہٗ

ضلع گجرات پنجاب کے رہنے والے ہیں. مدت سے لاہور چوک متی نویں مسجد میں خطیب ہیں۔ قرآن مجید کے حافظ ہیں. قرآن مجید نہایت ترتیل و تجوید سے پڑھتے ہیں. کتابت کا کام کرتے ہیں. بندہ مسکین جب کبھی لاہور جاتا اور نویں مسجد میں نماز ادا کرنے کا اتفاق ہوتا تو حافظ صاحب مذکور سے فقرا اور اہل اللہ کے متعلق گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا. ایک مرتبہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قیام بھی چوک متی میں ہوا. بندہ حسب معمول حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ بندہ کے پیر و مرشد جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں. غرض کچھ وقت باہم گفتگو ہوتی رہی. اور بندہ کے ہمراہ جناب حافظ صاحب جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے. الحمد للہ کہ بندہ کی کوشش کارگر ہو گئی اور حافظ صاحب کو جناب حضرت صاحب نے ظاہری باطنی حافظ بنا دیا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے کمالات و تصرفات سے جب آگاہ ہوئے تو ذوق و شوق نے دل پر خاص غلبہ کر لیا. وہ للہیت اور خلوص اور عقیدت راسخ کہ جن سے حافظ صاحب متصف ہیں ان کی بدولت اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی توجہات خصوصی کے طفیل تھوڑی سی مدت میں اس قدر ترقی کر گئے. کہ مراتب و درجات کمال کو پہنچے. پس جناب حضرت صاحبؒ نے بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ اور نیز ارشاد فرمایا. کہ وہاں لاہور میں ختم شریف بھی پڑھا کرو۔ اور حلقہ ذکر کی مجلس بھی کیا کرو۔ تاکہ وہاں کے دوست ذکر الٰہی

اور فی اللہ محبت میں ہوشیار و بیدار ہیں۔ انتہائی محبت اور عشق کامل کی وجہ سے بہت جلدی جلدی جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر فیوضات اور افادات سے بہرہ مند ہوتے رہے اور اکثر بذریعہ خطوط اپنے احوال سے اطلاع دیتے اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ سے ان کے جوابات پا کر استفادہ حاصل کرتے رہے بلکہ اب تک بدستور اسی طریق پر عمل پیرا ہیں۔ اور اعتقاد ایسا کامل و پختہ ہے کہ سبحان اللہ جناب حضرت صاحبؒ کے وہ کمالات جو انہوں نے بچشم خود دیکھے ہیں انہوں نے عجیب حالت بنادی ہوئی ہے

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود ۔۔۔ سالہا سجدہ گاہ صاحب نظراں خواہد شد

حافظ صاحب مذکور کی صحبت میں عجیب اثر ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے بہت سی مخلوق کو صراط مستقیم کی ہدایت بخشے۔ آمین ٭

سید حاکم شاہ صاحب سلمہ ربہٗ

سید حاکم شاہ صاحب کا مولد و مسکن قصبہ وڑائچانوالہ ضلع گجرات ہے۔ سادات سے ہیں۔ آپ کی پہلی بیعت جناب پیر حیدر شاہ صاحبؒ جلالپوری سے ہے جو اپنے زمانہ کے ولی کامل تھے۔ جناب پیر حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف سید حاکم شاہ صاحب پر بہت تھے مگر ان کی تکمیل مراتب سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ تکمیل مراتب اور مقامات سلوک کے منازل طے کرنے کے لئے رہبر کامل و اکمل کی توجہات اشد ضروری ہیں چندے متلاشی رہے مگر کہیں تسلی و تشفی نہ ہوئی۔ آخر کار وعا و استخارہ کیا اور ندائے غیبی آئی کہ آپ کا مقصود راولپنڈی شریف جناب قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے حاصل ہوگا۔ اِدھر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کشف سے تمام معاملہ معلوم ہو گیا۔ سید حاکم شاہ صاحب یقین راسخ اور صدق عقیدت سے اور بڑی انکساری اور نہایت تواضع کے ساتھ حاضر خدمت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور مرشد کامل کی پہلی ہی توجہ مبارک نے کام بنا دیا۔ چونکہ سید حاکم شاہ صاحب مستعد اور بلند رکھتے

تھے بہت جلد اپنے مقصد میں فائز المرام اور شاد کام ہوئے۔ ہدایت وارشاد اور تعلیم طریقہ نقشبندیہ کی اجازت عطا ہو گئی۔ سید حاکم شاہ صاحب بے نظیر ہستی ہیں ہمیشہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف و اکرام کے امیدوار رہے ہیں۔ امور شرعیہ میں راسخ القدم ہیں۔ توکل میں کامل اور عالی ہمت ہیں حضور جمعیت کی نعمت کا شرف رکھتے ہیں۔ اور آداب سلف کا نمونہ ہیں۔ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے۔

اللھم زد فزد ؎

سید فضل شاہ صاحب مدظلہ

سید فضل شاہ صاحب ساکن ڈھریالہ جالپ تحصیل پنڈدادن خاں ضلع جہلم کے رہنے والے ہیں۔ علم دینی میں بہرہ کامل رکھتے ہیں۔ محبت و اخلاص سے پُر ہیں۔ قسمت نے یاوری کی نہایت ذوق و شوق سے جناب حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں بڑے ادب و تعظیم سے حاضر ہو کر اخذ طریقہ و مقامات مجددیہ حاصل کئے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے حال پر نہایت عنایات فرمایا کرتے اور فرماتے کہ شاہ صاحب آپ کے نور نسبت اور فیض صحبت سے عالم منور ہوگا۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ شاہ صاحب مدظلہ بفضل خداوند کریم نہایت ہی کثیر الذکر و العبادت ہیں اور نہایت صبر و توکل سے ہمہ اوقات یادِ خدا میں بسر کرتے اور طالبین اللہ کی رشد و ہدایت میں مصروف رہتے ہیں۔ عطاء اجازت و خلافت سے مشرف ہیں۔ عطاء خلعت خلافت کے وقت جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ مخلوقِ خدا کو اللہ کی رضا کے لئے خالق کی طرف بلانا۔ اس راستہ میں اگر تکالیف بھی پیش آئیں۔ تو نہایت ہمت سے صبر و شکر کے ساتھ کام لینا۔ اگر ایک دوست بھی خدا یاد ہو جائے۔ تو نہایت سعادت ہے۔ نیز یہ کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت اور نعمت عظمٰی ہے اس کی قدر کرنا لازمی امر ہے۔ ظاہر و باطن کا ایک کبھی بھی ختم نہ ہونے والا خزانہ ہے۔ اس کی محافظت کرنا اور حقیقی مصرف میں دریغ نہ رکھنا۔ الحمد للہ کہ حضور عالی کے فرمان واجب الاذعان کے

مطابق شاہ صاحب موصوف عمل پیرا ہیں۔ اللہ تعالےٰ زیادہ زیادہ توفیق بخشے آمین

سیّد راجن شاہ صاحب سلمہٗ ربہٗ

سیّد راجن شاہ صاحب موضع کمانوالہ متصل سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ محکمہ فوجی ہسپتال میں ملازم تھے۔ حُسنِ قسمت سے دل میں طلب حق کا ولولہ پیدا ہوگیا۔ مخلص فی اللہ مولوی نیاز اللہ صاحب سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کے اوصاف حمیدہ اور کمالات عالیہ سُنے اور بڑے شوق وذوق سے حاضرِ خدمت ہوئے۔ اپنی طلب راہِ خدا کے باب کا اظہار کیا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ اگر طلب حق سبحانہٗ حقیقی رکھتے ہو۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے درد کی دوا ہو جائیگی۔ مگر ثابت قدم اور محکم رہنا۔ گرمی سردی سہنی پڑیگی۔ چونکہ طالب صادق تھے۔ شرف قبولیت سے مشرف ہو گئے۔ اور مورد الطاف وعنایات خاص بن گئے۔ اسی محکمہ میں ایک ڈاکٹر جو مرزا قادیانی کا معتقد تھا۔ ملازم اور ان کا انچارج تھا۔ اس نے شاہ صاحب مذکور کو صراط مستقیم سے پھرا کر مرزائیت کی ترغیب وتحریص دینے میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا تھا اکثر یہی تذکرہ رہتا تھا۔ ایک دن اس ڈاکٹر نے شاہ صاحب سے پوچھا کہ کیا آپکو ابھی تک مرزا صاحب کے متعلق کچھ شک وشبہ باقی ہے۔ شاہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہاں جناب کچھ شک ہی سا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب تو پھر استخارہ کیجئے۔ تاکہ حقیقت واصلیت آپ پر منکشف ہو جاوے۔ شاہ صاحب نے استخارہ کیا۔ اور دُعا مانگی۔ تو یہ امر ظاہر ہوا کہ بہت سے گدھے ہیں جن میں سے ایک سب سے زیادہ متنفر ہو گیا۔ اور تمام قصہ اُس ڈاکٹر سے بیان کیا جس کو سُنکر وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور آئندہ کے لئے مرزائیت کی ترغیب دینے سے بند ہو گیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک یہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ پاک کی برکت تھی جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ سیّد راجن شاہ صاحب کے حال پر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب اکثر الطاف کریمانہ مبذول فرماتے رہتے تھے۔ خلعت خلافت واجازت سے بھی مشرف فرمایا۔ سیّد راجن شاہ صاحب بھی نہایت اخلاص اور ادب وتعظیم سے خدمات بجا لا رہے ہیں۔

مرزا بیجس پر کتابیں لکھی ہوئی ہیں۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا تو جواب ملا کہ یہ مرزا قادیانی ہے۔ یہ دیکھ کر طبیعت بہت سے

اللہ تعالےٰ مقامات سنجیدہ اور احوال پسندیدہ سے سرفراز و ممتاز فرماوے آمین۔

صوفی حاکم الدین صاحب سلمہٗ ربہٗ

صوفی حاکم الدین صاحب موضع ننگلیاں متصل پسرور ضلع سیالکوٹ کے باشندے ہیں کچھ مدت تک سیالکوٹ چھاؤنی میں درزی کا کام کرتے رہے ہے۔ اب کچھ عرصہ سے شہر لاہور بھاٹی دروازہ میں سکونت اختیار کر لی ہوئی ہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کے پرانے اور قدیمی دوستوں سے ہیں۔ اجازت وخلافت سے موذون ہیں اس طرف کے اکثر لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار و ہوشیار کرنے کا ذریعہ و وسیلہ ہوئے ہیں۔ نرم کلام اور انکسارانہ طبیعت رکھتے ہیں۔ خلوص وعقیدت سے معمور ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں اس نعمت میں دن بدن ترقی اور اس پر دائمی استقامت بخشے آمین۔

مولوی نور حسین صاحب سلمہٗ ربہٗ

مولوی نور حسین صاحب کا مولد ومسکن موضع موسیٰ متصل حضرو ضلع کامل پور ہے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب کی زیارت اور صحبت سے مشرف ہوئے۔ آنجناب کی خدمت شریف میں حاضر ہونے پر دل نے آرام پایا اور اطمینان قلبی وتسکین کی دولت میسر ہوئی۔ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنا اختیار کیا اور تلقین ذکر کی سعادت حاصل کی۔ حالات ونسبت نقشبندیہ سے مشرف ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب قدس سرہٗ کے مخلص مریدوں اور مقبول ومنظور نظر خادموں سے ہیں اور اجازت یافتہ خلیفہ ہیں۔ بھلوال ضلع سرگودھا وغیرہ کی طرف ان کے ذریعہ سے بہت لوگوں کو فیض پہنچا ہے۔ مولوی صاحب مذکور و موصوف مجسم محبت واخلاص ہیں۔ اللہم زد فزد۔ باوجودیکہ علوم دینیہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں۔ مگر طبیعت میں بہت سادگی ہے اور ہمیشہ درویشانہ صورت میں رہتے ہیں۔ جب کبھی عیدگاہ میں تشریف

لاتے ہیں۔ تو عید گاہ کے درویشوں کے ساتھ ملکر شب و روز نہایت دلی خلوص سے خدمات انجام دینے میں مصروف رہتے ہیں ؛

الحاج مولانا مولوی محمد سعید صاحب کاشغری سلمہٗ

آپ مشرقی ترکستان کے شہر یارقند کے رہنے والے ترک بزرگ ہیں۔ جبکہ دوسری مرتبہ ۱۹۱۱ء
میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ حج بیت اللہ شریف اور زیارت و حاضری مدینہ منورہ کیلئے تشریف لیگئے
تو یہ بزرگ بھی اس سفر میں ہمراہ تھے۔ اثناء سفر میں آپکی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور فریفتہ
و شیدا ہو گئے۔ تمام سفر آپ کی خدمت میں حاضر رہے اور آپ کی علیحدگی گوارا نہ کی۔ بڑے
جید دینی عالم ہیں۔ عربی اور فارسی میں گفتگو کر لیتے ہیں جناب قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اثناء سفر میں جب تلاوت قرآن مجید فرماتے تو یہ صاحب پیچھے بیٹھ کر آپ کی قرأت سنتے اور
نہایت محظوظ ہوتے۔ اکثر عشق و محبت کے سوز و گداز سے نالہ و فریاد میں مصروف رہتے۔ آخرکار
جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں مؤدبانہ و عاجزانہ ملتجی ہوئے کہ اپنی غلامی میں منظور و
قبول فرمائیے۔ چونکہ طالب اللہ نہایت متشرع اور متقی شخص تھے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے
بھی ان کی استدعا کو قبولیت کا شرف بخشا اور داخل طریقہ فرما کر تعلیم شغل باطنی کی دی۔ اسی سفر میں
تھوڑے سے عرصہ کے اندر ایسی توجہ فرمائی گئی کہ صاحب موصوف منازل سلوک کو طے کر کے درجۂ تکمیل کو
پہنچ گئے جب سفر حج سے واپس تشریف لائے تو ان کو اجازت بیعت اور خلافت عطا فرما کر آپ نے
وطن کی طرف رخصت کیا۔ اسکے بعد دو مرتبہ یہ بزرگ کاشغر سے راولپنڈی تشریف صرف جناب قبلہ
عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ ایک مرتبہ ان کا قافلہ چند
آدمیوں کا تھا جن میں چار پانچ مستورات بھی تھیں۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ فی اللہ محبت و عقیدت بھی
کس قدر کشش ہے۔ کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے ان کا یہ دُور و دراز سفر محض جناب قبلہ عالم حضرت
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کے لئے تھا۔ صاحب مذکور بڑے اخلاص و محبت اور
عقیدت والے تھے۔ بہت عرصہ سے ان کی خبر نہیں ملی اور نہ ہی پھر وہ خود آئے ہیں۔ پہلے کچھ عرصہ
سلسلہ خط و کتابت بھی جاری تھا۔ ان کے ذریعہ سے مشرقی ترکستان میں بہت فیض پھیلا اور
سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو فروغ ہوا۔

بندۂ مسکین عالم الدین

اس قابل نہیں کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ غلاموں میں بھی شمار ہو سکے۔ چہ جائیکہ خلفاء عظام کی صف میں داخل ہو سکے۔ مگر بدیں خیال کہ ؎

سگِ اصحاب کہف روزے چند ۔ پئے نیکاں گرفت و مردم شد

ان بزرگواروں کے غلاموں میں شمار ہو کر نجات پا سکے۔ بندہ موضع بھڈیار۔ تحصیل پسرور۔ ضلع سیالکوٹ کا رہنے والا ہے۔ حصول تعلیم کے لئے لاہور گیا۔ وہاں جس جگہ بندہ پڑھتا تھا وہیں مولوی محمد حسین صاحب پسروری بھی پڑھتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف حافظ فتح دین صاحب رنگپوری رحمۃ اللہ علیہ سے مرید تھے۔ جو حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے ان سے ملاقات ہونے پر اس سلسلہ میں داخل ہونے کا شوق دامنگیر ہو گیا۔ نیز اولیاء کرام کے حالات کتابوں میں ملاحظہ کرتے وقت جب حضرات ابوالحسن خرقانی و بہاؤالدین نقشبند و عبیداللہ احرار و مجدد صاحب وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے حالات پڑھتا تو طبیعت میں ایک کشش اور محبت پیدا ہو جاتی۔ جب مولوی صاحب کے پاس شجرہ خواجگانؒ دیکھا تو پھر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کہ ہر سہ بزرگوار اسی سلسلہ کے بزرگواروں میں سے ہیں۔ غرض تعلیم سے فارغ ہو کر مولوی صاحب پسرور نوکر ہو گئے اور بندہ کا آب و دانہ بصیغہ ملازمت گوجرانوالہ لے آیا۔ مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کہ جب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پسرور تشریف لاویں۔ تو بندہ کو اطلاع دیں۔ تاکہ بندہ شرف زیارت و بیعت سے مشرف ہو سکے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد مولوی صاحب کا خط آیا کہ جناب قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ رونق افروز ہیں۔ ایک دو دن تک انشاء اللہ پسرور آجاویں گے تم رخصت لے کر آجاؤ۔ خط پڑھ کر دل نہایت خوش ہوا۔ دوسرے دن رخصت کے واسطے بندوبست کر رہا تھا۔ کہ مولوی صاحب کا خط آگیا کہ جناب قبلہ خواجہ صاحبؒ سیالکوٹ ہی سے واپس تشریف لے گئے ہیں۔ اس لئے اب نہ آویں۔ بندہ کی وہ سب خوشی غم و رنج سے بدل گئی۔ اور اس سے بڑھکر زیادہ صدمہ لاحق ہوا جبکہ آٹھ دس روز کے بعد مولوی صاحب کا خط آگیا۔ کہ جناب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب

کا وصال ہو چکا ہے اس صدمہ جانکاہ سے اپنی بدقسمتی پر روتا تھا۔ اور اپنی ناکامی پر ماتم
کرتا تھا۔ اسی سراسیمگی اور پریشانی کی حالت میں ایک دن پھرتا ہوا بازار میں آنکلا۔ وہاں ایک
کتب فروش کی دوکان پر بابو کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور بیٹھے ہوئے تھے۔ بندہ کے واقف
نہیں تھے۔ اور نہ ہی بندہ ان کو جانتا تھا۔ مگر وہ دکاندار ہم شہری ہونے کے باعث ان سے
واقف تھا۔ اور بندہ کا بھی واقف تھا۔ بندہ بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔ سلسلہ گفتگو چلتے
چلتے حضرت بابو صاحبؒ کا سلسلہ سخن حضرت خواجہ فقیر محمد صاحبؒ تک پہنچا۔ تو بابو صاحبؒ اس قدر
زار زار رونے لگے کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ چونکہ بندہ کو بھی حضرت خواجہ صاحبؒ کے
وصال کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ ان سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ آپ کے کیا لگتے ہیں۔ انہوں
نے فرمایا۔ کہ میرے پیر و مرشد ہیں۔ پھر بندہ نے اپنا سارا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ اب
مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ ان کے کسی خلیفہ صاحب یا فرزند ارجمند کا پتہ دیں جن کے غلاموں میں شامل
ہونے کی سعادت حاصل ہو جاوے۔ بابو صاحبؒ نے بتلایا۔ کہ راولپنڈی شریف میں جناب
حافظ جی صاحب۔ ان کے کامل و مکمل خلیفہ موجود ہیں۔ ان سے رابطہ پیدا کرو۔ چنانچہ بندہ نے
بھی اور حضرت بابو صاحب نے بھی بندہ کی طرف سے پے در پے نیاز نامے لکھے جن کا جواب
یہی آتا رہا۔ کہ جب کبھی بارادہ سفر گوجرانوالہ آنے کا اتفاق ہوا۔ تو دیکھا جاوے گا۔ غرض جب
حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ تشریف لائے تو بابو صاحب نے بندہ کو اطلاع کر دی۔ بابو
صاحب خود لالہ موسےٰ سے گوجرانوالہ آگئے۔ ان دنوں صرف بابو صاحب کے گھر کے چند
آدمی بیعت تھے۔ انہی کے مکان پر قیام تھا۔ بندہ عصر کے وقت حاضر خدمت ہو گیا۔ شام کی
نماز کے لئے جناب حضرت صاحبؒ قبرستان کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ نماز کے بعد بابو
صاحب نے عرض کیا کہ جناب قاضی صاحب حاضر ہیں۔ اور بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ قبلہ عالم نے
فرمایا کہ پڑھے لکھے مولوی آزمائش اور امتحان کے لئے آتے ہیں۔ خالص نیت سے نہیں آتے
بندہ نے عرض کیا۔ کہ حضور عالی بندہ محض خالصاً لوجہ اللہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہے
کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں آیا۔ حضرت صاحبؒ اسبات سے بہت خوش ہوئے اور پھر بندہ
کو بیعت فرمایا۔ اور بہت شفقت و عنایت فرمائی اور فرماتے رہے۔ مگر افسوس کہ اس سلسلہ

نے حضور عالی کی زندگی میں کچھ کام نہ کیا۔ سوائے حسرت کے کچھ ہاتھ نہیں ہے۔ مگر
اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ؎

یادِ رفتگان رحمہم اللہ تعالےٰ

(جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے وہ حضرات جو اس دارِ
فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرما چکے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بزرگ بھی تھے جنہوں
نے جناب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ بھی دیکھا ہوا تھا وہ حضرات سب
سے زیادہ سابقین میں سے تھے۔ ان کا ذکر خیر پہلے چاہیئے تھا مگر یہاں ترتیب کو مدنظر
نہیں رکھا گیا۔ چونکہ فی زمان الحاضر حضرات خلفاء کے فیوض و برکات جاری وساری ہیں
لہٰذا ان کا ذکر اختصار کے ساتھ پہلے کر دینا مناسب سمجھا گیا اور ان کے بعد حضرات
رفتگان کے حالات درج کیئے گئے ہیں)

جناب بابو کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور

بابو کرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہلی مرتبہ ماہ جولائی ۱۸۹۰ء میں جناب قبلہ عالم حضرت
صاحب رحمۃ اللہ کی زیارت سے بمقام حسن ابدال مشرف ہونے کا موقع ملا۔ اور وہ اس
طرح کہ ایک دفعہ جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد کے ولولۂ عشق و فرطِ
محبت کی وجہ سے چورہ شریف زیارت و ملاقات کے ارادہ سے چلے جب راولپنڈی شریف
کے ریلوے سٹیشن پر پہنچے تو کوہاٹ لائن والی گاڑی پیشتر روانہ ہو چکی تھی۔ جناب حضرت
صاحبؒ نے واپس آنا مناسب نہ سمجھا۔ پشاور جانے والی گاڑی تیار تھی۔ حسن ابدال کا
ٹکٹ لے کر گاڑی پر سوار ہو گئے۔ اور حسن ابدال جا اترے۔ وہاں بابو محمد قاسم صاحب ملازم

ریلوے جو حضرت صاحبؒ کے فدائی اور بڑے عقیدت مند تھے وہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر لے گئے۔ ما حضر تناول فرمانے کے لئے پیش کیا مگر آپ نے تناول
نہ فرمایا۔ اور باہر تشریف لے گئے۔ اُدھر سے ہی پیادہ پا چورہ شریف کا رُخ کر لیا۔ بابو محمد قاسم
صاحب سے بابو کرم الدین صاحب نے دریافت کیا۔ کہ یہ کون بزرگ تھے۔ اُنہوں نے جواب
میں کہا۔ کہ راولپنڈی شریف کے رہنے والے حافظ و قاری اور خاندان نقشبندیہ کے
بڑے بزرگ اور حضرت خواجہ فقیر محمد صاحبؒ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔ صرف اسی قدر سُننے
سے بابو کرم الدین صاحب کے دل میں ایک محبت سی پیدا ہو گئی۔ مگر عرصہ تک قسمت
نے یاوری نہ کی۔ آخر کار ماہ جنوری ۱۸۹۳ء میں جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ بیعت کے لئے گزارش کی گئی۔ انہی ایام میں جناب خواجہ
فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی راولپنڈی شریف تشریف لائے ہوئے تھے۔ جناب
قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے بابو کرم الدین صاحب کو اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ فقیر محمد
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں لے جا کر پیش کیا آپ نے بابو صاحب مذکور کو
داخل طریقہ فرمایا۔ ذکر کی ترکیب بتائی۔ اور حلقہ ذکر ہوا۔ بعدہٗ دعا فرمائی گئی۔ اور تمام
دوست اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ بابو کرم الدین صاحب بھی سٹیشن کو روانہ ہوئے اور
جا کر اپنی ڈیوٹی سنبھالی۔ بے اختیار آنسو جاری تھے۔ ماتحت ملازم پوچھتے کہ کیا ماجرا ہے خیر تو
ہے۔ بابو صاحب ان کو جواب دیتے۔ کہ بالکل خیریت ہے مجھے خود بھی اس کا علم نہیں کہ
میں کیوں رو رہا ہوں۔ چونکہ حضرت خواجۂ خواجگان حضرت باباجی فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ نے داخل
طریقہ فرمانے کے بعد بابو کرم الدین صاحب کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کے سپرد کر دیا تھا۔
اس قدر محبت و عقیدت ہو گئی۔ کہ جب ڈیوٹی سے فارغ ہوتے تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر
ہوتے۔ ایک دن کی جدائی بھی گوارا نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ بابو کرم الدین صاحب کی تبدیلی ترکی سٹیشن
پر ہو گئی۔ ملازمت کا کام تھا جانا ضروری امر تھا۔ ساتھ ایک آدمی مسمی جیون کو سامان وغیرہ رکھنے
کے لئے لے گئے۔ جب مسمی جیون کو واپس کرنے لگے تو کہا کہ میں جناب حضرت صاحب کی خدمت
میں خط لکھ دوں دو مرتبہ لکھنے بیٹھے اور قلم ہاتھ میں لی۔ مگر سوائے گریہ و زاری کے ایک حرف نہ

لکھا گیا۔ آخرکار بابا جیون کو زبانی کہہ دیا کہ میری طرف سے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی خدمت میں السلام علیکم عرض کر دینا۔ باقی جو کچھ دیکھ چکے ہو۔ زبانی عرض کر دینا۔ بابا جیون نے آکر آپ کی خدمت میں سلام مسنون عرض کیا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ بابو کرم الدین صاحب وہاں پر بہت اداس تھے اور رو رہے تھے۔ آپ دعا فرماویں کہ ان کی تبدیلی راولپنڈی ہوجاوے۔ آپ نے دعا فرمائی تیسرے دن بابو کرم الدین صاحب پھر ترکی سٹیشن سے راولپنڈی شریف آگئے۔ مسمی جیون مذکور بابو کرم الدین صاحب کو بازار میں ملا۔ اس نے بابو صاحب سے پوچھا کیسے آئے بابو کرم الدین صاحب نے کہا کہ تبدیلی ہو گئی ہے اور پھر راولپنڈی شریف آگیا ہوں۔ یہ سنکر مسمی جیون بازار ہی میں کودنے اور اچھلنے لگا کہ سبحان اللہ جناب حضرت صاحبؒ نے تو ہاتھوں پر سرسوں اُگا دی۔ تبدیلی کے متعلق عجیب واقعہ پیش آیا۔ بابو کرم الدین صاحب جب وہاں پہنچے تو پہلے سٹیشن ماسٹر نے راولپنڈی تار دے دی کہ ٹھیکیدار نے بوجہ رمضان شریف پھر بجائے چار ٹرین دینے کے صرف دو ٹرین کر دیئے ہیں۔ لہذا میں اکیلا کام کر لوں گا۔ بابو کرم الدین صاحب کو راولپنڈی واپس بلا لیا جاوے۔ راولپنڈی سے حکم گیا کہ بابو کرم الدین صاحب کو واپس بھیجدو حکم پہنچتے ہی بابو کرم الدین صاحب واپس آگئے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بابو صاحب مذکور گولڑہ سٹیشن پر متعین تھے۔ محبت نے جوش مارا۔ اپنا کام نائب سٹیشن ماسٹر کے سپرد کر کے راولپنڈی شریف جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی زیارت کو چلے آئے جب راولپنڈی شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبؒ موضع سنبل راجہ دادن خاں کے ہاں تشریف لے گئے ہیں۔ راولپنڈی شریف سے پیدل ہی بابو صاحب بھی وہاں جا پہنچے۔ وہاں جا کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ سید پور تشریف لے گئے ہیں۔ راستہ معلوم نہ تھا۔ وہاں سے پیادہ پا پوچھتے اور دریافت کرتے سید پور کی طرف کا رخ کیا۔ بعد نماز ظہر سید پور جا پہنچے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی زیارت اور ملاقات ہوئی۔ تو ان کو تسکین و اطمینان ہوا حضرت صاحبؒ نے دریافت فرمایا۔ کہ کیسے آنا ہوا۔ بابو کرم الدین صاحب نے عرض کی کہ جناب صبح سویرے سے دل ہی چاہتا تھا کہ چل کر آپ کی زیارت کر آؤں چنانچہ حضورت وہاں سے روانہ ہو آیا ہوں کہ راولپنڈی شریف سے زیارت کر کے کسی گاڑی پر واپس

آجاؤں گا۔ مگر آپ وہاں نہ ملے اور بغیر زیارت واپس نہ جا سکا۔ رخصت وغیرہ بھی نہیں لی اور نہ ہی
کسی کو بتایا کہ کہاں جا رہا ہوں۔ جناب حضرت صاحب نے روٹی پکوا کر کھائی۔ اور ایک گھوڑی
منگوا کر ساتھ ایک دوست بھی کر دیا۔ کہ بابو صاحب کو راولپنڈی چھوڑ آؤ۔ رات کو تین بجے اپنے
سٹیشن گولڑہ پر واپس پہنچے۔ سبحان اللہ وبحمدہ کیا محبت تھی کہ ملازمت کی پابندی کی بھی
کوئی پرواہ نہ تھی۔ تمام عمر انتہائی خلوص اور حقیقی خدمت میں بسر کر دی۔ بیعت تو حضرت صاحبؒ
نے جناب خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کرائے تھے مگر مخلوقات کی فیض رسانی کیلئے
حضرت صاحبؒ نے خود انکو موزوں فرمایا تھا اور اس مردِ خدا کی وساطت سے بے شمار لوگ فیضیاب ہوئے
آپ ہی کے ارشاد پر لالہ موسے میں رہائشی مکان بنا کر وہیں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ مکان کے
متصل ہی ایک عمدہ اور عالیشان مسجد بھی تعمیر کروائی۔ دوستوں کی خدمت دل وجان سے کیا
کرتے تھے۔ بابو صاحب موصوف جب بھی راولپنڈی شریف جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی ملاقات
و زیارت کے لئے تشریف لاتے تو حضور عالی اور دیگر بزرگان سلسلہ کا خود تذکرہ اور ذکر خیر
کرتے رہتے اور حاجی بابو محمد علی صاحب و حاجی محمد زمان صاحب خدام دربار عالیہ سے دربار کریمی
کے حالات نہایت شوق سے سنا کرتے اگر کوئی شخص ان کو کہتا کہ بابو صاحب آؤ کچھ ورد وظیفہ
کر لیں تو فرماتے کہ یہ ذکر خیر وظیفہ سے کم نہیں بلکہ اولیٰ تر ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا ہوا ہے۔ کہ سایہ رہبر بہ از ذکر حق۔ علاوہ اس کے کسی صاحبدل بزرگ نے کیا خوب
کہا ہے۔ ؎ ذکرِ حبیب کم نہیں وصل حبیب سے۔ غرضیکہ جناب بابو کرم الدین صاحب
مرحوم و مغفور کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کمال محبت تھی۔ مال اولاد
جان سب کچھ قربان کیا ہوا تھا۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہاں تک قربت
تھی کہ قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ صاحب کے ساتھ بابو کرم الدین صاحب
مذکور کی دختر نیک و بلند اختر کا نکاح ہوا۔ جو بفضل خدائے کریم بہمہ وجوہ باعث خیر و برکت ہوا۔
چنانچہ صاحبزادہ منظور الٰہی صاحب و محبوب الرحمٰن صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ بابو کرم الدین صاحب
کے نواسے ہیں۔ بابو کرم الدین صاحب نے ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ کو اس دارِ فانی سے
عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ اور ان کی وصیت کے مطابق شہر گوجرانوالہ میں ان کے والد صاحب

کی قبر کے پاس مدفون کئے گئے۔ ذیل کا قطعہ سنہ وصال کا آپ کی تربت کے سرہانے پتھر پر کندہ ہے ؎

بے دعاء فاتحہ مگذر ازیں مردِ خدا — شد دعا بر مُردگاں سنت ز خیر الشافعین
ہست ایں مرقد پئے صوفی کرم دیں مرد حق — با خدا و باصفا و اہل دل از صالحین
نسبتش با خاندان نقشبندی کردہ اند — حق بدہ پسماندگاں بصبر و اجر الصابرین
گو مظفر تو ز خیر الشافعین سال وفات — یا بقلب زار گو واللہ خیر الحافظین

۱۳۵۱ ہجری — ۱۹۳۳ عیسوی

زندگی کا اکثر حصہ لالہ موسیٰ میں ہی بسر کیا جہاں آپ مشغول ذکر حق رہے آپ نے حج کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔ کہ یک لخت بیمار ہو گئے۔ اور بہت ہی نحیف، ضعیف اور لاغر ہو گئے وہ روپیہ جو سفر حج کا زادِ راہ تھا مسجد کی تعمیر پر لگا دیا۔ اور یہ بابرکت مسجد بلا شرکت غیرے اپنے خرچ سے محلہ کریم پورہ لالہ موسیٰ میں بنوا دی۔ اس محلہ کی بنیاد اور محلہ کا نام بھی کریم پورہ بابو کرم الدین صاحب مرحوم و مغفور نے رکھا تھا۔ اب اس محلہ میں بفضل خداوند کریم دو سو سے زیادہ گھر آباد ہیں اور دن بدن تعداد بڑھ رہی ہے۔ خاص طور پر مسجد مذکور صاحب ممدوح مرحوم کی یاد کو تازہ کر رہی ہے اور جب تک یہ مسجد قائم رہے گی بابو کرم الدین صاحب کا نام بھی قائم اور روشن رہیگا۔ مسجد میں بھی قطعہ سن تعمیر کا کندہ ہے ؎

بانیِ ایں خانہ حق را الٰہی شاد دار — تربتش از ابرِ رحمت سرد و سبز آباد دار
خانہ ات آباد کرد خانہ اش در خلد کن — ایں چنیں فیاض را در ظلِ رحمت شاد دار
گفت ہاتف با مظفر از پئے تاریخ سال — بانیش صوفی کرم دیں دین پرور یاد دار

۱۳۴۵ ہجری

سائیں کریم بخش صاحب مرحوم و مغفور

یہ بزرگ سب سے پہلے شخص ہیں جن کو جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داخل طریقہ فرمایا۔ پہلے وہابیہ نجدیہ عقائد و خیالات رکھتے تھے۔ یہاں تک کے ان کا نام جو دالدین

نے رکھا تھا میراں بخش تھا۔ اس نام کو شرک جان کر انہوں نے اپنا نام کریم بخش بدل دیا جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اوائل زمانہ کا ذکر ہے کہ ایک دن حضرت صاحبؒ نالہ لئی کے کنارے پر مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سائیں کریم بخش صاحب کا اس طرف سے گزر ہوا جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ مراقبہ سے فارغ ہو کر دعا مانگ رہے تھے۔ بعد فراغت دعا ان کو بلایا۔ اور فرمایا کہ آؤ تمہیں اللہ کا ذکر بتاؤں۔ سائیں مذکور جو اس وقت وہابیت و نجدیت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے کہنے لگے کہ اس طرح ذکر کرنے کو تو ہم شرک جانتے ہیں۔ بحث مباحثہ کے بعد طوعاً کرہاً جناب حضرت صاحبؒ نے ان کو طریقہ میں داخل کر کے ذکر سکھایا۔ اور فرمایا۔ بندۂ خدا تھوڑی دیر جیسے بتایا ہے ذکر کر کے دیکھ لے۔ اگر کچھ فائدہ محسوس ہو تو ذکر کرنا۔ ورنہ میں تجھ سے کچھ اجرت کا خواہاں تو نہیں۔ بس جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی توجہ کام کر گئی۔ تمام عقائد فاسدہ و باطلہ محو ہو کر عقائد صحیحہ سے بدل گئے محبت الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ سائیں مجذوب کے نام سے موسوم ہو گئے۔ اور بے شمار مخلوق کی فیض رسانی کا باعث ہوئے۔ مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔ اور مزار مبارک ان کا جنت البقیع میں ہے۔

مولوی حاجی فیروز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کے قدیمی اور بڑے خاص الخاص دوستوں میں سے تھے بابو کرم الدین صاحب مرحوم نے نوٹ بک میں ان کا چشم دید واقعہ یوں بیان فرمایا۔ کہیں اور مولوی فیروز الدین صاحب ایک دن مسجد طیاراں واقعہ راولپنڈی شریف میں جہاں کہ حضرت خواجۂ خواجگان باباجی صاحب جناب خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے زیارت کے لئے گئے۔ جب مسجد شریف نظر پڑی دور سے ہی گلی کے موڑ پر مولوی فیروز الدین صاحب کو جذبہ ہو گیا۔ باآواز بلند ذکر جہر کرنے لگ گئے۔ اپنا عصا اور پاپوش پھینک دیئے جو کہ میں نے اٹھا لئے۔ جناب حضرت باباجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں بیٹھے تھے۔ آپ کے

دیر دیر تک بحالت جذبہ ذکر میں مشغول و معروف رہے۔ تمام یار اور مسجد کے در و دیوار بھی متاثر تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب مذکور فرش پر گر گئے۔ اور پھر اٹھکر اسیطرح ذکر میں مشغول ہو گئے بڑی دیر کے بعد جناب باباجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ان کو پکڑ کر بٹھا دو۔ اور خود حضور نے بڑی شفقت و مہربانی سے اپنا دست مبارک ان کی پشت پر پھیرا اور فرمایا بیٹا صبر۔ صبر۔ حضور عالی کا یہ فرمانا تھا۔ کہ مولوی صاحب کو صبر آگیا۔ مگر زار زار روتے رہے۔ مولوی فیروز الدین صاحب کا آخری وقت قریب آگیا تو سب یاران طریقت جو ان کے گاؤں میں موجود تھے اور دیگر نیک و صالح آدمیوں کو بھی بلا کر کہنے لگے کہ مجھے ذرا سہارا دیکر بٹھا دو۔ اور سب ملکر خوب جہر کرو۔ سب دوستوں نے ملکر خوب ذکر کرنا شروع کیا۔ ذکر اللہ کے عاشق تھے اسی ذکر کی حالت میں راہی ملکِ بقا ہو گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے تو آپ کی معیت میں مولوی فیروز الدین صاحب مرحوم نے بھی حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل کیا اور اثناء سفر میں جیسا کہ حق تھا خوب دل و جان سے خدمت بجا لاتے رہے علاوہ ازیں بہت مدت آپ کی خدمت عالیہ میں رہے اور منازل سلوک طے کر کے درجہ تکمیل کو پہنچے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو خلافت بھی عطا فرمائی ہوئی تھی۔ ان کو اپنے علاقہ پوٹھوار میں بڑی قبولیت اور خاص و عام میں شہرت حاصل تھی۔ موضع پیکاں متصل مقام مندرہ ضلع راولپنڈی ان کا مولد و مسکن تھا۔ اور وہیں تربت مبارک بھی ہے۔

حاجی نظام الدین صاحب مرحوم و مغفور

حاجی نظام الدین صاحب کا مولد و مسکن کتاریاں متصل نور پور شاہاں ضلع راولپنڈی ہے اور مزار مبارک بھی ان کا اسی جگہ ہے جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور مخلص مریدوں میں سے ممتاز خلیفہ تھے۔ جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت اختیار کی اور مدت مدید نہایت حسن عقیدت سے اس خدمت کو بجا لانے پر دل و جان سے پابند رہے۔ پیر کامل کے برکات

و نظرات سے بہرہ مند ہوتے اور کمالات و مقامات عالیہ کا اکتساب کرتے رہے اور دولت خلافت سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کے حقیقی عاشق و شیدا تھے۔ اپنے پیر و مرشد کے ہر لطف و عطا پر اپنی جان فدا کرتے تھے۔ نماز و اوراد اور مراقبہ میں کمال استغراق درد اور سوز و گداز میں عجیب کیفیت رکھتے تھے۔ برادرانِ طریقت کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ قصہ مختصر یہ کہ ایک لمحہ بھی غفلت میں نہ گزرتا تھا۔ حین حیات اکثر سفر و حضر میں جناب حضرت قبلہ عالم کی خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ اور حق خدمت کو خوب اخلاص سے بجالاتے رہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کے ارشاد سے سفر حجاز کیا۔ طواف بیت اللہ شریف اور حج و زیارت روضۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اور مدت مدید وہیں مقیم رہے جس زمانہ میں جناب حضرت صاحب حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے حاجی نظام الدین صاحب وہاں بیت اللہ شریف میں مقیم تھے۔ ایک دن طواف کر رہے تھے کہ حضرت صاحب بھی اس وقت طواف میں مصروف تھے۔ حاجی نظام الدین صاحب کو پہلے جناب حضرت صاحبؒ کی تشریف آوری کا علم نہ تھا جب حضرت صاحبؒ کے رخ انور پر ان کی نگاہ پڑی تو یہ سمجھے کہ شاید حضرت صاحب کا تصور ہے۔ دوسری مرتبہ پھر جب حضرت صاحبؒ کو دیکھا تو فورِ محبت سے مدہوش ہو کر ایک نعرہ مارا اور گر پڑے طواف کرنے والے عربی لوگ موت موت پکارتے اُن کے گرد جمع ہو گئے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے جب دیکھا تو پہچان لیا کہ حاجی نظام الدین صاحب ہیں۔ لوگوں کو تسلی دی اور حاجی صاحب کو آپؒ نے گلے سے لگا لیا۔ جب کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو حاجی صاحب نے یہی کیفیت بیان کی اور بہت خوش ہوئے۔ بڑے فدائی و شیدائی اور صاحب اثر و دعوت تھے۔ ان کی ذات سے بہت سی مخلوق کو فیض پہنچا۔ آخری وقت بھی ان کا بہت ہی اچھا گزرا اور خود جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی جس میں اولیائے اللہ اور رجال الغیب بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو علیین میں اعلیٰ مراتب عطا فرما دے اور ان کی قبر کو بھی تا قیامت روشن رکھے۔ آمین!

سید غلام شبیر صاحب بی۔ اے مرحوم و مغفورؒ

سید غلام شبیر صاحب سادات سے تھے قصبہ تلون ضلع جالندھر ان کا مسکن و مولد ہے
زمانہ طالب علمی میں ہی حق تعالےٰ کی عنائیت ازلی نے ان کو اپنی طلب میں درد اور عشق کے
سوز و گداز کی نعمت عطا فرمائی۔ لاہور جس کالج میں صوفی محبوب الٰہی صاحب ایم۔ اے تعلیم
پاتے تھے اسی کالج میں شاہ صاحب مرحوم بھی پڑھتے تھے۔ صوفی محبوب الٰہی صاحب ایم۔ اے
اس زمانہ میں سنت سنگھ کے نام سے پکارے جاتے تھے جو کہ صدقِ دل سے جناب قبلہ
عالم حضرت صاحبؒ کے ہو چکے تھے مگر ظاہری صورت وہی اختیار کئے ہوئے تھے جس میں
چند ایک حکمتیں اور مصلحتیں مضمر تھیں۔ شاہ صاحب مذکور اکثر صوفی محبوب الٰہی صاحب
کے اطوار کو مدِ نظر رکھتے اور انہیں کچھ شبہ گزرا کہ یہ شخص باوجود سکھ ہونے کے اسلامی شعار
کی پابندی کا بڑا شائق ہے۔ ایک دن موقعہ پا کر صوفی محبوب الٰہی صاحب سے دریافت کرنے
لگے کہ ظاہر میں تو آپ سکھ ہیں مگر میں نے بڑی تاڑ رکھی اور دیکھا کہ آپ نماز بھی پڑھتے ہو اور
قرآن مجید کا بھی مطالعہ کرتے رہتے ہو۔ اور جیسے مسلمان بزرگ مراقبہ کرتے ہیں آپ بھی اکثر
اسی طریق میں مشغول رہتے ہو۔ یہ معاملہ کیا ہے پہلے تو صوفی صاحب نے سید غلام شبیر صاحب
کو ٹالنے کی کوشش کی مگر وہ کب ٹلتے تھے۔ ایک کالج اور ایک کلاس میں پڑھنے والے
طالب علموں کو جو محبت و الفت آپس میں ہوتی ہے وہ سگے بھائیوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے
آخر کار صوفی محبوب الٰہی صاحب نے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ کی محبت کا تذکرہ کر دیا جس کو سنکر
سید غلام شبیر صاحب کے دل میں ولولۂ عشق و محبت الٰہی موجزن ہو گیا۔ اور ذوق و شوق
الٰہی نے سید غلام شبیر صاحب کو جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت میں لا حاضر کیا۔ نہائیت عقیدت
اور بڑی نیازمندی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف زیارت سے مشرف ہو کر سلسلۂ
بیعت میں داخل ہو گئے۔ چونکہ صدق اور اخلاص سے آئے تھے۔ مورد لطف و عنائیت
خاص بن گئے۔ بعد فراغت تحصیل علوم بسلسلۂ تلاش معاش کوئٹہ پہنچے۔ ملازمت مل گئی اپنی
خداداد استعداد و قابلیت کے طفیل ترقی کرتے گئے یہانتک کہ ای۔ اے سی مقرر ہو گئے

باوجود ان دنیاوی علائق کے دن بدن جناب حضرت صاحبؒ کی خدمت و محبت اور عقیدت میں بھی ترقی کرتے گئے۔ اور مقامات عالیہ و احوال پسندیدہ سے سرفراز ہوتے رہے۔ جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف شاہ صاحب کے حال پر نہایت درجہ مبذول تھے اور انکو داخل زمرۂ خاصاں سمجھتے تھے وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ افسوس کہ شاہ صاحب سید غلام شبیر عین عالم شباب میں جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حین حیات ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء حادثۂ فاجعہ زلزلہ کوئٹہ میں جام شہادت نوش کر کے راہی ملک بقا ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

سائیں نور الحسن صاحب مرحوم و مغفور

آپ کا مولد و مسکن موضع پنڈ جھاٹلہ ضلع و تحصیل راولپنڈی ہے محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ درویشی اور خدا طلبی کا شوق آپکے سینہ بے کینہ میں موجزن ہوا۔ اور دل صحبت فقرا کیطرف مائل ہو گیا۔ مرشد کامل کی تلاش میں مصروف تھے کہ قسمت نے یاوری کی اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر پہنچا یا آپکی زیارت فیض بشارت سے تسکین اور اطمینان قلبی پایا جناب حضرت صاحب کے دست حق پرست پر توبہ و انابت سے مشرف ہو کر زمرۂ غلامان میں داخل ہو گئے۔ محبت و جذبہ دن بدن ترقی کرتا گیا۔ اس زمانہ میں جناب حضرت صاحب قدس سرہٗ کی خدمتمیں بکثرت حاضر ہوتے اور حضرت صاحبؒ کی توجہ عالیہ سے یہ ولولہ سائیں صاحب مذکور کے دل میں روز بروز زیادہ ہوتا گیا۔ خلوت و گوشہ نشینی اور خاموشی کیطرف طبیعت زیادہ راغب ہو گئی یہاں تک کہ ایکمرتبہ ایک قیدی کو کسی دوسری جگہ پہنچانے پر متعین ہوئے راستہ میں نماز کا وقت آ گیا قیدی کو کہنے لگے کہ تم بیٹھو اور میں نماز پڑھ لوں۔ نماز پڑھنے کے بعد مراقبہ میں دیر تک ایسے محو اور مستغرق رہے کہ قیدی کا خیال ہی نہ رہا۔ بڑی دیر کے بعد جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ قیدی موجود نہیں۔ ادھر اُدھر دیکھا بھالا مگر قیدی تو بھاگ گیا تھا۔ واپس جا کر اپنے افسر بالا کو اطلاع دی کہ قیدی بھاگ گیا ہے۔ قانونی سلوک ہوا اسمیں صاف صاف بیان دیئے کہ میں نماز پڑھنے لگ گیا اور قیدی کو بٹھا دیا تھا۔ مجھے نماز اور وظیفہ میں ذرا دیر لگ گئی جب فارغ ہو کر دیکھا تو پھر قیدی نظر نہیں آیا۔ افسر نے بغیر کسی سزا و جرمانہ کے بالکل صاف بری کر دیا۔ اس کے بعد

چند دن ملازمت کی اور عشق الہٰی کا ایسا غلبہ ہوا کہ ملازمت وغیرہ ترک کر دی۔ اور شب و روز یاد الہٰی اور ذکر و مراقبہ میں گزارتے جناب قبلہ عالم حضرت صاحبؒ نے کمال مہربانی سے خلعت خلافت عطا فرما کر ہندوستان کی طرف سیر و سیاحت کیلئے ارشاد فرمایا۔ جس کو سائیں صاحب نے بسر و چشم قبول کر کے بہت اچھی طرح نباہا۔ سائیں صاحب مذکور خلق عظیم و حسن سلوک سے متصف تھے حضرت مولینا عین القضاۃ صاحب لکھنوی اکثر آپ کو بلا لیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے کہ گاہ بگاہ ضرور ملاقات کو جایا کریں۔ کہ آپ کے وجود سے نسبت مجددیہ کی خوشبو آتی ہے ہندوستان میں عموماً اور لکھنؤ اور اس کے مضافات میں خصوصاً بہت سی مخلوق سائیں صاحب سے مستفیض و مستفید ہوئی۔ آخر کار بمقام گھگر متصل قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ اسی مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔ اور اسی جگہ دریائے گومتی کے کنارہ پر سائیں صاحب مذکور کا مزار مبارک واقع ہے۔

الغرض جناب خواجۂ خواجگان قبلہ عالم و عالمیاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند خلفاء کے حالات تبرکاً بالاختصار درج کرنیکے بعد عرض ہے کہ حضرت صاحبؒ کی ذات عالی برکات اور والا صفات سے جو فیض پھیلا ہے اس کو دنیا جانتی ہے اور روز روشن کی طرح ظاہر ہے آپ کی ذات بابرکات مخلوق خدا کے لئے رحمت الہٰی تھی۔ ان حضرات کے علاوہ آپکے بے شمار خلفاء مختلف اطراف و ممالک اور ہندوستان کے طول و عرض میں موجود ہیں جن میں سے چند کے اسمائے گرامی جو یاد ہیں درج کر دیئے جاتے ہیں۔ ورنہ حضور قبلہ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کی تعداد بے شمار ہے۔ مولوی عبدالحکیم صاحب مرحوم ساکن گلپیارہ ضلع میرپور۔ صوفی شرف الدین صاحب مرحوم ساکن کوٹھہ متصل جہلم۔ مولوی محمد اکبر صاحب مرحوم ساکن بھاگیسر متصل گوجرخان۔ مولوی احمد دین صاحب مرحوم ساکن قصبہ ڈھاباں ضلع شیخوپورہ۔ مولوی داون خاں صاحب مرحوم ساکن موضع سترول ضلع راولپنڈی۔ مولوی مردان علیصاحب مرحوم ساکن مرادی جنجیل ضلع راولپنڈی۔ یہ تمام حضرات جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء تھے جو اس عالم فنا سے عالم بقا کو پہنچ چکے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

زندہ و موجود حضرات سے جن کے اسمائے گرامی یاد ہیں درج ذیل ہیں:۔

مولینا مولوی عبد الغنی صاحب ساکن سلہڈ متصل ایبٹ آباد بڑے علامہ فہامہ اور فاضل اجل اور اعلیٰ درجہ کے واعظ ہیں۔ مولوی محمد لیسین صاحب ساکن موضع کالوخان ضلع پشاور کے ہیں انکے ذریعہ سے علاقہ سوات بنیر اور یاغستان بہت مستفیض ہوا اور ہو رہا ہے۔ حضرت مولینا مولوی شیخ احمد صاحب اور انکے فرزند ارجمند الحاج الحافظ القاری حافظ عبد اللہ صاحب سکنائے مقام تترال تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم۔ مولوی عبد الکریم صاحب امام مسجد غلامی لائن راولپنڈی۔ حافظ محمد زمان صاحب جو مسجد ایم ٹی چک لالہ میں امام ہیں۔ حاجی صوفی الٰہ دین صاحب ڈرائیور۔ مولوی نیاز اللہ صاحب امام مسجد ملٹری ہسپتال راولپنڈی۔ صوفی محمد حسین صاحب ساکن کنتھ ضلع راولپنڈی۔ مولوی علی احمد صاحب ساکن چنگا بنگیال متصل گوجرخان یہ حضرت وعظ میں مثنوی مولینائے روم بہت استعمال فرمایا کرتے ہیں اسی بنا پر جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو مولوی مثنوی کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ڈاکٹر قطب الدین صاحب ساکن موضع سنگھوری ضلع راولپنڈی۔ صوفی شاہو لی ساکن قصبہ موہری ضلع گجرات۔ حکیم محمد شفیع صاحب ساکن کالا شاہ کاکو ضلع شیخوپورہ۔ حافظ عبد المجید صاحب امام مسجد بیری والی گوجرانوالہ۔ سائیں نور محمد صاحب ساکن موضع کوٹلیاں۔ پیر جلال الدین صاحب ساکن واہنڈو ضلع گوجرانوالہ۔ صوفی محبوب الٰہی صاحب ایم۔ اے۔ مولوی محمد علی صاحب ساکن موضع سیکھم ضلع سیالکوٹ۔ صوفی احمد دین صاحب ساکن کنجاہ ضلع گجرات۔ مرزا چراغ بیگ ساکن شاہدرہ۔ مولوی زین العابدین صاحب لاہوری مولوی سندھی صاحب ساکن ملتان۔ مستری محمد حسین صاحب ہیڈ آرمر جنڈولہ وزیرستان۔ بابو فضل الٰہی صاحب دیوانہ ساکن تترد چک۔ مولوی شیر زمان صاحب ساکن سیدپور۔ ماجد حسین صاحب ضلع لکھنؤ والے۔ مولوی عبد الرؤف صاحب لکھنوی۔ شیخ غلام مبین صاحب ساکن قصبہ رسولی ضلع بارہ بنکی۔ عبد الرحمٰن صاحب ساکن اکرہ سوہٹرہ ضلع جہلم۔ صوفی نور الدین مونہ ڈیہو والے۔ محمد حیات بلوچ۔ صوفی میراں بخش کاٹھ گڑھ والے۔

یہ تمام حضرات جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیطرف سے طریقہ ذکر تعلیم کرنیکی اجازت سے موذون ہیں۔ انکے علاوہ اور بہت سے ایسے دوست ہیں جن کو اکنو وا اخوانکم فی الدین کے ارشاد مطابق جناب حضرت صاحب نے دیگر مخلوق خدا کو بھی ذکر کی تعلیم و طریقہ سکھانیکی اجازت فرمائی ہوئی تھی جیسا کہ اکثر مشائخ طریقت بعض دوستوں کو کامل ہونے سے پیشتر ہی محض بہتری مخلوق اللہ کیخاطر اجازت فرماتے رہے ہیں۔

یہاں پر ایک نہایت ضروری امر کا اظہار کر دینا بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قسم کے مخلصین کو طریقہ ذکر سکھانیکی اجازت سے مقصود یہ ہوتا ہے۔ کہ اسوجہ سے عوام الناس کو گمراہی وضلالت سے حقتعالی کے صراط مستقیم کیطرف رہنمائی کیجاوے نہ یہ کہ اس اجازت کو کمال و تکمیل کی سند اور تمغہ جان کر اصلی مقصود سے دُور جا پڑیں نفس وشیطان دو بڑے زبردست دشمن ہر وقت گھات میں ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں۔ کہ انسان کے دلمیں اس اجازت سے کمال و تکمیل کا وہم ڈالکر اسے مقصود سے محروم رکھ کر ہلاکت کے گڑھے میں ڈالیں۔ لہذا اس قسم کے احباب کیلئے اشد ضروری امر ہے کہ وہ اخلاص ومحبت کے ساتھ ترقیات وکمالات حاصل کرنے میں مصروف رہیں اور بقیہ خصائل ذمیمہ کو دُور کر کے حصول تکمیل کے لئے سعی بلیغ فرمادیں۔ نہ یہ کہ طریقہ تعلیم کرنیکی اجازت کو اپنے کام کا اصل مقصد خیال کرلیں۔ اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنادیں۔ کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے

ملخص از ملفوظات حضرت غوث صمدانی قطب ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

ممکن ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ بعض ایسے دوست بھی ہونگے جن کے اسمائے گرامی سہواً رہ گئے ہوں گے ایسے احباب معاف فرماویں کہ انسان ضعیف البنیان مجموعہ خطا ونسیان ہی سے اس قسم کی لغزشیں واقع ہوتی ہیں۔ جناب قبلہ عالم سیدی ومولائی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیض عمیم سے جس قدر مخلوقات مستفیض ہوئی اور محبان اللہ داہل اللہ کا جو اجتماع آپ کی مجلس مبارک میں دیکھا گیا اور اس طرح محض للہ فی اللہ کی جمعیت اور مخلوق خدا کو فیض رسانی آپ کے وجود پاک کی برکت سے ہوئی فی زمانہ اور کہیں نظر نہیں آئی۔ راقم الحروف ہی نہیں بلکہ دیگر صاحبان طریقت بھی جنہوں نے گاہ بگاہ آپ کی مجلس مبارک سے استفادہ حاصل کیا۔ بکثرت اس امر کے معترف ہیں کہ واقعی جو الطاف وافضال کریمانہ یہاں نظر آتے ہیں وہ اور کہیں دکھائی نہیں دیتے ؎

ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

باب ہفتم

متفرقات

آثار الکریم کی کتابت ختم ہو چکی تھی۔ کہ بعض اصحاب نے چند واقعات بیجکر استدعا کی جبکا متعلقہ ابواب میں اندراج ہو سکتا تھا مگر ان کا شائع کرنا چونکہ ضروری ہے اس لیے ہم اس باب میں درج کر دیا جاتا ہے۔

میاں عبداللطیف صاحب سب جج بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا حسب معمول صبح کی مجلس شروع ہوئی۔ رخصت کا دن تھا اور اطراف سے کافی دوست جمع ہو گئے۔ اس وقت ایک دوست شجرہ معرفت پڑھ رہا تھا۔ اور قبلہ عالم اس کی تشریح فرماتے جاتے تھے۔ اللہ۔ اللہ وہ وقت بھی کیا عجیب تھا۔ جب یہ صحبتیں یاد آتی ہیں۔ اور حضور عالی رحمۃ اللہ علیہ کے الطاف کریمانہ پر نظر جاتی ہے۔ تو بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اللہ کریم کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے حضرت قبلہ عالم کے بعد جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی صورت میں ہمیں ایک ایسا رہبر عطا فرمایا جو ہمہ صفت موصوف ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کی عمر دراز فرماوے۔ اور اس فیض کریمی کو تا ابد جاری رکھے۔

مندرجہ بالا مجلس میں شجرہ معرفت کا مضمون یہ تھا۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وعظ میں ایسی تاثیر تھی۔ کہ کئی سامعین شہید ہو جاتے تھے ایک شخص وہاں اس وقت مجلس میں موجود تھا۔ وہ معترض ہوا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ وعظ سنتے سنتے شہید ہو جائے جونہی یہ الفاظ اس کی زبان سے نکلے میری نگاہ قبلہ حضرت صاحب کے چہرہ مبارک پر پڑی۔ آپ کے چہرہ مبارک پر نہایت رعب و جلال پیدا ہو گیا۔ کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ خبردار اس کلام میں شک مت کر حضرت داؤد علیہ السلام جب وعظ فرمایا کرتے تھے۔ تو پرندے آپ کے سر پر سایہ کیا کرتے تھے۔ وحشی جانور اپنے اپنے حال پر مدہوش۔ خاموشی سے وعظ سنا کرتے تھے۔ جب وحشی ایسے ہو ں کہ اسے بیخبر ہو جاتے تھے۔ شیر بکری یکجا جمع ہو جاتے تھے۔ تو ذی فہم انسان پر یہ حالت وارد ہو جاوے۔ تو شہادت کوئی بڑی بات نہیں حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے وعظ میں بھی ایسی ہی تاثیر تھی۔ کہ لوگ شہید ہو جاتے تھے۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ اس وقت حضرت داؤد علیہ السلام کی روح مبارک کہتا ہے

کر رہا ہوں۔ وہ اس مجلس میں حاضر ہے۔ اور مجھے بتا رہی ہے۔ کہ یہ جو واقعہ ہے۔ اور جو میں بیان کر رہا ہوں۔ بالکل صحیح ہے۔ اور اس میں ذرا بھر شک نہیں۔ یہ الفاظ تھے جو اتنے مؤثر تھے کہ تمام دوستوں کی زبان گنگ اور حواس مختل تھے۔ مگر ان میں سے ایک شخص غلام علی نے جواب کستائی کی جرأت کی۔ اور عرض کیا کہ جو حضرت صاحبؒ نے فرمایا ہے۔ حق ہے۔ حق ہے۔ حق ہے۔ اور کہتے ہی بیہوش ہو گیا۔ حضور عالیؒ نے فرمایا۔ لو دیکھو تو حضرت داؤد علیہ السلام کی روح مبارک کام کر گئی ہے۔ یہ شخص اب نہیں بچیگا۔ اسے فوراً گھر پہنچاؤ۔ موضع بھنگ راولپنڈی سے بالکل قریب ہی تھا۔ بہت جلد اس دوست کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ گھر پہنچنے کی دیر تھی کہ اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خبر سنی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ دوست شہادت کے درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ دوستوں کو خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ ادب کو ملحوظ رکھیں۔ اور کوئی بات خلاف ادب اپنے منہ سے نہ نکالیں۔ یہ بات یاد رکھو۔ کہ اللہ تعالیٰ کے دوست مرا نہیں کرتے۔ بعد وصال ان کی روح بہت زیادہ کام کرتی ہے۔ جیسا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرف خیال کرو۔ وہ ہر وقت خدا سے ڈرتے تھے۔ اسکی عبادت کرتے تھے۔ خدا اُن سے خوش تھا۔ جو دعا مانگتے قبول ہوتی۔ جانور اُن کے حکم کی اتباع کرتے۔ پھر آپ نے حضرت سفینہؓ کا جو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ قصہ بیان فرمایا۔ کہ کس طرح وہ ایک دفعہ جنگل میں راستہ بھول جانے کی وجہ سے شیر سے دوچار ہو گئے۔ شیر کو دیکھ کر وہ بالکل نہ گھبرائے۔ بلکہ یوں ارشاد فرمایا۔ کہ اے ابو الحارث تو جانتا ہے۔ کہ میں کون ہوں۔ میں اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں۔ اپنے لشکر سے جدا ہو گیا ہوں۔ راستہ بھول گیا ہوں۔ تو اس جنگل سے واقف ہے۔ میری رہبری کر۔ شیر یہ الفاظ سنکر حضرت سفینہؓ کے قریب آگیا۔ اپنا جسم آپ کے ساتھ ملا۔ اور آگے آگے روانہ ہو گیا۔ جنگل کے ختم ہونے پر سامنے اسلامی لشکر نظر آیا۔ شیر واپس چلا گیا۔ اور آپ لشکر میں جا ملے۔ یہ آپ کے غلاموں کا حال ہے۔ ایک ہم ہیں۔ کہ ہمارا کہنا ہمارا نفس نہیں مانتا۔ ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی اولاد ہیں۔ ورنہ ہماری ہر عادت مسلمانوں سے جدا ہے۔ خدا کی عبادت سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں۔ اور اگر کرتے بھی ہیں

تو عادت کے طور پر۔ اخلاص بالکل نہیں رہا۔ خدائے برتر فقیر کے دوستوں کو اخلاص سے
عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

میر عبد العزیز صاحب بی۔ اے۔ جو ڈاک خانہ کے محکمہ میں ایک ممتاز عہدہ پر سرفراز
ہیں۔ اور ہمارے مخلص دوستوں میں سے ہیں۔ بیان فرماتے ہیں۔ کہ زمانہ تعلیم سے لے کر
اس وقت تک میرا یہ اصول رہا ہے۔ کہ کوئی کام بھی بلا اجازت جناب حضرت مختار رحمۃ اللہ علیہ نہیں کرتا تھا
اور اب بھی آپ کے وصال کے بعد بھی جناب حضرت صاحبزادہ صاحب سلمہ ربہ سے اجازت
لے لیا کرتا ہوں۔ کیونکہ خالق نے جو چشم بصیرت ان بزرگوں کو عطا فرمائی ہوئی ہے وہ ہم آنکھوں
کے اندھوں کو نصیب نہیں۔ میں تعلیم سے فارغ ہو کر محکمہ ڈاک خانہ میں ملازم ہوا
جگہ اچھی مل گئی۔ لیکن اکثر اوقات حاسدوں کے حسد اور تعصب کا شکار ہوتا رہتا تھا۔ اور ایسی
خراب جگہ میں ایک دن بھی گذارنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ واقعات کی اطلاع جناب قبلہ عالم
حضرت صاحب قدس سرہ کی خدمت میں دی جاتی۔ تو وہاں سے صبر کی تلقین آتی۔ انہی دنوں میں
محکمہ تعلیم میں جگہ خالی ہو گئی۔ تنخواہ بھی زیادہ تھی۔ فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں گذارش کی
گئی۔ اور اس انداز میں اپنی طرف سے خط لکھا۔ کہ حضور خوش ہو جاویں۔ اور بہت جلد منظوری
مل جاوے۔ لیکن میری حیرانی کی حد نہ رہی جبکہ مجھے موجودہ ملازمت کو ترک کرنے کی سختی سے ممانعت
فرمائی۔ آپ کے ارشاد مبارک کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور حاسدین کے حسد کی پرواہ نہ کرتے
ہوئے اپنے کام کو بخوبی انجام دیتا رہا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد میری تبدیلی پشاور ہو گئی۔ اور
ساتھ ہی ترقی بھی ہو گئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اگر میں دوسرے محکمہ میں چلا جاتا تو
وہ جگہ بوجہ عارضی ہونے کے اس وقت بیکار ہوتا۔ لیکن خدا نے اپنے بندے کی
بات کو سچ کر دکھایا۔ اور مجھے یہاں تک ترقی دی کہ اب ایک ممتاز درجہ پر ہوں۔ اور امید
ہے کہ خالق کے فضل و کرم سے اور حضور جناب صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی کی توجہ سے
اور آپ صاحبان کی دعا سے مزید ترقی کروں گا۔ خالق ہم کو سیدھے راستے پر
چلاوے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے بزرگان دین کے نقش قدم پر چلیں

آمین

مستری عبدالرحمن صاحب ڈرائیور ترکشہر راولپنڈی محلہ کریم پورہ میں رہتے ہیں
بیان کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب و دیگر خاندان وہابی رنگ میں رنگے ہوئے تھے
ایسے ماحول میں پرورش پاکر یہ کبھی خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایسا شخص کبھی کسی
بزرگ کی خدمت میں بھی حاضر ہوگا۔ لیکن خدا کو منظور ہی ایسا تھا۔ سبب ایسے پیدا
کر دیئے کہ میں راولپنڈی آیا ہوا تھا۔ پہلی ہی بار جب جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ پر نظر پڑی تو ایک
کشش پیدا ہو گئی۔ خدمت میں حاضر ہوا۔ بیعت کے لئے درخواست کی جسے آپ نے
شرف قبولیت بخشا اور حلقہ غلامی میں داخل کر لیا۔

میرے عزیز محلہ بوہڑ میں رہتے ہیں۔ وہاں اپنے ایک رشتہ دار کے ہاں اپنا رشتہ
کرنا چاہا۔ جس کو سوائے لڑکی کے والد کے سب نے بخوشی منظور کر لیا۔ ادھر ادھر سے
سب رشتہ داروں نے زور دیا۔ لیکن وہ نہ مانا اور اپنے گھر والوں کی مرضی کے خلاف
لڑکی کا رشتہ اور جگہ تجویز کر دیا۔ جب مجھے علم ہوا تو میں نے اس واقعہ کی اطلاع
جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دی آپ نے تسلی دی اور فرمایا کہ یہ رشتہ کہیں
باہر نہیں جا سکتا۔ مجھے بھی اطمینان ہو گیا۔ لڑکی کا والد چاہتا تھا کہ لڑکا خوشامد کرے لیکن
مجھے ان دنیاوی باتوں کا علم نہ تھا نہ میں وہاں گیا اور نہ ہی وہ اپنی ضد سے باز آیا۔ حتیٰ
کہ مجھے یہ خبر ملی کہ وہ رشتہ کسی اور جگہ کر دیا گیا ہے۔ بلکہ شادی کی تاریخ بھی
مقرر ہو چکی ہے۔ دوبارہ حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی گئی آپ نے پھر فرمایا
صبر کرو۔ شادی کی تیاریاں دونوں طرف شروع ہو گئیں اور میں قدرت کے کام دیکھتا رہا
لیکن میرے قبلہ کی تسلی سے میرے دل میں تسکین ضرور تھی اور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہا۔
مقررہ تاریخ سے ایک دن پیشتر جبکہ لڑکی کا والد بازار سے گزر رہا تھا میرے
ایک دوست سے جو میرا بہت ہی خیر خواہ تھا ملا۔ دوست نے پوچھا۔ میاں صاحب
کدھر آئے۔ میاں صاحب نے جواب دیا کہ کل لڑکی کی شادی ہے۔ بازار سے ضروری
سامان خریدنے جا رہا ہوں۔ میرے دوست نے کہا میاں صاحب اشیاء پھر خریدنا۔
پہلے اپنے داماد کی تو خبر لو۔ وہ رات سے حوالات میں ہے اسنے ایسا ایسا فعل کیا ہے۔

پہلے منہا نرتہ دے کر رہا کرا لاؤ۔ پھراور کام کرنا۔ میاں صاحب حیران و پریشان واپس
گھر آ گئے۔ گھر والے پہلے ہی اسے رشتہ دینے پر رضامند نہ تھے انہوں نے کہا
اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ پہلی جگہ رشتہ کر دو۔ میاں صاحب کا خدا بھلا کرے۔ کہ وہ
بھی خوش ہو گئے اور دوسرے دن شادی میرے ساتھ ہو گئی۔ حضرت صاحب کی خدمت
میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا آپ نے خالق کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی مجھے مبارکباد
بھی دی۔ تمام لوگ اس حقیقت اور واقعہ سے بہت حیران ہوئے مگر مجھے یقین ہے کہ
یہ تمام میرے قبلہ عالم حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعا کا اثر اور آپ کا باطنی تصرف تھا

حافظ محمد اکبر صاحب خطیب مسجد نبویں لاہور بیان فرماتے ہیں کہ بعیت سے قبل
میرے دل میں بارہا یہ خیال آتا۔ کہ لوگ نماز تہجد کے لئے کس طرح اٹھتے ہیں۔ اپنی
طرف سے بہت کوشش کرتا کہ اس نعمت سے بہرہ یاب ہو جاؤں۔ لیکن غفلت ہی ہی
جب میں حضور کے حلقہ غلامی میں داخل ہؤا تو ایک رات تہجد کے وقت مجھے ایسا معلوم
ہؤا کہ قبلہ عالم جناب حضرت صاحب میری چارپائی کے قریب تشریف فرما ہیں اور فرماتے
ہیں۔ بیٹا! اٹھو تہجد کی نماز پڑھو۔ اس دن سے آجتک کبھی یہ نماز قضا نہیں ہوئی

حافظ صاحب مذکور بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں سویا ہؤا تھا ایسا معلوم ہؤا۔ کہ
کسی نے پہلے میرا دایاں ہاتھ دبایا لیکن میں نے خیال نہ کیا پھر بایاں ہاتھ کسی نے
ہلایا۔ میں نے پھر بھی کوئی خیال نہ کیا اور سو گیا۔ دفعتہً میرے قبلہ و کعبہ حضرت صاحب
رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور میرے ہاتھ کو ایسا پکڑا کہ مجھے سخت گرمی محسوس ہوئی اور
بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھا دیکھا تو فرش کی چٹائی کو آگ لگی ہوئی تھی۔ اور اگر تھوڑی دیر اور غفلت
کرتا۔ اور میرے قبلہ باطنی تصرف سے امداد نہ فرماتے تو آگ اپنا کام تمام کر دیتی۔ الحمد للہ کہ
حضور کے باطنی تصرف و امداد سے ہم سب بال بال بچ گئے۔

بابو محمد اسمٰعیل صاحب محکمہ ہارٹی کلچر اس فارم تقریباً چار سال راولپنڈی رہے دوران قیام
جو کلمات طیبات جناب حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زبان معارف بیان سے سنے۔ یا جن واقعات
کا مشاہدہ کیا۔ من وعن اپنی بیاض موسومہ "انمول موتی" میں درج کرتے رہے۔ چنانچہ ان کا بیشتر حصہ

باب دوم میں درج ہو چکا ہے۔ کچھ واقعات رہ گئے تھے۔ یہاں درج کئے جاتے ہیں

عیدگاہ کے دوستوں میں سے ایک دوست شاہ محمد نے بیعت ہونیکا واقعہ مجھ سے اِس طرح بیان کیا کہ میں کوہاٹ میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لےگئے۔ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ پروانہ وار حضور کے گرد پھرتے ہیں۔ اور حلقہ غلامی میں داخل ہوتے جاتے ہیں میں بھی دیکھا دیکھی بیعت ہو گیا۔ میرا ایک ہمراز تھا۔ اُس نے جب سُنا کہ میں بیعت ہو گیا ہوں۔ تو اُس نے مجھے کہا۔ کہ تم نے سخت غلطی کی۔ تمام عیوب تم میں پائے جاتے ہیں۔ اور ایک بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر توبہ بھی کر لی ہے۔ کہ آئندہ کوئی گناہ نہیں کروں گا۔ اب اگر تم کسی فعل بد کے مرتکب ہوئے تو یاد رکھنا تباہ ہو جاؤ گے۔ بہتر ہے بیعت واپس کر دو۔ مجھے اِس بات سے بہت فکر ہوا۔ رات جوں توں کر کے گذاری۔ صبح کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ میں بہت گنہگار ہوں۔ میں توبہ پر قائم نہیں رہ سکوں گا۔ ایسا نہ ہو۔ اِس لغزش کے باعث تباہ ہو جاؤں۔ لہذا بیعت واپس کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو ذکر تم کو بتایا ہے۔ اُسے کرتے رہو۔ انشاء اللہ راہ راست پر آجاؤ گے۔ انسان جب سچے دِل سے توبہ کرتا ہے۔ اُس کے اگلے پچھلے گناہ سب معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ فکر نہ کرو۔ میں نے جب یہ بات سُنی۔ تو میں مطمئن ہو گیا۔ گذشتہ عمر پر افسوس کیا اور رات کو خوب رویا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اور آپ کی دعا و توجہ سے پھر کسی بُرے فعل کا ارتکاب تو درکنار خیال تک نہیں گذرا۔"

بابو محمد مظفر صاحب صدیقی بھی محکمہ گراس فارم میں ملازم ہیں۔ وہ مرزائیوں کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے۔ ایک دن کسی طرح میں اُنہیں اتوار کی مجلس میں لے آیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کو ایسے پُر تاثیر لہجہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ کہ دوست زار زار رو رہے تھے۔ بابو محمد مظفر کمال پر گہرا اثر ہوا۔ فرمانے لگے کہ عرصہ سے مرزائیوں کی مجالس میں جاتا رہتا ہوں۔ لیکن جو مزہ و لطف آج اِس مجلس میں آیا ہے کبھی نصیب نہیں ہوا۔ دوسرے اتوار خود شوق سے تشریف لائے۔ اُسدن کی کیفیت دیکھکر خود بخود بیعت ہو گئے اور مرزائیت سے توبہ کر کے از سر نو مسلمان ہو گئے۔ اور ان کا شوق اور بڑھگیا۔۔۔۔ جب کبھی فراغت پاتے۔ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان کی طرف زیادہ التفات نہ فرماتے۔ بابو محمد مظفر صاحب کا خیال تھا کہ جس طرح مرزائی چند

کی خاطر میرے پیچھے دوڑتے رہتے تھے۔ اور خوشامد کیا کرتے تھے۔ اسی طرح یہاں بھی آؤبھگت ہو گی۔ لیکن یہاں معاملہ ہی اُلٹا نکلا۔ اِس بات نے مجھے مرزائیوں کی طرف سے بالکل بدظن کر دیا کہ وہ محض چندہ کی خاطر مجھ سے ظاہر طور پر اچھا سلوک کیا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد یہ حالت ہو گئی ہے کہ وہ ہر وقت خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنی محبت میں زیادہ زیادہ ترقی بخشے۔

حافظ عبد الواحد جو حافظ جھنڈے والے کے نام سے مشہور تھے مرزائیوں کے ساتھ خوب مناظرہ کیا کرتے تھے۔ مرزائیوں کی رد میں اُنہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ایک روز وہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے تھوڑی دیر کے بعد رخصت کر دیا۔ رات کو خواب میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور فرمایا کہ حافظ جھنڈے والے کو تیس روپے دیدو۔ صبح اُٹھ کر حافظ صاحب کی تلاش کی گئی۔ لیکن وہ نہ ملے۔ حضرت صاحب نے روپے گن کر علیحدہ بطورِ امانت رکھ دیے کہ جب کبھی بھی حافظ صاحب آئیں گے۔ انشاء اللہ دیدیئے جائیں گے۔ کچھ عرصہ کے بعد حافظ صاحب جھنڈے والے آئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تمہاری امانت میرے پاس پڑی ہے۔ مہربانی فرما کر اسے قبول فرمایئے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضور مجھے بھی اشارہ ہوا تھا۔ لیکن میں خود کسی سے سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ دراصل بات یہ تھی۔ کہ مجھے مرزائیوں کی رد میں ایک کتاب چھپوانی تھی۔ مگر میرے پاس رقم نہیں تھی یہ سب اسی لئے ہوا۔ حافظ صاحب نے رقم بخوشی قبول کر لی۔

حافظ جھنڈے والے نے کوہ مری میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ اُنہیں غریقِ رحمت فرمائے۔ بہت ہی مقبول بارگاہِ رب الرحیم تھے۔ مرزائیت کی تردید میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شخص حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے پیشوا کا وصال ہو چکا ہے۔ کیا مجھے آپ بیعت کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اپنے پیشوا کے ساتھ کیا تمہاری محبت نہیں تھی۔ اگر محبت ہے تو پہلی بیعت کافی ہے۔ مراقبہ میں مشغول رہا کرو۔ کیونکہ ایک کا مقبول تمام جہاں کا مقبول ایک کا مردود سارے جہان کا مردود ہے پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری بیعت کس جگہ ہے۔ اس نے عرض کی کہ میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف سے آپ نے فرمایا۔ ایسے باکمال بزرگ کے وصال کے بعد بھی تمہیں برابر فائدہ پہنچتا رہیگا۔ اپنے مرشد کی وصایا پر دل و جان سے پابند رہو۔ میاں صاحب مرحوم فقیر کے پاس اکثر آیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب عیدگاہ کا قصہ

مندرجہ ذیل ہر دو مناجات جناب حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بہت مرغوب خاطر تھیں۔ اکثر وقت سحر پڑھا کرتے تھے یا دوستوں سے سنا کرتے تھے۔ لہٰذا احباب کی خاطر درج کی جاتی ہیں

تضمین از ظفر بلوشاہ بر مناجات حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پڑے دنیا یوں ہی بک بک کے عبث جان کھپائی / نہ دیا عقل عقلی کا مجھے رستہ دکھائی
تو ابھی میں ہے سب چھوڑ کے ہرزہ سرائی / ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نہ روم من بجز آں رہ کہ تو آں رہ بنمائی

نہ بچھڑوں عہد سے جبتک کہ مرے دم میں ہے دم / نہ ہوں پیمانِ محبت پہ ترے میں یوں ہی محکم
طلب وصل تری دل سے مرے ہو نہ کبھی کم / ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ در کار تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی

ہو پیوستہ ہے گر ہووے تیری نصرت یاری / نہ تیرا عرش سے تا فرش اگر فیض ہو جاری
کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری / تو خداوند یمینی تو خداوند بساری
تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

نظر آتی ہے جہاں میں جو سپیدی و سیاہی / قلم صنع پہ دے ہے ترے سخن رات گواہی
تری یکتائی مبرا ہے ہر اک شئی سے الٰہی / تو زن و جفت نہ جوئی تو خود و خفت نخواہی
احد بے زن و جفتی ملکا کام روائی

نہ پرستش کا تو محتاج نہ محتاج عبادت / نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت / نہ نیابت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری / جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیری / تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی / ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
تو ہی ستار ہے او واقف اسرار نہانی / ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را عیب تو دانی

همه را رزق رسانی که تو با جود و عطائی

خرد و فہم سے گر دل نے کوئی بات تراشی | کہ ہوا اول و آخر کی حقیقت کا تماشی
ترے نزدیک سوا اسکے ہے سب سعی خراشی | نہ بد خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی
نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی

ترے ہی مصروف ثنا ہیں تیرے ہر جنس خلایق | نہ ادا پر وہ ثنا ہو جو ثنا ہے ترے لائق
کہ وہ فوق اور ہے جس فوق پہ ہے سب تو فایق | نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقایق
نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بپائی

ترے توصیف تری رکھتی نہایت ہے درازی | نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی
نہ چلے کنہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی | بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی
بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی

نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشہ دشمن | نہ تجھے کام ہے شہرت سے نہ شیوہ ترا شیون
نہ تجھے چاہئے ماوی نہ تجھے چاہئے مسکن | بری از خوردن و خفتن بری از تہمت مردن
بری از بیم و امیدی بری از رنج و بلائی

نہ رہا عالم طفلی و جوانی ہوئی پیری | غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہیگی یہ اسیری
نہ روا رکھ میرے حق میں تو یہ خواری و حقیری | تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری
تو نمائندۂ فضلی تو سزاوار خدائی

ترے اوصاف بیان کرنے کی باندھے ہے جو دھن جی | دم تقریر ہے گنگی دم تحریر ہے لنجی
مری گو نوک زباں گنج معانی کی ہے کنجی | نتواں وصف تو گفتن کہ تو در وصف نگنجی
نتواں شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی

نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلی | نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
تجھے بود ابدی [illegible] وصف کیا کروں تیری | احد لیس کمثلی صمد لیس کفضلی
لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی

ظفر اس وقت میں خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند | کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کہ ثنا توصیف میں کس طرح تری اپنی زباں بند | لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند
مگر از آتش دوزخ بودش زود رہائی

مناجات از مؤلف

اے خداوند کریم و بے نیاز
فضل پر تیرے فقط ہے مجھ کو ناز

تیری نافرمانیوں کے ماسوا
اور کچھ مجھ سے نہ ہرگز ہو سکا

نعمتیں کھا کھا تیری اے بادشاہ
کر رہا ہوں ہر گھڑی صدہا گناہ

کونسی نعمت ہے جو تو نے نہ دی
اور بدی اس کے عوض میں نے نہ کی

تو میرا معطی و منعم ہے خدا
میں تیرا بندہ مگر بڑھ کر بُرا

ہائے صد افسوس میں سوتا رہا
اور کانٹے راہ میں بوتا رہا

ظلم اپنی جان پر کرتا رہا
تجھ سے اے آقا نہ کچھ ڈرتا رہا

عمر سب بے شرمیوں میں کی تباہ
ہو گیا سب سے میں بڑھ کر روسیاہ

آجکل کرتے ہوا لبریز جام
ڈھل گئی دوپہر اب آئی ہے شام

کام کا جو وقت تھا وہ جل دیا
اب بھلا بے وقت مجھ سے ہو گا کیا

سوجھتا مجھ کو نہیں ہے کوئی ڈھب
تیرے در تک ہو رسائی کس سبب

اک ذریعہ ہے فقط سب سے بڑا
تیرے بندوں کا ہے مجھ کو آسرا

تیرے بندوں کا وسیلہ لایا ہوں
بارگہ میں تیری روتا آیا ہوں

ان کے صدقے اے میرے پروردگار
رحم کر مجھ پر مرا ہے حال زار

کر مرے حق میں قبول ان کی دعا
میری تقصیر و خطا کو دے مٹا

گرچہ یہ مسکین ہے بڑھ کر بُرا
تیرا ہی بندہ ہے در پر آ گرا

کر مجھے تو رد یا مجھ کو قبول
ہے مرا ہاتھ اور دامانِ رسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

شجرہ منظومہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مصنفہ و مؤلفہ خادم آستانہ عالیہ

شیخ حسن الدین سپرنٹنڈنٹ تالیف و طبع انجمن حمایت اسلام لاہور

فضل کر یا رب مرے حالِ ردی پر رحم کر
ڈال مجھ آلودۂ عصیاں پہ رحمت کی نظر

تجھ کو اپنی کبریائی کی قسم اے بے نیاز
مجھ سراپا معصیت پر کر درِ افضال باز

تجھ کو دیتا ہوں ترے جود و سخا کا واسطہ
فضل کا، رحمت کا بخشش کا، عطا کا واسطہ

تیری رحمت کے خزانے میں کمی کوئی نہیں
کیوں ہوں شاکی جانتا ہوں مستحق میں ہی نہیں

میں کہوں بے واسطہ کس منہ سے بخشش کیلئے
کچھ وسیلے پیش کرتا ہوں سفارش کے لئے

کر کرم مجھ پر محمد مصطفٰے کے واسطے
فخرِ موجودات شاہِ دو سرا کے واسطے

اس رسولِ بے نظیر و بے بدل کا واسطہ
رازدارِ خلوتِ بزمِ ازل کا واسطہ

رحم فرما حضرتِ صدیق اکبرؓ کے لئے
عاشق و دلدادۂ حسنِ پیمبر کے لئے

حضرتِ سلمانِ فارسؓ بے ریا کے واسطے
حضرتِ قاسمؒ امامِ اولیا کے واسطے

کر امام جعفرِ صادقؓ کے صدقے میں عطا
تو نجاتِ دائمی کا مجھ کو دُرِ بے بہا

بایزیدؒ و بوالحسنؒ اور بو علیؒ فارمدی
یا الٰہی لاج رکھ لے اُن کے صدقے میں مری

حشر کے دن یوسفِ ہمدانیؒ کا ساتھ ہو
اُن کا دامانِ مقدس اور میرا ہاتھ ہو

شاہِ عبدالخالقؒ و شہ عارفِ ریواگریؒ
خواجہ محمودؒ و عزیزاںؒ صاحبِ خُلقِ نبیؐ

محترم بابا سماسیؒ حضرتِ میرِؒ کلال
حضرتِ خواجہ بہاؤالدینؒ و عطارؒ اہلِ حال

حضرتِ یعقوب چرخیؒ اور عبیداللہ شاہؒ
حضرتِ خواجہ محمد زاہدؒ اپنے دیں پناہ

اِن نفوسِ پاک کے صدقے میں اے ربِ الٰہ
دھو جبینِ معصیت آلود سے داغِ گناہ

بخشدے صدقے میں یا رب خواجہ درویشؒ کے
خواجہ امکنگیؒ و خواجہ باقی باللہؒ کے لئے

شیخ احمدؒ خواجہ معصومؒ حجۃ اللہؒ و زبیرؒ
خواجہ اشرفؒ اور رجال اللہ مردِ اہلِ خیر

حضرت عیسیٰ محمد اور فیض اللہ شاہ ــ خواجۂ نور محمد نورِ بزم و شمعِ راہ

بخش دے ان کے لئے جو ہیں خدا کے فقیر ــ میرے آقا میرے ہادی اور مرے مرشد کے پیر

قبلۂ عالم جناب حافظ عبد الکریم ــ حاملِ حکم شریعت صاحبِ خلقِ عظیم

رشنائے سرِ حق و دانائے رمزِ لا الٰہ ــ واقفِ راہِ حقیقت فقر کی جائے پناہ

رحمتِ حق نے بلا کر لے لیا آغوش میں ــ جا بہے فردوسیوں کے عالمِ خاموش میں

میرے مرشد کے وہ نور العین سجادہ نشین ــ حامیٔ حرمین [illegible] حاجت گاہ [illegible] ارباب یقین

جنکا سینہ دولتِ توحید کا گنجینہ ہے ــ قلبِ صافی جنکا حسنِ طور کا آئینہ ہے

جنکے دم سے ہے فروغِ شمعِ بزمِ عارفاں ــ فخرِ عرفاں عبدِ رحمٰن دستگیرِ بیکساں

ان کے صدقے میں حسن خدام سب ہوں سرخرو

برقرار ان کی رہے دنیا و دیں میں آبرو

خاتم الطبع

الحمد للہ. کہ بافضال ایزدی و اکرامِ سرمدی حق سبحانہ کتاب مستطاب المسمیٰ کنز القدیم فی آثار الکریم مشتمل بر مختصر حالات حیات طیبہ جناب شیخ المشائخ العظام سلطان العارفین برہان الواصلین غوث صمدانی قطب ربانی مقبول بارگاہ رب الرحیم جناب قبلہ عالم و عالمیان حضرت حاجی حافظ محمد عبد الکریم صاحب نقشبندی مجددی قدس اللہ سرہ العزیز بید عبد الضعیف النحیف الراجی الی رحمۃ رب العالمین بندۂ مسکین عالم دین و بسعی محب الفقرا حاجی محمد علی و حاجی محمد زمان خادمان دربار عالیہ در مطبع حمایت اسلام لاہور زیر اہتمام شیخ حسن الدین صاحب خادم آستانہ عالیہ انطباع یافت . وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ و اصحابہ و ذریاتہ و اہلبیتہ اجمعین الی یوم الدین آمین . یارب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین .

اللھم اغفر لمؤلفہ و لکاتبہ و الی ناظرہ و لقاریہ و لمن سعی فیہ

یکم جون ۱۹۳۷ء